مجموعۃ الاسرار

مکتوباتِ شریف

تاج العارفین قطب الاقطاب

حضرت شیخ عبد النبی شامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۱۳۶ھ



ناشر

حضرت شیخ عبد النبی شامی ٹرسٹ

۱۸۶۔ شادمان ۲ ○ لاہور

مجموعۃ الاسرار

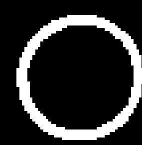
(معہ)

مکتوباتِ شریف

تاجُ العارفین قطبُ الاقطاب

حضرت شیخ عبدالنبیؐ شامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۱۲۶ھ



ناشر

حضرت شیخ عبدالنبی شامی ٹرسٹ

۱۸۶۔ شادمان ۔۲ ○ لاہور



عُرس مُبارک ۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء کے موقعہ پر روضۂ مُبارک کا بیرونی منظر



حضرت شیخ عبدالنبی شامی رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف ہے کہ ہندو اور سکھ شدید اختلافات کے باوجود آپؒ کے عُرس مُبارک ۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء کے موقع پر مشترکہ طور پر رسم چادر پوشی ادا کر رہے ہیں۔



عُرس مُبارک ۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء
کے موقع پر تمام مذاہب کے
لوگ رسم چادر پوشی ادا کر
رہے ہیں۔





عُرس مُبارک ۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء کے موقعہ پر لنگر خانہ کا ایک منظر۔



محمد حسین قادری، حاجی عبدالمجید چشتی نعت خواں ہمراہ لالہ بنارسی داس چیئرمین ایم سی شاہجورای اور جنندر کمار بہل (جنہوں نے بموقعہ عرس فوٹو گرافی کی) حضرت تاج العارفین کے مزار پُر انوار پر نذرانہ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔



گورشرن سنگھ شامی آڈیٹر ریلوے (درمیان) جو ۱۸ برس بطور متولی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ جنہوں نے روضہ مبارک کی چار دیواری از سر نو تعمیر کروائی اور گریل لگوائی۔ انکی وفات ۲۹ ستمبر ۸۳ء کو ہوئی اور وہیں مدفن ہوئے

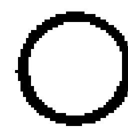
مجموعۃ الاسرار

مکتوباتِ شریف

تاجُ العارفین قطبُ الاقطاب

حضرت شیخ عبد النبی شامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۱۲۶ھ



ناشر

حضرت شیخ عبد النبی شامی ٹرسٹ

۱۸۶ ۔ شادمان ۔ ۲ ○ لاہور

نام کتاب ———— مجموعۃ الاسرار

مصنّف ———— تاج العارفین حضرت شیخ عبد النبّی شامی نقشبندیؒ

مُترجِم ———— پروفیسر مشتاق احمد بھٹی ایم اے

تقریظ ———— سیّد نفیس الحسینی نقشبندی (نفیس رقم)

تعارف ———— صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی

کتابت ———— ذاکر حسین و محمد عاشق ندیم قادری

فوٹو گرافی ———— جتندر کمار بہل کھتّری پنجابی باغ دہلی (بھارت)

ناشر ———— صاحبزادہ حاجی محمّد سلیم شامی نقشبندی

تعداد اشاعت ———— ایک ہزار

تاریخ اشاعت ———— اپریل ۱۹۸۶ء

مطبع ———— قومی پریس، ۵۰، لوئر مال، لاہور

ہدیہ بار ———— مبلغ یک صد روپیہ

ملنے کے پتے

(۱) صاحبزادہ حاجی محمّد سلیم شامی نقشبندی، مکان نمبر ۳۶، گورو سٹریٹ نمبر ۹، رام نگر، لاہور ۷ پاکستان۔

(۲) صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی، قومی پبلشرز ۵۰ لوئر مال لاہور۔
فون: ۵۵۰۰۶

(۳) شیخ عبد الرحمٰن شامی، سکیلز مین، صنم بلڈنگ مزنگ چونگی، ۳۷ فیروز پور روڈ، لاہور
فون: ۴۱۴۵۲۰ ۴۱۸۵۸۷ ۴۱۵۴۹۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید نفیس الحسینی

تقریظ

مشائخ طریقت کے سلسلۂ رشد و ہدایت میں اُن کے مکتوبات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ تمام ہی سلاسلِ تصوف میں اس کی روشن مثالیں پائی جاتی ہیں۔ برِ صغیر میں حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ (م ۷۸۲ھ)، خواجۂ دکن حضرت سید محمد گیسودرازؒ (م ۸۲۵ھ) اور حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی (المتوفی بعد ۸۲۵ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ کے مکتوبات کو تقدمِ زمانی حاصل ہے۔

نقشبندی مشائخ نے مکتوبات کے ذریعے سلسلۂ ابلاغ و تبلیغ کو سب سے زیادہ فروغ دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کے مکتوبات سلوک و تصوف کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ ان کے بعد اُن کے اخلافِ کرام نے بھی اپنے مکتوبات میں عرفان و معرفت کے دریا بہائے ہیں۔ تاریخِ تصوف میں ان مکتوبات کو سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ بعد کے مجددی مشائخ نے بھی مکتوبات کی روایت کو باقاعدگی سے جاری رکھا۔

زیرِ نظر کتاب "مجموعۃ الاسرار" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ مکاتیب سلسلۂ احسنیہ مجددیہ کے جلیل القدر شیخ حضرت شیخ عبدالنبی شامی قدس سرہٗ کے بحرِ عرفان و تصوف کے لولوئے آبدار ہیں۔ حضرت شامیؒ اپنے وقت کے آفتابِ عالمتاب تھے۔ "نزہۃ الخواطر" میں لکھا ہے:

"شیخ عبدالنبی نقشبندیؒ اپنے زمانے کے قوی النسبت بزرگ تھے۔ اُنکی ولایت اور جلالتِ شان پر اُس زمانے کے بزرگوں کا اتفاق ہے۔ سلسلۂ احسنیہ نقشبندیہ

میں سالکانِ طریقت کی تعلیم و تربیت میں انہیں کمال حاصل تھا۔ وہ جلیل القدر رہنمائے طریقت تھے۔ اپنے مریدوں کو راہِ سلوک کی منزلیں طے کرا کے معرفت کے اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیتے تھے۔"

"حضرت شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم دہلوی نے "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں اُن کا ایک مکتوبِ لطیف نقل کیا ہے۔ انہوں نے "فصوص الحکم" کی شرح بھی لکھی تھی۔ اگرچہ انہوں نے علومِ عربیہ حاصل نہیں کئے تھے، لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اُن پر علم و معرفت کے دروازے کھول دیئے تھے۔"

"وجیہ الدین اشرف لکھنوی نے "بحرِ ذخار" میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالنبی ابتداً میں ہندو کھتری تھے، جو شیخ عبدالوہاب قادری کے دستِ حق پرست پر اسلام لائے۔ مدتوں اُن کی صحبت میں رہے اور فیض حاصل کیا۔ پھر وہ شیخ عبداللہ سلطان پوری کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ وہ شیخ حاجی محمد شریف متقی شاہ آبادی کے خلیفہ تھے، جو حضرت سید آدم بن اسماعیل بنوری کے فیض یافتہ تھے۔ جب شیخ عبداللہ سلطان پوری حجاز تشریف لے گئے تو شیخ عبدالنبی نے اُن کے خلیفہ شیخ طاہر عالمپوری کا دامن تھام لیا، اُن سے فیض یاب ہوئے اور شرح "فصوص الحکم" لکھی۔ شیخ عبدالنبی نے علم سلوک و معرفت پر بہت سی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔" (نزہۃ الخواطر ج ۶، ص ۱۷۰-۱۷۱)

حضرت شیخ عبدالنبی قدس سرہٗ اپنے زمانے میں مرجع خاص و عام تھے۔ حضرت شاہ محمد غوث لاہوری جیسے بلند پایہ شیخِ طریقت بھی آپ کا شہرہ سن کر کسبِ فیض کے لئے خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنے "رسالۂ سلوک" میں جس کا ترجمہ اردو میں "اسرار الطریقت" کے نام سے شائع ہو چکا ہے، آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"لاہور کی طرف دوآبہ میں سیام چوراسی نام ایک گاؤں میں میاں شیخ عبدالنبیؒ طریقۂ نقشبندیہ میں ایک نومسلم بزرگ رہتے تھے۔ کسی تقریب سے لاہور میں تشریف لائے۔ میں بھی دو بار اُن کی زیارت کے لئے گیا۔ ہمیشہ شغل میں رہتے۔ بڑے ہی کم گو اور مؤثر تھے، چنانچہ اکثروں کو ان کے فیضِ صحبت سے اثر ہوا۔ ان کی مجلس میں بہت کم گفتگو ہوتی تھی۔ مراقبہ کے سوائے اور کچھ کام ہی نہ تھا۔ مجھ کو خلوت میں ان کی خاص صحبتیں میسّر ہوئیں۔ ذاتِ بحت کی نسبت توجّہ کرتے تھے۔ چنانچہ وہ بے خودی اور بے رنگی کی نسبت غلبہ کرتی تھی۔ اس نسبت اور دیگر شغل اور مراتبِ ذکر کی اجازت فقیر کو دی۔ اس کے بعد کچھ مدت تک وہ نسبت غالب رہی اور اس کے بعد کبھی کبھی غلبہ کرتی رہی۔"

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی حضرت شیخ عبدالنبی شامیؒ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے جو حضرت شیخ کے علوِ مرتبہ پر دلالت کرتا ہے۔ شاہ صاحبؒ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں:

"اب تھوڑی روش طریقۂ احسنیہ کی جو شیخ آدم بنوریؒ سے منسوب ہے، ذکر کرتا ہوں۔ اس ضمن میں مکتوب شیخ عبدالنبیؒ سیام چوراسی کا جو اس زمانے میں طریقۂ احسنیہ کے مقتدا تھے اور سب اس طریقہ والوں کی، کیا خاص اور کیا عام، اُن کی طرف توجّہ تھی اور اس طریقے کے جمہور اس امر پر متفق ہیں کہ سالکوں کی تربیت میں اس طریقہ کی روش میں ان کا قدم راسخ تھا، ایک عزیز صالح نے مکّہ معظمہ میں ذکر کیا۔ ہم نے اُن کے پاس سے لکھ لیا۔" (الانتباہ ص ۸۴)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوری عقیدت و عظمت سے حضرت شیخ عبدالنبی

قدّس سرّہٗ کا مکمل مکتوب نقل کیا ہے:

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

الغرض حضرت شیخ عبدالنبیؒ شامی قدّس سرّہٗ کے مکتوبات علم و حکمت اور سلوک و معرفت کا انمول خزانہ ہیں۔ صدیوں سے یہ "گنجِ مخفی" نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا آرہا تھا۔ اس دُرِّ مکنون کو منظرِ عام پر لانے کی سعادت کریم کارساز نے حضرت شیخ عبدالنبیؒ قدّس سرّہٗ ہی کے ایک صُلبی فرزند جناب محمّد سلیم شامی کے نام لکھی تھی۔ چنانچہ ان کی سعیِ مشکور سے "مجموعۃُ الاسرار" کا واحد نسخہ بالعکس طبع شدہ اہل قلب و نظر کی خدمت میں پہنچ رہا ہے۔ جناب محمّد سلیم شامی صاحب نے افادۂ عام کے لئے "مجموعۃُ الاسرار" کا ترجمہ کراکر عوام النّاس پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ جس کے لئے وہ تبریک و تحسین کے مستحق ہیں۔ یہ ترجمہ فاضل مکرّم جناب پروفیسر مشتاق احمد بھٹّی صاحب کی ذہنی کاوش کا عمدہ نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

احقر نفیس الحسینی

۳/۱۴۷ کریم پارک، لاہور

۲۹، رجب المرجب ۱۴۰۵ھ

بمطابق

۲۱، اپریل ۱۹۸۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہارِ تشکّر

تاج العارفین قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالنبّی شامی نقشبندی المعروف باباجی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات سے عقیدت اور محبت میری زندگی کا سرمایہ ہے۔ اُن سے نسبی تعلق بھی ہے اور قلبی بھی۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے۔ آپؒ کے تذکرے میں دل نے زیست کا مزہ پایا ہے۔ میں نے اپنے بزرگوں سے سُنا تھا کہ حضرتؒ کے مکتوبات کا قلمی نُسخہ محفوظ ہے۔ اِس کی تلاش میں لگا رہا اور بالآخر میری کوشش کامیاب ہوئی۔ صاحبزادہ منظور الاسلام شامی سے اِن مکتُوباتِ گرامی کی ایک قلمی نقل دستیاب ہوگئی ہیں نے اِسے بصد منّت اُن سے حاصل کیا اور فوٹوسٹیٹ کاپی صاحبزادہ سعید اقبال شامی کے سپرد کر دی تاکہ اس کا ترجمہ کرایا جا سکے اور پھر اُسے کتابی صورت میں شائع کر کے تشنگانِ علم و معرفت کی پیاس بجھانے کا انتظام ہو۔

افسوس بوجہ تبادلہ موصوف یہ آرزو پوری نہ ہوسکی مجھے ایک بار پھر مکتُوبات حاصل کرنے کی کوشش کرنی پڑی۔ قلمی نُسخے کے حامل اُسے ایک آن بھی اپنے سے جُدا کرنے پر تیّار نہ تھے لیکن ہزار جتن کر کے میں نے اُنھیں آمادہ کیا کہ اسے چند دنوں کے لئے میرے سپرد کر دیں۔ ایک بار پھر فوٹوسٹیٹ کاپی تیار کرائی۔ اِس بار صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی سے رابطہ قائم کیا۔ اُن کے تعاون سے اسلامیہ کالج جالندھر کے سابق پروفیسر جناب مشتاق احمد بھٹی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ بھٹی صاحب نے مکتُوبات کو اُردو کا قالب دینے کا بیڑا اُٹھایا۔ ایک سال تین ماہ کی محنتِ شاقّہ سے انھوں نے یہ مہم سر کر دی۔ مکتُوبات نے اُردو کا جامہ پہن لیا۔

اِس کے بعد عالمِ اِسلام کے مایہ ناز خطّاط الحاج سیّد انور حُسین نقشبندی (نفیس رقم) صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے ذاتی دلچسپی لے کر اپنی نگرانی میں کتابت مکمّل کرائی۔ اُن کے دو شاگردوں، ذاکر حُسین صاحب نے خُوشنویسی اور محمّد عاشق ندیم صاحب نے ابتدائی صفحات کی خُوشنویسی، اغلاط کی دُرستی اور کاپی جوڑائی کا کام انجام دیا۔ صاحبزادہ محمّد اسلم شامی صاحب سابق ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ ویلج ایڈ نے کتابت شدہ مُسودے کی دُرستی میں میرا ہاتھ بٹایا۔ اللہ تعالیٰ اِن تمام حضرات کو اِس محنت کا اجر عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا شُکر ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے کہ اُس نے اپنے خاص فضل و کرم سے مجھے توفیق بخشی کہ پانچ سال کی محنت اور لگن کے بعد اِن مکتُوباتِ گرامی کو منظرِ عام پر لاؤں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ تین صدیوں کے بعد پہلی بار یہ خزانہ منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ آج مجھے اتنی خُوشی نصیب ہوئی کہ اس سے پہلے کم ہی ہوئی ہوگی۔

صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی نے اپنے چھاپے خانے سے اِن مکتُوبات کی طباعت کی ہے اور کوئی معاوضہ وصول نہیں کیا۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اُنہیں اِس کارِ خیر کا اجر عطا فرمائے۔ میں اس ایڈیشن کے ایک ہزار نسخے "حضرت عبدالنبی شامیؒ ٹرسٹ" کی نذر کر رہا ہوں، تاکہ اِس کی آمدنی اِس ٹرسٹ کے مقاصد کی تکمیل کے کام آئے۔

میری اب یہی تمنّا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چلنے اور آپؒ کے مشن کی لگن میں اپنی زندگی گزار دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

صاحبزادہ حاجی محمّد سلیم شامی نقشبندی
مکان نمبر ۳۶، گورو سٹریٹ نمبر ۹
رام نگر، لاہور ۱۲ (پاکستان)



سوانحِ حیات حضرت تاجُ العارفین عبدالنّبی شامیؒ

حضرت شیخ عبدالنّبی شامی رحمۃ اللہ علیہ کو اہلِ نظر اور اہلِ دل قُطب الاقطاب بھی سمجھتے ہیں اور تاجُ العارفینؒ بھی ۔ شیخ المشائخ بھی اور سلطان الاولیاء بھی ۔ آج بھی مشرقی پنجاب کے معرُوف قصبے شام چوراسی کی رونقیں انہی کے دم سے ہیں ۔ اُنہیں اِس دنیا سے رخصت ہوئے صدیاں گزر چکیں، لیکن آج بھی اُن کی روشنی سے دیدہ و دل منوّر ہو جاتے ہیں ۔ اُن کی اولاد برصغیر پاک و ہند میں پھیلی ہوئی ہے اور آپؒ کی نسبت سے شامی کہلاتی ہے ۔

حضرت شیخؒ نے ایک ہندو گھرانے میں آنکھ کھولی ۔ والد کا نام لالہ دیوان بوہڑہ مل بہل کھتری تھا ۔ شامی خاندان کے بڑے بوڑھوں نے اپنے بڑے بوڑھوں سے اور ان کے بڑے بوڑھوں نے اپنے بڑے بوڑھوں سے سُنا ہے کہ لالہ بوہڑہ مل کے ہاں جس روز یہ برکت نازل ہوئی ، رمضان المبارک کی ۲۹ تاریخ تھی اور ۱۰۲۸ھ کا سن ۔ اُس دن آپؒ نے دُودھ نہ پیا ۔ بتایا جاتا ہے کہ آپؒ مادر زاد ولی تھے ۔ اس لئے روزہ رکھا ہوا تھا ۔ کوئی یہ مانے یا نہ مانے، کہ اس کی کوئی باقاعدہ مضبوط سند نہیں ہے، اس کو تو بس سنتے چلے آئے ہیں، لیکن اِس حقیقت سے اِنکار نہیں کیا جا سکتا کہ غیر مسلم گھرانے میں آنکھ کھولنے والے اس بچّے کو پروردگار نے اسلام کی دولت سے مالا مال کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا ۔ نہ صرف اس کا سینہ اس نُور سے منوّر ہونا تھا

بلکہ آس پاس بھی کفر کی ظلمتیں اس کی بدولت پاش پاش ہو نی تھیں۔ حضرت کی تبلیغی مساعی اور مبارک زندگی نے بے شمار زندگیوں کو بدل ڈالا۔ بے شمار بستیوں کو اللہ کے پاک نام سے متعارف کرایا اور بے شمار دِلوں کو دولتِ دنیا سے بے نیاز کر دیا۔

دیوان لالہ بوہڑہ مل محکمہ مال میں کار دار تھے اور شام چوراسی سے مالیہ وصول کر کے خزانہ سرہند میں جمع کرانے لے جایا کرتے تھے۔ اولادِ نرینہ نہ تھی، اس لئے اُداس اور مغموم رہتے تھے۔ ایک بار سرہند پہنچے تو ایک فقیرِ باکمال کی شہرت سُنی۔ لالہ جی اُن کے چرن چھونے جا پہنچے کہ فقیروں اور ولیوں کو ہندو تک اپنا سمجھتے اور اُن سے فیض اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لالہ جی پہنچے تو بزرگ نے بڑی عزّت سے بٹھایا اور بشارت دی کہ تمہارے ہاں ایک سال کے بعد ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ ایک سال بعد حضرت اس دنیا میں تشریف لے آئے۔ لالہ بوہڑہ مل جس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

حضرتؒ کا نام بھوپت رائے رکھا گیا۔ کچھ ہوش سنبھالا تو والد نے پڑھنے کے لئے مکتب میں ڈالا۔ آپکے استاد ایک مسلمان صالح اور متقی بزرگ تھے۔ اُن سے گلستان، بوستان، پڑھنے لگے۔ آج آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمان بھی اپنے بچوں کو مشنری سکولوں میں تعلیم دلاتے ہیں اور اس پر پھُولے نہیں سماتے۔ چند برس پہلے تک یہ عالم تھا کہ ان سکولوں میں بائیبل کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی اور مسلمان طلبہ بھی بائیبل پڑھتے، اُسکی تلاوت کرتے اور اُسے حفظ کرتے تھے۔ یہ اثرات انگریزی حکومت کے تھے۔ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب مسلمانوں کی حکومت اس برِصغیر پر ہو گی تو اس وقت اس کے اثرات کیا ہوں گے؟ اس وقت غیر مسلم بھی جدید تعلیم حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کے سامنے زانوئے تلمذّ نہ کرتے تھے اور مسلمانوں کی کتابیں پڑھ کر پھولے نہیں سماتے تھے۔

جدید تعلیم حاصل کرنا معزز اور باوقار ہونے کی علامت تھا۔ اس لئے بھوپت رائے ایک مسلمان مولوی صاحب کے سپرد کئے گئے۔ جس طرح آج کل انگریزی کی اہمیت ہے اس وقت فارسی کی تھی۔ ایک روز سبق پڑھتے پڑھتے ان اشعار پر پہنچے ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
محال است سعدیؔ کہ راہِ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ ؐ

(جو رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے راستے کے خلاف چلا، وہ ہرگز منزل کو نہ پہنچ سکا۔ اے سعدیؔ، مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علاوہ کسی اور کی پیروی میں سلامتی کا راستہ ملنا محال ہے۔)

بھوپت رائے کا دل یہاں اٹک گیا۔ وہ بار بار استاد سے پوچھتے کہ "راہِ صفا" کیا ہے، راہِ مصطفیٰ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اصرار شروع ہوا کہ اس راستے کی تعلیم دی جائے۔ مولوی صاحب سخت اُلجھن میں پڑ گئے۔ وہ مضطرب تھے کہ لالہ بوہڑہ مل اور ان کے اعزّہ کا ردِ عمل کیا ہوگا۔ اُدھر بھوپت رائے کے دل میں عشقِ مصطفیٰ ؐ کا چراغ جل چکا تھا۔ چھوٹی عمر ہی میں بھوپت کی شادی موضع سری گوبند پور کے ایک بڑے کھتری گھرانے کے فرد۔ لالہ رامان مل کے ہاں ہو چکی تھی، لیکن ان کا دل بے قرار تھا۔ اس کو کسی اور کی محبت کی لو لگ چکی تھی۔ مُصِر تھے کہ اُستاد صاحب باقاعدہ کلمہ پڑھا کر مسلمان کریں تاکہ بُتوں کی بندگی سے نجات حاصل کرنے کا اعلان کر دیا جائے۔ استاد گومگو میں تھے، سود و زیاں کا حساب کرنے میں لگے تھے۔ اِدھر یہ حالت تھی، اُدھر بھوپت رائے کے دِل کی دنیا بدل چکی تھی۔ وہ جان چکے تھے کہ

ع برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی

اسی عالم میں رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت نصیب ہوئی۔ جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کلمہ پڑھایا اور بھوپت رائے کو عبدالنبیؒ بنالیا۔

محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی

اُن کے استاد کو بھی (خواب میں) حکم دیا گیا کہ اپنے شاگرد کی خواہش کا احترام کریں اور اس کے نام کی تعلیم دیں، جس نے کل جہانوں کو تخلیق کیا ہے۔

عبدالنبیؒ نے باوآز بلند بتوں سے ناطہ توڑنے کا اعلان کیا، تو ہر طرف آگ سی لگ گئی۔ والدین سراپا غضب، سُسرال والے بے چین و مضطرب، اعزّہ و اقرباء، برادری والے، سب ہاتھ ملنے لگے۔ پہلے تو سمجھانے کی کوششیں ہوئیں اور قبولِ اسلام کو "بچگانہ غلطی" قرار دے کر اصلاح کے لئے جان لڑائی گئی۔ سُسر نے ایک نصیحت آموز خط لکھا، لیکن سب تدبیریں کسی کام نہ آئیں۔ عبدالنبیؒ نے پھر بھوپت رائے بننے سے انکار کر دیا۔ اپنے سُسر کے نام پیغام بھجوایا ؎

تھالی بھن رکابی ستے چونکا بھن مسیت
آکھیں سَوہرے رلے نوں ساڈی اللہ نال پریت

شام پور اسی ہندو اکثریت کا علاقہ تھا۔ یہاں عبدالنبیؒ پر زندگی اجیرن کر دی گئی پس ہجرت کا پروگرام بنایا کہ

ہے ترکِ وطن سُنّتِ محبوب الٰہی

ایک دن اپنے اُستاد کے ساتھ یہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ کپور تھلہ ریاست میں واقع سلطان پور میں حضرت حاجی عبداللہ صاحبؒ کی خدمت میں جا حاضری دی۔ کہتے ہیں، جب آپ سلطان پور کے قریب پہنچے تو اس وقت حاجی عبداللہ صاحبؒ کہیں باہر جانے کے ارادے سے پالکی میں سوار تھے۔ حاجی صاحبؒ نے پالکی ٹھہرانے کا حکم دیا

اور کہا کہ رُک جاؤ! مرد خدا آرہا ہے۔ خُدّام حیران ہوئے، لیکن کچھ نہ بولے۔ تھوڑی دیر بعد نوجوان عبدالنبیؒ وہاں پہنچ گئے۔ حاجی صاحبؒ انہیں ساتھ لے کر واپس ہوئے۔ وہ بیعت کر کے سلسلۂ نقشبندیہ سے منسلک ہو گئے۔ حاجی عبداللہؒ حضرت آدم بنوریؒ (خلیفہ امامِ ربّانی مجدّد الف ثانیؒ) سے بیعت تھے اور اُن کے نامور خلفاء میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت آدم بنوریؒ کے خلیفۂ اعظم حضرت محمّد شریف متّقیؒ سے تربیت پائی اور حضرت آدم بنوریؒ سے بھی فیض اٹھایا۔ حضرت محمد شریف مُتّقیؒ نے انہیں باقاعدہ خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔

حضرت شیخ العالم سیّد حاجی محمد طاہر عالمپوریؒ، حاجی عبداللہ سلطان پوریؒ کے خلیفۂ کامل تھے۔ حاجی صاحبؒ نے نوجوان عبدالنبیؒ کو مزید تعلیم اور تربیت کے لئے شیخ العالمؒ کے سپرد فرمایا۔ اس نوجوان نے اس یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہو کر تاج العارفینؒ کا لقب پایا۔

آج ہمارے ہاں جُز وقتی تعلیم کا جو نظام رائج ہے، وہ پڑھے لکھے جاہل پیدا کر کے معاشرے میں پھینکتا جا رہا ہے۔ آج کا علم، عمل سے پیوست نہیں ہے۔ کسی مدرسے، کالج اور یونیورسٹی کو طالب علموں کی تربیت سے کوئی سروکار نہیں۔ جو ادارے اقامتی ہیں، وہ بھی کسی درسگاہ کی بجائے ہوٹل سے زیادہ مماثلت رکھتے ہیں۔ لیکن شیخ عبدالنبیؒ کی تربیت جس یونیورسٹی میں ہوئی، اس کے چانسلر حاجی عبداللہ سلطان پوریؒ تھے۔ اس میں تعلیم کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے زیادہ تربیت پر زور دیا جاتا تھا۔ ہندوستان میں صوفیائے کرام اور علمائے کرام اسی طرزِ تعلیم کے بانی تھے۔ اُن کی خانقاہ میں شریعت کا علم بھی تقسیم ہوتا تھا اور طریقت کی معرفت بھی عطا ہوتی تھی۔

کئی سال گزر گئے۔ اب عبدالنبیؒ ایسا چراغ تھے، جس کو انگنت چراغ روشن کرنا تھے۔ علم اور عمل کا بیش بہا سرمایہ لے کر انہوں نے واپس شام چوراسی کا رُخ کیا تاکہ

اور کہا کہ رُک جاؤ! مرد خدا آرہا ہے۔ خُدّام حیران ہوئے، لیکن کچھ نہ بولے۔ تھوڑی دیر بعد نوجوان عبدالنبیؒ وہاں پہنچ گئے۔ حاجی صاحبؒ انہیں ساتھ لے کر واپس ہوئے۔ وہ بیعت کر کے سلسلۂ نقشبندیہ سے منسلک ہو گئے۔ حاجی عبداللہؒ حضرت آدم بنوریؒ (خلیفہ امامِ ربّانی مجدّد الف ثانیؒ) سے بیعت تھے اور اُن کے نامور خلفاء میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت آدم بنوریؒ کے خلیفۂ اعظم حضرت محمّد شریف مُتّقیؒ سے تربیت پائی اور حضرت آدم بنوریؒ سے بھی فیض اٹھایا۔ حضرت محمد شریف مُتّقیؒ نے انہیں باقاعدہ خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔

حضرت شیخ العالم سیّد حاجی محمد طاہر عالمپوریؒ، حاجی عبداللہ سلطان پوریؒ کے خلیفۂ کامل تھے۔ حاجی صاحبؒ نے نوجوان عبدالنّبیؒ کو مزید تعلیم اور تربیت کے لئے شیخ العالمؒ کے سپرد فرمایا۔ اس نوجوان نے اس یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہو کر تاج العارفینؒ کا لقب پایا۔

آج ہمارے ہاں جُز وقتی تعلیم کا جو نظام رائج ہے، وہ پڑھے لکھے جاہل پیدا کر کے معاشرے میں پھینکتا جارہا ہے۔ آج کا علم، عمل سے پیوست نہیں ہے۔ کسی مدرسے، کالج اور یونیورسٹی کو طالب علموں کی تربیت سے کوئی سروکار نہیں۔ جو ادارے اقامتی ہیں، وہ بھی کسی درسگاہ کی بجائے ہوٹل سے زیادہ مماثلت رکھتے ہیں۔ لیکن شیخ عبدالنّبیؒ کی تربیت جس یونیورسٹی میں ہوئی، اس کے چانسلر حاجی عبداللہ سلطان پوریؒ تھے۔ اس میں تعلیم کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے زیادہ تربیت پر زور دیا جاتا تھا۔ ہندوستان میں صوفیائے کرام اور علمائے کرام اسی طرزِ تعلیم کے بانی تھے۔ اُن کی خانقاہ میں شریعت کا علم بھی تقسیم ہوتا تھا اور طریقت کی معرفت بھی عطا ہوتی تھی۔

کئی سال گزر گئے۔ اب عبدالنّبیؒ ایسا چراغ تھے، جس کو انگنت چراغ روشن کرنا تھے۔ علم اور عمل کا بیش بہا سرمایہ لے کر انہوں نے واپس شام چوراسی کا رُخ کیا تا کہ

وہاں کے بے نواؤں اور تہی دامنوں کو بھی اپنی کمائی میں حصہ دار بنائیں۔ رشیوۂ پیغمبری یہ ہے کہ حقیقت کو اپنے تک محدود نہ رکھا جائے، عام کیا جائے، ہر ہر دل کو اس سے متعارف کرایا جائے۔ عبدالنبیؒ نبیؐ کے غلام تھے، اس سُنت کو کیسے نہ اختیار کرتے۔ ان کی تربیت کرنے والے بھی داعی تھے اور انہوں نے اپنے طالب علموں کو داعیانہ لگن لگا دی تھی۔

عالمِ شباب میں جس بستی، جس علاقے اور جس سرزمین نے عبدالنبیؒ کے لئے خود کو تنگ کر دیا تھا، ان کو اپنے درمیان دیکھنا گوارا نہ کیا تھا، اَب جبکہ وہ تاج العارفینؒ تھے، معرفت کا مے خانہ کھولتے اسی جگہ پہنچے۔ اپنوں کو مستفید کرنا، اپنوں کو تباہی سے بچانا، اپنوں کو آگ سے محفوظ کرنا ضروری تھا۔ وہ اپنوں کے درمیان پہنچے۔ جو غیر بن چکے تھے۔ اپنے علم کی طاقت اور کردار کی برکت سے نہ صرف اُن کو اپنا بنایا بلکہ غیر بھی اُن کے ہو گئے۔ دُور دُور سے لوگ اُن کی شہرت سُن کر آتے اور انہی کے ہو جاتے۔

ہندو جوگی، شعبدے اور کرامات دکھاتے تھے اور سادہ لوح لوگوں پر ہندو مت کی صداقت کا سکّہ بٹھاتے تھے۔ تاجُ العارفینؒ کی دھوم سُن کر بہت سے جوگی آئے، لیکن اُن کے شعبدے تاجُ العارفینؒ کی کرامات کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔

کرامات رُوحانی سائنس کے طالب علموں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہیں۔ جن لوگوں کو اس سائنس کی ہوا نہیں لگی، وہ کرامات ہی سے اِنکار کرنے کو توحید کا تقاضا قرار دے بیٹھتے ہیں۔ اِن بے چاروں کی علمی بے بسی پر ترس کھانا چاہیئے۔

مشہور ہے ایک بار ہندو جوگیوں کا ایک گروہ تاجُ العارفینؒ کی تبلیغی سرگرمیوں کا زور توڑنے کے لئے آیا۔ حضرتؒ کو خبر ہوئی تو اُن سے ملنے پہنچے۔ کھانے کا وقت تھا۔ اُن جوگیوں کو کھانے کی دعوت دی۔ انہوں نے قبول کر لی، آپؒ نے دائیں طرف

دیکھا۔ فوراً ہر ایک کے سامنے روغنی روٹی میں رکھا ہوا ایک ایک سیر حلوہ آ گیا۔ جتنے آدمی تھے، پانی سے بھرے ہوئے لستے گلاس بھی ظاہر ہو گئے۔ یہ دیکھ کر جوگیوں کی ہمّت جواب دے گئی اور کسی کمال کا مظاہرہ کرنے اور دوسرے ہم مذہبوں کو بچانے کے بجائے خود کلمہ پڑھنے لگے۔ پندرہ افراد نے اُسی وقت حضرتؒ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

کہتے ہیں ایک بار جوگیوں کی ایک اور ٹولی اُدھر آئی۔ بڑا جوگی ایک درخت کے نیچے بیٹھا تھا۔ شیخؒ پہنچے تو وہ اپنے ایک بزرگ کا واقعہ بیان کر رہا تھا، جو اپنے آپ کو کئی اجسام میں پیش کر سکتا تھا۔ ایک وقت میں کئی سو مقامات پر اُسے دیکھا جاتا تھا۔ اس کی تیرہ سو بیویاں تھیں، وہ ایک وقت میں ہر ایک کے پاس پایا جا سکتا تھا۔ تاجُ العارفینؒ نے فرمایا، جوگی میاں اس میں کیا کمال ہے، ذرا اُوپر دیکھو۔ دیکھا تو درخت کے ہر پتّے کے ساتھ ایک عبدالنّبیؒ کو موجود پایا۔ اُس نے گھبرا کر نیچے دیکھا تو آپؒ وہاں بیٹھے ہوئے اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اِس پر جوگیوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ تیرہ نے اُسی وقت کلمہ پڑھ لیا۔

تاجُ العارفینؒ کی سب سے بڑی کرامت اُن کی شخصیت تھی۔ جو اُن کے پاس آتا، اُن کا ہو جاتا۔ ہزاروں افراد اُن کے حلقے میں شامل ہوئے۔ سینکڑوں کو باقاعدہ تربیت دی۔ اُن کی خانقاہ نے اس علاقے کی قسمت کو بدل ڈالا۔ انہوں نے طویل عمر پائی اگست ۱۶۱۹ء میں اِس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ ۱۱۴ سال گزار کر اگست ۱۷۳۳ء میں رخصت ہوئے۔ ہجری حساب سے اِس سرائے فانی میں آپؒ کا قیام ۱۱۷ سال ۵ ماہ اور ۲۳ دن رہا۔

آپؒ کے مکتوبات کا قلمی نسخہ خاندان کے بعض افراد کے پاس محفوظ چلا آ رہا تھا وہ اب شائع ہو رہا ہے۔ اِن مکتوبات سے آپؒ کی علمی عظمت اور کمالِ نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔

آج بھی شام چوراسی (مشرقی پنجاب) میں آپؒ کا مرقدِ مبارک مرجعِ خلائق ہے۔ لوگ دُور دُور سے آتے اور نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ وصیّت کے مطابق تدفین کے بعد قبر کچی بنائی گئی۔ اس پر کوئی مقبرہ نہ بنوایا گیا۔ برسوں یہی عالم رہا، مگر اَب عالم دوسرا ہے۔ بزرگوں کے نام کی قوّالی کرنے والے اُن کی تعلیمات کو بھول گئے ہیں۔

صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی

حضرت شیخ عبد النبیؒ اور اُن کے مکتوبات پر ایک اجمالی نظر

؎ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

۱۔ عقلیت پرستی کے اس دور میں لوگ ایسی باتوں کو رجعت پسندی اور دقیانوسیت کہتے ہیں، جو ان کے عقلی معیار پر پوری نہ اُترتی ہوں اور جن کی عقلی توجیہہ نہ کی جا سکتی ہو لیکن مندرجہ بالا شعر علامہ اقبال جیسے شخص کا ہے، جس نے علومِ مغرب میں انتہائی دسترس حاصل کی، عقلیت کے فریب کو سمجھا اور پھر عقل کی تنگنائی کے اسیر ہو کر نہ رہ گئے، بلکہ اُنہوں نے عقل اور عشق، دماغ اور دل کی حدود کے درمیان امتیاز برتا۔ یہی امتیاز دین کے دو پہلوؤں، یعنی شریعت اور طریقت میں ہے۔ اہلِ شریعت اور اہلِ طریقت میں وہی فرق ہے، جو ملازم اور عاشق میں ہے۔ ملازم کسی غرض، کسی آرزو میں حکم کی تعمیل کرتا ہے جبکہ عاشق رضا کارانہ کسی معاوضہ و اجر کی تمنا و توقع کے بغیر حکم کی تعمیل میں اپنی جان لڑا دیتا ہے۔ اس عظیم الشان فرق کے پیشِ نظر اللہ تعالےٰ بھی اُن سے حسبِ مراتب سلوک کرتا ہے۔ شریعت اور طریقت میں کوئی تضاد نہیں۔ طریقت شریعت کا اگلا قدم ہے۔ اِس لئے اہلِ طریقت کا تعلق اللہ تعالیٰ سے خاص ہوتا ہے، جسے ہم عقل پرست اور منطقی لوگ نہیں سمجھ پاتے۔ یہی لوگ اولیاء اللہ کہلاتے ہیں۔ اِنہی لوگوں کے بارے میں اقبال مرحوم کا ایک اور شعر ہے۔ ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ   غالب و کار آفریں، کارکُشا، کارساز

۲۔ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں، اور لوگوں کو بھی ویسی ہی زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اللہ کے اِن بندوں کی زندگیاں سراپا تبلیغِ دین ہوتی ہیں۔ برّ ِصغیر ہند میں اسلام کی روشنی اِنہی نفوسِ قدسیہ کی بدولت پھیلی۔ اسلام کا یہ صوفیانہ سلسلہ ایسا ہے، جو اپنے قول و فعل سے اکثر و بیشتر دل کی توجّہ کو جذب کرتا ہے اور دل کے ذریعے دماغ پر اثر ڈالتا ہے۔ اِن لوگوں کی باتیں مرُورِ ایّام سے پُراسرار بن جاتی ہیں اور عام آدمی کی سمجھ سے ماوراء ہونے کی وجہ سے خود وضاحت طلب بن جاتی ہے۔ اُن کے اقوال و افعال کرامتیں بن جاتے ہیں اور پھر جو باتیں سراپا دلیل ہوتی ہیں، دلیل طلب بن جاتی ہیں۔ وہ لوگ جو صرف عقل و خرد کی رہنمائی کے عادی ہوتے ہیں، نہ سمجھتے ہوئے ان کا اِنکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ کسی شئے کے نہ سمجھنے سے اس کا وُجود کالعدم نہیں ہوتا۔

۳۔ حضرت شیخ عبدالنبیؒ بھی انہی نفوسِ قدسیہ میں سے ہیں، جنہوں نے اسلام کے نُور سے روشنی پائی اور اس سے مستفیض ہو کر نہ صرف اپنے زمانے میں خلقِ خدا کو اسلام کے نُور سے فیض یاب کیا۔ بلکہ آج بھی ان کا فیض جاری ہے۔ اُس زمانے میں مادیت کا اتنا زور نہیں تھا کہ رُوحانیت دب جاتی۔ دنیا کی محبت نے ابھی عوام کو آخرت سے اتنا غافل نہیں کیا تھا۔ معاشرے کے اندر خوش حالی اور سکھ چین تھا۔ زندگی اتنی تیز نہیں تھی کہ اِنسان کو اپنی ذات کے بارے میں بھی سوچنے کی فرصت نہ ملے۔ فکرِ معاش اُس وقت بھی تھی اور بعض دفعہ معیشت کی تنگی بھی ہوتی تھی، لیکن اسلام کے احکام کی سادگی نظروں سے اوجھل نہیں تھی۔ دنیا کی ہوس نے خلقت کو ابھی اِتنا گرفتار نہیں کیا تھا۔ تسلیم و رضا، قناعت و سادگی، شرافت و نیکی، وفا و ایثار وغیرہ کی صفات کے حامل لوگ بکثرت تھے۔ اس نے آپؒ کی صحبت و تعلیم سے ایک دنیا نے فیض اٹھایا اور زندگی میں سکون و اطمینانِ قلب پایا۔

۴۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت کے کرشموں کا کیا کہنا۔ آذر بت پرست کے گھر میں ابراہیمؑ بُت شکن پیدا ہوتے ہیں، اور حضرت نوحؑ نبی کے ہاں نافرمان بیٹا جنم لیتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالنبیؒ بھی اپنے

علاقے کے ایک ہندو بُت پرست کاردار کے ہاں تیس اگست ۱۶۱۹ء کو مغل شہنشاہِ جہانگیر کے زمانے میں موضع شام چوراسی ضلع ہوشیار پور بھارت میں پیدا ہوئے، لیکن سلامتی طبع کی بدولت انہوں نے عہدِ طفولیت میں ہی اسلام کی حقانیت کو قبول کر لیا۔ اُس دور میں فارسی سرکاری زبان اور عربی علمی اور دینی زبان تھی۔ چنانچہ آپؒ نے مروّجہ علوم کی تحصیل مسلمان علماء اور صوفیاء سے کی اور انہی کی بدولت اسلام کی دولت سے فیض یاب ہوئے۔ آپؒ نے دینی مسائل کو ان کی سادہ و پاکیزہ شکل میں سیکھا اور مدت العمر علمائے عصر اور اولیائے زمانہ کی خدمت میں حاضر رہے اور پھر تبلیغِ دین میں ہمہ تن مصروف و مشغول ہو گئے۔

۵۔ آپؒ کی کوئی مستقل تصنیف اس وقت ہمارے پیشِ نظر نہیں، لیکن آپؒ کے وہ مکتوبات "مجموعۃ الاسرار" جو آپؒ نے اپنے عقیدت مندوں، خادموں اور عام لوگوں کو لکھے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اسلام کے چشمۂ صافی کو کسی حالت میں گدلا نہیں ہونے دیا۔ آپؒ چار واسطوں سے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانیؒ کے مرید تھے، چنانچہ آپؒ نے بھی حضرت مجدّد الف ثانیؒ کی طرح مکتوبات کے ذریعے مختلف مسائل کی تفہیم کی اور ہر قسم کی بدعت وضلالت کے خلاف جہاد کیا۔ یاد رہے کہ یہ وہ دور تھا، جب اسلام ہندوؤں کی زندگی پر گہرا اثر ڈال رہا تھا اور اسلام کی سادگی اور حقانیت نیز سیاسی غلبہ سے متاثر ہو کر ہندو بہت بڑی تعداد میں اسلام اور اس کی تعلیمات کو قبول کر رہے تھے، لیکن مناسب تربیت نہ پانے سے ہندویّت کے اثرات سے ابھی چھٹکارا نہیں پا سکے تھے۔ چنانچہ آپؒ نے خالص توحید کی تبلیغ کی اور شرک کی ہر صورت کو مذموم ٹھہرایا۔ آپؒ کے انہی فارسی مکتوبات کا اُردو ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

۶۔ آپؒ کا زمانہ مغل شہنشاہوں کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ آپؒ نے جہانگیر (۱۶۰۵ —— ۱۶۲۷) سے لیکر محمد شاہ (۱۷۱۹ —— ۱۷۴۸) تک کا زمانہ پایا۔ اس طرح آپؒ نے آٹھ بادشاہوں کا زمانہ اور —— ۳۰ اگست ۱۶۱۹ء سے ۲۲ اگست ۱۷۳۳ء تک طویل عمر پائی۔ آپؒ کے مکتوبات پر سیاسی اثرات کا کوئی سایہ نہیں ملتا، لیکن مریدوں اور عقیدت مندوں کے

سوالات اور جوابات سے اُس وقت کے معاشرے کی زندگی کی جھلکیاں ضرور ملتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت کا معاشرہ کن مسائل سے جو زیادہ تر نفسی اور رُوحانی نظر آتے ہیں، دو چار تھا اور آپؒ نے اُن مسائل کو حل کرنے میں کیا کاوش کی۔ مریدوں کا یہ سلسلہ سارے ملک میں، بلکہ بیرونِ ملک بھی پھیلا ہوا نظر آتا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؒ کی شہرت صرف اس وقت کے متحدہ ہندوستان ہی میں نہیں، بلکہ باہر بھی تھی۔ دُور دراز کے لوگ مُراسلت کرتے اور اس طرح تشنگیِ رُوح دُور کرنے کی تدبیر کرتے۔

۷۔ آپؒ کے بیشتر مکتوبات تصوّف و الٰہیات کے بارے میں ہیں۔ جو مسائل حضرت علی ہجویریؒ کے زمانے میں ابھی سادہ تھے، صدیاں گزر جانے کے بعد پیچیدہ اور مبہم ہو گئے تھے۔ مختلف قسم کی موشگافیوں کا سلسلہ لامتناہی ہو رہا تھا۔ چنانچہ آپؒ نے سلوک کے رہ نوردوں کو عرفانِ حقیقت کی مختلف منزلیں طے کرنا سکھایا۔ آپؒ نے تصوّف کے مختلف مسائل کی تعلیم دی۔ ان مسائل میں زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، جمال و جلال، شاہد و مشہود، غیب و حضور، نور و ظلمت، وحدت الوجود و وحدت الشہود، جبر و قدر، تقلید و تحقیق، امر بالمعروف و نہی عن المنکر صحتِ جسمانی اور صحتِ روحانی وغیرہ ہیں۔ آپؒ نے ان کے بارے میں سیر حاصل بحث کی ہے، اور کسی قسم کا ابہام پیدا کئے بغیر انہیں صاف کیا ہے، ان مکتوبات میں آپؒ نے سالکِ راہ کو مختلف منزلوں کے نشانات و مقامات سے آگاہی بخشی ہے، سلوک کے باریک اسرار و رموز سمجھانے کے علاوہ شریعت کے تمام مسائل بھی بیان کئے ہیں اور ان کی حکمت بھی سمجھائی ہے کہ شریعت، طریقت میں داخل ہے اور کسی حالت میں بھی شریعت کی قید سے آزاد نہیں ہوا جا سکتا۔ چنانچہ اس طرح آپؒ نے دینِ حق کی تبلیغ کی ہے۔ آپؒ نے اتباعِ شریعت اور ترویجِ سُنّت کا کام احسن طریقے سے انجام دیا۔ حتیٰ کہ وہ اوراد و وظائف، جو آپؒ نے مریدوں کی ریاضت و عبادت کے لئے تجویز کئے، کتاب و سُنّت ہی سے اخذ کئے۔

۸۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح جسمانی بیماریوں کے مختلف طریقہ ہائے علاج ہوتے ہیں،

کہیں طبِ اسلامی ہے، کہیں آیور ویدک، کہیں ایلوپیتھی اور کہیں ہومیوپیتھی، اس طرح رُوحانی بیماریوں کے علاج کے بھی کئی طریقے ہیں۔ تصوف کے مختلف سلسلے بھی روحانی امراض کے مختلف علاج ہیں۔ آپؒ نے اس ضمن میں حضرت مجددِ الفِ ثانیؒ کے طریقۂ نقش بندیہ کو اپنایا اور اس کے ذریعے لوگوں کو دین و دنیا کی تعلیم دی۔ یہ علم نہ صرف حصولِ آخرت کے لئے، بلکہ کسبِ دنیا کے لئے بھی ہے۔ چنانچہ اِن مکتُوبات کی روشنی میں ہمیں ایک ایسے معاشرے کی فضا ملتی ہے، جو سادہ و پاک ہے۔ جس میں تصنّع اور بناوٹ نہیں، جس میں شرک اور بدعت کا زور نہیں، جس میں اسلامی مسائل اجماعِ امت کے مطابق ہیں۔ انہوں نے اپنی کوئی الگ راہ نہیں نکالی۔ انہوں نے حضور رسالت مآبؐ کے نقشِ قدم پر چلنے ہی میں سعادت سمجھی اور اسی کی تلقین کی۔ اُن کی تعلیم کا یہ پہلو آج ہمارے لئے بہت روشن مشعلِ راہ ہے، جب کہ ارضِ خداداد پاکستان کے اسلامی معاشرے کو فرقہ واریت کا زہر مسموم کر رہا ہے اور دورِ کعت کے امام اپنی غرض کے تحت سادہ لوح مسلمان معاشرے میں بس گھول کر عوام کو اسلام ہی سے بدظن کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے مکتُوبات میں دین کا کوئی ایسا رُخ پیش نہیں کیا، جو کتاب وسُنّت کے خلاف ہو۔ انہوں نے کتاب وسُنّت سے ایک قدم بھی انحراف نہیں کیا۔ یہ ان کا بہت بڑا کمال ہے۔ ان کے عقیدت مندوں کی کثیر تعداد بھی اسی راہ پر گامزن نظر آتی ہے۔ ان عقیدت مندوں میں صرف عام لوگ ہی نہیں، بلکہ خواص، حتیٰ کہ حاکمانِ وقت اور امرائے عصر بھی شامل ہیں۔ حضرت مجددِ الفِ ثانیؒ کی طرح آپ کا بھی خیال تھا کہ ایک صاحب اقتدار کے اخلاق کی اصلاح کا مطلب اس کے ماتحتوں اور زیر دستوں کی اصلاح ہے، چنانچہ آپؒ نے اپنے پیر و مرشد کی پیروی میں اسی طریقے کو استعمال کیا، اور اسلام کو کتاب وسُنّت کی روشنی میں پیش کیا اور کسی قسم کی بدعت کو روا نہ رکھا۔

۹۔ ظاہری علوم کے علاوہ آپؒ کو اللہ تعالیٰ نے باطنی علوم سے بھی نوازا اور آپؒ نے تصوف کے سلسلۂ نقش بندیہ پر عمل پیرا ہو کر خلقِ خدا کی رُوحانی پیاس کو بجھایا۔ اس دَور کے لوگ روحانیت

کی قدر نہیں کرتے۔ وہ رُوحانی پیاس کا مطلب نہیں سمجھتے اور اس لئے پریشان خاطر اور بے اطمینان رہتے ہیں اور زندگی کو صرف مادی ضروریات پورا کرنے کا نام دیتے ہیں۔ صوفیائے اسلام نے بدن اور رُوح کے تعلقِ باہمی کو آخرت کا تصوّر دے کر نہایت عمدہ طریقے سے واضح کیا ہے۔ بدن سواری ہے اور رُوح اس کا سوار۔ ہم لوگ سواری یعنی بدن کی ہر طرح خاطر مدارات کرتے ہیں، اُسے اچھا کھلاتے، اچھا پلاتے اور اچھا پہناتے، غرض اُسے ہر طرح کی آسائش مہیا کرتے اور ہر طرح خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اس کے سوار یعنی رُوح کی کوئی فکر نہیں کرتے، سواری زور آور اور فربہ ہوتی جاتی ہے اور رُوح کمزور اور دُبلی اور اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ سواری مُنہ زور ہے اور سوار بے چارہ اس کے آگے بے بس و لاچار ہے۔ چنانچہ سواری، سوار پر سوار ہے۔ اس صورت میں اسلام کہاں اور رُوح کا اطمینان کہاں۔ انسان کی رُوح بے چین ہے اور خود انسان ہر طرف ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔

۱۰۔ حضرت شیخ عبدالنبیؒ نے جہاں بدن کی ضروریات سے انکار نہیں کیا، وہاں آپؒ نے رُوح کی پرورش اور تربیت پر بھی زور دیا ہے۔ آپؒ نے اپنے مریدوں کو جہاں عبادات و مراقبہ کی تلقین کی ہے، وہاں کسبِ معاش کی بھی ترغیب دی ہے، رُوح کو بدن کی ضرورت ہے اور پھر حدیثِ مبارکہ بھی ہے کہ ایک طاقتور مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر ہے۔

۱۱۔ تصوّف کا سلسلۂ نقشبندیہ اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ اس میں ہاؤ ہُو اور ہنگامہ آرائی کا وہ عالم نہیں جو بعض دوسرے سلسلوں میں پایا جاتا ہے۔ اس میں نہ ترکِ دنیا ہے نہ حُبِّ دنیا۔ دین و دنیا کا یہ خوشگوار امتزاج انسان کی زندگی میں اطمینان و آسودگی لاتا ہے، اور ایک مسلمان اس راہ پر چلتا ہوا روحانیت کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام کی تعلیمات سے سرِ مو انحراف نہیں کیا جاتا۔ اس طریقے میں نہ چِلّہ کشی کی ضرورت ہے نہ ہاؤ ہُو کی۔ نہ گانے بجانے کی اجازت ہے نہ قبر پرستی کی۔ اصول و فروع میں یہ طریقہ شریعت سے قریب ترین ہے۔ یہ خالص توحید کی تعلیم دیتا اور اس پر عمل کی تلقین کرتا ہے۔

۱۲۔ آپؒ نے قابلِ فہم اور سادہ زبان میں تصوّف کے اسرار و رموز بیان کئے ہیں اور انہیں کتاب و سُنّت کی روشنی میں واضح کیا ہے اور کوئی ایسی بات نہیں کی، جس کی سند کتاب و سُنّت میں موجود نہیں۔ آپ کے نزدیک تصوّف عین دین ہے اور کتاب و سُنّت کی عملی صورت منطق و فلسفہ کی وجہ سے جو اُلجھنیں انسانی ذہن میں پیدا ہوئی ہیں، آپ نے انہیں دُور کرنے کی سعی فرمائی۔ اس معاشرے میں ایسی اُلجھنیں عام تھیں، جو تمدنی ترقی کے ظہور اور مختلف مذاہبِ فکر کے میل جول کا نتیجہ تھیں۔ آپ نے اس گرد و غبار میں اٹی ہوئی توحیدِ خالص کو نکھار کر پیش کیا اور متذبذب لوگوں کو اسلام کی حقّانیت سمجھائی۔

۱۳۔ آپؒ چونکہ مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے مسلک کے پیرو تھے، اس لئے آپؒ نے مسائلِ تصوّف کو انہی کے ارشادات کی روشنی میں سمجھا۔ آپؒ نے اپنے دَور میں حضرت مجدّدؒ کے نظریہ وحدت الشہُود کی بڑھ چڑھ کر تبلیغ کی۔ وحدت الوجُود کے نظریے نے اسلامی تصوّف کو مریضانہ مزاج دے دیا تھا اور اس مریضانہ فکر کی وجہ سے اسلام کی توانائی میں سیاسی اور معاشرتی طور پر کمزوری آگئی تھی۔ یہ نظریّہ جو ہمہ اوست کہلاتا ہے اور اکثر صوفیا کے نزدیک بہت مقبول پایا جاتا ہے، پہلے پہل محی الدین ابن عربی نے پیش کیا تھا۔ اس نظریے نے عالمِ اسلام کے ایک بہت بڑے حِصّے کو سخت متاثر کیا تھا۔ اس کی تردید میں حضرت مجدّدؒ نے "وحدت الشہُود" یا "ہمہ از وست" کا نظریہ پیش کیا۔ اس نظریہ کو ایک عام سادہ مثال میں یوں پیش کیا جاسکتا ہے کہ وحدت الوجُود کے نزدیک مصوّر اور تصویر ایک ہی ہیں۔ جب کہ وحدت الشہُود کے مطابق تصویر مصوّر کی بدولت ہے اور مصوّر الگ وجود رکھتا ہے۔ مصوّر تصویر سے جلوہ گر ہے، لیکن تصویر مصوّر نہیں۔ آپ نے وحدت الشہُود کی نہ صرف اشاعت کی، بلکہ دونوں نظریات کے درمیان تطبیق کی۔ آپ نے وضاحت کرتے ہوئے یہ کہا کہ وحدت الوجُود راہِ سلوک کی آخری منزل نہیں، بلکہ وحدت الشہُود سے نیچے کی منزل ہے۔ آخری منزل وحدت الشہُود ہے۔ اس طرح آپؒ نے وحدت الوجُود کی تغلیط

کی بجائے اُسے بھی راستے کی ایک منزل قرار دیا اور کہا، جو لوگ سلوک کی منزلیں طے کرتے ہوئے وحدت الوجود کی منزل پر اٹک جاتے ہیں، وہ نورِ کامل کے عرفان سے محروم رہتے ہیں۔ وحدت الشہود سلوک کی اعلیٰ ترین منزل ہے اور سالک کو اس تک پہنچنے کی سعی کرتے رہنا چاہیئے۔

۱۴۔ اِسی طرح تصوّف کا ایک اور مسئلہ جبر و قدر ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں میں خاصا اضطراب پایا جاتا ہے۔ تصوّف کے بعض سلسلے صرف جبر کے قائل ہیں اور بعض قدر کے۔ آپؒ نے اِتباعِ سُنّت میں ان دونوں کے درمیان کی راہ بتائی اور اس بات کی تعلیم دی کہ انسان بعض معاملات میں مجبورِ محض ہے اور بعض میں آزاد اور ان آزاد معاملات ہی کے بارے میں پرسش ہو گی اور سزا و جزا کا اطلاق ہو گا۔ آپؒ نے وضاحت کی کہ بعض معاملات ایسے ہیں، مثلاً موت جن میں تقدیر ٹل نہیں سکتی، لیکن بعض معاملات میں یہ ٹل سکتی ہے۔ انسان کو یہی سمجھ کر دعا اور دوا کرنی چاہیئے کہ معلوم نہیں یہ معاملہ کس طرح ہے، اگر ٹلنے والا ہے تو دعا دوا کارگر ہو گی، اور اگر ایسا نہیں تو پھر صبر و رضا کا شیوہ اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ نظریہ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق، بے حد صحت مند اور معاشرے کے لئے جاں فزا ہے۔

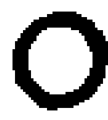
۱۵۔ آپؒ کے مکتوبات شروع سے آخر تک اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہیں اور چونکہ مختلف افراد کو مختلف حالات و واقعات میں تحریر کئے گئے ہیں، اس لئے ان میں دین کے مختلف پہلوؤں میں رہنمائی کی گئی ہے یہ گویا بکھرے ہوئے دل آویز پھول ہیں جو نہایت حکمت سے ایک لڑی میں پرو دیئے گئے ہیں۔

۱۶۔ آپؒ کے سوانح نگاروں نے آپ سے بہت سی کرامتیں منسوب کی ہیں۔ اولیاء اللہ کی کرامات خود نمائی کے لئے نہیں، بلکہ یقین افروزی کے لئے ہوتی ہیں۔ جیسے پھول میں خوشبو کہ خود بخود پھیلتی ہے۔ آپ ان کرامتوں کو مانیں یا نہ مانیں، لیکن ان لوگوں کی تعلیمات اور خدمتِ خلق سے اِنکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کرامتیں جو کسی وقت فریقِ مخالف کے لئے باطل شکن دلائل ہوتی تھیں، آج خود دلیل

طلب بن گئی ہیں۔ اہل دل اور اہلِ نظر کے لئے ان کی افادیت ہےؒ اور وہ اس سے رُوحانی سُرور اور دلی اطمینان حاصل کرتے ہیں، لیکن ظاہر ہیں لوگوں کو ان کے امکان سے محض اس لئے انکار نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ ان کے عقلی معیار پر پوری نہیں اتر تیں۔ آخر سب انبیاء کو کم و بیش معجزے عطا ہوئے تھے۔ کرامتیں اسی قبیل کی چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ایسے محیر العقول اعجازات سے نوازتا ہے اور اس وقت کے لوگ ان اثرات کو قبول کرتے ہیں تو اعتراض کی کیا ضرورت ہے۔

۱۷۔ ہمارے لئے اُن کی تعلیمات اور اُن کے اعمال نقوشِ راہ ہیں۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ہم اُن کے نقوشِ پا پر چل کر دین و دنیا کی فلاح حاصل کریں۔ کیا عجب کہ اس سے مستنیر ہو کر ہم بھی دوسروں کے لئے مشعلِ راہ بن سکیں اور اس طرح دیے سے دیا جلتا رہے۔

پروفیسر میاں مشتاق احمد بھٹی
بی اے (آنرز) ایم اے۔ ایم او ایل




مکتوباتِ فارسی
مجموعۃ الاسرار

بطورِ تبرک

فرمان والاشان جناب ﷺ رسول مقبول بنام سلطان مقوقس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد عبد اللہ ورسولہ الی المقوقس عظیم القبط سلام

علی من اتبع الھدی. اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک

مرتین فان تولیت فعلیک اثم القبط. یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا

وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ○

نامۂ مبارک کی اصل

یہ اس مبارک خط کا چربہ ہے جسکو جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ ہجری میں حاطب بن ابی بلتعہ [illegible] کے ہاتھ مصر میں قبط کے بادشاہ مقوقس کے پاس ارسال فرمایا تھا۔ یہ مبارک خط ایک فرانسیسی سیاح نے [illegible] مصر کے شہروں میں سے اخمیم کے گرجا میں ایک قبطی راہب کے پاس سے خریدا تھا اور سلطان عبدالمجید خان والی دولت عثمانیہ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا اور ہدیۃً پیش کیا۔ سلطان نے اسے جناب خلافت سے دیگر تبرکات نبویہ کے ساتھ قسطنطنیہ میں رہنے کا حکم صادر فرمایا۔ قسمت سے اسکا عکس ہندوستان میں بھی پہنچا اور اسکے ایک عکس سے ہم کو بھی زینت حاصل ہوئی [illegible] اسلام [illegible] شائع کیا ہے اور نقل مطابق اصل لکھنے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے [illegible]

بسم الله الرحمن الرحیم

مکتوب اول در بیان سلسلهٔ عالیهٔ حضرات طریقهٔ نقشبندیه حسینیه قدسنا الله باسرارهم حرمت

بعد الحمد والصلوة فقیر عبد النبی ساکن قصبه سیام سلوک طریقه

حضرات نقشبندیه قدسنا الله سبحانه باسرارهم اولاً از خدمت کامل

مکمل حضرت حاجی عبد الله سلطانپوری اخذ نمود بعد وفات ایشان

از حضرت حاجی شیخ محمد طاهر عالم پوری قدس سره تمام اخذ نمود

که خلیفهٔ اجل کامل مکمل حضرت حاجی عبد الله بودند و هم از صحبت محقق

موفق میان محمد جان ساکن قصبه میانی بهره مندی یافت و ایشان

نیز از خلفای کامل مکمل حضرت حاجی عبد الله جیو هستند و هر دو عزیز

یعنی حضرت شیخ حاجی محمد طاهر و حضرت محمد جان بیواسطه از

حضرت قطب دوران حاجی عبد الله سلطانپوری کمال طریقت و حقیقت

حاصل نموده اند و حضرت حاجی عبد الله جیو اخذ علم طریقت از غوث

زمان حضرت حاجی محمد شریف جیو نموده اند و ایشان بواسطه از
خلیفة الرحمن حضرت قطب الاقطاب شیخ آدم بنوری و ایشان
بعد سیر سلوک در طریق قادریه و چشتیه و غیر ذلک از حضرت مجدد الف ثانی
غوث صمدانی حضرت احمد فاروقی المعروف سرهندی و ایشان از
کامل مکمل حضرت خواجه محمد باقی و ایشان از کامل مکمل حضرت مولانا
خواجگی امکنگی و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت مولانا درویش محمد
و ایشان از کامل مکمل حضرت مولانا محمد زاهد و ایشان از کامل مکمل حضرت
خواجه عبید الله احرار و ایشان از کامل مکمل حضرت مولانا یعقوب چرخی
و ایشان از خدمت اجل اکمل شیخ المشایخ حضرت خواجه بهاء الدین
نقشبند قدسنا الله بسرهم و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت سید امیر کلال
و ایشان از کامل مکمل حضرت خواجه بابا سماسی و ایشان از خدمت
کامل مکمل حضرت خواجه شاه علی رامیتنی المشتهر بعزیزان و ایشان
از حضرت کامل مکمل حضرت خواجه محمد عارف ریوگری و ایشان از حضرت
کامل مکمل حضرت خواجه عبد الخالق غجدوانی و ایشان از خدمت کامل مکمل
حضرت خواجه یعقوب یوسف همدانی و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت

شیخ ابوعلی فارمدی طوسی وایشان از خدمت کامل مکمل حضرت خواجه ابوالقاسم گرکانی وایشان از خدمت کامل مکمل حضرت ابوالحسن خرقانی وایشان از خدمت کامل مکمل حضرت سلطان بایزید بسطامی قدس سره وایشان از خدمت کامل مکمل حضرت جعفر صادق رضی الله عنه وایشان از خدمت کامل مکمل حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر وایشان از خدمت کامل مکمل حضرت سلمان فارسی رضی الله عنه وایشان از خدمت حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی الله عنه ونیز بیواسطه از خدمت حضرت رسول مقبول صلی الله علیه وآله وسلم مکتوب دوم در بیان سلوک لطایف سته نقشبندیه حسینیه قدسنا الله بسم الله الرحمن الرحیم بدانکه شروع سلوک در طریقت اول از ذکر خفی لطیفه قلبی است ولطیفه قلبی زیر پستان چپ بدو انگشت است درین لطیفه تکرار اسم ذات میفرمایند وهم صورت لفظی اسم منظور نظر در صفحه دل میکنند اما بنحوی که در تکرار این اسم منظور نظر تعین ذات جامع کمالات به بیکیفی محض باشد ودر نمره بحسب استعداد سالک فنا وبقا روی خواهد داد وانچه ضروریست لذت وجمعیت در ذکر می باید که پیدا شود وحسب غلبه کند بعده بنفی واثبات بحبس دم میفرمایند وثمره

این نفی تعلق دنیا است و قوت ذکر قلبی نیز دست میدهد بعد این
ذکر لطیفه روحی بطوری که در قلب گفته شد میفرمایند مقام لطیفه روحی زیر
پستان راست است دو انگشت تجلیات و فنا درین مرتبه نوعی دیگر است
اگر دست دهد و الا جمعیت و لذت مطلوب است که ضروریست بعده
ذکر لطیفه سری در سینه و ذکر لطیفه خفی در پیشانی و ذکر لطیفه
اخفی در دماغ میفرمایند تجلیات و فنا این مراتب بحسب استعداد
سالک رو میدهد و آنچه ضروریست در قلب و روح گفته شد چون لطایف
اسم الله نور پذیرند از سیر لطایف میگویند بعده نظر جامعیت
ارا اخفی با قدم در هر ذره وجود بذکر میفرمایند و چون هر ذره وجود را ذاکر
یافت این را ذکر سلطان می نامند گاهی ذکر سلطان چنان غلبه میکند
که هرچه نظر او فتد و هرچه بسمع شنیده شود و هرچه حاسه لمس و ذوق
تعلق گیرد ذکر اسم الله از آنجا خواهد یافت بعده اگر سالک مستعد است
ارواد هر لطیفه بیاد داشت اسمی مبدل میشود یعنی که اسم الله را
هر لطیفه ملک در کلیه خود محض بمد صوت نورانی و صفائی یابد در ذکر
یاد داشت نیز نفی و اثبات کلمه طیبه میفرمایند اما ضرب و حبس دم

باشد یا نباشد اما نفی و اثبات تمه اسم الله مثل یاد داشت میکند
چون این مرتبه بحرف و صوت تعلق ندارد و حضور بود اسمی دست دهد ذکر جسدی
تمام شد مگر متضمن ذکر روحی خصوصیت این طریقه اینست که سالک
در مراتب غلبه جذبه مرتکب امور منطیه و لاطایل نشود محض بمتابعت شریعه
عقید بعبادت مستغرق باشد و اگر در مرتبه بسبب ظهور عجایبات
مغلوب میباکی شد این تمام را ظل ولایت خاصه گویند بعده شروع
در ذکر سیست که بجوهر روح متضمن مراتب جسدی تعلق دارد الحضور اسمی است
بی لفظ و حرف و جهت و مکان و فوق و تحت چنانچه لایق جناب اوست
این را حضور اسمی و یاد داشت و شهود اسمی خوانند خصوصیة این طریقه
درین مرتبه تنزیه محض بحضور بی کیفی مشهود محض است اگرچه در طرق دیگر
مبتلای توحید وجودی و عینیت میگردد چنانچه کلام شیخ محی الدین
ابن عربی قدس سره و متاخرین دیگر ازین خبر میدهد در مرتبه تصرفات
بحسب استعداد سالک رو میدهد قطع انظار ما سوی الله در عین شهود مطلوب است
و استغراق تمام است و تنزیه محض بعنای ذات و صفات خود نورا بینت
حضرت مطلق و اصل این مرتبه را تا زمانی که تنزیه و شهود منظور نظر باطنی

است و حصول آن بی بست ولایت خاصه می نامند و همین ولایت را
در اصطلاح حضرت ایشان قدس سره ولایت صغری میفرمایند
چون بفضل الله سبحانه توجه داشارت که از تصرفات خیال است
مفقود گشت و بنا یافت مشرف شد ولایت اخص میفرمایند
چون در ولایت اخص توجه معدوم نیست بلکه بسبب مجهول الکیفی
خود مفقود است لهذا کیف ان غیر معلوم است لهذا این ولایت را
ولایت مجهوله میخوانند سالک بعد ازین وقت که از فضل عام موجود گشته
از سعی کار را انجام رسانیده فضل خاص میباید تا مظهریت علم واجبی
بمراتب علم او و انکشاف حقیقت انسانی عطا فرمایند تا اطلاع بر توجه
مخفی یافته ازین مرتبه عروج نماید و به بیتوجهی حقیقی که موقوف بظهور علم حضور
بجناب قدس و حضور علمی است مشرف گردد این زمان توجه معدوم خواهد
و بیتوجه خود را احاطه جناب بی کیف حقیقی بیقین صرف خواهد یافت بعده
معلوم خواهد شناخت که این حضور بی علم عادی بل بحضور علم
واجبی است که عالم جمیع اشیا به بی توجهی است در مراتب حقیقت
انسانی اگر بفضل الله سبحانه خود بخود برکت خفی مرشد کامل دست دهد

فضل محض است والا به تعلیم مرشد بنظر باطنی عروج از مراتب تحتانیه نموده
اطلاع بر حقیقت انسانی خود خواهد یافت که این مرتبه اول این شخص در ضمن
فرا دل به تجلی محض در تبع نمود دل محمدی صلی الله علیه و آله و سلم است و اهل
این مرتبه حضوری و حضور علمی بهره وری از کمالات ولایت انبیا خوانند دیگر
چنانچه مظهریت صفت العلم رب لکم منقش شده همچنین بمظهریت جمیع صفات
واجبی اجمالا یا تفصیلا تمامی صفات خود را از فنا یافت خواهد یافت و بعین بی توجهی
بحضور محض حق خود را و غیر خود را ذاتا و صفاتا مظهر کمالات ذاتیه واجبی باطلاق
و بیکیفی صرف بلا شائبه تشبیه خواهد یافت و بنظر او بعین حضور ذات بی کیف
بطرف مظهریت غالب خواهد آمد چون در این مرتبه غالب وصول صفات است
بفضل خدا اگر معلوم کردند که ذات بذات قابلیات ذاتیه
خویش علیم است و بصیر و سمیع الی غیر ذالک دو صفات همین و قابلیات
ذاتیه او نیست لهذا به تعین او به بی توجهی محض در عین ملکه و تحقیق مظهریت
عروج کرده به حضور صرف ذات جامع قابلیات ذاتیه بحقیقت فنا یافت
مشرف گشته بجای علم با بعد بیان با بعد حاضر شد در این وقت از
کمالات خاصه نبوت محمدی علیه و آله و سلم بهره یاب خواهد شد

و واصل ذات جامع صفات خواهد بود عزیز من سیر این کمالات ولایت انبیا و نبوت انبیا علیهم الصلوات والسلام آنقدر دقیق و باریکی اینمراتب از نسخه نکات الاسرار واضح میشود اگر خواهند تفصیل این از آنجا طلبند ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء

مکتوب سیوم در تحقیق اقسام مراقبات طریقه

الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفی خصوصًا علی نبیه محمد و آله و اصحابه اجمعین بدان ارشدک الله تعالی چون طریقه حسنیه در طریقه نقشبندیه اقرب الی الوصول هست و سالکان را تفصیل آن ضروریست پاره بطریق اجمال در چند سطر رقیم می یابد باید دانست چون طالب صادق بتوفیق الله سبحانه متوسل بعزیزی از بزرگان این طریقه میشود اولا او را استخاره میفرمایند و طریق استخاره اینست که بعد نماز عشا چون وقت خفتن شود و تکلم معاش نماند وضو تازه کند بعد وضو گوید دیگبار استغفر الله ربی من کل ذنب و اتوب الیه بصدق تمام بخواند به نیت آنکه

از جمیع تقصیرات بدنی و روحی انچه از من بوجود آمده اند توبه کردم
من نو مسلمان شدم بعده برخواسته دو رکعت نماز استخاره ادا کند
که دو رکعت نماز استخاره میخوانم تا حق تعالی مرا بشارت بعمل خود لواسطه
دعا وارضا بر خود محکم دارد در رکعت اول با فاتحه آیة الکرسی یکبار و
رکعت دوم با فاتحه آمن الرسول الی آخره یکبار بخواند و بخشوع تمام خود را حاضر
دیگر ورازی پرداز بعده اتمام نماز یکصد و یکبار درود بخواند بعده
یکصد و یکبار کلمه تمجید بخواند بعده بتمام عجز و انکسار دست برداشته دعا
بخواند بعده چون خواب غلبه کند بر زمین بخسپد و اگر بعد در بیت اختیار
دارد بعده آنچه در خواب از بشارت ظاهر شود پیش مرشد ظاهر کند
و اگر در روز اول بشارت نیابد تا سه روز استخاره میکرده باشد
یا آنکه بعد استخاره نظر بر قلب خود کند اگر قلب خود را بعد استخاره در اعتقاد
همچنان محکم می یابد که قبل ازین بوده همین بشارت است پس مرشد را باید که
در خلوت بتعلیم ذکر اسم الله نماید که اسم ذاتی است باینطریق که زبان
خود را بکام چسپانیده و نظر خیال را بر قلب صنوبری اندازد و نظر ظاهری بند کند و مسام
قلب صنوبری زیر پستان چپ قدر دو انگشت و یقین بند که صفحه

لطف بود را

آنحضرت الهی را ودیعت نهاده اند قلب مبتدی پس خود را بالکلیه
متوجه بعضو نماید و از بطن مضغه اسم الله را جل شانه گویانه بنهجی
که این اسم اعظم ذات بدانند این حیثیت با وسع خود درنشسته است در بقا
از نشست نماید بعده مرشد را باید که خود متوجه قلب او شود و در معنی
که همت نشستی قلب مرید بگمارد و دهن قلب خود را بر دهن قلب مرید
تصور نماید بنهجی که خطره دیگر را در میان دل خود راه آمدن ندهد بمجموع
تمام بجانب خداوند سبحانه التجا نماید تا نور ذکر در دل سالک قوی پیدا آید
و بجذب قلبی همت باطنی قلب مرید را بسوی خود کشد تا یک ساعت کم زیاده
برین جهت متوجه حال مرید باشد و ارواح متبرکه اکابر این طریق را
شامل حال خود دانسته این تصرف از ایشان امداد داند فی الحال
او فی الاستقبال بعده از مرید استفسار نماید اگر خوب فهمیده است
و آرام یافته فاتحه خواند و دست او را در دست خود گرفته بیعت نماید و او را
بخدا سپارد و آگاه کند که این طریقه حسنه در طریق نقشبندیه
از حضرت خلیفه زمان حضرت سیدی شیخ آدم بنوری قدس الله
تعالی سره العزیز چون مرید ذکر اسم ذات لذت پیدا کرده بوده

تعلیم کلمه نفی و اثبات نماید چون نفی و اثبات را بطریق مشروط
بجهت و یک ... رساند و از این تعلقی پیدا در دل خود یافت شکر حق
بجای آرد بعده تعلیم ذکر لطیفه ذکر لطیفه روحی نماید و محل آن لطیفه
در زیر پستان راست است و نور لطیفه روحی را سفید همچو مینه سفید
تصور نموده ذکر اسم ذات را چنانچه در لطیفه قلبی مرقوم شد مجموع تمام
بنموده در جمیع اوقات این سبق را تا آن که ... باشند تا آنکه مثل ذکر قلبی
... حاصل نماید ...
...
...
...
...
...
...

ذات [illegible] که قبل [illegible] گذشت [illegible] باشد و بالکلیه خود را [illegible]

اوقات بدین ذکر بگمارد حتی که لذت و جمعیت تمام پیدا کند بعد

تعلیم لطیفه خفی همین نهج باید نمود خصوص این لطیفه در بین [illegible] است

[illegible] است در این محل گذشت [illegible] گویا بعد جمعیت این لطیفه

را [illegible] تمام سالک [illegible]

[illegible] حاصل [illegible]

[illegible] في المضغة [illegible]

[illegible] في [illegible] وفي الخفي [illegible]

[illegible] خفی [illegible] المضغة وفي المضغة قلب وفي القلب

[illegible] وفي الفؤاد سر وفي السر خفي وفي الخفي اخفى وفي الاخفى انا عزيزا من

[illegible] این [illegible] است [illegible] این [illegible]

[illegible] اجمال و با تفصیل این [illegible]

[illegible] قلبی [illegible] و تعلیم باید [illegible]

[illegible]

[illegible]

بر اسم الله نزد ارکان مثل او زا او ند سستی تمان یک تار دار را ابر قدر که نمی (از غفلت)

تواند نگاه دارد و قطع شدن ندهد و اگر قطع شود باز از سر گیرد و برای

[illegible] نسبت اسمی نفی و اثبات سر باید دارد از این جنس گاه حبس دم

خشا کند چون این نسبت بهمی قوت گرفت که در قلب خود یک در جمیع

[illegible] تمام بدن [illegible] تمام آن آواز تحقیق یک [illegible] باید

از لطایف که بواسطه حبس بود تمام شد الحال در ذکر لطایف که بواسطه

[illegible] نفی و اثبات [illegible] باید

[illegible] محو صد قلب [illegible] نظر [illegible] اندرون [illegible]

که آن امر نورانی است حجابات بالا رفته گشت نظر انداخته با این محض

حق سبحانه تعالی را حاضر بی پرده یقین نماید اما بی کیفی و بیجهتی و حجاب (مشاهده)

از میان نظر برانداز زده اند که او تعالی حاضر است بی کیف و بیجهت

بایش دانسته هیچ وقتی از اوقات از دید و دانش نگذارد اگر

غفلت رو دهد باز حاضر و جمعی گردد حتی که نور مشاهده از سر تا پا تمام

دیگر [illegible] استغراق تمام پیدا کند بنهجی که تو حق خود را و غیر خود را

[illegible] اگر [illegible] شود [illegible] لعین

(۲

حق باید این را در اصطلاح این طایفه توحید وجودی میگویند
واگر اشیا را گم کرد و مشاهده جمال ذوالجلال ورای اشیا حاصل نمود
و اشیا را از نظر انداخت توحید شهودی میخوانند باید دانست
که این هر دو مرتبه در ولایت خاصه که ولایت اولیا امت است
رو مینماید و بیشترین که از تجلیات و غیره در سیر لطایف تا یاد داشت
اسمی پیش می آید در ظل ولایت اولیا بود اگرچه اصل ولایت اولیا به نسبت
اصل ظل آن ولایت کمال تمام دارد اما هنوز وصول مطلوب
حقیقی که بی تلبس اشیا باشد بیشتر است امید از آنجا تا که
را باید که بر این تجلیات [illegible]
[illegible]

برکنار دنا هیچ در باطن او از توجه الی المطلوب و غیر المطلوب پیدا نشود
بلکه بی توجهی یقین صرف بمطلوب بند حتی که معلوم هیچ نماند بجز نقش
چون درین معامله سالک تا زمانی که در دفع توجهات است سالک مرتبه ولایت
احصی است و چون حاجت نفی نماند و مرات از آمد و رفت توجهات و تصورات
صاف شد و بی توجهی بی تکلفی دست داد و اصل کمالات ولایت صغری
اما هنوز توجه و تصور این واصل معدوم شده بلکه مفقود است کما ذکر فی
المکتوبات الاول و ولایت بالاصالت خاصه چهار ملک مقرب است
علیهم السلام و سعادت خاصه اولیاء است هرگاه اگر مناسبت استعدادی پیدا
نمود باید دانست که در مرتبه ولایت خاصه دو مرتبه توحید وجودی
و توحید شهودی که بیان کردیم توحید وجودی از نفس لطیفه قلبی
پیدا شد و توحید شهودی از نفس لطیفه روحی رو مینماید و نسبت ما نیست
خاصه لطیفه سر است والله اعلم تا کرا از مردان بآن نوازند ذلک فضل الله
یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم باید دانست که بعد از مرتبه ما یافت
[illegible] تجلیات [illegible] آن است چون سالک لطیفه سر را از
[illegible]

اما چون از حقیقت این نسبت مطلع نیست از بجاست که در ما
چنان پس اگر بفضل او تعالی بعد فضل او ل دستگیری نمود یکبارگی
چون را از جمیع مراتب عنصری و نوری فوق می یابد و می یابد که وصل
این نسبت حقیقت انسانی است و آن قابلیتی است از دا لمیات
در اول کار این نه تجددی است حتی لا یعلمه وسط و نیز آن را سر اول
میگویند و نیز می یابد تعلیم مرشد یا نادری بتعلیم غیبی که وصول این
با مطلوب بولایت خاصه بود بتعلیم خود بود و بخصوصیات سلم خود و در
دها این نعمت لا حقه از حصول این نعمت بعلم را بنا بحصوصیات
علما و در نیز لا علم را از خصوصیات جو توقف و تعطل محقق است
هر چه علم من میداند به خصوصیتی از نسبت بیات علما و نمی میداند پس
چون فهمید در هر وقتی جمیع مراتب ذاتیه و صفاتیه و کمالاتیه خود را
مظهر ذات و صفات و کمالات او تعالی فهمید و بجز مظهریت محض هیچ
نیابد این اندراق لمعه رضه سقره ۱۵ است چون مرتبه ولایت ابتدای
بود و سر ولایت انتها دارد پس در ابتدای این مرتبه تنزل از ... لودمت
انسانیت ... علیهم الصلاة و السلام ...

من حيث حقيقته از ماهيت حق و دون حق است و در وسط اين مرتبه
خلوميت است و اطلاع بر حقيقت خلو و حقيقت خلو اطلاع است بر حقيقت
مظهريت صفات خود مر صفات واجبي را در اين مرتبه اگرچه ميداند که بعلم
او تعالی عالم است و به بصر او بصير و بقدرت او تعالی قادر الی غير ذلک
اما مر حقيقت نسبت صفات با ذات او تعالی کما حقه اين عارف را
مفصلاً و علماً ظاهر نگشته بس چون خواهد دانست که صفات او تعالی
را بر ذات نيست اندکه عالم بعلم و بصير به بصر الی غير ذلک تواند گفت بلکه او تعالی
بذاته عليم است و علم قابليت ذاتيه ذات است و ذات بذاته
بصير است بصر قابليت ذاتيه اوست کذلک في جميع الصفات علی الاطلاق
نسبت و غيريت باطلاق محض نيست بلکه عالم حق است خود بخود سبحانه و ما
حق است سبحانه و اين عارف را بجز مظهريت تامه ذاتيه و صفاتيه و کمالاتيه
امري ديگر نيست و بجز نقص صرف از زمان به مباهات اين مرتبه بدست خود نيايد
اما اجمالاً و تفصيلاً اين مرتبه کرا نوازند ذلک فضل الله يؤتيه من يشاء
برادر هر چند نسبت خلو زياده و دخل در دايره اين ولايت بيشتر و از
تمامتر وراثت انبيا عليهم الصلوة و السلام چگونه کار گفت و نوشت

حقیقت این مرتبه بیرون اما اینقدر دانسته‌ایم که اگرچه ولایت انبیا

و نبوت ایشان علیهم الصلوة هردو در دایره اصالت اند و هردو از

ظلیت مبرا اما اینقدر هست که در ولایت وصول بحقیقه صفات

و شانات و در نبوت وصول بحقیقت ذات است جل برهانه و بتفاوت

درجات مستعد دیه کما قال الله تعالی تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض

الحمد لله الذی هدینا لهذا وما کنا لنهتدی لولا ان هدینا الله لقد جاءت

رسل ربنا بالحق مکتوب چهارم به برادران دینی در تحقیق معنی حدیث قدسی

جای نشانه صدور فیات — بعد الحمد والصلوة وتبلیغ الدعوات

برادران دینی مطالعه فرمایند که در حدیث قریب وارد است ان فی جسد

ابن آدم لمضغة وفی المضغة قلب وفی القلب فؤاد وفی الفؤاد سر وفی السر

خفی وفی الخفی اخفی والاخفی انا ارشاد فهمید و باید دانست که در اصطلاح

اکابر صوفیه در این لطایف خمسه لطیفه نفس نیز در سلوک داخل

نموده اند و اسم سلطان را اسکنی همان لطیفه است با وجود اهمیت او و عدم

مینت قدسی جل شانه بنا بر دانستن وجود آن در ابتدا اما

... همه لطایف را در انتها خواه بود یا وجهی دیگر

خواہد بود الغرض ہر لطیفہ را ظہوریست در بدن در محل مخصوص بعضہ
قائلیہ انہا المحققہ المسند رجہ فیہا و این ظہور را ظہور ظلی
و ظہوریست بلا تعین مکان در بدن بظہور النفسہا
ظہور را ظہور اصلی ہند باید فہمید کہ محل ظہور لطیفہ قلبی
بطرف چپ زیر پستان بمقدار دو انگشت
خاصہ است و سالک ابتدا بہ شغل ذکر لفظ اللہ در ابتدا
ذکر بعد خلو مضغہ از نقوش غیر از اسم معظم است
نمود آن لطیفہ است در مرآت خیالی بلون سرخ و محل
روحی کہ در حدیث ان الفواد یاد کردہ است زیر پستان راست
ہمانقدر کہ ذکر شد در قلب و محل ظہور لطیفہ سری در وسط سینہ
و محل ظہور لطیفہ خفی در پیشانی و محل ظہور لطیفہ اخفی
تحقیق از حضرت شیخ المشائخ حضرت نا و مولانا حضرت پیر
سیدی جنی آدم بنوریست قدس اللہ سرہ اگرچہ بعضی
دارند و این اختلاف نیست سالک بلطیفہ
اسم اللہ است و در ابتدا نمود لطیفہ

برنگ سبز و نمود نفس برنگ زرد و نمود خفی برنگ سیاه و نمود اخفی
برنگ سیاه تر و این ذکر عالی بحسب تعداد هر یکی را تجلیات خود
میسوزد که پایان ندارد و درین مرتبه وصول سالک باظهور ظلالی تا ملبسات
تخفیه آن لطایف است که ظهوری ندارند مگر بتجلیات متنوعه و این
وصل را وصل ظلی میگویند چون استعداد سالک را ازین مرتبه مستعد
بی گرداند بلی تکلف حرف بنظر باطنی ناظر و متوجه ذات سبحانه
ایشان طریقه حسنیه نقشبندیه را اینجا باید دید که اگر در طرق دیگر این
مد گو بحیثیت تشبیه سالک را تعلیم میفرمایند حتی که عمرها درهمین
میکنند مگر الا من رحیم لعد برحمته خاصه بلکه وصل تشبیهی را غایت
مراتب وصول می فهمند و میگویند که التجلی من الذات لا یکون الا بصورت
المتجلی له والمتجلی لم یر الا سوی صورته فی مرآت الحق وما رأی الحق ولا یمکن ان
فلا تطمع ولا تتعب فی ان ترقی من هذا الدرج من التجلی الذاتی گویا
ازین مقدمه منع فرموده بخرف ریزه ها قناعت فرموده اند حضرت ایشان
مستحق ... در حق ایشان میفرمایند که ما آواره شده کان اگر طلب
ریزه ها قناعت کنیم چه کار کرده باشیم لکل وجهة هو مولیها

اکابر این طریقه نقشبندیه رضی الله عنهم [illegible] بدین [illegible]

[illegible] تو فانی در تنزیه محض و بیکیفی صرف [illegible] هر چه [illegible]

اینجا باید فهمید معنی قول حضرت خواجه بزرگ نقشبند [illegible]

فنا [illegible] ما نهایت را در ابتدای درج میکنیم و [illegible]

که آنچه دیگران [illegible] مشقت کم و فتوح [illegible] بسیار [illegible]

این فقیر [illegible] اگرچه مشقت درین طریقه نیز زیاده [illegible]

[illegible] فتوح [illegible] که در ابتدا در تنزیه اندازه میتوان زند و [illegible] تشبیه [illegible]

[illegible] شاید اگر عمر هزار سال [illegible] خود [illegible]

شاقه اختیار کنم آن مشقت بجوی نیرزد و سالکان تشبیه چون

مقصود حقیقی که تنزیه [illegible] ورای [illegible] بعید [illegible]

[illegible] تشبیه از مقصود اصلی واقف نه اند اگر مشقت کم [illegible] چه

عوض آن که مقصود اصلی است نیافتند آن مشقت زیاده [illegible]

را انتها آنجا گویم که بعد توجه بذات الله تعالی [illegible]

و نهایت صاحب [illegible] اختیار [illegible] اگر توحید وجودی [illegible]

یعنی [illegible] جلال و جمال [illegible] وجود [illegible] شهودی [illegible]

باشد چون ظلی بود از میان برخیزد و اصل را بلباس ظل نمایند و این

نمود نفس لطیفه قلبی را بنظر قلبی خواهد بود و چون روح را نیز بهم ذره از وجود

هر موجودی و هر روحی که باشد احاطه و معیت اتصالی است و انفکاک

ندارد و در بنولا شهود این شاهد بیحجابی همین انوار روحی خواهد بود

اگرچه این شهود از انوار جمال و جلال بوسائط کثیره بهره وصول میدهد

و همین وجه در دائره ولایت داخل است اما فصل متلبس است و از نعمت

بیحجاب خالی و مفلس است اگر حجاب است از انوار روحیست که آن انوار بسبب

اتصال باجزای جسدی کانه موشده اند و خود را بهر جزوی نموده اند اگرچه

وصل اول بوسیله الفاظ و وصل ثانی یعنی وصل بوسیله الفاظ هر دو وصل

متلبس اند اما در بنولا یکپایه ظلمانیت ظلمانی را گذاشته بلباس نورانی

رسیده رو بترقی آورده زیراکه در اول ناظر مختلفه بود به بصر خیالی و منظور

او انوار قلبی و در بنولا ناظر قلب و منظور او انوار روحی چون انوار قلبی باصباغ

ظلمات قالبی منصبغ اند و انوار روحی ازین انصباغ دور در هر دو وصل

تفاوت صریح پیداست درینجا باید فهمید معنی فی المضغة قلب و فی القلب

فواد که شعر بر ترقی سالک است الی انا و این حصول کمالات در ولایت

خاصه است اگر بفضل الهی بجز عینی مدد فرمایند و از توحید وجودی
توحید شهودی زیاید یعنی بی نظر باشیا ناظر ذات شاهد سازند و متوجه
انوار ذاتیه گردانند درینجا متوجه لطیفه روحی است و متوجه الیه او انوار لطیفه
سری خواهد بود و فی الفواد سر با یمعنی تواند بود و تفاوت در نورانیت
روحی و سری با یکدیگر آنست اگرچه روح از انصباغ ظلمات قالبی بسبب
بردخت انوار قلبی که امانت حمل انصباغ را بخود تجویز نموده اند و این
انصباغ را بطرف روح راه نداده اند فارغ و مصفا است اما بسبب مناسبتی
که برزخ دارد از مرتبه فوقانیه خود و نوعی تفاوتی دارد اگرچه مجهول الکیف
باشد اگرچه این وصل نیز داخل دایره وصل متلبس است اما مرد در مرتبه
که قبل ازین ذکر یافته لباس ظلمانی جسمانی داشتند و اینمرتبه از آن
تلبس گذشته بلباس غلاف خیالی ملبوس گردیده و صاحب اینمرتبه دیده انجم
دیده عزیز من بود در مرتبه سابق ظل آن ولایه بوده اند و این مرتبه را
در اصطلاح حضرت نوری قدس سره العزیز بولایت خاصه نامند
و محقق دیگر بولایت صغرا خوانند و اکثر اکابر صوفیه در ینمرتبه سکونت محققین
داشته اند تا کار آورده باشند بعد ازین اگر از جهت لباس بیجانی برند

صاحب وصل عریان و صاحب اجتبا خواهد بود و این هر دو مرتبه است اگر
در عین شهود مایل بود اثبت مطلوب است صاحب اجتبا بانزاج
جذبه است یعنی مربی اینکس اسم الهادی است با متزاج تربیت اسم
الدلیل اینجا ناظر لطیفه سریست و منظور لطیفه خفی است و فی السر خفی را باین
تحقیق باید فهمید والا از امتزاج رسته است صاحب اجتبا خالص شده
اگرچه نور اجتبا ظلی است در ینوقت برائی قابلیت خفی در مربی نور اینست
اخفی است و فی الخفی اخفی در ینولا هویدا است و این ولایت را ولایت
اخص نزد حضرت چو باشد و دیگر اکابر ولایت علیا میفرمایند و نیز
مرتبه توجه و متوجه در رنگ متوجه الیه بیچون مینماید لیکن صاحب اینمرتبه اگرچه
از حجب فارغ شده زیرا که در میان اخفی و انا واسطه دیگر نیست که حجابی
تواند شد اما با وجود معیت لطیفه اخفی با ذات پاک که انا از ان مراد است
چون منظور این سالک نور اخفی است اگرچه بهره بیحجابی از ذات پاک داد
توجه این سالک باقی است اگرچه توجه مجهول الکیف و معدوم نما باشد
ازینجاست که کیفیت معلوم غیر معلوم است بنفس معلوم که ان معلوم است
و این حیثیت را حیثیت مجهوله میخوانند لان اهل جاهل عین حقیقت المطلوب

واین چنین ہزاران ہزار ترقیات از علم سابق دارد بعد ازین اگر نوازند
ناظر اخفی و منظور ذات للہ چنانچہ فی الاخفا اما شعر ایمعنی ایست اینجا
بوئی از توجہ باقی نیست واین ہر دو مرتبہ ایست اگر بجای توجہ بعلم باللہ
حاضر است صاحب کمالات ولایۃ انبیا است علی نبینا وعلیہم الصلوۃ
والسلام واگر بایمان باللہ بجای علم باللہ ناظر است از اصل کمالات
نبوت انبیا بہرہ ورست علیہم التسلیمات والصلوۃ این کار دولت است
کنون تا کرا رسد دو مرتبہ اخیرہ را باشارت ذکر کردم رسندہ خواہد فہمید والا
برای مقلد اجمال کافی است حرفی بس است السلام علیکم وعلی من لدیکم
مکتوب نہم در جواب سید عبد الرشید جہاناابادی باسم اللہ الذی
لاشریک لہ ولا تنازع ولا تخالف فی صفاتہ ولا صفۃ من صفاتہ تخلہ صفۃ
اخری الحمد للہ الذی جعل عبد الرشید بفضلہ المجید من رجال الالواب المکتوبات
بالمعانی والاشارات فنشرع ایضا فی متابعۃ العظام فی تفصیل الامر الذی
ہو اہم المہام ونکتب فتسبل مو دیاتی الکلام مجتنبا من الطوالۃ تعظیم
شان اللہ العلام سبحانہ من لا ضد لہ ولا تضاد لہ صفۃ من صفاتہ بصفۃ
الاخری والکان صفۃ الجمال والجلال لان التضاد والتخالف فی ہذہ المرتبۃ

مقتضی الی النقص ولا نقصان ثم بعد الحمد والصلوة وتبلیغ الدعوات
والتسلیمات بعرض سیدی مکرمی مشفقی میرساند بندہ فقیر حقیر تقصیر
عبد النبی بورود نوازشنامہ گرامی احقر ذرہ وار سربلند گشت وانچہ از
معانی واشارات مرقوم قلم عطوفت رقم بود از مطالعہ آن شرح صدر
حاصل گشت الحمد للہ والمنۃ کہ این عاجز را بلطف کمال بنصایح وہدایا
رہنمونی فرمودند شکر آن چہ بیان نماید کہ در بیان قلم نیاید لطیفہ
انیقہ مرقوم رقم گرامی را جنت فردوس بی از حور وقصور امانی یافت
الحمد للہ سبحانہ استعداد مایان را در ہیمرتبہ تربیت بخشیدہ و فرہ ساختہ الفت
پیدا آورد کہ نظر از حور وقصور بر داشتہ توجہ الی جنۃ لیس فیہا حور ولا قصور
بتجلی ربنا ضاحکا نماید کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جنۃ لیس
فیہا حور ولا قصور بتجلی ربنا ضاحکا ای راضیا و مراد اینجا لازم ضحک
است نہ صورت ضحک کہ آن خطا است چون مرتبہ اول کہ بحور وقصور را
از ان تعبیر رفت وصل متلبس است واستعداد عالی یاران تسلی نہ گردانند
وصول الحجاب ذا لحجاب غیر المحبوب رجا واثق از مولا جل شانہ اینکہ از ان
قطع کنانیدہ توجہ بہ بیچا لی بخشد لانہ تعالی وراء الوراء ثم وراء الوراء

واین وصل را وصل عریان می نامند و درین مرتبه نیز اگرچه جهت تلبس خارجی
منقطع میشود اما هنوز توجه که از قول الحجبت باقیست و این تربیت هر دو
مرتبه وصول بظهور اسم الدلیل است و ثمره ان ظهور علم لدنی ظلی است
دهد که نده اینجا جذبه است پس لازم بر اصفیا آنست تا رجوع من اکره سبحانه
ان یظهر فی اسرارنا ظهور العلم الدنی الاصلی بظهور الاسم الهادی
لیقطع لسطوانه نفس التوجه بل ینعدم فاعلم ان الوصول الذی یسمی
بالوصل المتلبس فهو فی الابتدای و وسط الولایة الخلاصة وتسمی
هذه الولایة عند البعض بالولایة الصغری وایضا بولایة الاولیا والوصل
الذی کتبته باسم العریان فهو فی نهایت هذه الدنیا فیحصل فی الاول
توحید الوجودی و فی الثانی توحید الشهودی هذا غایة الوصل الظلی
وتعرف الخیال ولیس الوصل الظلی بعده دخل بل بعد هاتین المرتبتین
ینقطع الوصل و یظهر الفصل منه ویسمی هذه الولایة بالاخص بولایة
ملا الاعلی عند بعض المشایخ رحمهم الله تقررت بولایت العلیا
ثم وان کان ینقطع فیها التوجه لکن لا ینعدم وجوده بل لتسبیبین
الوجود والعدم فیلزم علی العبد المترقی ان یطلب من مولاه رفع هذا الاشتباه

وہذا موقوف علی انعدام التوجہ وہذا الانعدام یوجد بعد ظہور العلم الدنی
الاصلی بفیض اللہ القوی الموصوف بالصفات الکاملۃ الازلیۃ
القدیمۃ الذی لایطلع علی نفس ذاتہ وصفاتہ الا من خصصہ اللہ سبحانہ
بظہور العلم الاصلی اللدنی ولیس فی ہذا الوصل تہمۃ الحجب ولا البعد ولا مسافۃ
وفی غیرہ ہذاہ الاشیاء محققۃ جلیۃ کانت او خفیۃ اعلم ان ہذہ المرتبۃ
الاخیرۃ العالیۃ المسماۃ بخلو المتخیلۃ وتخلیص السری مع انقطاع الحجب
والبعد والاضافۃ والاشارۃ الی المطلوب علی ثلث مراتب
فی ابتدائہا مرتبۃ علم الحضوری وفی وسطہا مرتبۃ حضور العلم وفی انتہائہا
مرتبۃ حضور فی الحضور لایطلع علیہ احد من اہل القبور الذین ہم محظوظون
فی وصل المتلبس بالحور والقصور وتحقیق ہذہ الثلثۃ غایۃ التحقیقات
واغمض الغوامض لایسع ہذا القرطاس لشرحہ فنصبر بالاجمال وتسمی ہذہ الولایۃ
بولایۃ خاص الخواص لہٰذا الصادین وایضا بولایت الانبیاء العظام
علیہم الصلوۃ والتسلیما وعند البعض بولایت الکبری وبعد ہذا مرتبۃ
نبوت الانبیاء الکرام ولیس الفرق بین ہاتین المرتبتین الا التفصیل
والاجمال لان فی الاولی الوصل الاصلی العلمی بالصفات الحقیقۃ القدیمۃ

بالتفصیل وفی الثانی العروج من العلم الی الایقان الاصلی والایمان
الغیبی بوصول الذات جامع الکمالات بالاجمال بحر عظیم متضمن التفاصیل وہذا الاجمال
ولا یقاس ہذا الاجمال والتفصیل علی التفصیل والاجمال الذین کانا فی المراتب
التحتانیہ لان تمرتشبیہ وحجب وتلبیس وغلط وما بین المرتبتین اعنی مرتبہ
ولایۃ الانبیا ونبوتہم بانفسہما مختصتہ بہم ممکن قدر اللہ تعالی فی التقدیر
ظہور کمالاتہما علی سریر بعض اولیائیہ الذین شرفہم اللہ تعالی بشرف
متابعتہم کمالا واصالتہ لاظلاو تشبیہا بمحض فضل العظیم ذالک
فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ مرعیا این کار دولت کینون تا کرا رسد
درین ہر دو مرتبہ عالیہ اجزء بوی احتمال وجذبہ محض انابت واجتبا
واصطفا ست کما لا یخفی علی اہالیہ مکتوب ششم در تحقیق حدیث قدسی
حدیث قدسی کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف والیہ
سبحانہ باجمیع صفات وشیونات بامقتضیاتہا واحد حقیقی است
ودر عین وحدت صرف جمیع مراتب صفات وشیونات بامقتضیات
انہا باجمال وتفصیل معلوم ومحقق اوسبحانہ جل شانہ واز دیدن انہا
در مراتب ظہور تعینیہ بی فنا وکامل دارد چنانچہ عزیزی میفرماید

هر شان و صفت که هستی حق دارد در خود همه معلوم و محقق دارد در ضمن
مقیدات محتاج بجز نیست از دیدن آن غبار مطلق دارد پس در کثیت کنز
مخفیا که ذکر خفا رفته این خفا عرفانیست امّا با وجود غبار مطلق ذاتیه
وصفاتیه ظهور مقتضیات و ملزومات صفات محبوب الحجاب آمد کما قال فاحببت
ان اعرف و چون مرتبه وحدت حقیقی جامع جمیع مراتب صفات و ملزومات
در مرتبه غیبت حقیقی بجامعیت ظاهر است و مقتضای حجب الحجاب ظهور
این مرتبه جامع لزومات صفات که بغیب الغیب مسمی است اولا اجمالا
در مرتبه شهود اول و ثانیا در مرتبه تفصیل کما قال فخلقت الخلق لاعرف
بحکمت بالغه این مرتبه خاص غیب الغیب را بجامعیت شهود و شهود نمود
چون لاحدیت حقیقی با جمیع صفات و اعتبارات لاظاهر و
شهود است و در عین شهودیت تقیدی حدوثی اینها بعض
بظهور اطلاقی ظاهر کما قیل کان الله ولم یکن معه شی الان کما کان
ای کما کان ظاهرا و لا بلا قید فالان ایضا ظاهر بظهوره الغیبی الاطلاقی
بلا حلول و اتصال و تقیید و انفصال فصاحب البصیرة بنظر فی عین
نظره علی ظهور الغیبی الاطلاقی الی ظهور الکونی الابتدی و لا حجاب

این مرتبه مشهوده اولیه را مشهود اول نامند و این مرتبه مشهوده
اولیه را مشهود اول نامند و این مرتبه مشهود اول در ضمن ظهور ذات جامعه
اسماء و صفات حقیقی ظهور چیزی کن اسم و صفت و ملزومات اینها را
شمولی دارد چه حقایق انسان و ملائکه و چه سموات و ارضین و ما فیها
و چون انوار صفت انسان در مرتبه مشهود اول و جمیع انوار اصناف دیگر افضل
و انوار حضرات انبیا در جمیع انوار انسان متنوع و عالی و نور حضرت سرور
کائنات و خلاصه موجودات بحکم لولاک لما اظهرت الربوبیت در جمیع
انبیا علی نبینا و علیهم الصلوة و السلام افضل و اکمل و متنوع تر و هویدا است
که متنوع در مرتبه مشهود اول که نور آنحضرت است مظهر جامع متنوع مرتبه اولی
غیب مطلق و لا اسم له است حقیقی است و چون وحدت حقیقی با جمیع صفات
ذات ظاهر در موجود خارجیست و ملزومات صفات که غیب الغیب اند
در مرتبه خفا و اندراج ذاتی دارند پس مظهر جامع متنوع اول که نور محمدیست
در این مرتبه شهود فعل ظاهر در موجود خارجی آید و دیگر جمیع مراتب مشهوده
این مرتبه مشهود اول مخفی و مندرج پس محقق شد که از مرتبه مشهود اول که
جمعا جما از تنوع محمدی بخواتیم زیباست و چون حقیقت جامعیت مرتبه مشهود

اول کہ نور محمدیست دربیان آید بفضل الله سبحانه ظهور مراتب مفصله اورا
دربیان باید آورد وقال النبي صلی الله علیه وسلم انا من نور الله والعالم
من نوري اگرچه بحکمه بالغه درضمن نور محمدی صلی الله علیه وسلم که از اشهود
اول میفرمایند انوار مقتضیات حسن اسما وصفات را اجمالا مخلوق
نمود ونور هر فردی را مقتضی ظهور روحانی وجسمانی نمودا اما چون مقصود
ازین آفرینش ظهور معرفت او تعالی بود کما قال سبحانه لاعرف وظهور
معرفت بی ظهور نور معرفت بی ظهور نور هر فردی درخارج به تمیزی از
دیگری روحا وجسدا از مرتبه اجمال حاصل نشد وظهور تمیزی هر همه
توابع بی ظهور اولیه متبوع خود که نور حضرت است موقوف بیس از نور حضرت
که جامع دو قابلیت بود یعنی قابلیتی مقتضی ظهور روحانی وقابلیتی دیگر
مقتضی ظهور جسمانی اولا بحسب اقتضای قابلیتی که مقتضای ظهور روحانیت
بروح اعظم ایشان را صلی الله علیه وسلم بجامعیت ضمنی جمیع ارواح
درمرتبه خارج پیدا آورد وجمیع ارواح انسانیا را بتفصیل مراتب تعینات
بعض ومسبوقیت بعض دیگر به تمیز تام هریک از دیگرا از روح اعظم که ام الارواح
است ظاهر نمود واز کتم خفا رمانی داد ثانیا بحسب اقتضای قابلیت ثانیه

نور حضرت که مقتضی ظهور حسب کمالات ایشان است صلی الله علیه وسلم جسد مبارک
اصلی ایشان را که اصل جمیع مراتب عنصر مجمل است فوق عرش مخلوق فرمود
از انجا مراتب عنصر مجمل را تحت عرش موجود ساخت و از انجا بترتیبی که می
بایست عناصر مفصل را تحت آسمان دنیا مهیا نمود و آن مجموع عناصر را
معدن اجسام مفصله گردانید والعالم من نوری باین معنی است اما با وجود
کثرت تمیز ارواح و عناصر مقصود اصلی که معرفت است نمی شود میسر
چنانچه قول حضرت خواجه بزرگ است قدس سره که روح در بدو خلقت
خود خدا را بیگانگی شناخته است ما بیگانگی نمی شناخت زیرا که شناخت
از شهود خیزد و شهود منافی وجود است از اینجاست که حق با وجود
لطافت چون پندار وجود خود دارد و نسیان ماسوا موقوف بر تعلق بکثیف است
حجب نیست از جهت حصول مقصود اصلی که از خلقت او ست برای رضای مولا
تحمل ستاره دخول در ظلمات را اختیار نمود اما چون خلاص از ظلمت جسدی بی
ظهور متبوع صلی الله علیه وسلم نیست الله سبحانه علی نبینا علیهم الصلوة والتسلیمات
که مقدمات ظهور حضرت سرور کائنات اند بترتیب مراتب سابقیت و مسبوقیت
مدد مراتب عالم نمود برکت صحبت ایشان بحسب استعداد خود با بعضی از انبیا

علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بکمال رسیدہ حصول معرفت
نمود اما چون حصول معرفت بنا بر مقتبس از نور متبوع خود است بحسب شان
متبوعان خود ہا اہالی ہر امت نصیبی از معرفت پیدا کردند و معرفت اکمل
کہ موقوف بر ظہور جامعیت حضرت سرور کائنات بود صلی اللہ علیہ وسلم
بعد ظہور اظہر حضرت سرور کائنات باین امت بحسب استعداد ہر یک نصیب می شود
و تا قیامت مسدود است کہ ختم کمال معرفت کہ محبوب ازلی است بر ختم این امت
ختم کردہ شد ازینجاست کہ حضرت قرآن ناسخ کتب سابقہ آمدہ و خود محفوظ
از نسخ ماند اللہم یسر لی المعرفۃ بحسب شان نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام دائم
خاتمنا علی الایمان والاسلام یا ایہا الناس صلوا صلوٰۃ کثیرۃ علی نبینا
کما یلیق بجنابہ مکتوب ہفتم در تحقیق بعضی سوال از شیخ سعید ساکن تہارہ ۵
نحمدہ ونصلی علی النبی الکریم حقایق و معارف پناہ فضیلت و کمالات دستگاہ
حضرت شاہ عبد الغنی جیو سلمہ اللہ تعالیٰ ہموارہ بر مسند فقر متمکن بودہ فیض
بخش جہانیان باشند از فقیر محمد سعید بعد سلام سنت الاسلام مشہود ضمیر منیر
آنکہ اوصاف بندگی و کمالات الحقایق و معارف آگاہ از زبانی بعضی عزیزان
استماع یافتہ از موجب اشتیاق ملاقات فایض البرکات از حد افزون است

الله تعالی سببی سازد که حجاب مغایرت و پرده مهاجرت از میان رفع شود و دیدار دید
حضور بر سر و بر سر گردد فاما بعد تجدید تشریف مسعده شنود که جواب چند
سؤال از ضمیر فیض تاثیر حاصل نموده عنایت شود که تسلی خاطر این فقیر گردد اول
همه درویشان عالم ناسوت میگویند فاما حقیقتش از کسی مفصل نشنیده که ابتدایش
چیست و نهایت چه که بر طالب میکشاید دوم کیفیت ذکر روح که فرموده اند ذکر
اللسان لقلقة و ذکر القلب وسوسة و ذکر الروح الخ که معنیش کجاست و چه ذکر
میشود سیوم درویشان میگویند که بمرتبه البیت که نه عاشق ماند نه معشوق آن
کدام مرتبه است و بهر دو چگونه محو شوند چهارم حضرت رسول مقبول صلی الله علیه وسلم
فرموده اند رایت ربی فی لیلة المعراج علی صورة الامرد و دیگر هم فرموده اند رایت
ربی فی لیلة المعراج علی صورة النساء امرد و زن چه معنی دارد ترحم کرده از راه
مهربانی با حضور معانی در جناب قدسی القاب رجوع نموده جواب با صواب عنایت
نمایند والسلام مکتوب هشتم در جواب سید محمد سعید در تحقیق اسوله مذکوره
بسم الله الرحمن الرحیم لله العظمة والکبریاء کلما خطر ببالک فهو الله تعالی وراء ذلک
فاذا علمت هذا فافهم ان کلما یخطر ببالک فهو من عالم الناسوت فاذا حصل لک
الخلوص من هذا وتحقیق لک التخلیص السری وخلو المتخیلة عما سواه فاذا المرتبة

شانہ فظہر من ہذا التحقیق ان من ابتلی فی الناسوت واکان غالبا علیہ
النسیان من حیث انہ النبی العاشق والمعشوق بعد التعلق سقط الوحدۃ نسی
وزعمہ برفع الکثرۃ حتی العلم الذی کان ممیزا بین الامرین فہو محجوب عن حقیقت
المطلوب فوجب لہذا السالک المتوسط النجاۃ والترقی عن ہذا المقام الی اللہ
سبحانہ لیکون مومنا حقیقیا واصلا بالرب الحقیقی تعالی شانہ فلیعلم ان
ہذا المقام الناسوت الذی وقع تحقیق فی المصدر الکلام کل ذلک من کمال
القلب الذی ذکر تحت مقام الروح وکما حصل فی مقام القلب بہذا المعنی وسوسۃ
وخواطر فلا یلیق للسالک ان یستقر فیہ فاذا ترقی من ہذا ووصل بکمال الروح
فلیس لہ منہا الا الرب وہذا مقام الاخر بعد قطع المسافۃ البعیدۃ الذہنیۃ
فلیعلم ان فی مقام الناسوت تکون للسالک المتوسط التجلیات الصوریۃ
بعض الاوقات فی صورت الانسان ذکرا کان او انثی وفی اخری بصورت
الفرس وغیر ذلک من انواع الناسوت والناسوت مشتق من الناس المتنوعۃ
وشرفہ فی ہذہ المرتبۃ الناسوتیۃ واذا کان شان الانبیاء فوق ہذہ
المرتبۃ المتخیلۃ المتصورۃ فکیف یطلق فی شانہم الوصول بجناب ربہم
بلباس ہذہ الصور فوجب علینا ان نبین اسم الرب الذی وقع فی الحد

بالتعلیم الٰی جبرائیل علیہ السلام کما قال تعالیٰ فی الکلام المجید حکایت عن
یوسف علی نبینا وعلیہ السلام ان ربی احسن مثوای وفسرہ بعض المفسرین
بالعزیز وغایۃ التحقیق فی تحقیق ہذا المقام ان یقال ان ہذا الالفاظ من المتشابہات
فنومن بہ ولا نشتغل بتاویلہ فحسبک نصیحتی ہم ازجامع کمالات ظاہری وباطنی
مخفی نماند که ...
قال الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی من بعد از فقیر علیم الرحمٰن مخفی نماند
کہ در بیان اقوال مجتہدین عظام وصوفیہ کرام در حقیقت عالم صورت تعارض
ظاہر مینماید از جہت آنکہ مجتہدان عظام بنا عالم بر عدم میدانند وصوفیہ کرام اثر
نور میدانند وہر یک از ہمہ عزیزان تائید بنص وحدیث می آرند وہر دو عزیزان
معتمدان دین بناء وجود تعارض قبول ہر دو قول محال نزیرد قبول کردن قول
واحد انکار بقول دیگر لا محالہ لازم کہ محققی از جہت تطابق قولین خلقت عالم
از نور خاص صفات سلبی کہ مخلوط بعدم وجود اند دانند معقول از جہت آنکہ
چون ہمہ ممکن عدم ووجود صفات سلبیہ قائم اند تطابق ہر یک از ہر دو قول
بہم رسید ممکن در کمند ثلاثت مکنہ وجود واجب الوجود چنانچہ وجود ذاتی با صفات
حق سبحانہ تعالیٰ وعدم ممتنع الوجود مثل شریک باری تعالیٰ ومیان ہمہ وجود

برزخ از عدم ممکن الوجود و وجود ممکن العدم دانند و خلقت عالم از عدم ممکن الوجود محال میدانند چنانچه از وجود ممکن العدم عدمیت آن محال میدانند و صفات سلبی مثل لیس کمثله شیء ولم یلد ولم یولد الی اخره ولا شریک له وغیر ذالک کذالک و وجود صفات مذکوره که مخلوط بعدم و وجود است غیر لوازم اند چنانچه حضرت جیو قدس سره فرموده رباعی نور است وجود عین نور است وجود ظاهر علی بمقتضیات وجود وجهی مخفی که بود حیث العرفان اظهر شده با ظهور عرفان شهود ایضاً مخفی نماند نزد محققین از ذات و صفات هیچ مدرک نشود چنانچه قول حضرت ابابکر رضی الله تعالی عنه بر این دال که العجز عن درک الادراک ادراک این مرتبه را علم الیقین و علم حضوری میدانند و چون از این مرتبه عروج میکند علم مذکور را علم حق سبحانه تعالی دانسته خود را باین علم حاضر می یابد این مرتبه را عین الیقین و حضور علمی میدانند چون از این مرتبه نیز عروج میفرماید این علم را غیر ذات حق سبحانه تعالی نداند و معنی صفات العد لاغیره و لاعینه در اینجا مکشوف میشود این مرتبه را حق الیقین و حضور در حضور میشمارند و نیز چون نزد بزرگان صفات الله لاعینه و لاغیره متقرر صفات با ذات در مرتبه واحد واجب الوجود غیر نداند

و چون حق سبحانه خود بخود قایم و قیام صفات الهیه بآن ذات دایم قایم
باین وجه عین ذات‌اند و همین نسبت لاعینه ولاغیره میان جمیع صفات
متقرر است پس میان صفات سلبی من لا وجه و متقرر در ثبوتی همین نسبت
دانسته از صفات ثبوتی غریب‌تر آن صفات سلبی من وجه متقرر
میدارند و هر یک صفات ثبوتی و سلبی در مرتبه تنزلی من وجه بغیریت
پیدا و ممکن الوجود که از نور سلبی که مخلوط بعدم و وجود اند بهر دو وجه
بغیریت مخلوق یعنی در مرتبه واجب الوجود در مرتبه قیام که خود بخود
قیام باشد هر یک صفات بخلاف آن سبحانه اگرچه خود بخود قایم نیستند اما در مرتبه
واجب الوجود هر یک عین متحد است که ممکن الوجود بهر وجه غیر ذات و صفات
می باشد و اینها که من کل الوجوه عینیت یا من وجه بعینیت قایل بخطا
صریح منسوب والله اعلم کما هی الامور فی نفسها هو الله الهادی چون
نور صفات سلبی مخلوط بعدم و وجود است پس مجتهدان عظام و صوفیه کرام
خلقت عالم را بهر یک عدم و وجود ضمنا قایل چون ذات واجب با صفات
ثبوتی هر دو ثبوتی اند از نتیجه صفات ثبوتی با ذات اقرب باین سبب
از ذات با هم صفات ثبوتی سبب در مرتبه معقولیه و مخلوقیه ممکنات

فاعل خالق بخلاف صفات سلبی که قرب صفات سلبی باذات ممکن
که هر دو مخلوط بعدم و وجود اند اظهر لهذا ذات ممکن مقبول و مخلوق
خاص نور صفات سلبی ثابت عطیه نور صفات سلبی که مخلوط بعدم
و وجود است هر یک ازان عدم و وجود نسبت لاعینه ولاغیره مقرر
عطیه من کل الوجوه غیریت مرتبه ممکن از مرتبه نور صفات سلبی که ازان نور مخلوق
است مقرر مثل غیریت اصوات کلمات متکلم که انا فانا بعدم و وجود اند
از متکلم و کلام نسبت ان اصوات با جل سببی قدیم عطیه واضح تر انکه چنانچه خالق
قبل تخلیق خلائق و وقت تخلیق و بعدان باقی و من کل الوجوه ان خلائق
بلاعینیت و باغیریت آن خالق انا فانا حادث و هالک و فانی همچنین
متکلم قبل تکلم کلمات و وقت تکلم و بعدان ثابت و من کل الوجوه ان
کلمات بلاعینیت و باغیرت آن متکلم انا فانا حادث و هالک و فانی
نیز کما دل قوله تعالی کل شیء هالک الا وجهه کل من علیها فان از جهت انکه
هالک و فانی که هر دو اسم اند بر استمرار و دوام معنی هلاکت و فنا
بلاتقید زمانه دال مکتوب دهم بمنفی مستندی سید علیم الله که خلیفه حضرت
پیر دستگیر هستند در تحقیق آنکه خلقت عالم از عدم است یا از نور و بیان آنکه

خلقت عالم منسوب بصفات الحمد بعد اولا و آخرا ظاہرا و باطنا کمترین خادمان آستانہ
سیادت پناہ حضرت میر الحجو بعد از تسلیمات خادمانہ بہ نیاز مندانہ
معروض میدارد اگرچہ پیش ازین ہم اشتیاق ملازمت شریفہ بود اما بعد
زیارت اوراقی چند کہ آن حضرت در تحقیق خلقت خلق نوشتہ اند بسیار
از حضرت رب العزت بتوسط کشش الجناب درخواہم کہ بخدمت شریف
مستفید گردم لیکن چون توقف بر وقتست شبہات چند کہ بعد
مطالعہ اوراق شریفہ برین فقیر پیدا شدہ اند بخدمت شریفہ اظہار مینماید
امید کہ تفصیل آن مرقوم فرمایند معلوم شریف است کہ حقایق اشیا نزد
محققین عبارت از متعلقات صفات سبعہ است چنانچہ متعلق علم
معلومات و متعلق قدرت مقدورات و متعلق ارادت مرادات
علی ہذا القیاس ظہور این صفات با متعلقات خود ازلا واقع و وجود
اشیا عبارت از متعلقات صفات فعلیت چنانچہ خالقیت و رازقیت
وغیرہا و ازان معارفی کہ آنحضرت مرقوم فرمودہ اند ظاہر است کہ تخلیق
عالم از صفات سلبی است کہ مخلوط بوجود و عدم اند و نیز مندرج فرمودہ اند
کہ صفات ثبوتی او سبب ذات اند و صفات سلبی قرین ممکنات در ینجا

سوالی چند وارد میشوند اول انکه هرگاه اختیار انحضرت موخلاف
طریقه سنت نباشد پس اختیار این اطلاق که صفات سلبی مخلوط بوجود
و عدم اند از برای چیست و از کجاست و لو فرضاً بطریق رخصت مسلم
داشته شود و نیز عجیب است که چون مقرر است که صفات او سبحانه در مرتبه
وجوب موجود اند و عدم لاشئی محض پس اختلاط عدم بصفات واجبی تعالی
چه صورت بندد چرا که اینهمه از مرتبه امکان و اعتبارات است دوم انکه
چنانچه معیت ذات با صفات متشاویست همچنان معیت صفات با جمیع
ممکنات هیچ یکی را از ینها قریب و اقربیت نسبت بدیگری چه نوع
باید گفت چرا که مطلق اند و نیز لازم می آید که در مخلوقات جز صفات
سلبی صفات ثبوتی موجود نباشد چنانچه سمع و بصر و علم و قدرت
وغیرها و لو فرضاً این هم مسلم داشته شود باید که صفات مخلوق را ام الصفات
صفات سلبی باشند و دیگر همه صفات در تبع ایشان چرا که هرگاه ظهور صفات
سلبی بر ظهور همه صفات مقدم باشد باید که بسبب آن تقدیم بر همه ظهورات
غیر خود متبوعیت داشته باشد حال انکه مقرر علما است که ام الصفات
صفات سبع اند چه در مرتبه وجوب و چه در مرتبه امکان چرا که اطلاق متبوعیت

و تابعیت صفات واجبی بحسب نظر کردن بر تعلقات ایشان است

نه نفس ایشان چراکه همه قابلیات ذات واحد اند و هیچ یکی از حیث

انفس غالب و مغلوب نمیتوان گفت زیراکه این همه موجب ادراک وادراک

ما یان در آن رتبه مرحلی نیست سیوم آنکه صفات سلبی چنانچه لیس کمثله

شیٔ و لم یلد و لم یولد بدانکه رافع نقصان اند از ذات و مانع وجود شریک

و صفات ثبوتی چنانچه علم الغیب والشهادة والخالق والباری

والمصور مقتضای مخلوقیت جلال اگرچه اینها نیز رافع نقصان و مانع

وجود شریک از خصائص با همین اقرب آن مینماید که ثبوت خلقت عالم

از نور صفات ثبوتی گفته شود هم من حیث حقیقت که ازلاً با جمیع وجوه

واعتبارات ثبوت پیش ازآنکه موجود شود معلوم علم و مقدر قدرة و مراد ارادة

اطلاقا بوده است مقتضی موجودیت مشهوده در مرتبه اعتبار اوقات

موقوته ازلی و این توقیت وقت نیز از معلومات و مقدرات است

و کنت کنزاً مخفیاً بحسب اینمرتبه است و هم من حیث صورت که خلقت عالم

با جمیع حیثیات تقیدی چه من حیث مظهریت و چه من حیث مظهریته

و مظهریت نسبت بیکدیگر بحسب مقدور و مراد ازلی باوقات مقرره

بظهور خالقیت کاملہ و مقصوریت شاملہ موجود و متصور شدہ و میشود و خواہد شد الی ابد الآبدین فلقت الخلق الا عرف سخیت این درجات
و نیز مراد آنکہ تعارض از قولین یعنی قول مجتہدین عظام و قول صوفیہ کرام
برخیزد حاصل شود چرا کہ برای موجودیت ظاہر شدن عدم ممکن الوجود
نوری درکار است کہ آن نور ازلی ابدی باشد و آن نور صفات ذاتیت
کہ ازلاً کمالات آن انوار مقتضی موجودیت مشہودہ و مقیدہ اعتبار
بہ عالم ہستند کہ بیرون از مراتب تقیدی حدوثی قدمگاہی ندارد الا
در مرتبہ عدم و تا زمانیکہ آن زمان و اوقات مقررہ ازلی بوجود بیاید
با ہیچ ذرہ از ذرات عالم صفات خالقیت و مصوریت و غیرہا من حیث
ان ظہور تعلق نہ پذیرد و ہیچ شی از عدم بوجود نیاید پس من حیث حیثیت
تقیدی حدوثی موجودیتی صوری عالم کہ بسبب این خصوصیات شامل نام یافتہ
از عدم صرف باشد و محیث معلومیت و مقدوریت و مرادیت ازلیہ مطلقہ
از نور بحسب مرتبہ ہیچ تعارض باقی نماند و آنکہ آنحضرت فرمودہ اند کہ مکتوب
یافتہ معلوم نمیشود کہ کدام نوع از آن تعارض برمیخیزد توقع آنکہ آنحضرت سبحانہ
بر آن ذات شریف تحقیق واضح فرمودہ مفصلاً مرقوم فرمایند کہ موجب سرفرازی بندہ

این مدنامه کان باشد چون التماس فقیر احقر محض امّی است از طرف عبادت
اگر جای خطا واقع شود معذور فرمایند و بنظر تشریف بردعا نمایند بتواجرً
داد وصلی الله تعالی علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه اجمعین مکتوب یازدهم در فضیلت
ملب شیخ علی احمد سهارنپوری در رساله جنید نجفی حقایق

بسم الله نحمده ونصلی علی حبیبه عرضداشت فقیر سراپا تقصیر عبد الصمد
علی احمد آنکه قبله گاها سلامت در این دیار هردوار معبد کفار است بعد
هر سال مردم هنود از اطراف و جوانب جمع می آیند خصوصاً بعد از
دوازده سال اجتماع کثیره مشاهده میشود که ظاهراً عقل تعداد آن نمیتواند
نمود چون درین مقدمه تنک غور نموده شد دیده شد که آن معبد را حقیقتی است
همچو حقیقت کعبه معظمه که مظهر اسم المعبود است و قلوب خلایق را که بجانب
مناسبت ازلی بآن حقیقت مربوط اند بی اختیار بخود منجذب میگرداند
بلکه در حقیقت اهل شهود ظهور آن عبارت از هیئت اجتماعیه است
چنانکه حقیقت سلطنت که عبارت از اجتماع شاه و سپاه است
لهذا هنود با وجود طریق مخوف هزاران هزار مرحله طی نموده افتان و خیزان
می آیند و در ساعت معهوده بر کنار دریای گنگ اشنان مینمایند

بس میان هر دو معبد فرقی که در نفس الامر موجب حقیقت یکی و بطلان دیگری باشد معلوم نیست حافظ شیرازی علیه الرحمه میفرماید فرد در عشق خانقاه و خرابات فرق نیست ؁ هر جا که هست پرتو روی حبیب است ؁ اگر یکی را مظهر اسم الهادی دیگری را مظهر اسم المضل گویند نیز شافی نیست چه هدایت و ضلالت از امور اضافیه اند همچنین جلال و جمال و سعادت و شقاوت نیز ازین قبیل اند مثلا نسبت رهروندهٔ لاهور را و نسبت رهروندهٔ دهلی مضل و بالعکس نیز پس هر دو طالب نسبت برب خود بر شاهراه است گو نسبت برب دیگر گمراه است و متجلی شدن حقیقت کعبه معظمه مقدسه بسیت مشترک فیه یعنی چنانچه این حقیقت بر بعض دون بعض دون بعض متجلی میشود همچنان آن حقیقت نیز بر بعض دون بعض پرتو می اندازد بلکه چند کس فقرا بودند که از شهود وحدت سرشار اند با فقیر نیز صحبت می دارند قبله گاها مسئله عجیب کارو بار است ذات بحت تعالی ازانچه که در حیطهٔ اندیشه است ورا الورا است و اورا با خلق بوجه من الوجوه نسبتی نیست فضلا عن ان یکون الخلق مظهرا لها مصرعه چه نسبت خاک را با عالم پاک سلاولعد ذر القایل بیت کس ندانست که منزلگه

معشوق کجاست اینقدر هست که بانگ جرسی می آید غایة الامر شیونات
اسمار صفات حق تعالی که عبارت از اعتبارات هست در مرات اعدام
پرتو انداخته ظهوری پیدا کرده هست که آن ظهور شیئی بعالم هست و افراد
عالم اگرچه بحیث الحقیقة متحد اند اما من حیث التعین مظهرانا رمتضاده اند
ولا شک ان کل مربوبات بالنسبة الی ربه مهتدی یعمل بمقتضای علمه
و ارادته چنانچه سابق تحریر یافته و نیز هر شیئی بمقتضای حدیث مشهور
مجبول بر فطرت اسلامیه هست و ایضا بموجب حدیث قدسی رحمت را
سبقت هست بر غضب پس هر شیئی را بالذات قرب مع اله حاصل است
و ضلال و غضب که موجب عذاب اند نسبت رب آخر عارض و طاری است
و دیر صحیح هست که ما بالعرض را بر ما بالذات استیلا علی الدوام متصور نیست
پس قول حضرت شیخ اکبر قدس سره که در فصوص الحکم میفرمایند که مآل اهل
شقاوت بعد از مرور دهور و احقاب بسوی سعادت خواهد بود درست است
قبله گاها مسئله سابقا فقیر را در معتقد مه که سراسر مخالف فقرص قطعیه آیات
باکی از توابعان حضرت شیخ مذاکره و مکالمه بسیار واقع شده چنانچه
کمانشاء الله تعالی تحریر آن بخدمت بندگان عالی در وقت حصول ملاقات

سراپا سعادت و آموده خواهد شد و الحال که فیض حق بود در پیمانه کور
زنیشود و ایمعنی بر سیده قابلیت استیلا نموده لهذا روش درویشی موعود نیست بعد مدد
یکیش بخدمت فیض موهبت میرسد امید که توجه باطن بحال این شکسته بالی
نوعی مرعی فرمایند که حل ایمقدمه میسر آید اگر نفس الامر نیست فبها والا
توجه الجناب فیض مآب از لوح سینه محو شود و اللهم ارنا الاشیاء کما هی

مکتوب دوازدهم بتفضیلت مآب علی احمد جیو سهارنپوری صدور یافت

بسم الله الرحمن الرحیم الله ولی الذین امنوا یخرجهم من الظلمات الی النور
والذین کفروا اولیاؤهم الطاغوت یخرجونهم من النور الی الظلمات محب
صادق عطا العلم فرق در میان دو حقیقت ازین سلام خوانده بدقت فهم
ازین آیه کریمه ادراک اسود حاصل نماید والا در تفصیل ان شاء الله تعالی حاصل
خواهد شد رقیمه کریمه رسید بر مضمون مرقومه اطلاع یافت بلکه استفسار نوشته
بود که اجتماع کفره نعوذ الله بر دریای گنگ مشابه میشود که عقل در نهاد
آن عاجز است همچو حقیقت کعبه معظم بس فرق میان هر دو معبد که در نفس الامر
موجب حقیقت یکی و بطلان دیگری باشد معلوم نیست در جواب آن نمونه
نادی مطلق می پردازم و منه استعین باید دانست که الله سبحانه احد

حقیقت و جامع کمالات ذاتیه و صفاتیه است و هیچ کمالی را از ان
کمالات و صفتی از صفات با یکدیگر و با ذات بوجه من الوجوه در ان
تنازع و تخالف نیست اگر نفس صفت جمال است با کمالات خود عین
صفت جلال و کمالات او است و همکذا صفت الجلال و همچنین اقتضای
صفت جمال برای ظهور قابلیات مخفیه خود بوجود مظاهر مخصوصه خویش
محبوب و مقتضای صفت جلال و همچنین بالعکس و منشاء این محبت و محبوبیت
صفات با یکدیگر در نفس و در اقتضاء ظهور خاصه هر یکی محبت و اقتضاء ذات
واحد حقیقی است در موجودیت تفاصیل اسماء است پس چون مقتضای
و محبوب صفت جمال حصول قرب و معیت ذات است بمظاهر مخصوصه خود ان الله
قریب من المحسنین لاجرم عبادتی که مقتضی مراتب قرب و معیت باشند و معبدها
نیز نقد که معمور بنور قرب معبود حقیقی اند نصیب مظاهر جمال گشت و چون مقتضای
صفت جلال بسط ذاتی حلول مظاهر خود در درکات بعد و حرمان است
لاجرم اعمالی [illegible] که مقتضی درکات بعد و ضلال باشند و معبدهائی
ظلمانیه کثیفه که مهجور از مراتب قرب اند بحسب مناسبت مزین در دیده بصر و بصیرت
مظاهر جلال گردیده آیه کریمه ثم رددناه اسفل سافلین الایه مشعر بمعنی است

ثم رددناه [illegible] پس بازش بسوی [illegible] آورد
اسفل سافلین [illegible] کرد ابد
یعنی عالم الطبیعت [illegible] والمدار
[illegible] ظهور والمدار
شعور و شعار [illegible]
[illegible] این است [illegible]
[illegible]
مطلع [illegible] احوال [illegible]
و گفته اند معنی [illegible]
[illegible]
زمین صورتی [illegible]
پس [illegible]
و دران [illegible] هیچ کار
نتوان کرد [illegible]
هیچ [illegible] تعینی
این آیه [illegible] صورت والنفس

بحقیقت عبادت و معبد با مظاهر جمال اقتضای حسب صفت جمال است
اتصال بمراتب قرب بمظاهر خود را بس حقیقت موصل بحق است بر صورت
خود را و حقیقت پرستش وجا پرستش مظاهر جلال اقتضا منوط صفت جلال سبحانه
مهجوری و دوری از مراتب قرب بمظاهر خود را و منشا اقتضای این صفتین
کاملین اقتضای ازلی ذات سبحانه است قرب اعلی را و بعد نهائی زا الایسئل عما
یفعل وهم یسألون فظهر الفرق بین حقیقة معبد الانبیاء صلوات الله علیهم وتوابعهم
رحمهم الله تعالی وبین مرجع الشیاطین واتباعهم لعنهم الله سبحانه وثبت ان مقتضی حقیقت
معبد المومنین القرب والوصول بالذات الکامل ابد اللمومنین العابدین فیه وان
مقتضی حقیقة معبد الشیاطین الحلول فی درکات البعد والهجران قایمین علیه ابدا
لایزال ولن تجد لسنة الله تحویلا و چگونه تبدیل یابد که ظهور صفتین کاملین المذکورین
تبین بکما هی خصوصیات ها فی مظهر مخصوص لکل واحد مقتضای ذات او سبحانه
است سبحان الله سبقت رحمتی علی غضبی چنانچه در حدیث قدسی وارد شده
بحسب اقتضا یکی قرب معبود بمظهر و دیگری حلول ان در درکات بعد چه طور
با حسن بلا شبه بوضوع پیوست علم الانسان ما لم یعلم ولا تلبسوا الحق بالباطل
وتکتموا الحق وانتم تعلمون وانچه مرقوم بود که هر شی را با الذات قرب مع الله

حاصلست تحقیق تفصیل اینچنین است که الله سبحانه را بالذات و الصفات
قرب و معیت با هر ذره از مخلوقات به بیکیفی محض بلا اتصال و انفصال و ورای
جهات سته بآیات ناطقه متحقق و ثابت است اما این قرب و معیت
او تعالی با اشیاء عالم است و خاص نیز قرب عام حفظ موجودیت ایشان از عود
در مرتبه عدم است و الله محیط بالکافرین پس درین قرب عام مومن و کافر برابر است
و ثمره قرب خاص او لا توفیق یافتن عبد است برای حصول موافقت و متابعت
انبیاء علیهم الصلوة و ثانیا بواسطه متابعت از حقیقت علم لدنی بهره ور ساختن
است و این قرب که ما در بحث اینیم نصیب معتقدان انبیاء علیهم الصلوة است
ان الله مع المتقین و محرومان از نور متابعت و اعتقاد ازین قرب بی نصیب
ازلی اند ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن الله لیغفر لهم
ولا لیهدیهم سبیلا عزیز من هرگاه از لا مقتضای ذات مع الصفات بعد
و مهجوری مظاهر قهریه باشد پس کیست که مظاهر مخصوصه قهریه را از کشیده
برحمت سپارد و در قبول رحمت مظهر که مخصوص بمظهریه قهریه است خلاف
اقتضاء ذات حقیقی چگونه موافقت در صفتین کاملتین متحقق شود ان بطش
ربک لشدید من کان عدوا لله و ملائکته و رسله و جبریل و میکال

فان الله عدو للكافرين پس که پیدا شود که این عدو غالب را بلی انتقار
وجود شرط بر صلح آرد و لا تبدیل بکلمات الله آری مظاهر است که رحمت و غضب
که عصاة مومنین اند بعد مرور دهور آثار غضب بقضیه رحمت خواهد رسید و چون
عصاة بکفر طریقت موصوف اند و کافر طریقت بالذات قرب
مع الله از جهة ایمان دارد بسبب عارض که عصیان است اگر عذاب بر وی طاری
شود در اینجا بالعرض را نه بالذات استیلا علی الدوام متصور نیست چنانچه
مذهب اهل سنت و جماعت مقرر است و چون حضرت شیخ اکبر قدس سره
بر اوج طریقت نشسته و کافر شریعت از مرتبه او تحت افتاده و منظور نظر او کافر
از مرتبه است اگر دفع خدشه مخالفین نماید و برای رعایت قول اهل حق
بفرماید که مآل اهل شقاوت یعنی شقاوت نسبی که کفر طریقت است بعد مرور
دهور و احقاب بسوی سعادت خواهد بود لیس زیبا است و بر جا است و هیچ
تخالف با مقررات دین ندارد و عجب عاقل است که قول حضرت شیخ اکبر را بمعنی
می برد که دورتر از مقام اوست و با هزاران انبیا و کتب سماوی مخالفت دارد
و معنی که مناسب مقام حضرت شیخ اکبر است و عین موافقت با آیات و احادیث
دارد از آن غافل است و مع ذلک خود را تابع حضرت شیخ میگوید و کلام او را وجهه

هو بو لیعا حرف درویشان بنود برد دوبلن تا بخواند بر سلیمی آن فسون محبت
حافظ شیراز علیه الرحمة ـ در عشق خانقاه خرابات فرق نیست هر جا که هست
بر تو روی حبیب است چون شیخ معنی یاد از دینی هر کاه خانقاه وخرابات مظهر
مقتضیات ذلت موصوف بصفت جمال وجلال باقتضای ازلی بحکمت
بالغه هستند پس عاشق را در عشق خانقاه وخرابات چگونه فرق باشد تا انکار
یکی وقبول دیگری نماید زیرا که هر دو مظهر حسن کمالات جمالیه وجلالیه ذات محبوب
اند اما صاحب خرابات و بانی آن مقامات که برخلاف متابعت انبیا علیهم
الصلوة متوجه است از عشق دور و دور است در استعداد ذاتی او بظلمت کفر
وبعد مستور سبحان الله هر کاه محبت حقیقیه بکلام تحقیق خود قل ان کنتم تحبون الله
فاتبعونی یحببکم الله در باید پس محرومان از متابعت را چگونه منسوب به حب
وعشق محمود نموده آید زیرا که رد مهوا دارند پس العبد عبد هو الیه هر کاه نام
او در ازل بمقتضای حکمت بالغه عینی حقیقی ضال باشد او را عاشق خوانند
مخالفت با مولی کردن است و قبعه دیگر باید فهمید که عدم فرق در عشق خانقاه
وخرابات من حیث نظر بان حقیقه در مرتبه فناست اما من حیث التفصیل
در مرتبه بقا فرق نیست واضح و چون فرق نباشد که هر کاه الله سبحانه مظاهر جمالت را

بمحبوبیت یاد فرموده و مظاهر جلال را مبغوض نام کرده که ام محب آگاه
و صاحب مرتبه بقا و اشباه که مخالفت با باقی حقیقی نماید و مبغوض او را محبوبیت
ستاید مگر که او از دایره محبت دور افتد و در مغضوبان داخل شود نعوذ بالله
من شرور انفسنا من سیات اعمالنا الغرض مقرر شنیدیم است که چون
متوسطان بوصل متلبس ملبوس اند و در مراتب مظاهر منظر را کم ساخته
بجز منظر نه بینند لاچار این دید ایشان از نارسیدگی به حقیقت تفصیل
در هر دو مظهر فرق نمی یابند اما چون مرتبه بقا یافت و بدید حقیقی دیده
درست شد محبوب محبوب محبوب و مبغوض بنظر خواهد در آمد ذلک فضل الله
یوتیه من الیشا را انچه مرقوم بود که ذات بحت را بوجه من الوجوه با خلق
نسبتی نیست غایة الامر شیونات اسماء صفات حق تعالی که عبارت
از اعتبارات است در مرات اعدام پرتو انداخته ظهوری پیدا کرده الی اخر العبارت
مشفقا صفات و شیونات او تعالی نیز در رنگ ذات منزه و وار از الوراء استند
عدم مناسبت ذات با عالم باین معنی است که در قید احاطه ادراک ما در نیاید
صفات و شیونات او نیز چون از قید احاطه ما منزه اند در عدم مناسبت
شرکت دارند اما چون قرب و معیت او تعالی با کمال استغنا و بیکیفی

حقیقی و منزه باہر زمانه از ذرات در نفس الامر متحقق است و فیض بخش و فیض

مییابی ہویدا نور مناسبت بعید است نور این مناسبت با نیشان بمرتبه

اعلی رسانده و مطلع اسرار گردانیده بر حقیقت بیکیفی آگاه ساخته

اگر نور مناسبت نمی بود بوی از حقیقت مطلوب که می یافت الله سبحانه را

نظر بر عدم مناسبت نموده دور تر نماید اند جنت هر که دور اند از تر

او دور تر اند قریب عجیب انچه مرقوم بود که چند کس از شهود از شهود وحدت

تر شاد اند عزیز من شهود وحدت بر سه مرتبه است اول شهود وحدت

ذات الله سبحانه این را با متابعت حضرات انبیا علیهم السلام میسر نیست

چنانچه قل ان کنتم تحبون الله الی آخر الله خبر رسیده هر گاه و اسطه وجود هر ذره

وجود شریف آن اکابران باشد پس وجود شهود مذکور از جواد حقیقی

بی واسطه وجود آن کرام محال و متعذر است و لن تجد لسنت الله تبدیلا

دوم شهود وحدت روح جامع در مراتب مفصله ارواح که تعلق با اجسام

دارند این شهود تنزیهیه مومنین که متوسطان طریقت اند مقرر شده

و از ینجا تفصل کند سبحانه بو اسطه نور ایمان بر آمده ترقی بسوی اصل مینماید

و باد دیرا از اصل هوا نیز از ظاهر این شهود رو مینماید و در خود بند میکند

بی ایمان نظر بباطن شدن نمیدهد سیوم شهود وحدت عنصر مجمل که تحت
عرش است در مراتب مفصله عناصر که تحت آسمان دنیا است اکثر
غیر تابعان انبیا را ابتلا درین شهود است و بغلبه هوا این مرتبه در دیده ایشان
کج بین بتحقیق مینماید و از تیره ظلمت عنصری دید بالا نمیرود اگر بریاضات
و مجاهدات تزکیه نفس هم مینمایند درین شهود مینماید از تصفیه قلبی اهل هوا
محروم است اما این هر دو شهود اگر مشاهده اهل هوا اند بروه اعتقاد
حضرات انبیا بطور صفت جمال بسبب مظهریت مشترک بهره
کنند از هوا او رد بسبب ترقی درجات است والا بدرکات ظلمت خواهند خسف
و حجب عذاب ابدی خواهد گشت و این مشاهد محروم از متابعت انبیا شد
در عذاب از غیر مشاهد خواهد بود باین تحقیق واضح شد که هر ناظر شهود وحدت را
واصل ذات واحد حقیقی شاهد فهمید تا زمانیکه برهان متابعت حضرات
انبیا علیهم السلام در دید انشود و لا تتبع الهوا فیضلک عن سبیل الله
بلکه قلیل الاستقامت را از مومنین از زدحین مشاهد اهل هوا دور
باید بود تا ظلمت ادراک در او سرایت ننماید زیرا که در مذمت اینها ضلوا فاضلوا
واقع شده مصرعه بس کنم خود زیرکان را این بس است والسلام علیک و علی

من لدنه مکتوب سیزدهم در تحقیق حقیقی نسبت صفات بذات جل شأنه

بسم الله الرحمن الرحیم از متقدمین شکر الله تعالی سعیهم در نسبت صفات
باذات او تعالی کلمه اجمالیه لا هو ولا غیره واقع است ظاهرا در حق سایل
که از عینیت و غیریت می پرسید زیرا که اطلاق عینیت و غیریت در نسبت
متعالیه مذکوره از شارع واقع نشده و این هر دو کلمه از مراتب مفهومه
ورای که محدثه است ذات و صفات او بکمال تقدیس و بیکیفی موجود پس وصف او
بعلم حادث ما بی تعلیم او و بعلم قدیم از کمال بی ادبی باشد سبحان ربک
رب العزت عما یصفون و به نفی عینیت و غیریت نه بیکیفی محض ایمان
بر همه را لازم دایمی بود حتی که نفس مفهوم بیکیفی نیز معدوم باشد و بجای
توجه مفهوم بیکیفی بعلم با الله حاضر باشد ملک بوجهی که چون در موقف
خود غور رسی نماید از حصول خفی ملک اخفی مراتب نفس را متصاعد
اگرچه باقی این صفا موقوف است بر کمال خلو مخیله که بی وصول بکمالات
ولایت خاص الخاص متصور نیست حضرات مجتهدین از جهات تعبیرات
اجتهادیه سوای ایمان به بیکیفی محض دیگر نیارزند و حضرات انبیا علیهم الصلوة
والتسلیمات لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک گویان

زیرا که هرگاه نفس قیاس احتمال خطا و صواب داشته باشد و غرض ما
تجرد ایمان به یکیتی تعلیم او تعالی حاصل آید و متابعت آیه کریمه
و یحذرکم الله نفسه بر کمال میسر گردد و تحقیق نفس الامری جلوه نماید پس
با چنین امر محتمل خطا و صواب در ثنا و مدح جناب قدس ورا الورا از ظهور ما
متجهد خطا و صواب کوشیدن و جرات نمودن از شان مجتهد عالیشان
بعید بلکه بعید باشد زیرا که در مرتبه که تعیین امر و بطن و گمان نباید بر ...
کرا انجه از ظن و قیاس پیدا و متصور شود از قبیل مخلوقات است سوای آن مسایل
معاملات که غرض ما در مسایل معاملات تجرد اجمال بی تفصیل حاصل نمیشود
و معامله در شرع در اکثر محل معطل مینماید حال آنکه معامله معاملات در مرتبه
تعیین و تغیر است و با جتهاد مناسب الغرض چون این کلمه اجمالیه سلف
بمتاخرین قدس الله تعالی اسرارهم رسید با وجود کمال علم بر تحقیق مذکور معذور
و تقدیس او تعالی در دروازه تفصیل را واکشودند من وجه لا هو و من وجه
لا غیره بیان فرمودند و مراد از ان هر دو وجه این مقرر نمودند که صفات
او تعالی زاید بر ذات آمد فی انفکاک و شاید اختیار ایشان این امر
ظنی را با وجود علم بر تحقیق مذکور سلف رحمهم الله تعالی سببهم و حصول

استفسار کمال ایمان بیکیفی بران مراتب قدس الله تعالی برای تفریغ
باطنی کسانی از هست که در زعم ایشان از کمال اجمالی از مقام تفصیلیه
میشده باشد که بسبب این تفصیل تشفی باطن ایشان کرده اند ما نزدیک
دانش کامل متعذر است که هرچند شفقتا هم بر سر این تحقیق قیاسی را
بجانب معتقدین ایشان را اولی از قیاسات اختیار کرده باشند اما این تحقیق
ایشان درین هم تمیقیاس بوجوه معتبره نباشد زیرا که ازیشان
مجتهد بعید است بلکه بعض از علماء دین متین که دانان مجتهدین عظام اند از آن
وجوه استفسار مینماید که اختیار ایشان متابعت این امر قیاسی آن
اعزه مجتهدین بی تحقیق مذکور محض تقلید نخواهد بود زیرا که در نظر کامل بینایان
تقلید اولی بمتابعت کلمه جامع سلف است که خطا را در انجا گنجایش نیست
نپوشیده نماند که اسول قوی بر اطلاق لفظ زاید در نسبت صفات بذات
بموجب تحقیق حضرات متاخرین شکر الله تعالی سعیهم وارد میشوند اول آنکه
در اطلاق لفظ زاید غیریت خفی مستور است بعد اختیار غیریت اگرچه
خفی باشد مخالفت باکلمه جامع سلف است شکر الله تعالی سعیهم مینماید دوم
آنکه لفظ بی انفکاک واقع شده و زاید و مزید علیه دو شی از هم

انفکاک میان دو شیء با یکدیگر دلالت بر اتحاد یا انفصال بین ایشان می‌کند
تعالی الله عن ذلک سیوم آنکه زاید باشد که وجود در خارج قابل انفکاک باشد
عامه حکما و جمهور بحسب فهم ذهن که تحقیق علوم ناشده و بی‌تربیت است قابل انفکاک
است لیکن مثلا صفت وجود و حیات و علم و قدرت از قابلیات ذاتیه
او هستند اگر زاید بر ذات گوییم از روی نظر ذهنی بنگر که ذات من‌حیث هو
همه شان باشد یعنی ملحوظ نشود مگر بعد صفاتش چه گوید سبحان ربک
رب العزة عما یصفون چهارم آنکه زاید و در مرتبه علیه بود و در وجود برابر اند
یا یکی از دیگری فایق و غالب اگر برابر اند شرکت لازم و تبعیت یکی مر دیگری تحقق
و انفکاک یکی از دیگری موجب نقصان دیگری خالی از آنکه تبعیت صفات ذات
مقرر است نسبت صفت دیده انفکاک ذات از صفات نقصان اول و عدم صفت
مقصود اگر یکی از دیگری غالب مستغنی غالب از مغلوب است استکمال مغلوب
از غالب متحقق با وجود آنکه مقرر است که استغنا صفات از ذات
و استکمال ذات از صفات غیر معقول و اگر برعکس گوییم نیز مقرر است
است که ذات او تعالی موجود بصفت وجود و حی بصفت حیات و علیم
بصفت علم است که زاید اند زاید بر ذات نه بر ذات لیکن گاه ذات

موجود و حی و علیم چون وجود و حیات و علم نباشد استغنا ذات بچه معنی
و استکمال صفات از ذات بچه وجه متصور گردد پنجم آنکه معتزلان است
که ذات بخود قایم و صفات بوی قایم و موجود زیرا که اگر ذات بصفت قایم
باشد قیام متبوع بتابع لازم آید و این از دو نوع خالی نیست ذات
بخود قایم را صفت نحو کامل ازلی دانیم یا نه اگر دانیم پس چنانکه او را قایم بخود
دانیم چنانکه معتزلان است نه بصفت زاید که قیام است همچنین موجود بذات دانیم
نه بصفت زاید که وجود است و حی بذات خوانیم نه بصفت زاید که حیات است الی غیر ذلک
و این نیز خلاف ما تقرر ان است زیرا که ذات را قایم بذاته میخوانند نه بصفت بخلاف
موجود و حی و علیم و غیر ذلک و اگر این خلاف ما تقرر مسلم داریم یعنی ذات را بذاته موجود و حی و علیم
دانیم نه بوجود و حیات و علم چنانکه بخود قایم دانیم نه بصفت نیز تحقیق و ثبوت صفات
زاید بتحصیل حاصل میشود سبحانه و تعالی عما یصفون و اگر ما تقرر ایشان را مسلم داریم یعنی
ذات را قایم بخود دانیم و موجود و حی بوجود و حیات مثلا نیز اشکالی میشود اول آنکه
آنکه قایم بذات دانیم و موجود و حی بوجود و حیات چه توفیق حیث دوم آنکه اطلاق
قایم اگرچه بذاته گویند بی صفت قیام نزد ما تحقق نشود و اگرچه استلزام نباشد
زیرا که اسم صفاتی است و ثبوت اسم صفاتی بی صفتی که مصدر است نباشد

ومعامله برعکس گردد چه لازم آید که ذات قایم باشد بصفت قیام که زاید است
بر ذات و نفوس جمیع صفات بصفت قیام و نفس صفت قیام در قیام
خود تابع بدیگری نباشد الا بخود قایم بود حال آنکه این نیز خلاف ضابطه انسان
است فافهم یا اهل الفهم اگر ذات بخود قایم را من حیث هو کامل ازلی
بدانیم در جمیع ملل غیر محمود و غیر مقبول است و قیام بخود متحقق شدنی نی
اگر گویند اطلاق زاید من حیث تفهیم است که در مرتبه تفهیم مفهوم ذات
دیگر است و مفهوم صفات دیگر پس من حیث تحقیق نفس الامری هیچ نگفتند
حال آنکه بحث ما در مرتبه وجوب است که قدیم و ازلی و مقدم است بر مفهوم
و تفهیم و ایمان را سزاوار است و این هر دو مرتبه مخلوقه او سبحانه تعالی والله خلقکم
وما تعملون و لایق نفی و تغیر پذیر مطلق کل من علیها فان و یبقی وجه
ربک ذو الجلال والاکرام و چیزی که لایق نفی و تغیر پذیر مطلق باشد مراتب
وجوبی را با آن جستن از انصاف دور باشد و جز تصورات ذهنی چیزی
نیفزاید پس تحقیق مجتهدین سلف عظام را که قولی جامع سلف را
بلفظ زاید تفصیل میکنند در همین یک مرتبه حصر کردن بحسب معنی مذکور غلطی
کمال نباشد زیرا که قصد مجتهدین سلف اظهار تحقیق حقیقی مرتبه وجوب

بلکه جامعه مشعر بکمال بیکیفی جناب او تعالی از جهت مراتب متعلق نباشد
تا از حقیقت ایمان بهره مقلد و محقق تقلیداً و تحقیقاً بهره ور باشند
و ازین تحقیق خیالی و تفهیمی یا سیر ترقی دست نمی دهد و ازین عبارت معنی
مطلق فهم فهم نمی کنی زیرا که تا فهم نکنم تنزیه و عبادت که از اثم ملک نفی فهم محتمل
ادراک مطلوب نیست چرا که تا از نا بی کورانه یقین را نقوش اکوان
پاک نمی شود معلوم معلوم بلا کیف یا مجهول الکیف در خانهٔ یقین مستقر و متحقق
نمی باشد اگر چه معلوم فهم نفس معلوم غیر معلوم است بلکه آن معلوم
و اختیار یافتن برین نقصان بعد وصول به غیب الغیب نیست چون از مرتبه
تفهیم و مفهوم او تعالی و آثار انوار او باشد و تحقیق این قول مفصل از تحقیق
حقیقی ظاهر نشود آن بهتر که با ایمان بیکیفی محض در نسبت صفات با ذات
او تعالی بستا نبود کلمه جامعه شکر الله تعالی سعیهم مومن باشیم و اطلاق ذاتیه را
بحسب مراد آن عزیزان همچو مسائل مختلفه اسلامیه قول مجتهدین دانیم
و تحقیق او با او بسپاریم و کلمه جامعه را معمول خود سازیم که هیچ محل شبهه و ابهام
نیست زیرا که کمال تقدیس و عظمت او تعالی است که با وجود قابلیات
لا اعتباریه ذاتیه که مسمی بصفات اند نسبت او بصفات بیکیفی محض باشد

کہ نسبت بیکیف بہ بی کیف و بی کیفی است نسبت عینیت و غیریت
بلکہ مفہوم عینیت و غیریت از مخلوقات او است نہ از صفات عظمی
سبحان ربک رب العزت عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ
رب العلمین مکتوب چہاردہم در تحقیق قابلیات صفات با صفات
بعد سلام اگر چون در نسبت ذات با صفات تحقیق نمودیم کہ لا ہو ولا غیرہ است
یعنی نسبت بیکیف کہ ذات است بہ بیکیف کہ صفات اند بیکیفی است عینیت و
و غیریت از قبیل کیفیات است پس وجود ذات و صفات با یکدیگر اطلاق غیریت
و عینیت منع است ہم چنین وجود قابلیات صفات با صفات نسبت بیکیفی
است چرا کہ قابلیات صفات نیز بیکیف اند و آنچہ ظاہر شدہ مرتبہ است
ظہور کمالات بی قابلیات صفات است نہ نفس کمالات کہ کمالات
صفات نفس غیب الغیب متحقق اند قبل از مرتبہ ظہور در خارج و بعد از
ظہور و این گفتن کہ صفات بلباس کمالات ظہور پذیرفتہ این خلاف
حضرت جو ہست مکتوب پانزدہم در بیان صفات سلبیہ الحمد للہ اولاً و آخراً
و بعد ورود رقیمہ سعادت لبریز شعار نشان حافظ کمل وفقہ اللہ فرحت افزود در مطالعہ
آن حقیقت بوضوح انجامید آنچہ در تحقیق صفات سلبیہ جناب جل شانہ

مرقوم فرموده بودید که بعضی از صفات سلبیه سلب صفت است
نه ثبوت صفت مثلاً در لم یلد نفی صفت تولد است نه ثبوت آن همچنین
در لیس کمثله نفی مثل است نه ثبوت آن پس معلوم شد که در صفت سلبی
سلب صفت ناقصه از آن جناب است نه ثبوت آن مگر آنکه بگویم که در
ذات منزه از نقصان شأن وصفت ذاتی است که صفات ناقصه را وصف
گنجایش در ذات پاکش نیست پس آن شأن وصفت صفت ثبوتیه است
نه صفت سلبیه پس در قولین تطبیق باید داد باین طریق که قایل بر صفت
سلبیه ثبوت را باعتبار آن شأن وصفت است که مانع نقصان است
و قایل بر صفت سلبیه سلب را باعتبار آن صفت ناقصه که سلب آن از حضرت ذات است
اگر اتفاق ملاقات افتاد بالمشافه توضیح اوضح خواهد شد مکتوب شانزدهم

* در تحقیق اطلاق اسم غیب الغیب بر مرتبهٔ صفات کمالات صفات

الحمد لله علی ما انعم حمداً کثیراً اخوی باشرف الاخوان و برخوردار اکمل خوردان
بعد سلام مطالعه نمایند بورود رقیمهٔ مشفقانه فرحت افزود دارد وردی مدت است
بود که عزیزی سوال معانی غامضه نمود از مطالعهٔ آن ارادهٔ حاصل شده بود
شعار افقر این هر دو اختلاف درین تحقیق بخدمت حاجی صاحب سلطانپوری
قدس سره ظاهر کرده بود از عبارات لطائف ستهٔ تعجب نموده فرمودند که انجم

مشکلات است همین است و این را باید دید بار هیچ نمودند تا اکنون از عزیزان
دیگر هم تا حال هیچ تدقیق و تحقیق ظاهر نشد درینولا بخاطر عاجز ریختند که هم
خفی نیست نشد که مرتبه ذات و صفات و ملزومات را دو شان اند شان
اول کنت کنزا مخفیا بحسب این شان ظاهر که مرتبه ذات و صفات ظاهرا
بظاهریت خود بغیب مسمی و مرتبه ملزومات درین شان در مرتبه خفا و اندراج
محض و خفا است انها مقتضی تسمیت انها بغیب الغیب و شان دوم فاحببت ان
اعرف فخلقت الخلق لاعرف بحسب این شان دوم ظاهر که مراتب ملزومات
بلباس ظهورات خود درین شان ظاهر و بظاهریت خود مناسب باسم
غیب و مرتبه ذات و صفات با اطلاق محض درین مرتبه بوساطت ملزومات
هویدا است بایمعنی ذات و صفات درین شان تنسب که بغیب الغیب مسمی باشد
چون ازین تحقیق دو شان ظاهر شد که قولین شریفین را جهتین اند یعنی حضرت
پیر دستگیر کلان قدس الله سره بموجب شان اول اطلاق غیب بر ذات و صفات
و اطلاق غیب الغیب بر ملزومات فرموده اند و حضرت محمد شریف جیو قدس سره
چون تابع اند و متبوع ایشان حضرت قدس سره تعاودت اطلاق غیب و غیب
الغیب بر ذات و صفات و ملزومات بحسب مرتبه شان ثانی که مرتبه ظهور است بیان نمودند

لاجار تحقیق شان ثانی که تابع است مر شان اول را بنظر مراتب ظهور مجموعیت
خاص هر مرتبه بیان فرمودند و اطلاق غیب بملزومات بنا بر اطلاق غیب الغیب بر نفس ذات و صفات
است نسبت بنشئه دیگر انکه چون سر ذات انسانی مظهر سر ذات واحد حقیقی است
لاجار سر و غیبت سر انسانی بر جمیع لطایف از جهت مظهریت خود که متبوع جمیع مراتب
صفات و ملزومات است متحقق فرمودند انچه فرمودند که اما غیب مظهر علم حضوری و غیب الغیب
مظهر حضور علم و نفس حقیقت سر ذات ربانی با وجود آن همه در مرتبه صرف بحت حضور
وجود است یا بمعنی که چون تحقیق ایشان بحیثیت عروج از طرف ثانی است لاجار جهت
عروج از مرتبه حصول که نفس ظهور است از مرتبه ملزومات که بغیب درین شان مسمی است
شروع شود درین شان و چون عروج از مرتبه علم حصول حاصل شد علم حضوری که
وصول ملزومات را که باطن ظهورات است متحقق و چون ازین مرتبه ترقی واقع شد و وصول
صفات میسر شد حضور علم ظهور فرمود لیکن این حضور علم مرتبه صفات که غیب الغیب
درین شان از جهت اصطلاح ایشان متحقق و چون بفضل او تعالی از مرتبه عروج شد
و وصول ذات جامع الکمالات بفضل او تعالی میسر گشت حضور حضوری علم حضور و حضور
علم نصیب این عارف گردید فافهم این آن مظهریت است که مذکور شد لا بل چون وصول مرتبه
غیب و غیب الغیب تا ظهور خواهد فرمود اصل را نتیجه خواهد بخشید سبحان الله از عبارت
علم ضرور لاجار علم حضوری در مرتبه غیب و حضور علم در مرتبه غیب الغیب

[illegible] علم حصولی [illegible] در علم حضوری

متصل بلطایف است وصریح ظاهر است که بیان ایشان از تنزل انسانی است در تنز
ان تجلی داخل است در مرتبه ظهور ثانی و ظهور ثانی تابع شان ثانی است لهذا مذمومات را
بغیب وصفات را بغیب الغیب مسمی نمودن مناسب تر معلوم کنم خود در کار از این رساله
اگر اتفاق صحبت می افتد انچه زیاده مانده مبالشافه گفته خواهد شد ان شاء الله تعالی
بدعا یاد دارند و از یاد حق غافل نباشند مکتوب شانزدهم در تحقیق احاطه ذاتیه

الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق
اعوذ بالله من الشیطان الرجیم الا انه بکل شیء محیط آیه کریمه است حضرات علماء ظواهر
شکر الله تعالی سعیهم احاطه او تعالی را باحاطه علمی ازین آیه تعبیر و تاویل می کنند و آیه ان الله
قد احاط بکل شیء علما را مفسر این آیه کریمه مرقومة الصدر می فهمند و حضرات صوفیه
رحمهم الله سبحانه از آیه اول احاطه ذاتی بیان میکنند و از آیه ثانی احاطه علمی
میفهمند و چون نظر ذهنی کرده میشود قول باحاطه علمی درست بی شبهه مینماید
و قول باحاطه ذاتی موهم جسمیت و ظرفیت میگردد لیکن تحقیق این بیان فرمایند
تا حقیقت قولین بر منصه تفصیل جلوه گر گردد جواب عزیز من این عاجز راچه یارا
که در تفصیل اقوال اکابر دین زبان کشاید اما چون سایل را از جواب چاره
نیست بحکم و اما السائل فلا تنهر موافق فهم ضعیف خود لیکن انچه از نور آفتاب

علم حضرات صوفیه اقتباس نموده منزه میدارد و در فهم حضرات بعضی علماء
انچه فهمیده و گفته با مردم را به عقیدت که از آن نمی کنیم اما چون با سائلی [illegible] وسط
قرب یکدیگر بی تکلفی است که از جانب حضرات صوفیه بحث بیان واقع گردد
شود در دست است بلکه از نتیجه چیزی گفته میشود اما اول انچه نقصان در سؤال
سائل است بیان نمایم بعده تحقیق عقیده یعنی هرگاه سائل حق سبحانه و تعالی را
از جسم و جوهر پاک و منزه میفهمند و تعلیم با احاطه ذاتی که از منزه بودن است از جانب
قدس سبحانه میفهمند از غیر آن پس توهم جسمیت در [illegible] از کجا پیدا شد آری اگر مردم
و گفت قولی نفی جسم میکنند اما بوقت امتحان باطن ایشان موت معتقد
مجسمه یافته میشود تعالی عن ذلک آری مجسمه را منزه داراست که نفی احاطه ذاتی
در جنب فهمیده لاجرم رجوع با احاطه علمی نمایند زیرا که در ثبوت احاطه ذاتی نزد
فهمیده ایشان ظرفیت ذات و مظروفیت اشیا به ثبوت می بوند چرا که
از احاطه جسم الی این حیثیت متصور نیست و چون اهل سنت و جماعت نفی
جسم و عرض بل جمیع حیثیات تعدی حدوثی از جنابات او تعالی میکنند
ولی بعد اتراد اول معانی پیدا از کلام او تعالی فهمند چگونه توهم جسمیت و ظرفیت
و مظروفیت که خاصه جسمانیت است در [illegible] پیدا میشود چون [illegible] [illegible] ذات

سبحانه را الطف و متبوع و صفت را الطیف و تابع اعتقاد دارد پس
چنانچه به قایل بودن باحاطهٔ نسبی الطف و متبوع که ذات است توهم جسمیت
و ظرفیت و مظروفیت پیدا میشود همچنین توهم در مرتبه لطیف و تابع که صفات است
به قایل بودن باحاطه باید که غالب تر پیدا شود پس سبب این توهم احاطه
ذاتی و وجود احاطه صفاتی بهر امر موقوف باید داشت و حال آنکه چنین نیست بلکه
نفی اول و ثبوت ثانی می نمایند و این ترجیح بلا مرجح است و نیز چون می
فهمند که ذات الله تعالی قایم بذاته است و صفات تمام بذات قایم
و قیام صفات بذات مجرد از احاطه دانسته اند صفات را لیکن چرا
نظر بعقیده خود نمی کنند که موجب این عقیده احاطه صفات باشیا مجرد
از احاطه ذات است باشیا زیرا که محاط محاط محیط او ست البته و نیز
چون می فهمند که بوجهی من الوجوه صفات از ذات منفک نیستند پس تعلق
صفات را باشیای گفتن و نفی تعلق ذات از آن کردن مجرد عقیده انفکاک
صفات است از ذات و نیز چون می فهمند که صفات زایدند بر ذات نه
عین ذات پس چنانچه علم ذاتی را زاید فهمیده قایل باحاطه او شده
چه جنس آنکه قایل احاطه ذاتی را نمی شوند زیرا که چنانچه علم صفتی از صفات

ذات است احاطه نیز صفتی از صفات او سبحانه الله هرگاه سائلی از دقائق علمی
در وجود سؤال آن چیز باشد از جناب احاطه او تعالی که در ادراکش ذهنی است
چه دریابد الغرض عبارت را مختصر کنیم و گوئیم که احاطه بر دو قسم است صوری یا
معنی حقیقی احاطه صوری خاصه و لائق مر اجسام مخلوقات است از ادنی
تا اعلی و در این احاطه ظرفیت و مظروفیت جلی و یا خفی متحقق اگر چه
بعضی بنا بر مجهول باشد و احاطه معنوی احاطه صفات حقیقی است
مر اشیا را به صفات ذاتی و چه فعلی که جمیع مراتب ممکنات را از ازل
تا ابد بتصرفات تعالی خود با تعلق کمال دارند چنانچه صفت قدرت که بتصرفات
معانی قدیره با جمیع اشیا تعلق بر کمال دارد کذلک صفة العلم والارادت
وغیر ذلک من الصفات و احاطه حقیقی خاصه ذات پاک او تعالی است
و احاطه حقیقی این است که هر مراتب وجوب از صفات و کمالات و هر مراتب
امکان از جوهر و جسم و عرض از ظاهر و باطن قلیل و کثیر قیام و وجود
از ذات سبحانه دارند و غیر ذات او تعالی با این حقیقت حقیقی استیعاب
همه یکی متحقق نه الحمد لله علی ذلک که بفضل خویش از حقیقت حقیقی
احاطه مطلع گشت و از این تحقیق توهمات جسمیت و ظرفیت فرو گذاشت

وآنچه می بایست بر صحیح اعتقاد جلوه گر شده باید فهمید که توقف علمای ظواهر
شکر الله تعالی سعیهم در احاطهٔ ذاتی مشعر از نفی احاطهٔ مفهومه صوریه
عوام است مخبر از نفی احاطهٔ حقیقی زیرا که ثبوت این احاطه ایمان محض
است ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم مکتوب
هژدهم در تحقیق بعضی عقاید شرعیه اعتقادیه الحمد لله الذی اخرجنی من
ظلمات الکفر وادخلنی فی دار الایمان بالنصر والظفر فسبحان من یحیی
الاموات ویوصلهم فی درجات الولایات فهو المنزه عن الاتحاد والحلول
فی المخلوقات بالذات والصفات وان کان جمیع ما سواه عین ظهور
حسن الکمالات والشئونات فسبحان من احتجب عن عیون الغافلین وجعل
الحاضرین فی عین حضوره المتحیرین بورود رقیمه اخلاص مشحون از ان
محبت لی کین فرحت افزوده خاطر تشنه تاب ابع الطالبین سیراب گردید
آنچه مرقوم بود که جواب مفصل مرقوم نمایند انشاء الله سبحانه برسید اگر وا منع
بیان می نمایم بخود تمام مشروع فرمایند اگرچه قبل ازین بابت مسایل توحید ونسبت
معیت واقربیت حق سبحانه با خلق بعد حجابات بسیار وصحبتهای
بی شمار است اما الحکم و اما السائل فلا تنهر آنچه که عبارت محل آن میتوان گرد

تحت بر قم می آرم شاید که نافع باشد اول آنکه اینجا مرقوم بود که بعضی مردم میگویند
که اگر عالم را غیر حق تعالی گویم مخلوق را با خالق چه لازم آید نستغفر الله این توهم از عدم
رسیدگی است بحقیقت الله سبحانه که صانع است و حقیقت مخلوقات که مصنوع
اویند اگر اطلاع بر هر دو حقیقت مذکوره میخواهند مثال صورت متخیله خود را اول
اینجا بسازند و صورت متخیله خود را بعد تراشش در مرتبه متخیله غور نمایند و بدانند
که تمام صور مجعوله متخیله از سر تا پا با جمیع عرصه و مکان که ظرف محل تحقق
صورتها است در مرتبه وهم محض است و صانع این صورت متخیله که شخص است
موجود خارجی است با وجود غیریت صریح و احاطه و معیت آن شخص
با صورتهای او از اتحاد و حلول در صورت و لزوم حد با و منزه و مبرا است چرا که
حد برتر وهمی را با مرتبه حقیقی خارجی جنسیت نیست قریبه باشد یا بعیده و این
امور مذکوره بی جنسیت قریبه یا بعیده متحقق نمیشوند کما لا یخفی علی الناظر المتامل
عزیز من چون تحقق حدود در میان دو شی متشکل بهر دو طرف است
بس عجب باد از آن که با وجود ایمان بر لامکانی الله سبحانه احتمال حد پیدا
آرد و با وجود این که هر حادث صریح ضد قدیم و جمیع اضداد غیر یکدیگر اند حادث
را از اطلاق غیر قدیم توقف نماید پس محقق شد که در نظر دانا مخلوق

نفی خالق و تحقق حدود باطلاق غیریت در میان خالق و مخلوق غیر معقول
وانچه نوشته بودند که اگر گفته شود که همین معلومات الهی جل شانه موجود شده اند
لازم آید که اشیا و حقایق ایشان شیء واحد باشند و آن غیر جایز که حقایق
اشیا را آنحضرت متصوفه قدس سرهم معلومات الهی جل شانه فرموده اند
سعادت شعارا متصوف صاحب تکلف را میگویند که بتکلف حال صوفی
بر خود دیگر زد در اینجا نیز رسیده بمدعا است پس حضرات صوفیه باید گفت متصوفه
تا کلام این محل اعتماد باشد پس باید دانست که تحقیق قول صوفیه عظام
در معرفت معلومات بسیار ادق است چه اگر گوییم که همان معلومات موجود شده
اند لازم آید که اشیا و حقایق ایشان شیء واحد باشند و اگر گوییم که موجود غیر معلوم
است این خالی از دو حال نیست یا انکه گوییم که معلوم دیگر بود و موجود غیر آن
شد پس لازم آید که انچه موجود شده معلوم حق نباشد و این نقصان علم است که معلوم
دیگر باشد و موجود دیگر در صورت خود غیر معلوم باشد یا انکه گوییم که معلوم در علم بود
وانچه موجود شد سایه و مثال آنست درینولا وجود مثالی در علم او تعالی
لازم آید و آن از صفات مخلوقات است پس تحقیق این آنست که هر شیء موجود
مملو ذراتها با صفات الهیه سبحانه و نوع تعلق است با صفات ذاتیه چنانچه قدرت

محتمل

تعلق نه

وعلم و ارادت و مابین تعلق بهر شیء بر تعدد و معلوم و مراد حق ست از لا تعلق
این صفات عالیه با هر شیء قبل موجودیت اشیا اولاً و بعد آن متساوی است
بی کمی و زیادتی و بی تقدیم و تاخیر اگر کمی و زیادتی است یا تقدیم و تاخیر
است بنسبت شیء مذکور است بنسبت قدرت فعلم الله سبحانه تعالی عن
ذلک و لیا حصول وجود مثالی هر شیء در علم ملک بعلم حضوری هر شیء را
با جمیع وجوه و اعتبارات او در ان مرتبه که شدنی است با جمیع مراتب زمانی
و مکانی ازلاً علیم بر حق است الی الابد و هر شیء بعینه معلوم است نه شیء حصولی
اینها که صور علمیه بعضی ازین مراد داشته اند حاشا و کلا صور حصولیه در علم
او تعالی کنجایش نه بلکه معلوم او بعینه همون شیء است قبل الموجودیت
و بعدها ذلک من المعارف العزیزة التی افاضها الله سبحانه علی قلب
صاحب العارفة الاحسنی فی الطریقة النقشبندیة و تعلق است با صفات
فعلیه چنانچه خالقیت و رازقیت و هر شیء بعینه مخلوق و مرزوق و حادث
باین تعلق لیکن شیء من حیث تعلق صفات فعلیه مخلوق و موجود و
و حادث است انکه معلوم شیء دیگر است و موجود شیء دیگر این تنازع صریح
پس محقق شد که همین زید معلوم است و همین زید موجود نه غیر زید و انکه

مرقوم بود که لازم آید که حقیقت شی عین شی باشد نفقا ایوقتی باشد

که بگویم که المعلوم معلوم چنانچه گفته شود الحیوان الناطق حیوان ناطق

بلکه میگویم که هذا الموجود هو هو معلوم لا غیره و کما یقال هذا الانسان هو

حیوان ناطق فلیس الانسان الا الحیوان الناطق پس حقیقت الشی

درست آمد پس فرق در حمل عبارتست نه در نفس شی و حقیقت شی

پس کنم خود زیرکار از این پس است واگه مرقوم بود که حضرات صوفیه مخلوقات

از مراتب واحدیت فرموده اند در خالق و مخلوق محض تغایر اسمی مقرر نموده

اند چنانچه ژاله و باران واکه خبریت مستفاد که مخلوقات را از مرتبه

واحدیت با معنی گویم که جزوی از اجزای مرتبه واحدیت است این

خطا محض است زیرا که واحدیت مرتبه صفات است در مرتبه صفات منزه

از تجزی و تبعیض و هیچ کی از صوفیه قایل تجزی و تبعیض آن مرتبه نیست

آری از متصوفه اینچنین گفتن دور نیست چرا که وصول او در مرتبه

ظلمت است و صاحب ظل از خطا محفوظ نه و اکه مثال ژاله و باران میگویند مراد از آن

جزئیت نیست نعوذ بالله منها بلکه مثال من بعض الوجوه و برای تحقیق و ثبوت

همه شی از ظهور مطلق صفات فرموده چنانچه ژاله صریح ظهور مطلق آب

اما قطع نظر از مرتبه جزئیت و الا اگر محض تغایر اسمی بگویند و

حقیقت متحد میخوانند یعنی جایفت نه یافت صوفی اهل صفا است

بلکه درک متصوف اهل هوا است ربنا اتنا من لدنک رحمة

وهیئ لنا من امرنا رشدا دیگر آنکه یک تخته تخت پوش پلید باشد

باید دید اگر تختها را بایکدگر بامیخها پیوسته اند که پاک یک تخته شد

حکم تخته واحد دارد نماز بر تمام جائز نیست خواه جائی پلید نماز کند خواه

پاک و اگر تختها را باچوب یک تخت تخت تامی باشد بامیخهای می پیوندند

و بوسیله آن چوب نسبت پیوستگی به تختها است با یکدگر کرد تختها را

بوسیله آن جدا نشده دیوالا نماز بر تخته پاک جائز است جواب سوال

در تخته دار اگر یکطرف او پلید شد تا تیر دیگر حاصل شد و جا در تیر حکم

تخته نماز در روی نیز در گوشه پاک نماز درست نیست اگر مقتدی بغفلت

از رکن امام خبر نیافت بعد جز اگر باشد لاحق آن که ارکان موقوفه را

ادا کرده با امام رسید درست است + و اگر رکنی در میان که اشتباه با امام

بوشد درست نیست مسواک غیر مسواک خود کردن جائز نیست لقطه تا نیست

نطفه تیز دارد و تنوع نیست معتاد آن نکند اگر زن حائضه قبل از غاز شد پاک

[illegible]

باشند رفته و نماز بعد طهارت ادا نماید امانزد یک نحو هر دو الف

در قران که در مثل تبلوا می نویسند چنان معلوم است که برای فرق

در میان صیغه جمع و مفرد است که بعضی صیغه مفرد در صورت صیغه جمع

می آیند در جای که لا باشد و قف نا کردن ضرور است و بعضی قرّاء

که در بعضی موضع که در و قف کردن بهتر است وقف نمی کنند سند از بعضی

صحابه رضی الله عنهم رسید که تمام قران بوقف خوانده اند و در سوره فتح در اوا

در حاشیه می نویسند که وقف النبی صلی الله علیه وسلم در باندی وقف کردن

عذر است بندگان حالت عدم ماندگی را منظور داشته اند و گفته اند

اگرچه تمام نگرفته اند الغرض کلیه این است که هر گاه دلنا از معانی در ترکیب

الفاظ است اگر تفاوت الفاظ را منظور داشته باشد بر و چندان

ضرور نیست مگر اینکه تعلیم عوام نشود در رعایت وقف ضرور نیست

داین مسایل وقف و بعضی مسایل دیگر که در فهم نیاید موقوف بر حصول

صحبت والد ماجد رحمهم الله سبحانه و یغفر لی خطیتی کمکتوب نوزدهم در جواب

در تحقیق حقیقت کلام الله هو المتکلم بلا تعدد و مخاطب

بالکلام الواحد الحقیقی فی الازل و ظهور کلامه علی المخاطبین بالفاظ

متعدده في مرتبه حدوث بكمال الكرم والفضل لطيفه انيقه زرف افزار دوستان بهجو ازاز رف مجان برنور در احسن اوقات شرف صدور يافت در حقيقت امور مطلوب مطلع ساخت چون چند مكتوب بآن عزيز مشتمل بر توضيح عقايد نوشته بودم از مدارك آن عقيده كه ميان عزيزان بدين اوقات اشكالي داشت در حل آن تكلفها كشيده بودند و بفضل او تعالى بعضلا واضح گشته و در درج كتابت دراّمد ما العزيز نوشته ميشود اميد است كه اين نيز از خدمتكاري دوستان باشد بامر موسوي قديم چون بعقيده اهل سنت و جماعت است كه حق تعالى در ازل الازل متكلم بكلام نفسي متكلم است بي تعدد و تجزي زيرا كه تعدد از حروف والفاظ پيدا شود و اين هر دو در آن مرتبه عاليه گنجائي ندارند و هيچگونه گنجائش انسان نبود كه او تعالى متكلم بكلام نفسي است خيالي مدت نباشد و تعدد حروف خاصه مرتبه خيال دل تعالى است علوا انعدام تقرن والحال منست الكمال وجوب بر اكثر افهام تحقيق اين معني دشوار بود بجهة وجه يكي آنكه هرگاه او تعالى در ازل متكلم بود و هيچ شيء غير او با او نبود كان الله ولم يكن معه شيء پس ظهور كلام او تعالى بي مخاطب واقعه شود و كلام بخاطب موقوف به منزله التوبت دليل و مثالي مخاطب هم آيات تمام بطلان است كه تكلم

سخن برای تفهیم وفهم معانی است وچون او تعالی بعلم ازلی خویش مدرک
جمیع مراتب وجوب وامکانست بالکل وکاست پس آنچه از کلام مدرک خواهد بود
از دو چیز خالی نیست زیاده بر معلوم یا عین معلوم در اول نقصان علم
ودر ثانی تحصیل حاصل ودیگر آنکه آنچه درینجا ظاهر وپیدا است ومایان بتلاوت
آن مشرف میشویم متعدد ومتکثر است وعقیده شرعی است که کلام
خدای تعالی مقروء است بر زبانهای ما ومحفوظ است در دلهای ما ومکتوب است
در کتابهای ما ~~مکتوب است در کتابهای ما~~ وآنچه بین الدفتین است قرآن
است وکلام او وحال آنکه درین مراتب مقرره شرعیه بر ما آنچه تحقیق وپیدا است متعدد
ومتجزی است پس اگر ما کلام مطلق او را بدین مراتب مذکوره دانیم آنچه مقروء ومحفوظ
ما است این را چه خوانیم چه اینها را مخلوق وغیر کلام دانیم پس از کلام او تعالی محروم
باشیم واین خلاف مقرر فرقه ناجیه است این حقیقت مغنی طفیل افکار خود ودستکاری ایم برین
عاجز چنان ظاهر گشته اند که او تعالی ازلاً وابداً واحد صفت وحامد ذات قدیم است
با جمیع محامد واوصاف بوحدت حقیقی باطلاق صرف نفسی بحروف وصوت
با دراک مطلق نورانی چنانکه گفته اند بلکه هر صفتی از صفات ودر هر اسمی از اسماء
ازان جناب قدس سبحانی ودصفتی هست نفس ذات برذات قابلیت

از قابلیات لاغایات بل ذات او تعالی مرخود را امری مرائیست و اعلی
تمامًا و با وجود مغایرتی و بی نهایتی این مراتب از تعدد مبرا و منزه از اندازه
بی کیف حقیقی همانست که با وجود کمالات لاغایات تعدد و تجزی در آنجا
گنجایش نداشته باشد سبحان الله کلمه لانهایت که در اوصاف اوست
کافیست برای نفی تعدد و تجزی چه هرچه متعدد و متجزی است بلاشک نهایت
پذیر است ملک هر عدد در مرتبه خود منتهی است فاذا انتفی النهایات انتفی التعدد
والتجزی و چون امر در وصف بی نهایتی متکلم تحقق پذیرد پس او تعالی مستمی باشد
باسم متکلم و موصوف بصفه کلام باین حقیقت حقیقی در وحده تحقیقی و احتیاج
به هیچ مخاطب غیر او نبود پس کلام او تعالی باین تحقیق کامله بلا تعدد و تجزی در ازل الازال
حیانشک در نشئه موجود و ثابت باشد پس چون صفه کلام از صفات ذاتیه است و ظهور
صفات ذاتیه فی المرتبتین است قدیمًا فی مرتبة الوجوب و حدوثًا فی درجة الامکان
پس این ظهور مذکوره فوقانی صفة الکلام در مرتبه اولی قدیمی و ازلی است
و باین ظهور او تعالی مسمی باسم ظاهر باشد در این ظهور اول احتیاج مخاطب
غیر او نبود و تحقیق ظهور ثانی چنین است که هر صفتی را از صفات و هر محلی را از
مدرجات او قابلیت مخفیه غیب الغیب لانهایه هستند و این قابلیات

مخفیه اقتضاء ظهور ثانی و موجودیت خارجی داشته اند باراده حقیقی و حکمت
بالغه تحقیق بر اوقات که قوت ازلی و این اوقات نیز ظهور مقتضیات همان
قابلیات اند لا غیر تا بظهور قابلیات مخفیه در هر مرتبه ظهور اظهر پیدا کند و از
مرتبه جمیع قابلیات لا نهایه خویش کرد که تعبیر عبارت از انست
از مرتبه غیب در مرتبه شهادت باطلاق بحث ظهور نه بر نه من حیث الافنا و از مرتبه
اندماج در مرتبه عرفان تفصیلا جلوه گر شوند تعدد و حدوث تا بحیث نقوش قابلیتها
چون اوقات ظهور شان با شرایط متعدده در رسید بظهور فیض وجود حقیقی جود و
تعینی اعتباری حدوثی از کتم عدم در هر مرتبه محسوس شهودی وجودی پیدا گردد
و بود و هستی بعد نمود هستی عطا نمودند و همگی بنفحه ظهور رسانید و مرتبه جناب قدس آمد
و معامله خفی و غیبی در مرتبه عرفان شهادت تاد تفصیلا ظهور نمود و در عین
شهود این است ظهور ذات و صفات کامله با طلاق بحث واقع معنی لیسبح
لله ما فی السموات اینجا باید فهمید لیس نزد به الذات کاینات نفخه ظهور
مرحج و صنعی است جناب قدس حقیقی را که کلمه الست از ظهور کلام مطلق
او در مرتبه ثانی مرحج حضرت عیسی صلوات الله علی نبینا و علیه السلام به لفظ
کلمه از جناب قدس و آیه ما نفدت کلمات الله شت این معا در موضح این

او عبارت است که موجب تسمیه و تحقیق اقوال منطویه معرفت بهم روست بکمه بغوری قدسیه
الهی تو را گفتم همین حدیث ها تو نیز گفتم همین حدیث ها اشعار این معنی
است پس این ظهور صفة الکلام در مرتبه ثانی حدوثی و تقییدی بود باین
ظهور او تعالی مسمی بام الظهر باشد و بکلام واحد حقیقی در هر دو مرتبه متکلم حقیقی بود
و هر ذره از ذرات کائنات مظهر کمالات کلام مطلق باشد بحیثیت تحقیق مصدره
و این ظهور ثانی صفة الکلام بر دو نوع است عام و خاص در نوع عام هر ذره
از مخلوقات نسخه کتبی وارد بود و مرتبه جامع اجمع در ظهور عام وجود محمدی است در مرتبه
اولاد جهت او علیه الصلوة والسلام در مرتبه ابداء و عام بودن اینده رجه
باین معنی است که هر فردی ثانی از کائنات اگرچه ظهور کلمه است از امر کن وجه
حقیقة السعة محمدی حقیقی را منحیث ظهور کمالات لیکن هر چه دارد از افعال و اقوال
و غیر ذلک از حیثیت تقییدی منسوب مضاف بدین مرتبه بسوی تعدد است
اگر کلام مخلوق است مضاف بسوی مخلوق و اگر سمع و غیر ذلک نیز مطلق باد است
زیرا که در تخلیق اینها قلیل و کثیر وسط مخلوق واقع بلکه تخلیق اینها تخصیص
است و دلالت ذاتی الی مخلوق و تعالی نیز مخلوق کرده اند حفظا این خصوصیت
بر هر فردی لازم بود نشد و نوع خاص کتب منزله سماویه منحیث اللفظ والمعنی

لا من حیث اللفظ والفاظ احادیث قدسی گویا برزخی است میان دو نوع
عام وخاص واکمل واجمع در نوع خاص حضرت فرقان است لا رطب ولا یابس
الا فی کتاب مبین برین مدعا دال است وخاص درین مرتبه باین معنی است
که لفظاً وحقیقةً منسوب بجناب قدس است ودال بر کلام مطلق حقیقی در شقی
دیگر درین دلالت وانتساب شرکتی با و ندارد در واسطه هیچ مخلوق من حیث
تصرف غیر از مظهریت فقط روی متصور نیست اگرچه من حیث اللفظ — لفظ
باشد بلکه در عین تخلیق این الفاظ وحروف متبرکه تخلیق وتخصیص
انتساب ودلالت ذاتی ذی الی الله تعالی نموده اند والتزام حفظ این
خصوصیت بر همه مومنین فی جمیع الازمان مقرر فرموده پس این تحقیق
متحقق شد که در مظهریت ظهور قابلیات از ناحیه خود کلام مطلق — ناحیه
حقیقی با جمیع قابلیات خویش کما هو اطلاقاً ظاهر وپیدا است و
در عین پیدائی مقروء قاری ومحفوظ حافظ ومکتوب در صحائف است
بی احاطه قرائت قاری بی ادراک حفظ حافظ وبی اتصال حروف
وکاغذ بلکه محیط جمیع ذرات مظهریست به بیکیفی صرف وانچه مدرک
ومحاط است غیر ظهور قابلیات از ناحیه نیست واین از دیدنیست او تعالی

که مومنان را ابد دار آخرت شدنی است و او تعالی مرئی ما خواهد بود بلی
احاطه و ادراک قیاس باید کرد که هیچ شبهه نیست و اضافت حقیقت
کلام بسوی او تعالی من حیث صفت ذاتی اوست و انتساب الفاظ
و حروف بتعالیه بالجناب اقدس من حیث اعلی مرتبه مخلوقه اوست و منظهریت
خاصه حقیقت کلام مطلق لا ذیرا که این امر بیانی منتظم که بر الواح و کاغذ
و غیر ذالک ثابت است نه که مسیح مخلوقی حروفی متصور نیست غیر از نظر
فقط و نیز همین معنی است و نفخت فیه من روحی در اینجا روح مطلق مراد است
که سید المخلوقات است سبحان الله ازینجا عظمت و علو این حروف و الفاظ
قرآنی باید فهمید که اینجا هم نفخت نفخ تعظیمی روح مطلق را بعین مرتبه جوهریت بسیط
بعینیت مجموعه اند این حروف و الفاظ را درین مرتبه مخصوصه مرکبه ذاتیه و مناسبت فیما
بینهما از ذاته مخلوقیت اینها بواسطه مخلوق است پس از معنی و حقیقت
این حروف کسی هیچ بیان نماید الغرض اکمل و اجمع و اشمل از جمیع آیات
قرآنی آیه تسمیه است ازینجاست که اول هر سوره آمد و لفتتاح و استمداد
هر سوره بآن است لهذا بر مرتبی التزام و رزی بالیوی لازم است کلام و حد لفظی با جمیع
کمالات خویش بحیثیت جامعیت حقیقت این آیه عظمی است بصورت لفظی این

ایست مر کہ صورتی ہست مر حقیقت حقیقی خود را کہ کلام مطلق ہست و کمالات
آن کلام مطلق من حیث مقروءیہ معنویہ حقایق اند مر دیگر آیات قرانی و کتب
منزلہ فوقانیہ را در مرتبہ کلام نفسی بحیث جامعیت و مدح مطلق کہ حقیقت
تسمیہ ہست منسوبیت مر جمیع کمالات خود را او مراتب تمامی مقیدات کہ ظہور
قابلیت اند ماجیہ کمالات کلام مطلق اند در اوقات موقوتہ اقتضای
ظہور داشتہ اند بحب اقتضای ظہور داشتہ اند بحسب اقتضای عالی بجود امر کن
کہ قابلیت از کلام مطلق بر منصہ شہود جلوہ گر شدہ اند باین تحقیق واضح
گشت تسمیہ نقطہ ایست جامع مر حقیقت و صورت الف لام میم را حقیقتاً
وصورۃً و مراد از الف لام میم بر شمہ مرتبہ وجوب ہست از ینجا تحقیق این ابیات
کہ حضرت برین حق تسمیہ فرمودہ اند باید دریافت والسلام والاکرام.
گرچہ دورم ولی قریب ترم طالب روی دوستان خودم بدانکہ تسمیہ
کلام حق سبحانہ ہست سوال اگر گویند کہ معتزلہ اہل تحقیق ہست کہ کلام او تعالی
بحرف و صوت ہست و تسمیہ تمامی حروف ہست پس چگونہ اطلاق کلام برو
جایز باشد کذالک علی جمیع الکتب السماویۃ المکتوبۃ فی مصاحفنا
والمقروۃ بالسنتنا والمحفوظ فی قلوبنا جواب اطلاق کلام بر تسمیہ و جمیع کتب

معادیه نیز دو و او بعث از جهت اضافت تخلیقی یا از جهت اضافت توصیفی
اگر همین حروف مکتوبه را اطلاق کلام او تعالی کنیم نیز درست است اما این
اضافت الفاظ تخلیقی گویند چه اگر تمام کمال این حروف هو هو کمالی مخلوق
او تعالی است بدانی مظهریت کلام مطلق حقیقی که منزه از حروف و صوت
است و تصرف هیچ مخلوق در تخلیق آن متصور نیست الا البیان [illegible] رحمن
از تصرف تمامی مخلوقات این الفاظ مبترکه عالیه منزه باشند و الفاظ را از نسبت کردن
بغیر متکلم چاره نیست پس لاجرم این الفاظ عالیه را نسبت کرده شود که کلام او تعالی
است اما با ضمیمه تخلیقی عظیم الشان قرآن را باید دید که اگر روح اعظم را در عین مرتبه
ظهور جامعیت ذاتی که از جمیع مخلوقات مخلوق اول است و مناسب مرتبه تنزیه دارد
با صفت تخلیقی متصرف نسبت کرده اند چنانکه قوله تعالی و نفخت فیه من روحی بمعنی
[illegible] کلام [illegible]
نسبت [illegible] از حقیقت حقیقی آن کلام [illegible] که از صفات قدیم ازلی و ابدی
کرامت است که بی لباس این حرف و [illegible] آن متعذر [illegible] و ما کان لبشر ان
یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب الآیة و اگر از حروف نظر بر [illegible] بواسطه
این حروف [illegible] از کلام حقیقی است و از تکلم آن [illegible]

بمجرد ادای این حروف بی تقدیم و تاخیر بمعیت حقیقی واقع است اگر این
مرتبه حقیقی اطلاق کلام کنیم درست است اما باضافت توصیفی زیرا که در عین
تکلم این الفاظ متبرکه تکلم بکلام مطلق حقیقت است غیر آنکه متکلم این الفاظ متکلم
بکلام حقیقی نیست پس هر که بحقیقت این کار برده باشیم ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء این
از فضل او تعالی است که با وجود علوشان کلام مطلق که از کدورت حروف پاک
و مبرا است بمظهریت این الفاظ متبرکه منزلت داده از حقیقت کلام مطلق
بی زیادتی و نقصان مشرف ممتاز فرمایند باید دانست که ظهور کلام مطلق
اولا بنفس ناطقه است که آنجا حرف و صوت نیست اگرچه نورانی باشند و این
ظهور اول در نور دل است که نور محمدی است صلی الله علیه و سلم و القای لطیفه
سری شعور آنست فی ما بینها بحروف و صوت نورانی که آن جبرئیل سمع صوتاً
والا علی کلام الله و علی ما اراد الله از آن مراد است و ثالثاً بحروف و صوت جسمانی
که آن تکلم جبرائیل به انبیا است رابعاً بحروف و صوت جسمانی که آن تکلم حضرات
انبیاست علیهم الصلوات خامساً بحروف و صوت مکتوبی که آن کتابت مصاحف است
پس مومن را باید به هر مرتبه ازین مراتب خمسه که مشرف گردد در عین وصول این مرتبه
وصول مرتبه حقیقی کلام مطلق بل وصول متکلم ازلی با طلاق محض بی حلول

واتحاد تعین نماید تا در صحبت نماند مصرعه یار در خانه من گرد جهان گردیدم ۱۲

نقل مشهورست مکتوب شیخ محمد صادق جالندهری در تحقیق عقیده که انسان
فاعل مختارست بسم الله العظیم والحمد لله الکریم معروض میدارد
محب صادق را بهره از صدق حقیقی و معرفتی از عقیده صدیقی در مسئله اختیار
چنانچه مقرر اهل سنت و جماعت است بفضل بی نهایت او تعالی حاصل باد
عزیز من در مسئله اختیار و معذب شدن بنده عاصی بطور الزام قیاس رسیده
بوده که هرگاه هر ذره از ذرات و هر مخلوقی از مخلوقات من کل الوجوه مراد و مقدور
ارادت و قدرت او تعالی باشند و در هیچ زمانی ملک آنی از جنبش و آرام هر جا از انسان
بوجود آید همه بتمامی خلاف ارادت و قدرت و اختیار خداوندی است
بنسبت بنده را مختار گفتن و فعل اختیاری این را موجب عقاب این مقرر نمودن چه معنی
دارد و ثبوت نام مختار باوجود این اضطراری کمال در حق او چگونه متحقق شود و باوجود این
بی اختیاری کمال او را معذب ساختن چگونه از انصاف باشد عزیز من دانستن این مسئله
از دو راه است از راه تقلید و تحقیق تحقیق اما تقلید پس آنست که چون اهل ملت ناجیه
سنت و جماعت را از همه مذاهب اهل حق یافتیم پس در جمیع مسائل مقرره ایشان
تبعیت کامل هر خاص و عام را از تابعان ایشان صادق کامل و معتقد شامل بعد استماع

عقاید مذکوره باید بود اگرچه بر تحقیق وجوه آن مطلع نباشیم و به یقین قلبی بدانیم که آنچه مقرر این طایفه است حق است بر حق است چنانچه طالبعلم مبتدی را شبه در حقیقت علم فوقانی که در آن درست نمی‌ارد پدید نیست اگرچه نمی‌فهمد اما می‌فهمد که نمی‌فهمد لیکن ایمان تقلیدی غیبی بر حقیقت آن علم فوقانی خود دارد بی ترب و شک اما تحقیق این تحقیق موقوف بر تحقیق حقیقی حقایق اشیا است کما قال النبی صلی الله علیه و آله و سلم تعلیما لنا الهی خلصنا عن الاشتغال بالملاهی وارنا حقایق الاشیاء کما هی و آن تحقیق مرتبه عالیه دارد که نادر از خواص بلکه اخص خاص نصیب است در ترجیع بی خویشان بان سرفراز میفرمایند ذلک فضل الله یوتیه من یشاء اما چون برکت لسان زرافشان بیان انجمن عزیزی بادر العصر بعید نیست که ذره دماغ عقیده مبتدیان صادق نیز به تفهیم بیان خود بوی از آنچه تحقیق دارد و معطر سازد بنا بران حرفی چند که امانتی است از آن عزیزان بر ظاهر لسان متعدیان مینماید باید دانست که قبل موجودیت خود مختار و مجبوره مراد و معلوم و مقدور علم و ارادت و قدرت خداوندیست جل شانه ذاتاً و صفاتاً و کمالاتاً باختیار رب تعالی تمر با نه و این همه برای اظهار حسن کمال اسمائی خود است و در مرتبه خارج بی احتیاج او بسوی این اظهار در این حکمت

بالغه است وتحقیق علیحده پس بعضی ازان معلومات ومرادات ومقدورات

در رتبه خود بمظهریت صفات لطیفه مخصوص وبعضی بمظهریت صفات قهریه

باحسن کمال هر صفتی از صفتین بمظهریت مظاهر مخصوصه خود با طور ظاهر پیدا کنند

وچون در جمع مظاهر کامل تر واقوی تر برای مظهریت آن مراتب عالیه انسان

است وتحقیق مظهریت کامله بی ظهور جمیع صفات ازلی لم یزلی او تعالی متحقق

نیست پس بهمان مرتبه علم وارادت وقدرت ازلی انسان قبل موجودیت خود

بصفت وجود وحیات وعلم وارادت وقدرت وسمع وبصر الی غیر ذلک قابل

ولایق وموصوف آمد ومعلوم ومراد ومقدور گردید کذلک بصفت الاختیار

وگشت مسمی در همان درجه متعالیه باسم موجود وحی وعالم ومرید وقادر وسمیع

وبصیر الی غیر ذالک بی آنکه موجود باشند وخارج وکذلک باسم المختار وچون

بعد موجودیت آنچه ازین نوع در ایشان بانی نوع ظاهر پیدا است جز از ذات

وصفات ایشان وجه افعال وآثار ایشان بتمامی کمای بی زیادتی ونقصان

ظهور همان رتبه ازلی است پس بوجود مرتبه نیز مسمی بهمان اسامی وموصوف

بهمان صفات مخصوصه خود آمده اند بی زیادتی ونقصان واز جمیع مخلوقات

دیگر مختار تر صریح تر پس لازم وواجب بر هر ذی علم وعقل است که بنامی وصفتی

که مولای او تعالی شانه قبل موجودیت او را مسمی و موصوف ساخته و مظهر
و متصرف اسماء و صفات خود مقرر کرده و استعداد او در همان مرتبه علم و اراده
و قدرت از قبول آن اباء و انکار نکرده و قابل القبول آمده چنانچه آیه انا عرضنا
الامانة الی آخر الآیة از مرتبه استعداد وی او خبر میدهد بعد موجودیت خود نیز
در همین مرتبه خود را همان نامها مسمی و بهمان صفتها موصوف داند و خود را
تابع هوا خود ساخته باسمای طبعی و هوا مسمی نماند و معدوم و جاهل
و مجبور قرار نه دهد و داند که تخلیق عالم محض برای اظهار حسن کمالات صفات
لطیفه و قهریه است و هر صفتی باقتضای ازلی قدیمی خویش مقتضی موجودیت
خارجی مظهر مخصوصه خود است و در عین اقتضای او مظاهر هر مظهری بنامهای
مخصوصه و صفات ذاتیه و افعالیه خود مسمی و موصوف و چون انسان را از همه
مظاهر برای مظهریت کامل تر و لایق تر مقرر و مقدر فرموده اند پس غرض ظهور حسن
کمال هر اسمی اگر در مظاهر پیدا نگردد و مظهر را در و تمیزی و علمی نباشد مظهریت
کامله در حق او چگونه ثابت و متحقق شود پس ثمره صفات لطیفه در مظاهر راحت
و صحبت مظاهر است و ثمره این صفت در ازل مسمی بنام ثواب و ثمره صفات قهریه
درد و رنج و این مسمی بعذاب و وجود این امتیاز علمی در مظاهر بظهور صفت تمیز حقیقی

وعلم قدیمی است چون تمیز او تعالی بعلم قدیمی او سبحانه بی صفت اختیار
واجبی نیست لاجرم اختیار کونی وحدوثی را برای ظهور اختیار وجوبی
ازلی بحسب مرتبه معلومه مقدوره موجودیت خارجی عطا فرموده اند تا از مظاهر
دیگر نشانی علیحده پیدا کند و از ابنای جنس خود بسبب فعل اختیاری اگرچه
کونیست تمیزی جدا حاصل آرد لیمیز الله الخبیث من الطیب برین معنا دلالت
دارد چون امتیاز یافتن جنبه طیب بی ظهور امر و نهی متعذر بود پس
درهمان مرتبه معلومیت و مقدوریت به امری و نهی که مأمور و منهی بود
در مرتبه موجودیت خارجی همان مأمور و منهی است و بسبب ظهور امر و نهی
امتیازی بکمال درمیان خودها پیدا کرده تا از درکه جهل برآید و مظهریت
کامله را لایق آید غرض من شبه و انکار در مردم که در مسئله اختیار میکنند نیز
درهمان مرتبه معلومه مقدوره باختیار ایشان برای ظهور کمالات اختیار
حقیقی غیر شانه معلوم و مقدور است که او تعالی بحکمت بالغه خود مظهریت کمالات
علمی خود که خاصه مظاهر لطیفه است ایشان را اعز و مکرم ساخته و این نیز
از ناقابلیت حقیقی استعدادیه ایشان نیست اگرچه این خواست در حق بعضی
دائمی و در حق بعضی اوقاتی هست زیرا که چون ایشان امتیاز کمالی در مرتبه

امکان و مرتبهٔ وجوب نسبت نداده و در تحقیق مظهر و مُظهر آگاهی میرسند

میگویند که چون در هر فعل و قول و اسم و صفت خود معروف و تابع اختیار

و قدرت واجبی باشیم چگونه اسم مختار و قادر و صفت اختیار و قدرت

در حق خود مسلم داریم زیراکه در هیچ فعلی و قولی اگر بی تابعیت اختیار واجبی

خود را مستقل و فاعل می یافتیم البته دران فعل و قول تحقق صفت اختیار

در ما میشد و چون چنین نیست لیس اختیار هم نیست گوئیم که حق سبحانه

تعالی بمحض ظهور فضل بی نهایت خود اگر در حق ایشان در اراده ازلی اراد قات

مخصوصه مقدر ساخته در سینهٔ ایشان ریزد تا بدانند که ما هرچه در ما پیدا

و ظاهر است ممکن است چه از ذات تا چه از صفات و افعال ما و ممکن از آن گویند

که من حیث الذات و الصفات و الافعال بودن و نابودن او در تحت اختیار

واجب الوجود بود و واجب نیست غیر حق تعالی پس اگر ذات وجود ما که بآن

مسمی بموجودیم و اگر صفات ما چنانچه سمع و بصر و علم و ارادت که بآن مسمی هستیم

بسمیع و بصیر و علیم و مرید بتمامی محتاج و مفتقر در بودن و نابودن خود الی وجود

و جمع و بصر و علم و ارادت واجب تعالی است کذلک صفت الاختیار ما که در

اخذ و ترک شئی بحسب این درجه که ما دران درجه ایم و خود را از جمیع مخلوقات

دیگر نیز سهام محتاج و مفتقر الی صفت اختیار حقیقی واجبی است و اختیاری که خاصه
جناب قدس اوست وجبی قدیم ازلی لم یزلی است که از شرکت غیری و تغیری
و تبدیلی منزه است و او تعالی مختار حقیقی است و اختیاری که صفت ماست
ممکن و حادث و فانی و مستهلک و در هر آنی بلی خود با خود است و بهیچ وجهی اولوی
شرکتی با اختیار واجبی ندارد و چگونه علت این شرکت نمایم که او تعالی در تخلیق عالم
اظهار حسن و کمال خود خواسته بحکمت بالغه خود اینست از مظاهر اسماء و صفات خود
کرد بنده اگر اختیار خود مستقل باختیار خود جویم این کمال با موافقت بحکمت جناب
قدس او کردن است الا دعا الکمال در حق خود و اقتضای نقصان در کمال او جستن
و این محض نادانیست و اختیار این عقیده این نادان از این بطور اسم مختار او تعالی
حقیقی قدرت عزیز من اگر بنظر کسی دریابی که مولانا تو تر افاعل و مختار خواند
چنانکه در معموده اعملوا ما شئتم و مخالفت قول او تعالی خود را غیر مجبور و غیر مختار قرار
میسنجی این مخالفت صریح بر اختیار تو دال است چه اگر مختار نمی بودی البته
المجبور قول او تعالی در حق تست از زبان تو منتهی صادر شدی بلی زیادتی و نقصان
و والی که انکار از اختیار نیز باختیار است و این انکار تو با اختیار مظهر ظهور
همان اختیار حقیقی است برای جلوه گری حسن کمال صفت قدیریه که معلوم و مراد

از لیست اهری جدید و زاید چون جامی بنیاشدی از جاه قدرت
و جبروت بلندی و مجموعیت اهل حق مختص نشدی زیبا انشامن لدنک
رحمت انک انت الوهاب مکتوب حبیب و هم بفضیلت کمالات دستگاه
حقایق آگاه میان شیخ محمد فاضل چون زبان ایشان علم عادی خود نظر داشته
و خود را از سر علم خود بیش محضور و دوام ایشان سمتشهور وصف و ثنای
جمیل اجل و علی باز نباید و رشته فرو تحریص ترقی از مرتبه بستش و
بعد لجه خلو و حضور ز ایشان نسبت ذالک اندر ارتج با فرقه
الحمد لله الذی علم الانسان الوصف و التوصیف لکی یلیق مرادته اللطف
داخرجه لجه الوهم الکثیف فعرفه حق عرفانه تعلیمه و اصفه کما هو موصوف
با صفات قدیمه و وصف نفسه بنفسه بعلمه القدیم المتحقق بالاحاطة الکاملة
بالعادیات و صفه سبحانه متعلیم و مظریته علمه بعلم الدنی الازلی
المصدیمی انصف الاجلوا کانه احاطه بالشیء و قوله تعالی لا یحیطون به علما ای
علم العادی المذوق العاری عن مظریة خاصة فی عین الاستغنا
حصا و من اوصاف العلم العادی محجوب و منتفی لذا ان وصفنا
نوصف علمنا من لدنه و حمدناه بالحمد الحقیقی کما وصفناه بالوصف

القديم اذا تحقق هذا فثبت ان العارف العالم قد ترقى من دركته
الوضيعة الذي كان يعلم العادي الوهمي الخيالي ووصل مرتبة الوصف
التعليمي القديم فعجبت من العارف الذي ترك رتبة العليا الثانية
التي حصلت له بمحض فضله ونزل في مرتبة الاسفل المتروكة فيسقط اليه ويحسب
نفسه محروما ومقصرا عن وصف ذريته وهذا عدم تحديث تعليم ربه وهو مخالفة
صريحة لقوله تعالى واما بنعمة ربك فحدث واعلم ان في عين ترقيم هذا المكتوب
الهم الي ان هذا العارف كان عارف الرسمي الوهمي وان كان نظره تقليد
اذ وهما الى مرتبة العليا لكن مقامه في المرتبة الاسفل فلا بد له ان يحسب نفسه
مقصرا من وصفه الحقيقي واما العارف الكامل المكمل الذي ذكرت وصفه في
صدر الكلام اذا ترقى من حضيض الجهل الى درجة العلم الحقيقي علم ان نعم
الحقيقي النعمة سبغة غامضة وعززه بتعليم حقيقته صفاته بمظهرية علمه القديم المحيط
بالاحاطة الكاملة فوصفه كما هو بتعليم علمه وحمده كما يليق بذاته القديمة
فهو بعد الظاهر الحقيقي وفي عين غنايه محجوبه ومقتضي غناه ان يكون ظاهر
وهو الباطن الحقيقي وفي عين بطونه وتنزيه عن الشهود محجوب ومقتضي
مشهود لكمالاته في مراتب المجالي الشهود لتسلطهم بعلوا نهم المشاهدون

اما بعد
من الاضافات نسبة ومن
انه لا يصل الى ... نسبة الا بعد
الا بعد حصول النسبة
الواحدية وهذا الظهور في الرتبة
العبدية وشهود العارف لا يتجاوز
عن الرتبة القدسية وشهود
العارف لا يتجاوز عن الرتبة
العبدية وهذا شغله تعليمية
ان العبد ولا كذلك لانه جاز ان
يكون العرفان مراده بعلم التعليمي
حضوري وشتى العارف التعليمي
جه العرفان الى درجة العلم
الحضوري ويكون بتعليمه التعليمي
واصلا لذاته الى منبع الحقيقي
كان يكون بمرتبة الاظهرية في رتبة
هذا العارف كما هو بظهوره محجوب
ويقتضي في الازل فالعارف
الاول من اهل الرتبة الظلال
هو مقتضي بحكم الباطن والعارف
الى الكامل المكمل العالم
معنى بمظهرية علم الصفي الاصلي
من اهل المرتبة الاصلية ومن
الى وصول الذات الجامع
القديم بفضله وجه مقتضي
ان ظاهره

باسم الباطن ولو شاء الله لجمعهم على الهدى ولكن يؤخرهم الى اجل مسمّى
واما اطلاق الغائب على الغيب الحقيقي مع عدم ترادف له على ما تقرر
عند المحققين هل له اثر ونقل ثم انه قد تبين عند الكاملين المكملين
ان ارتفاع جميع مراتب الظلال من نظر الطالب حتى العرفان
الشهودي الذي وصوله في اللطيفة الروحية الا بالخروج عن المعروف
الشهودي الذي هو النور الاول لحضور السري فالخروج من الحضور دخول
في غاية القصور وهو سبحانه اعلم مکتوب بیست سوم از حقایق آگاه میان
عبد الکریم وزیر آبادی در تحقیق حقایق و معارف آگاه ولایت و کمالات دستگاه بنا بر التماس
زبدة المحققین عظمت بنا هان میان محمد جان و حاجی الحرمین الشریفین حاجی
شیخ محمد طاهر جیو همواره بر مسند ارشاد متمکن بوده فیض بخش خلایق باشند
از جانب کمترین فقرا احقر عبد الکریم بعد از سلام فقرانه و غریبانه من مقام
وزیر آباد بجناب عالی معروض میدارد که اشتیاق ملاقات گرامی ایشان از حد
زیاده میدارد بر وقت موقوف ست که حق سبحانه و تعالی نصیب گرداند
امید که از یاد خود دلشاد مینموده باشند احوال خیر مآل بقلم عاطفت
مرقوم میکرده باشند که در ضمنی سربلندی فقیر ست دیگر آنکه بعضی اعزه سوال میکنند

که صفت تکوین از صفات مشروطه و بعضی میگویند از صفات غیر مشروط داده‌اند است

ما بدین است که از صفات غیر مشروط است پس ظهور آن بذاته برین نسبه می‌آید

که اگر صفتی از صفات حقیقیه باری تعالی لو فرضاً سلب نمایند چنانچه اگر صفت قدرت را

مثلاً سلب نمایند عجز لازم می‌آید همچنین اگر صفت تکوین را سلب نمایند چه نقیض لازم

می‌آید دیگر اینکه در تجدد امثال حضرت پیر دستگیر حضرت [illegible] قدس الله سره العزیز

نوشته‌اند تغیر مطلق و عدم مقید است و نفس محض ابدی است درینجا سائل سؤال

میکند که اگر عالم در یک آن معدوم و موجود میشود در اعراض عالم هیچ سوال نیست

اما در جواهر عالم سوال باقی می‌ماند اگر مثل او دیگری در همون آن پیدا میکند

جبر افعل بر غیر فاعل لازم می‌آید و اگر همون جوهر اول را پیدا میکند تحصیل حاصل

لازم می‌آید امید که جواب این سوال هر سه مذکوره را بالعبارتی که قریب الفهم عوام است

بنویسند اگر قوله تعالی کل یوم هو فی شان حق سبحانه و تعالی همیشه در کار است

و تعطیل در صفات جائز نیست هر گاه عالم نبود حق سبحانه در چه کار بود پس بعض

از ظهور کمالات ذاتیه و صفاتیه اگر تعطیل صفات باشد جائز نیست که مستلزم نقص است

تعالی الله عن ذلک سبحانه علواً کبیراً و اگر در کار باشد قدم عالم لازم آید و لا کذالک

جواب شافی مرقوم فرمایند مکتوب بیست چهارم هم در جواب اعتراضات آگاه عبدالکریم وزیرآبادی ارسال

الحمد لمن له العظمة والکبریاء وعلم آدم الاسماء کلها والصلوٰة علی نبیه الکریم

بفضله العلیم العظیم وعلی آله واصحابه اجمعین اما بعد سلام فقیر از عزیزان مطالعه غائبانه

دو نامه لطیفه شریفه شرف ورود دریافت بعضی اسوله که مندرج بودند بمطالعه

در آمدند اگرچه این احقر ناداں محض است و یارای آن ندارد که درچنین مطالب

بلند مجیب شود اما چون از حضرت بی کیف بتوسط حبیبه و اولیاء به تعلیم نماید

و برای اظهار برادران دین امر فرمایند اداء امانت ضرور است جواب تحقیق تامه سوال انکه

سیوم آنکه معلوم است خلق که خالق را است سبحانه از عالم حدوث و امکان اول

منیست بلکه از وجوب و قدم است در آن مرتبه جز ذات علم وجه موجود و امثال عالم

آن معلوم به بی کیفی اند و این نسبت وجود از عدم تفرقه بین المعلوم والموجود است

علم حضوری حق را تعالی بر علم حصولی خلق قیاس نباید کرد شتان ما بینهما

جواب سوال اول آنکه تکوین از صفات فعلیه حقیقیه است نه حدود چنانچه شیخ دوم

ابوالحسن اشعری و معتزله گمان برده اند و آن تفرقه که هر صفتی که ذات به ضد آن

موصوف نباشد حقیقیه است و صفتی که ذات به ضد آن موصوف باشد

فعلیه است نیز نزد شیخ ابوالحسن اشعری است والا لازم آید که صفت اراده

و کلام از صفات حقیقیه نباشد چراکه ذات بضد اینها موصوف است

چنانچه قوله تعالی ان الله یرید بکم الیسر ولا یرید بکم العسر وایضا ولا یکلمهم الله
ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم واگر دفع شبه نشود در عقیده حافظیه معه
حواشی وغیره کتب کلامیه نظر بگمارند مجدد ما صفات همه حقیقه اند و فرق
بیان در صفات افعالی و صفات ذاتی با وجود آنکه همه حقیقه باشند چنانچه حضرت
پیر دستگیر بیان میفرمایند اینست که ظهور صفات ذاتیه قدیم است و ظهور
صفات فعلیه حادث و صفات همه ذاتیه و فعلیه بنفسها قدیم هستند
و حدوث ظهور صفات فعلیه بحیثیت خصوصیت خاصه ایشان گفته میشود والا
در ظهور تبعی که با صفات ذاتیه تبعاً واقع است قدیم است زیرا که در بیان
خود با نسبت لاهو ولا غیره است این از کم کسی شنیده میشود و توقف این موقوف
بر توقف اصطلاح ایشان است جواب سوال ثانی آنکه تجدد امثال بامعنی سیوم
است که هر مخلوقی را چه از اعراض و چه جواهر در هر آنی تغیر مطلق واقع است
هم بحسب ظاهر و هم بحسب باطن یعنی ذاتا و صفاتا و همین دلیل است علما را حدوث
عالم اگرچه بتجدد قایل نباشند و قوله تعالی کل شیء هالک الا وجهه مقوی این عبارت
است پس سلاکت بر جمیع مخلوقات چه جواهر و چه اعراض در هر آنی واقع
ملک لازم ذات ایشان است بلکه در بیان آن در عین سلاکت نیز وجود موهوب

معدوم گردند بعدم مطلق رو ندر نهی اقتدار او سبحانه تعالی با وجود چنین هلاکت سر تغیر بعضی را منقطع الظهور ساخت و بعضی را ابدی الظهور ساخته چنانچه در عقیده شرعیه مقرر است مثبت جز فانی نگردد بایمعنی است که حضرت جیو قدس سره تغیر مطلق و عدم مقید گفته اند و نفس مجزی ابدی فرموده اند بایمعنی که عالم در زمان واحد بعدم مطلق رود و باز در همان آن مثل آن بوجود آید زیرا که این خلاف واقع است و قابل اعتراض و اگر در کلام بعضی صوفیه لفظ عدم هم واقع شده است مراد از اینها همین تغیر مطلق خواهد بود و نیز این قول مذکور جواب است به صوفیه و اشاعره چون صوفیه بعدم مطلق قایل اند در حق ایشان جواب بعدم مقید است یعنی عدمیت مقید است با عراض و تغیر مطلق جواب است به اشاعره که قایل بتجدید اعراض اند غیر جواهر یعنی تجدد حیثیت تغیر بجواهر و اعراض شمولی دارد زیرا که جواهر و اعراض همه داخل دایره امکان اند و هر ممکن حادث است و دلیل حدوث او تغیر او است فافهم

جواب سوال چهارم کلام الله کل یوم هو فی شان بایمعنی است که صفات ذاتیه او تعالی به متعلقات خویش همیشه در کار اند و این تعطیل که در صفات فعلی ملحوظ می کرده اضطراری نیست بلکه اختیاری است اگر تعمق نظر بتعیت صفات

فعلی که در صفات ذاتی درست که نصیب جان از زمان است هرگاه حق سبحانه تعالی
بر تعلیم او تعالی از زمان حال و ماضی و استقبال منزه دانیم پس تعطیل را
که مشعر از زمان استقبال است چرا از میان برنداریم فتامل والسلام علی
من اتبع الهدی مکتوب بیست پنجم در تحقیق عدم وقوع رویت دیده در دنیا مگر آن سرور صلعم
جواز رویت الله سبحانه بچشم سر در دنیا در بیداری از تفردات و اعتقادات اهالی
هر چهار مذاهب اهل سنت و جماعت است شکر الله تعالی سعیهم و معتزله منکر این جواز اند
چه در دنیا و چه در آخرت اما وقوع رویت حق سبحانه تعالی بچشم سر در دنیا در حق
هیچکس از انبیا و اولیا و هیچکس از اهل مذاهب اربعه جایز نداشته اند مگر در حق آن
سرور اشرف المرسلین و افضلهم علیه الصلوة و علیهم اجمعین اختلاف صحابه
است رضی الله تعالی عنهم حضرت عائشه رضی الله عنها و بعضی صحابه قایل عدم
وقوع روایت بصری اند در دنیا مطلقا در شب معراج و غیر آن و از بعضی
صحابه در حق آن حضرت یکبار یا دوبار وقوع رویت بصری در دنیا در شب
معراج و غیر آن روایت کرده اند و این اختلاف هر دو طایفه بر قیاس
نیست بلکه بقول رسول است صلی الله علیه وسلم و علی آله اجمعین چون حضرت
عائشه صدیقه و بعضی رضی الله عنها و عنهم از اصحاب بعد تشریف آنحضرت

از معراج پرسیدند هل رأیت ربک یعنی در شب معراج دیدی رب خود را گفت الله نور انی فکیف اراه یعنی الله نور است چگونه ببینم او را و نیز فرموده رأیته بفوادی یعنی دیدم خدا را بدل بعضی دیگر پرسیدند یا رسول الله دیدی خدا را در شب معراج فرموده انه الله نورانی اراه یعنی الله سبحانه و تعالی نورانیست دیدم من او را و این اختلاف در قولین در دیدن یکبار یا دو بار است اما زیاده ازین اتفاق تمام در منع است اما حضرت امام اعظم رضی الله عنه فرموده اند الاحوط هو السکوت یعنی در حق آن سرور در وقوع و عدم وقوع رویت بچشم سر در شب معراج و غیر آن از دنیا احتیاط آنست که ساکت باشیم و هیچ نگوئیم و علم او بخدا سپاریم ازین تحقیق ثابت شد که هیچ یکی از اصحاب کبار و مجتهدین عظام در حق خود قایل رویت در دنیا نیست و هیچ یکی را در دنیا میسر نه با وجود کمال درعایت که اول قدم ایشان نهایت اولیاست عجب از بعضی جهال این زمانه است آن رویت که در حق آنحضرت صلی الله علیه وسلم یکبار نیز باتفاق ثابت نشده باشد در حق خود و توابع خود که استنجا بای کردن نمیدانند هر آئینه در هر زمانی بی توقف همان رویت را قایل اند بلکه میگویند که ایمان بی رویت کامل نمیشود بلکه ناقص است و این قول این جماعت از قول

[Marginal note:] ... من این جاهلان ... دعوی بی برهان ... در عین دعوی ... نیز اسند ... زور ... بی توقف ... نعمای ... و قصیده ... و نسمون النعیم ... فی خران ...

ایشان بر رویت است چه از قول ایشان لازم آید که ایمان ایشان عالی
است از ایمان کسی که در حق او خطاب لن ترانی قطعاً واقع است و این کفر
محض است ضلّوا فاضلّوا اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان هم
الخاسرون و از بعضی اولیا که کلمهٔ رویت سر زده بود رویت سرّی است نه رویت
بصری زیرا که این ظن خلاف مذهب سنت و جماعت است و در حق ایشان
بدظنی کمالست در عقیده منظومه میفرمایند «من قال فی الدنیا اراه بعینه
فذلک زندیق طغی و تمرد» «و خالف کتب الله والرسل کلها» «و زاغ عن الشرع
الشریف و ابعدا» «و ذالک ممن قال فیها لبیننا» «یری وجهه یوم القیامة اسودا»
در تفسیر بیضاوی در بیان معنی آیه لن نؤمن لک حتی نری الله جهرة الی آخره باید
که چه میفرمایند پس از این تفسیر متحقق شد که اکثر بعضی نادان از عبارت تفسیر
بیضاوی که در سوره فاتحه در معنی ایاک نعبد و ایاک نستعین فرموده اند رویت
بصری می فهمند نادانی محض است و این از نافهمیدگی عبارت تفسیر است
و برای توضیح عقیده در توقف رویت در دنیا چند فصل از کتب احادیث
باسناد معتبره در ذیل این عبارت آورده شده فصل الاول عن جریر
ابن عبدالله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انکم سترون ربکم

عیاناً وفي رواية قال كنا جلوساً عند رسول صلى الله عليه وسلم نظر إلى
القمر ليلة البدر فقال إنكم سترون ربكم كما ترون هذا القمر لا تضامون
في رؤيته فإن استطعتم أن لا تغلبوا على صلوٰة قبل طلوع الشمس وقبل
غروبها فافعلوا ثم قرأ وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها
متفق عليه وعن صهيب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال إذا دخل أهل
الجنة الجنة يقول الله تعالى تريدون شيئاً أزيدكم فيقولون ألم تبيض وجوهنا
ألم تدخلنا الجنة وتنجنا من النار قال فيرفع الحجاب فينظرون إلى وجه الله فما
أعطوا شيئاً أحب إليهم من النظر إلى ربهم ثم تلا للذين أحسنوا الحسنى وزيادة
رواه مسلم عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن أدنى أهل الفصل الثاني
الجنة منزلة لمن ينظر إلى جنانه وأزواجه ونعمه وخدمه وسرره مسيرة ألف
سنة وأكرمهم على الله من ينظر إلى وجهه غدوة وعشية ثم قرأ وجوه يومئذ ناضرة
إلى ربها ناظرة رواه أحمد والترمذي وعن أبي رزين العقيلي قال قلت
يا رسول الله أكلنا يرى ربه مخلياً به يوم القيمة قال بلى قال قلت وما آية ذلك
في خلقه قال يا أبا رزين أليس كلكم يرى القمر ليلة البدر مخلياً به قال بلى
قال فإنما هو خلق من خلق الله والله أجل وأعظم رواه أبو داود فصل الثالث

عن ابي ذر قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم هل رايت ربك
قال نور اني اراه رواه مسلم وعن ابن عباس ما كذب الفؤاد ما راى
افتمارونه على ما يرى ولقد راه نزلة اخرى قال راه بفؤاده مرتين رواه
مسلم وفي رواية الترمذي قال راى محمد ربه قال عكرمة قلت اليس الله
يقول لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار قال ويحك ذاك اذا تجلى بنوره الذي
هو نوره وقد راى ربه مرتين وعن الشعبي قال لقي ابن عباس كعبا بعرفة
فسأله عن شيء فكبر حتى جاوبته الجبال فقال ابن عباس انا بنو هاشم فقال
كعب ان الله قسم رؤيته وكلامه بين محمد وموسى فكلم موسى مرتين وراه
محمد مرتين فقال مسروق فدخلت على عائشة فقلت هل راى محمد ربه فقالت
لقد تكلمت بشيء قف له شعري قلت رويدا ثم قرأت لقد راى من ايات
ربه الكبرى فقالت اين تذهب بك انما هو جبرئيل ومن اخبرك ان محمدا
راى ربه او كتم شيئا مما امر به او يعلم الخمس التي قال الله تعالى ان الله عنده
علم الساعة وينزل الغيث الاية فقد اعظم الفرية ولكنه راى جبرائيل لم
يره في صورته الا مرتين عند سدرة المنتهى ومرة في اجياد له ستمائة جناح قد سد
الافق رواه الترمذي وروى الشيخان مع زيادة واختلاف في رواياتهما

قال قلت العائشة فاين قوله ثم دنى فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى
قالت ذاك جبرئيل عليه السلام كان ياتيه في صورة الرجل وانه اتاه
هذه المرة في صورته التي هي صورته فسد الافق وعن ابن مسعود في قوله
فكان قاب قوسين او ادنى وفي قوله تعالى ما كذب الفؤاد ما راى وفي قوله
تعالى ولقد راى من آيات ربه الكبرى قال فيها كلها راى جبرئيل عليه السلام
له ستمائة جناح متفق عليه وفي رواية الترمذي قال ما كذب الفؤاد ما راى
قال راى رسول الله صلى الله عليه وسلم جبرئيل في حلة من رفرف قد ملأ
ما بين السماء والارض وللبخاري في قوله تعالى لقد راى من آيات ربه الكبرى
قال راى رفرفا اخضر سد افق السماء وسئل مالك ابن انس عن قوله تعالى
الى ربها ناظرة فقيل قوم يقولون الى ثوابه فقال مالك كذبوا فاين هم عن قوله
تعالى كلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون قال مالك الناس ينظرون الى الله يوم
القيامة باعينهم وقال لو لم ير المؤمنون ربهم يوم القيامة لم يعير الله الكفار بالحجاب
فقال كلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون رواه في شرح السنة وعن جابر عن النبي صلى الله
عليه وسلم بينا اهل الجنة في نعيمهم اذ سطع لهم نور فرفعوا فاذا الرب قد
اشرف عليهم من فوقهم فقال السلام عليكم يا اهل الجنة وذالك قوله تعالى

سلام قولا من رب الرحیم قال فنظر علیهم ینظرون الیه فلا یلتفتون الی شی
من النعیم ما داموا ینظرون الیه حتی یحتجب عنهم ویبقی نوره رواه ابن ماجه
مکتوب بیست ششم در تحقیق بعضی اقوال مشایخ که از بعضی اعزه صادر شده
چنانچه قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله تحریر یافت سبحان الله وبحمده در حق
مقبولان خود چه فضل فرموده که ایشان را متخلق باخلاق خود نموده حتی که چنانچه
در کلام خود عبارات محکمه ومتشابهه وارد فرموده در کلام مقبولان خویش
از انبیاء علیهم الصلوة والسلام واولیاء قدس سرهم نیز بکلمات محکمه و
متشابهه ملهم نموده تا اهل صفا اهل زیغ خفی محک آیات متشابهات
میکرده کما قال سبحانه تعالی فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه
منه الآیه سوال از بعضی اولیاء کلمه عینیت وهمه اوست واز بعضی دیگر لوائی
فوق لوای محمد وکلمه از کلمات حضرت ایشان که مقام خود فوق مقام حضرت
صدیق رض و در مکین تر از و یافتم وکلمه حضرت غوث الثقلین قدمی هذه
علی رقبة کل ولی الله واشال هذا از متشابهات میدانی یا از محکمات جواب
این همه اقوال متشابهات اند کی تاویل یا تسلیم رهبر بمقصود میشوند سوال
اگر کسی بظاهر این اقوال اعتقاد کند بی تاویل چه قبح لازم می آید در قول

اول کفر لازم زیرا که در ظاهر قول اول غیر حق را حق گفتن است و در قول
ثانی خود را از نبی خود خاتم الانبیاء علیهم الصلوة والسلام فوق شمردن
و این هر دو کفر است و در دو ثانی قائل این عقیده بحسب ظاهر اینها مبتلا
به بدعت زیرا که در ظاهر قول اول که از حضرت ایشان عیسی قدس سره فضل بر صدیق اکبر
رضی و در قول ثانی که از حضرت غوث الثقلین است فضل بر مطلق صحابه و فضل
بر امام مهدی است حال آنکه فضل امام مهدی رضی الله عنه بموجب حدیث اجماع
جمهور بعد صحابه بر جمیع اولیاء تا قیامت ثابت و مقرر و قول بر خلاف تقریر را
و این بدعت و ضلالت عزیزین حضرت غوث از فضل امام مهدی بر خود
هرگز استنکاف ندارند و چون استنکاف ندارند و چون استنکاف کنند که به
تعلیم علم لدنی عالم بفضل اوست و هم عالم بورود احادیث بر فضل او
رضی الله عنه و غیر و اجد فضل خود سوای اگر تابعی از توابع بزرگان که قائلان
این هر چهار قول اند مثلا بر ظاهر این عبارت عقیده بندد و این را از فرط
محبت نامند در حق ایشان چه حکم بود جواب این از فرط محبت فرط هوا است
و مخالفت با سر محبت شرکی است و نادر مضای ایشان درین بود انما مشکل
این نیست که مثل عیسی علیه السلام بسبب این عقاید توابع متبوعان ایشان شوند

كما قال سبحانه لعيسى عليه السلام ءأنت قلت للناس اتخذوني وأمي
إلهين من دون الله إلى آخر الآية ومتبوعان سر بسجده نجات خود خواهند
وگويند سبحانك ما قلنا لهم إلا ما أمرتنا به أن اعبدوا الله
ربنا وربكم فيلزم على كل تابعيهم أن يسلموا فيهما
بالتسليم المحض ويؤمنوا في هذا بما عند متبوعهم
لأن متبوعهم على الحق لا تدخل فيه الباطل أو يأولوا
بتأويل يهديهم إلى الصراط المستقيم سؤال چون تخليص تسليم
از شبهه تا النص بالنص نصيب ما در آن نيست بس تا و بلا كه درين هر چهار قول موصل بمقصود است
بيان فرمايند جواب اما قليل البضاعت را چه يارا كه از خود در تأويل اين اقوال
مشتبه دم زنم اما عزيزان ما آنچه درين اقوال فرموده الذي يحكم واما بنعمت
ربك فحدث معروض ميدارد بگوش هوش بايد شنيد كه چون قايل قول عينيت
لا الموجود است كه وجود غير بين العدمين كالسطر المتخلل بين المدين است وقايل نفي
است از جميع تعلقات داخليه وخارجيه بحقيقت يعني كلمه طيبه خلاص يافته
ميخواهد كه بحقيقت توحيد متكلم شود مي بيند كه وجود علم كه در نفي غير دارد
با قيست البتي بحقيقه كلمه طيبه نمي آرد تا مثبت عيني نشود هست بنده بود موجود

حقیقی علم هم با عالم دیگر متی برود فلم یبق الشاهد من لواحق الشهود
من العلم والتمیز الا المشهود الحقیقی وصفاته فاذا تحقق هذا وینعدم
کل ما سواه بنفخ الصور الحقیقی معنی کله لا کما ینعدم ما بقی بنفخ صور اسرافیل
ایضاً فیتکلم الله سبحانه فی مظهر الشاهد المنفی بجمیع لواحق الشهود بکلیه همراه اوست
یعنی تمام با التی اوست کما یقول سبحانه تعالی یوم ینفخ فی الصور فینعدم الصور
مع صاحب الصور فلم یبق الا الله فیتکلم بکلام الحقیقی بلا واسطه و بلا مظهر و مخاطب
لمن الملک الیوم لله الواحد القهار فاذا تحقق هذا ثبت فی المرتبتین انه
قول الحق و کلامه بلا شرکة غیر الا المظهریة فی الاول و در قول لوائی فوق لوای
محمد لوا بمعنی بشیر مراد داشته اند بشیر حضرت در معراج جبرائیل
و بشیر وقایل حضرت محمد الرسول الله صلی الله علیه وسلم فلا شک فی فوقیة
لا اگر گفته شود که در بشیر حضرت همه عالم شریک اند وجه تخصیص این قایل حیث
جواب چون عوام بوسایط ظلال کثیر آنحضرت علیه الصلوة والسلام نسبت
بشیری دارند وقایل قول بقطع ظلیت نسبت بشیری باصل متصف است
فنظر الفرق و قول حضرت الشان که مقام خود فوق مقام حضرت ابابکر صدیق
اکبری باهم به این معنی که چون در مرتبه عروج اند زیر قدم اولیا طریقت بجب

استعداد خود بهره یافته بزیر قدمی صحابه کرام متصف شدند و ختم این زیر قدمی
تا زیر قدمی حضرت صدیق اکبر است و چون ازین زیر قدمی بحسب استعداد خود
نصیبه حاصل نموده اند درین زیر قدمی از کمالات صدیق اکبر بمقامی خاص ممتاز شدند
همین صاحب قدم مستعد ترقی را از زیر قدمی های حضرت علیه السلام سپرده اند و چون
در هر زیر قدمی بحسب تقویت استعداد صاحب قدم برای ایشان در زیر قدمی خود
بفضل حق سبحانه بمقامی خاص عطا کرده اند حضرت صدیق نیز بتقویت ارشاد
بحسب مظهر بر استعداد ایشان شانی و مقامی خاص در زیر قدمی خود عطا
فرموده اند همچنین در زیر قدمی حضرت رسول الله صلی الله علیه وسلم بحسب استعداد
خویش مقامی خاص یافته اند ازین همه مقامات در عروج که در هر زیر قدمی بایشان
عطا فرموده بودند بتمام ایشان بکمال اند و بملکیت آنها متصف فوقیت و تحتیت
مقامات با ترتیب عروج مثلا که بتمام حضرت ایشان بکمال اند و بملکیت آنها
~~متصف فوقیت و تحتیت مقامات با ترتیب عروج مثلا که بتمام حضرت ایشان~~
بکمال اند و بلاشک یکی را بر دیگری ثابت و نیز فوقیت و تحتیت اصحاب اقدام با یکدیگر
فیمابین هم متحقق لیس واضح شد که در قول حضرت ایشان ها بلا تردد حذف
بعضی مضاف است یعنی مقامی که در زیر قدمی ابابکر صدیق اکبر را عطا فرموده اند

تحت بعنایت که در زیر قدمی حضرت سرور کاینات مارا رحمت شده
و این ظاهر است لا یخفی علی احدٍ عزیز من قول حضرت ایشان ما کرمن بعد
صدیق اکرم رضی الله عنه مشعر معنی صدر است بلا توهم خلافه و معنی قول حضرت
غوث الثقلین بیان میکنیم و بالله نستعین بادر غلط میفتم باید فهمید که حضرت
حماد دباس قدس سره که هم عصر غوث الثقلین بودند و حضرت غوث
در آن وقت صغیر بودند فرموده اند که این طفل بر همه اولیا در وقت خود
فضل خواهد یافت و نیز بعد وفات حضرت غوث بعد مدتی از شیخ فرید
از معنی این قول سوال کردند فرمودند که اگر من در آن وقت می بودم بر چشم خود
می نهادم آن زین و قول اکابر معلوم شد که قدم ایشان بر گردن اولیا
از وقت بوده و بعد آن نیز حضرت بندگی خواجه بنوری قدس سره درین
قول الهم باختصی شده اند که قبل ایشان و بعد ایشان هیچ ولی بجمع منصب
فردیت و قطبیت و غوثیت منصوب شده از جمله این جمیع مرتبتین فی وقت
واحدٍ خاصه ایشان جایز است که گوئیم که اقطاب و غوث که بعد وفات
ایشان باین منصب قطبیت یا غوثیت فرادی فرادی نواخته میشوند
زیر قدم ایشان اند و جایز است که واسطه عطای این مناصب از جانب حق

سبحانه تعالی بعروج حضرت غوث کرده باشند واین زیر قدمی بایشان
بدیگران تا منصب غوثیت است وهر که از مرتبه غوثیت گذشته بمرتبه امامت
پیوسته این زیر قدمی بیرون است و جایز است که در مرتبه که فوق غوثیت است
برایشان باشد بلکه فوق ایشان سبحان الله چه کوته اندیشی است که حضرت
عروج تا مرتبه غوثیت میکنند و از مرتبه امامت که فوق غوثیت و مرتبه خلافت
که فوق مرتبه امامت است جاهل اند عزیز من ایشان مخاطب بحضرت غوث ثانی اند
نه بامام و خلیفه و حضرت امام مهدی رحمت الله علیه جامع امامت اند
و خلافت کبری فوق غوثیت اند و مرتبه خلافت و امامت که دو مرتبه است
جلی و خفی و هر ولی که غیر اصحاب کرام و غیر حضرت امام مهدی است و از مرتبه
غوثیت گذشته بکمالات امامت یا خلافت رسیده امامت یا خلافت
خفی دارد و خلافت جلی خاصه حضرات اصحاب کرام و بعد ایشان نصیب
حضرت امام مهدی است پس باید فهمید که هرگاه آن ولی که بخلافت خفی
که بهره مند است از سلکش که بغوثیت منسوب آمده اگرچه جامع دو منصب باشد
یعنی قطبیت و غوثیت اعلی و اوفق شد از شان آن خلیفه جلی کم مناسبت
بخلفای راشدین دارد و فضل ایشان در احادیث مذکور در مرقوم است چه بیان نماید

وکیست کہ در غور ان کوشد لا تفکروا فیہ اصلا عزیزمن قول حضرت غوث
اقلت شموس الاولین و شمسنا ابدا علی افق العلی لاتغرب از کسانیکہ
اول ایشان بودہ اند خبر رسیدہ بدانکہ از کسانیکہ بعد ایشان آمدہ اند و خواہند
آمد جایز است بلکہ واقع کہ شموس بعضی آیندگان نیز غروب پذیرد و شمس
آخر از شموس ما قبل برسنت خاتم الانبیا خاتم الولایت باشد و چون خاتم
الانبیا بر ما قبل خود فضل دارد خاتم الولایت بر جمیع توابع فضل دارد و این نسبت
و ظاہر است کہ خاتم در جمیع اولیا را امام مہدیست فمن تفضل علی غیرہ سوی
الصحابہ بعم فقد خطا بخطاء صریح فوجبت علیہ التوبۃ والعود الی عقیدہ السلف
قدس اللہ سرہم مکتوب سیصد و ہفتم در تحقیق اقسام مومن مومن چہار قسم است منحرف
مقید متوجہ سالک رسندہ محجوب واصل اما منحرف مقید کسی است از کہ بحجاب
غفلت مبتلا بمعصیت شدہ در قید افتادہ علاج او بہ ندامت و استغفار را
تا آنکہ آثار قبول توبہ در ظہور نیاید از دیگر کلمات نافع بحال او استغفار است
بعد قبول توبہ چون فضل خاص رہبری کند متوجہ بکار قطع منازل خواہد شد
در بدو این کس را متوجہ سالک خوانند تا رسید و چون حجاب راہ اقسام شہوات
و ہوا است مثل تعلق بالہ باطلہ و تعلق بآن ہر دو مانع ظہور انوار وحدت

از شیفتگی بیست علاج او بتکرار کلمه طیب بیست تا آنکه آثار ارتفاع موانع که هوا
و شهوت است متحقق نشود تکرار کلمه طیب خصوص جز اول که لا اله الا الله است
در حق او شفائی و کافی است بعضی اخص بعد ارتفاع موانع مذکوره رسیده
محجوب خواهد بود بعضی اگرچه قطع منازل کرده اما در بانی محلس خاص دارد از
صاحب خانه هنوز آشنائی پیدا نکرده در بیولا بصورت کلام این کس احتیاج کم دارد
نافع و سبب رفع حجاب در حق او لفظ الله خواهد بود زیرا که این اسم معظم
جامع جمیع اسما و صفات محبوب حقیقی است جل شانه چون جذب جاذب
حقیقی دستگیری خواهد کرد بعد تکرار این لفظ معظم بیاد ذات اسمی این اسم
ترقی داده از مسمی این اسم آشنا خواهد کرد مراتب شهود و حضور انا فانا بر
صاحب ولایت ظهور خواهد نمود در بیولا این اصل حاضر را تکلم بکلامی و تلفظ
بلفظی اگرچه لفظ الله باشد در عین حضور مسمی سوء ادب مینماید مگر که مامور گردد در بیولا
مطالعه شهود این خاص را بجای خواهد رسانید که در عین نظر با شیا متعدد خارج
در ذهنیه منظور شهود او بجز وجود واحد حقیقی نخواهد ماند زیرا که موجودات متعدده
ظلیه اشیا چون ثبوتی و قیامی در اصل بجز وجود حقیقی ندارد هر وجودی که در
خود محتاج بسوی غیر است فی الحقیقه اطلاق وجود بر وی صورت حقیقی

بس در جمیع مراتب متکثره ظلال اگر وجود هست ظهور همان موجود حقیقی است
اگر ثبوت نفس هستی ظهور همان ثابت نفس الامر نیست لهذا این عارف
درین مرتبه رسیده بجز وجود واحد درین مظاهر نمی یابد و ازین دید باطنی بلفظ
همه اوست مترنم میگشاید و در بعضی اوقات بغلبه ظهور این نسبت
بر باطن همین کلمه لیز زبانش می آید و چون ظاهرین از حقیقت ظل و قیمت
نفی وجود از ظل کفری یا انکار دو نمیدانند که ظل خود شاهد و گویا در نفی نسبت وجود
حقیقی از خود هست و اگرچه از ظلیت ظل هیچ عاقلی انکار ندارد اما آنچه حقیقت
اصل است نسبت آن بسوی ظل تشریک ظل با اصل می پندارد و قال الله تبارک
الله تعالی ولا یشرک فی حکمه احدا عزیز من ظل هست مگر آنکه خود تعالی نظهور کمالات
ذاتیه خود بظلیه ظاهر است بی حلول و اتحاد و چون وجود حقیقی را که اصل است
ظهور بظلیه بر دو مرتبه است بظهور افاضه کمالاتی از کمالات علم حقیقی با بی
افاضه آن لهذا ظلی که افاضه ظهور علمی ندارد از حقیقت هستی وجود ظل آگاهی
ندارد و نیز وجود صوری را وجود حقیقی انگاشته ظاهرین نام یافته و ثانی را چون
بظهور علمی نواخته آمد مشاهده وجود حقیقی در ظل نصیب او ساخته این است وحدت
وجود در کثرت ارباب شهود را وحدت وجود بر دو مرتبه هست اول شاهد

و [illegible] در مقام کثرت این [illegible] وجود و کثرت می‌دانند صاحب [illegible]

از [illegible] ترقی [illegible] مثل ظل از میان بر [illegible] محجوب [illegible]

[illegible] اگر چه از [illegible] کثرت بحقیقت را یافته [illegible]

[illegible] از [illegible] کار [illegible] است و جهت ظلمت [illegible]

[illegible] فضل الله [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] کثرت از وحدت وجود

کثرت [illegible] پیدا [illegible] [illegible] حقیقی [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] ظهور [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] وحدت وجود [illegible] وجود [illegible]

[illegible] یابد [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] ربان [illegible] [illegible] خواهد

ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء [illegible]

غامضیت این مسئله است موقوف بر ارتفاع حجب [illegible] چشم
ایمان الهی که در طریقه قادریه ... اعوذ بالله من الشیطان الرجیم
داد کرده ... بی ... حرفا [illegible] اول ...
دا ... الاحوال ... سعادت ... الدین [illegible]
... اسماع ... دکان ... [illegible] داد
... [illegible] ... ان ... [illegible]
... مسئله ... یکی از ... کتاب ... [illegible]
خواهد بود ... انکار زیرا که انکار این ... عظیم ... است عظیم ...
در تحقیق این ... سکوت ... که مردم ... [illegible]
که در دفع اشتباه عزیز بکار آید باید دانست که ایمان دو رکن است
تصدیق و اقرار رکن دائمی و اصلی تصدیق است و اقرار رکن ثانی
است و فرع تصدیق و اقرار در تمام عمر یکبار کافیست ... در بعضی محل
با وجود تعلق از خوف هلاکت ... عدم ... اقرار با وجود صحت تصدیق
... ایمان ... مذهب ... استعانت ...
... تکرار ... حضور ... دوام ... گاهی ... ذکر و خشوع

[illegible]

[illegible] رابع [illegible]

رها [illegible] و بسیار نمازها [illegible] احادیث [illegible]

و [illegible] ثابت است العلم الظاهرة الدینیة از متعلقات رابع [illegible]

و بسا از روی آنکه مقصود است هیچ وقتی جایز نیست بلکه اکمل از آن [illegible]

همه در حال [illegible] جایز [illegible] نماید [illegible] متعلقات [illegible]

تصدیق تسبیح [illegible] آن است که آن حضرت صلی الله علیه و سلم

دایم [illegible] بوده اند [illegible]

[illegible] وقت [illegible]

[illegible] الاسلام [illegible] احادیث [illegible]

[illegible] آن حضرت [illegible]

[illegible] علی [illegible] ولی [illegible]

[illegible] تحمل آن [illegible]

[illegible] تصدیق چون وقتی است [illegible]

مسند [illegible] بلکه در بعضی اوقات ادای آن [illegible] است مانند

وقت [illegible] خلا و وقت جماع و وقت استنجا و وقت [illegible]

تکلم

بکلم گر از میعاد [illegible] اوار شوع فرموده اندیش [illegible] باید که نظر کند در حقیقت

کار دانه ذکری [illegible] دی گر از وبا [illegible] مدد الاصال [illegible] ذکر است که [illegible]

[illegible] بارا این عبارت [illegible] ذات [illegible] این عالم

[illegible] ان ظاهر [illegible] ارشاد [illegible]

[illegible] شرع

[illegible]

[illegible]

الاستاد لقلقه [illegible]

گر قلند [illegible]

از [illegible] در بیان مظهریه [illegible] علوم [illegible]

الحمد لله [illegible] الهدی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] العلم

[illegible] الوحدة والوا [illegible] صلی اللہ

علیہ [illegible] الله [illegible] الدلالت

[illegible] شیخ الله تاج [illegible] ان حقیقة

الحمد [illegible] الجامع المنزه عن المنزل پس باید نهمید که [illegible] صفت

پس درینجا مراد از حقیقت محمدیه فیض است حقیقی که مرکب است از نور ما
تا تامل اعتراض کرده چون تحقیق این مبحث طولانی دارد موقوف به تحریر آن
فقیر از آن ایام که میان ملک جلالت نشانیده آمده تا حال بحث تکلم است مگر در
نشده دست نشود بعد آمدن شما درینجا مفصل عرض خواهد داشت ابیات
چه معنی دارد رنگی است که بیرنگی اسیر رنگ شد موسی با موسی در جنگ شد چون به بیرنگی رسی کان داشتی
موسی و فرعون دارند آشتی مراد از بیرنگی مرتبه اطلاق که تعین را در آن راه نیست
و از رنگ تعدد مظاهر و کثرت تعینات مراد از اسیر شدن انعکاس آبگینه‌های
متکثره از نور آفتاب وحدت و از جنگ موسی با موسی تنوع تنوعیت تعبیری مرتبا
دیگر است و از رسیدن به بیرنگی رجوع نهایت سوی بدایت و از آشتی موسی و فرعون
اضمحلال تقابل صوری و تعین شخصی و برچیدن بساط تکلیف از میان برداشتن
آبگینه‌های مختلف الالوان که موجب کثرت اعداد در شرح میر محمد رضا عفی عنه فقیر
میگوید که آنچه مولوی میر محمد رضا در شرح ابیات مسطوره الصدر مرقوم ساخته در بسیار
در بیانات الا یعنی بیان شیخ فانی مینماید زیرا که صاحب فنا را اضمحلال ایام
مراتب تعینات است حتی که علم فنا هم اگر در شخص فانی باقی مانده تمام فنا در حق
او تمام نکرده‌اند لهذا رسیدن به بیرنگی را میر مولوی در شرح ابیات مسطوره اضمحلال

تعینات از نظر عارف کرده چه تعین عارف و چه تعین غیر عارف و در مستی
اصول چند دارد مشهور اول آنکه از شنیدن بیرنگی انعکاس آبگینه‌های متکثر
از نور آفتاب شده در دسر ایجاد شده است یکی آنکه آنچه در آبگینه منعکس است
حقیقتش بیان کرده اما حقیقت آبگینه هیچ نگفت که مستقل بقدر الله یا از روی
نور آفتاب است دوم آنکه معنی رسیدن به بیرنگی را با اضمحلال سالک من کل الوجوه بیان
کرده و در انجا آشتی موسی علیه السلام با فرعون مقرر فرموده حال آنکه در هیچ جا نام
و نشان این هر دو ذات متصور نیست زیرا که ثبوت نام و ان مرتبه ثانی اضمحلال
است پس آشتی که صفت ایشان تا ثابت داشتن ذات آنها تحقق
نیابد سوم آنکه جنگ موسی با موسی نسخ شریعتی دیگر مراد داشته و چون جنگ
مقتضای مخالفت است و هیچ نبی را با نبی دیگر بطور ناسخ و منسوخ بهیچ وجه مخالفت
نیست بلکه منسوخ در وقت خود محبوب ناسخ است و کذلک ناسخ عند المنسوخ
پس در تحقیق جنگ شبهه‌ای است الغرض آنچه معنی این ابیات مقصود
مناسب بیان شعر با ذوق است از باقی آن احتمال تحریر نیز که الله سبحانه
[illegible]
[illegible]

دیگر آنست که هرگز در وقت ظهور ازلی او با وی مخالفت نیست چنانچه لاموره نیز

شعر این معنی است حضرت مولوی روم قدس سره در مثنوی فرموده

چون که بیرنگی اسیر رنگ شد موسیی با موسیی در جنگ شد چون به بیرنگی رسی کان داشتی

موسی و فرعون دارند آشتی بعضی عزیزان شرح این ابیات کرده اند و از بیرنگی

مرتبهٔ اطلاق و از رنگ مرتبهٔ تقید و از اسیر شدن ظهور انعکاس در مراتب متنافیه

خواسته اند و در تقید آشتی را حمل بند است اما در خاطر فقیر رسیده اند که مراد

از بیرنگی عدم انصباغ ایشان به تکالیف شرعیه و عدم اتصاف به مرغوبات

طبعیه است و آن هر دو در زمانهٔ عالم ارواح اند قبل از تعلق جسدی زیرا که در عالم

ارواح همه را با یکدیگر صلح [illegible] است [illegible] جنگ که تکالیف شرعیه و اتصاف

به مرغوبات طبعیه را لازم است نبود متحقق و چون روح هر یک در قید جسد

اسیر گشت و متصف به مرغوبات طبعی [illegible] تکالیف شرعیه شد بعضی

لطیفه در خیر قبول آن آمدند و ظاهر قهریه از قبول آن ردی تافتند

پس هر مظهر برای ادای حق مظهر خود [illegible] جنگ شد چنانچه

فرعون را با حضرت موسی علیه السلام مثلاً و کاتب [illegible] حضرت سیدنا

از تکالیف خضر به خلاف رضای حق صورت جنگ [illegible] اما در حقیقت

اسیر رنگ گفتن بعین دلالت میکند بر عالم ارواح و لا حق شدن تعلقات ونوع روح ... نفع و بیعت ... شرح است ... بعضی ... تکالیف ...

[illegible]

[illegible]

نبود در عین مجادلۀ جنگ بصلح بدل گشت و موجب علوم کثیره گردید کما
الله سبحانه یبدل سیئاتهم حسنات الغرض چون صاحب صفارا که
صفات لطیفه است عروج روحی و علمی از مراتب جسدی میسر آمد و در
مرتبۀ روحی رسید و تکالیف شرعیه که بسبب تعلق جسدی بودند در انجا
دریافت ولی موقع رو بجنگ تکلیف ما لایطاق دیده بس باشتی آورده
از جنگ قضای محض متوجه مطلوب حقیقی گشت و ثمره آن جنگ که در تعلق
جسدی بوجه الله بوقوع آمده بود حاصل نمود و صاحب ظلمت فرعون مثلا
صفات قهریه است و جنگ او بوجه الکینی بود بمطلوب حقیقی پی نبرد
و در آخر کار در درکات عذاب جای یافت کما قال الله سبحانه و ماویهم النار
و جنگ او چون بسبب عدم اطلاع بر حقیقت احکام شرعیه بود بعد اطلاع بر حقیقت
بر تکالیف بر جنگ سابق ندامت کشیده باشتی پیوست اما چون جنگ او
بوجه ابلیسی بود در عین اختیار صلح در وقت یاس ثمرات ظهور قهریه که
عذاب در حول نار است ممتاز گردید و خبیث از طیب در عین تمیزی پیدا آورد
سبحان الله هی کمال هر دو مربی است که چنانچه در عین جنگ مظهر مخصوص هر یک
از مظهر ثانی ممیز بود در عین صلح هر دو مظهر که مقتضای صلح هر دو مربی فیما بینهما

بوقوع آمده نیز بظهور نتیجه آن هر دو کمال تمیز بیدا اورده لیمیز الله الخبیث من الطیب
عجب کاری و بار ایست بعضی عزیزان مرتبه تقید را برنگ تعبیر کرده اند که ادران
محال پنداشته در ین تحقیق که بالا ذکر یافت بعین حیثیت تقیدی بعد جنگ
آشتی ظاهر شد مکتوب در بیان معنی ایه یسبح لله ما فی السموات وما فی الارض
اخوی معنوی حافظ عیسی سلام فقیرانه خوانند و سوای تسبیح اصناف مسبحین
که جماد و نبات و حیوان اند و انسان نیز درین تسبیح لازم با نها شریک است
از جهت شمول این هر مرتبه و این تسبیح لازم ذات هر فردی از مهاد
انست تسبیح انسانی که خاصه انسان کامل است بهمت کامل مسبح و
باشد و در ایشان او امر و اجتناب از نواهی این تسبیح را که خاصه انسان کامل
است منحصر دانند و این تسبیح مخصوص را خاصه مومنین بلکه خاصه انسان کامل
فهمند و این تسبیح را مقتضی درجات عالیه و مثبت اعمال حسنه پندارند در
تسبیح این طایفه اهل خیر را مظهر انوار صفات لطیفه الله جل شانه
نشناسند و کفار که کالانعام بل هم اضل سبیل اند ازین تسبیح مجرد
و بسبب تشبیه به انعام با وجود اسم در رسم انسانیت از دایره قواعد انسانیت
کامله جدا و چون تسبیح اینها بظهور کمالات صفات قهریه عدم انحراف

آن صفات ست اسم تسبیح بر ہر فردی از ینہا مطابق و مناسبت مضرت
صفات لطیفہ من کل الوجوہ دریںہا معدوم لہذا اعمال حسنہ و لو صورتاً
بظہور صفات لطیفہ کالامانۃ دریںہا ظہوری صوری داشت در نوبت
کہ مناسبت حقیقی خفی بظہور صفات قہریہ پیدا آمد صاحب امانت امانت خود را
از یںہا برمیگیرد و ہمین سلب امانت بحیط اعمال مسمی میگردد واین طایفہ
انسان صوری برزخ است میان انسان حقیقی و سہ صفت دیگر یعنی جماد
و حیوان غیر انسان ازانجہت کہ این انقیاد صفات قہریہ دردی
اختیاری ست در صفت انسان معروف و ازانجہت کہ با وجود انقیاد
خود کہ صفت قہریہ است از درجات اخروی خالی دبی بہرہ در اصناف
داخل کمال قال تبارک و تعالی اولیک کالانعام اما چون اصناف ثلثہ
از درجات برادت از عذاب ہم دارند واین طایفہ برزخیہ بعذاب
صاف ثلثہ نیز رسیدنی ندارد و لبعید المقام کما قال جل شانہ سبحانہ
سبیلا د باید دانست کہ چون کمالات صفات قہریہ در عین
تسبیح خاص از مظاہر مخصوصہ خود مقتضی سلب اعمال حسنہ از ینہا
استعداد اینہا باین سلب و توجہ این مظاہر خود بدرکات منجر اند

پس قبول استعدادی این طایفه احکام ربی خود را فیض تسبیح و متابعت امداد اند و فهم مکنی که تسبیح هر مسبحی اقتضای اجر جبریل دارد لا یا تخلیق افراد مخلوقات محض برای اطاعت است بعضی برای اطاعت صفات لطیفه بعضی دیگر را برای انقیاد صفات قهریه آفریده اند درجات از متفرعات اطاعت صفات لطیفه اند و درکات از ترتبات صفات قهریه اینها که همه عوض تسبیح طالب اجر جزیل باشند آگاه باش اگر مظاهر قهریه در اطاعت خود اقتضای درجات پیدا آرند حال آنکه محبوب ربی اینها اقتضای درکات این جماعت است از دایره تسبیح بیرون آیند و مخالفت کردند العاقل تکفیه الاشاره بیت من نکردم خلق تا سودی کنم بلکه تا بر بندگان جودی کنم حمد است والسلام — المکتوب سی یکم در تحقیق معنی مناجات نماز گذار با رب خود در

بسم الله الرحمن الرحیم هو المتکلم بالکلام الحقیقی فی الصلوة کلام المصلی بعد سلام نیازمندانه مکرم معروض میدارد که فقیر بود

که المصلی یناجی ربه واقع است چون در قرات مصلی نظر کردم ثنا و فاتحه را بمعنی مناجات یافتم اما در ضم سوره دیدم که آیاتی که معانی مناجات دارند مثل ربنا آتنا و غیر ذلک صریح مناجات اند

قل ہو اللہ احد و قل یا ایہا الکافرون مثلا از طرف مصلی در عین حالت
مناجات چہ مناسبت بمناجات دارد و سور و آیات کہ از قصص فرعون
و ابلیس خبر میدہد مناجی را در مناجات چگونہ لائق و کثرت قصص تفرقہ
آورد است پس حضور چگونہ متحقق شود و بفضل اللہ سبحانہ در دفع حدشہ مذکورہ
و تحقیق معنی قرارت بکلام اوا رتی بتمامہا الحجہ بعقیر ظاہر گردید معروض میدارد
وان الاستصلاح ازان جناب ست المصلی اذا قصد ان لیشرع فی اداء
ما امر بہ من المناجات نظر الی قوۃ علم الحصول العادی فوجدہا فی غایۃ
النقصان فعلم ان لا ملجا من اللہ الا الیہ فکبرہ و قال اللہ اکبر ای انت اکبر
من المناجات التی ہی بضعتی فسمع اللہ تعالیٰ حمدہ بالتکبر فعلمہ المناجات
بکلامہ الحقیقی القدیمی بفاتحۃ الکتاب ثم امر بالالہام الخفی ان یحضر المصلی
بحضور القلب الی المناجات التعلیمی فوجب علی المصلی ان یتوجہ الی حفظہا
بعد السماع من اللہ سبحانہ و اذا تمت الفاتحہ وحفظ المصلی معناہا و قصد
المناجات بالفاتحہ وجد فیہ تکرار الفاتحہ وہو ممتنع فتوجہ الی المولی الحقیقی
ان یعلمہ ما یلیق للمصلی فی ہذا المقام فیلہم بلفظ امین و معناہ المتضمن لجامع
معنی الفاتحہ التی ہی الکلام الحقیقی ثم قرا المصلی امین بتعلیمہ الالہامی والتی

الى جانبه ... المقصود ... [illegible]

فتكلم ثم ... [illegible]

تحصيله الجوار ... [illegible]

وقال ... [illegible]

اي كل ... شرط ... [illegible]

القلبي واخذ مقاصد في ... [illegible]

ان يعلم المصلي ان لفظ ... [illegible]

كلام الله سبحانه ... [illegible]

العظيم بيانا الصراط المستقيم ... المتكلم في

الاتش كلامه ... [illegible]

ولشانه في ... [illegible]

بلاحصول ... اعلم

... دوم در بيان فرض نماز ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

خود مرقوم فرموده اند که نماز جمعه فرض قطعی است و علما در تحریر آن از قد
فرموده الی تعالی امداد انشاء الله تعالی تا یام در آن که سطری از طرف ... عند الله روشن
صحیح است شده اگر به فضل الهی بهانه محقق و ملهم فرمید بر آن عمل نمایم باوجود
این استفسار به تقلید طرفی از طرفین کار میکردم ناگاه بمحض فضل الهی
او تعالی ظهور آن در عالم بکر رسید که بی شک و ریب واقع گشته است
شفقت تحال فرمودند که شک کردن در نماز جمعه از وسوسه شیطانی است
و بعد از آن اجابت از جمعه واقع گشت بعد از آن در خاطر گذشت
که ... گشت اولیا امت ظنی است پس این راه بتر از تشریع
تردید ... جمعه چون در مسایل فقهیه غور بسیار نموده شد چند روایتی
از ... بیدین موافق ملت خویش یافته شد چنانچه بر علما ظهور این
اتفاق پوشیده نیست اگرچه اینها طرف اقلین را مرجوع فهمیده
... که الحمد لله الذی هدانا لهذا پس یاران و مخلصان ما را باید
که بیماری شک نیارند و بیشک فرض خداوند سبحانه را ادا نمایند انتها
لا ... ملت این بار بر این فقیر بااین طریق واضح شده که نیست
این برگزیدگان دین مجتهدین علمای امام برای اظهار ... انشاء و مرتبه الزام

در بعضی مسائل [illegible]

دلیل که [illegible] اصول [illegible]

بر همه اعمال [illegible]

و سعادت اخلاقیت [illegible]

در [illegible] علمیه [illegible]

[illegible]

که [illegible]

طریق [illegible] ستار [illegible]

[illegible] کمال الاولیا تحقیق [illegible]

الی [illegible] چون این تحقیق [illegible] اختلاف [illegible]

نظر [illegible] قول [illegible] صراط مستقیم [illegible]

ولی کامل [illegible] تعلیم [illegible] کاینات و احادیث [illegible]

[illegible]

[illegible] استعداد که قابلیت [illegible] اراده ازلی

[illegible] انوار [illegible]

محجوب [illegible]

محجوب شد و بسبب صفت نور بصیرت ایشان نابد لایق بلکه واجب بود چون
نزیند که ستار حقیقی بر کاد بحث عار مصد وره در حین حیات آن فاصدا
خود بخشیدند بر حق ستر قول ایشان کرده باشد بعد وقات این ایشان که باشد
مناسب استعدادی بالذی نسا از تابعان مقلدان در شته باشد اگر متابعت
ایشان درین مسئله اختیار نکند و برسد برهان سعادت لایخ از کسی
که متابعه قول محقق کند ها بخیر نادر العصر لی تردد بر کرده و قول طرف
ثانی را از اقوال مختلفه نمیدهد برای ادب صوری باینکه بشنید در نماز جمعه
چار کانی بهمیته ... ود ... بطور تطوع ... زنیغ ... ادا نمودند این چهار
کان ... مثال چار کانی عوام است بلکه ... بدو شان ... نیک بود ستر است
وکه ... ایشان بالمسان تلی برای استار ... آن ... ادب و اولیت داین
ادب ... گفتم برای ... عوام است والا متابعت قول متحقق کشفی
... تحقیق ... نعرزان اهل حق ... و محض ادب حقیقی ایشان
... یعنی ... کثرت ... نیت در ...
... تسلی با ... احقر عبد الغنی ... را
... و ... الاولیاء ...

الان اشرف الملائکة و افضل الانسان بعد سلام فقیرانه معروض میدارد
که سعادتمند [illegible] غلام زاده حامل لطیفه امینه آن [illegible] از دیر باز [illegible] آثار
نماید [illegible] حسینه بوده شد [illegible] ذات آگاه ساخته [illegible]
[illegible] حق تعالی سعادتمندش گرداند باید که در صحبت خود تربیت کنند
تا لذت [illegible] ذات الله تعالی بعد تمام این ماه [illegible]
سازند در جمیع [illegible] احوال پرسان باشند [illegible] الکرام [illegible]
بر تربیت [illegible] ولقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر
ورزقناهم من الطیبات وفضلناهم علی کثیر ممن
خلقنا تفضیلا مکرم و مشرف باشند نیازمند عبد النبی [illegible]
نیاز و توجه [illegible] بعد سلام فقیرانه عرض میدارد چون مدت چند ماه است
که ملاقات آن عزیز نشده اگر فرصت وقت [illegible] این عاجز [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ظہور را [illegible] کرد [illegible]

[illegible] کران [illegible] راہ [illegible] بار [illegible]

[illegible] بود [illegible] زندہ [illegible]

[illegible] امین بودہ [illegible] تعلیم [illegible]

[illegible]

[illegible] یاران [illegible]

[illegible] الدنیا [illegible]

[illegible] مکتوب سی و پنجم باشرف الاخوان محمد اشرف

[illegible] زمان [illegible] حنیف

[illegible] احسن الطرق [illegible]

[illegible] الشیخ [illegible]

[illegible] التوفیق [illegible]

[illegible] فی [illegible]

[illegible] و الحق

فرزند [illegible] بکار [illegible]

لی نرود محکم شده اما کار بسیار بیشتر است تا زمانی که حیات باقی است امیدوار
ترقی باشند واین ترقی نه از تشبیه بسوی تنزیه است لایق ترقی در تنزیه است
مرد باشند بسیار افانی پیدا شته نحوی نخرند چون سعادت شعار میان علی محمد
درینجا هستند واز اسم دار شنیده بر دند باید که از نفی و اثبات تعلیم فرمایند
دارند خاطر لطف صحبت دار اعنی نخواند زیادتی بهره مندی نموده باشند دکم گویا شد بر
و حکم کرئی یاران خود را تعلیم نموده باشند واین عاجز را گاه گاهی یاد نموده باشند
وفقر را لازم ذات خود فهمند واز طلب فقر توابع را تحریر میکرده اند ما بستر
شمان مصول این حیرت نیز در رسالۀ بعنوان محرر کرده والسلام علی من
اتبع الهدی مکتوب سی وششم بحضرت اشرف مولانا العالم اسلام نه از نزد ارادت
وباسد نزس تحقیق رانت اصلی طلی در ذات مرتومه شمان خ سبب
اما غایت این مراتب قوم منوز داخل دایره احصا است وحقیقه مرتبه ولایت
ونبوت انبیا علیهم الصلوات والتسلیمات بیشتر است وموقوف بر دعا است اسما سوال
که معطا است به بشارت امید بیشتر آمد بر همین نسبت در ابهام احتیاط دارند
ای ع واسطه نوم دو عزیز در واسطه بر دو قسم است یکی واسطه تعلیم
که نسبت الحجاب است دوم واسطه حاصل از مرتبه الحجاب است چون در سالک سرکت
نماید

بمتابعت آنحضرت علیہ السلام بنور تعلیم جسمانی ارواح اولیا و انبیا

استعداد را قوت می بخشد پیدا می کند قابلیت بہ تعلیم علم لدنی

او تعالی او را وحی باید جائز ہست کہ اللہ تعالی بواسطہ تعلیم جسمانی روحانی

اندر نام نماید اما بدو شرط یکی جمیع اوقات از تعلیم روحانی ... باید

... از ... دوم ... ہیچ وقتی ... اوقات

قطع نشده است ... آن ... شود علامت عدم قرب ...

است ... اللہ تعالی ... در رفع واسطہ مطلق بکمال ...

معاملہ بالعکس است قابل ... از ...

والسلام ... علیکم و علی ... اجمالا تفصیلا

مکتوب سی ہفتم بمحمد اشرف صوبہ صدور یافت ... الرحمن الرحیم

... فہو لیس ... السلام

علیکم ... عبارت کہ مرقوم بود اگرچہ

... بخشید است اما داخل اسراف است معانی ... مجملا یا مفصلا

... شنبہ ... دریند ...

مشتاق ... مکتوب سی ہشتم بمیان محمد اشرف ... السلام علیکم و رحمۃ اللہ

و برکات سعادت شرف اندر نصیب اشرف باد و از یاد غیر در میان خود
محفوظ دارد سر را که مسافت در میان ایشان است جانان و جان
و نهانست بعد صورت ضرر ندارد در محبت نسبت ندارد در گوشه اند
تا جام محبت می نوشند نظم تو از نبی دلی آگه کنی اجابتی برسی گره
تو بی برجد الجندان بروا این ره که دوئی برخیزد از رهست دوئی بره ردی برخیزد
حق سبحانه مجد بنیادی را از حقیقت صدق که جامع فنا و بقا حقیقی است
بهره مند سازد و بعلیه شهود مطلوب ذره ره از مرا ضمیر سعد دم گرداند
از ننگ ناموس دنیوی خلعت بی نیکی نامی پوشاند سازد بزرگی در خود
بیت از ننگ چه گویی که مرا نام زننگ است و از نام چه پرسی که مرا ننگ زنام است
ا... متعلقان ظاهری و باطنی ایشان را بایشان شوق گرداند
که چون دو دل متفق شوند کوه را بگسست دهند عزیزان بی نامی را نام دل
دل یکی راند که دم از شما جدا اند در حال فی الحال هیچ یکی اند
ندانند ذات او تعالی حقی که از خودی خود هم بکنند بلکه هیچ غرضی
مرادی را در میان ندارند در محبت تا محبت ذاتی حق شود و از
خود واقعه او قوم فرموده بودند خوب است ... نکردند ... آن

که بزرگان این نسبت رحمت بی‌شمار حاصل نموده اند درین خاندان
عوض می‌یابند و اعتقاد راسخ بر سیر و متابعت سنت سنیه
می‌نماید اگر چه بعضی ریاضت و مجاهده کار تحصیل را دستور داشته اند اما بوقتی
که متابعت سنت نبوی بوقوع آید ام الریاضات است چون بخدمت سپردم
بخدا سپردم بخدا سپردم امیدوارم که حق سبحانه برکت شما جوانان صادق بین
عاجز هیچ کاره را مغفرت نصیب کنند و سعادتمندی درخورده از شفیع جان
این مذنب کرده اند که مثل خوب خواب و عاصی در نظر می‌آید نهد اتباع هم کامل تر می
یابد والسلام مکتوب بیست و یکم بمیان محمد اشرف تعلیم گردید

باسبحانه تفویض کار و بار محبان نزدیک و دور بخدمت بل جانب حسب
تفویض نیست همه ظهور اوست بل مظاهر مفصله خود ظاهر و حاکم اوست بعد
سلام فقیرانه از احقر دعاگویان عبد النبی اشرف محبان مطالعه فرمایند
چون مدت گذشته از خبر العزیز سمع حسدی دروحی بهره سعادت حاصل
نکرده بناران در عین وقت کفایت چشم بر آبی و قلب بدرد و خرابی بود
حق تعالی این عاجز را از لقای آن عزیزان بر نور شرفی خاص عطا فرماید
توقع آنکه در ترددات کسب جنان باید نشوند که خط عبدیت زحمت بر بندد

ت ایما لب نیاز ارانس اخروی باشند که مصلحتی اختیار ... ند

انتشار چو در آثار ع دارند دار الاسلام الکرام و علی من لدیکم انّما المکتوب جهلم

بمیان محمد اشرف القوم التقیهم اخوی متقی بعد سلام مطالعه فرمایند

میان محمد کمال برادر خورد ... موجود هستند اگر حیات باقی است بر وقت ایام

... تشریف خواهند فرمود اوقات را بتضرع ... و ... نجد ... حبیب

... حاصل جو در جواب خط نوشته شد که در ... هستند و فاتحه خیر خوانانند

انّما المکتوب ... بمیان ... ذره الصدق ... آمین ... الآن

... زن دان ... صبح ... اهم ... و ...

... دیر ... عاجز الغرض قطعه ... زنو ... بنا ... باحق ...

زخود ... آتشی ... کرده ... طریق ... هست ... که ... فرق

است عزیز ... اینجا ... ایام که ... یایات ... اکر ... حقیقت

... السلام علیکم ...

... سنت ... که ... ماند ... بوی ... باشند

از خود ... نانی از ... وجه ... غیبه ... دو

و بصیرت ... نکاه ... بی ناد ... خیری دیگر ... داد ... الله ... مرتبه را

ایمان او ...

ایشان را امر را جستنات از نواهی است بلکه ارتکاب امور مباحه هم ذنبی است نزد این طائفه حسنات الابرار سیئات المقربین مشهور است بارکت باشند تا بیست روز از دیار خود نه بعد از آن اختیار دارند مکتوب چهل و دوم بمیان محمد اشرف صدور یافته بمطالعه اشرف العرب افضل العجم نوشته باشند تمام شده از مطالعه نمایند چون مدت مدید از ملاقات دوری دید که این چاه باشند حقوق دینیه بخدمت متعلقان باشند اگر قوت اخلاص را رهبر نمایند و تعلیل و تکثیر بصحبت شریف مند سازند زهی سعادت اگر نه بی ادبی هست باشند و هم این مکتوب چهل و سوم بمیان محمد اشرف صدور یافته دارد کرده تر نا و خیته اوقات را در صحبت اهل هوا کلفت شنود بر باد دهند بهتر از ذکر معبود نفهمند اگر چه ذکر متنبس باشند جمیع اوقات درین عمر نمایند آگاه باشند تا فرصت در هیچ فعلی بر مرکز سراه نیا اگر چه اعراف باشد که حمد منع اگر چه اظهار نعمت حد اللعطیه مسنون عزیزند در آن فرصت دیگر است که لا تفرح ان الله لا یحب الفرحین فرموده و حمد دیگر است زیرا که قل الحمد لله فرموده باید در این ارتکاب امری از امور باطن از حقیقت خضوع که آن است

فما است غافل نشوند ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء [illegible]

طریقه آسانیه برای جدای نفس [illegible] اگر [illegible]

جد منیت در هر فعل بهره نهاد گفت بعد یکم ربکم الله [illegible] جهاد چهارم

بیان محمد اشرف الاخوان بجوع بعضی در عریان [illegible] الا کید [illegible]

بود [illegible] در سیری [illegible] بخشی [illegible] تواند [illegible]

رفقه مشفقانه در باب [illegible] بردار یکم [illegible]

[illegible] بوم بود [illegible] آن [illegible]

یاد کرد گویا [illegible] محبوب آن [illegible]

والتسلیم [illegible] کمل [illegible]

برخوردار احضرت پیغمبر [illegible] صلی الله علیه وآله وسلم [illegible]

[illegible] در [illegible] بر همه پیغمبران علیهم الصلوات والتسلیمات [illegible]

[illegible] مراتب [illegible] تواند [illegible]

باشد یا فعلی جوع [illegible] خواه رجوع [illegible]

اختیاری دارد و خواه [illegible] تعلق [illegible]

ازدواج را اگرچه مرتبه تکلیف شرعی [illegible]

[illegible] علیه الصلوة والسلام [illegible]

[illegible] علیهم الصلوة والسلام [illegible]

نی باید محتاج بعلم اند معلم ذات مرتبه متبوع این است که روح حضرت
است بنبی خبر شده و معلم بیخبر شده است پس چون اینمعنی
در عالم ارواح درست آمد در عالم اجسام هر نبی که ظهور فرمود مقدم
ظهور ایشان است و منشا تعلیم کل حقیقة ایشان است صرف
دفاع ... که در زمین فصل بلیات می آیند پس جمع در
در یک ... درست آمد والسلام متوسیتم هشتم سوال بیان محمد کل
ذلک ... تعلیم ... مقامات افعال
... افعال ... اکمل تعلیم ایفاء عهود که
... بعض امور عادیه که از عاجز بوقوع آمده تعلیم نقش
... بر لوح دل منقش نگردد و از ملامت اقرب تعلیم حفظ
اوقات ادنی بعض حفظ الحال قول اکابر مشایخ است مع ذلک اداء
حقوق واجب ... که خدمت والدین ... تعلیم قلت طعام و کلام
... نوع ... آید و ترغیب بر نتایج تالیه آنها در فارغ در ترتیب
برافزونی آنها تعلیم اوقات را بمعیت چگونه صرف کند و از تفرقه
زمان واقع شود علاجش چگونه تعلیم مبتدی و متوسط را بهتر غرائب

یا بکاهی حاجت هم تعلیم احتساب لی قدرت به مناسب

یا نمکتوب جمیل نقش بستن تکمیل غرض من مدام کاهی احتساب بود

و فنا نفس که هیچ ادل مراد تعلق دارد ست فنا دل

کی حریم وصل را محرم سوی الغرضیت اکه وقت

یرد کما قال الله سبحانه رجال لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله

خطره از طوری از طورات مطلع نموده در دفع آن

خواهد اگر مبتدی و متوسط از خلوت بپردازند

احتساب بزبان یا بدعا در حق او هرگاه

یابی در دفع شود نسبت الله کبودی سبحانه

چیست به خطوات و قصد

الی الله سبحانه بالله تعالی

صلی الله علیه وسلم انه لیغان علی قلبی و انی لاستغفر الله

مرة علی اختلاف الروایه سوی الله

رضا به محروم را کاسته بازی خدا

منظر کمالات انسانی و صفاتی آ

اندازند اگر از ازل محروم است چاره ندارد و هر چه رضا جزاکم الله فی
الدارین خیرا جواب محروم هستند معمور آید اما چون کل شیء عنده بمقدار
عالم الغیب والشهادة الکبیر المتعال قول سبحانه است بر قدر او سبحانه
تعالی در هر زمانی ظهوری دارد شاکر و صابر باید بود یعنی هر وقت آنچه
مقدار رسیده بران شاکر بود و آنچه بر اوقات آینده موقوف است ظهور آن
صابر باید بود و منتظر از خواطر این بستان عافاکم الله سبحانه [illegible]
یافته بخاطر جمع بکار رحمات و تکمیل مشغول باشند و جنت آن [illegible] کنند
والسلام مکتوب چهل و هشتم بدرستی [illegible] طالب [illegible] بمیان [illegible]
آنان که خاک را بنظر کیمیا کنند آیا بود که گوشه چشمی بما کنند [illegible]
[illegible] تنم [illegible] را [illegible] سگ [illegible] منظور [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

که در مرتبه نو او الی از همه قابلیات لا نهایات اخلص و مشروع آمده است

و خاصه خاصه السر و در جمیع تابعان از صدمات از سنت و شریعت

و اجمع سنت الوجه . واجب است و مراد از فناکرده بان اصل

است و ادنی برهان بر گذشتگی با اصل و قطع نسبت و اضافات احوال

ذات است به نظر کمالات مغایره ذاتیه ارتفاع حال در هر مرتبه

است چون چنین شد تمام حاصل آید بر کسی که در استغنا از رای

جا و سر همه از دست عزیز من اگرچه در صورت این جواب کمی

تمام میشود تا اینها فوق آن بنگر معامله بر کسی و که در این

استغاثه ضروری حق سبحانه حقیقه کمالی اسرار تمام حسد تا از یکی

پست تا مستعرض الذات هر روز تا چند نویسم کاغذ کوتاه و قلم

قلم بی انتها و السلام و الاکرام بهتر آنست که اگر تواند نماز جمعه در شهر

میسر شد و الا از مسجد قصبه تنها کنی تا ثانی داشته باشد باذن قاضی

برای شرط مصرت کافیست مکتوب جمالی هم میان الهداد که میر امین و نیاز

و سوزکه ... نصیحت و کمال ... برای خادمان حضرت شیخ سلمه ربه مکتوب در

اسد ... سبحانه و تعالی تقوی شعار خدا داد میان الهداد در ازین

... که نقدی

از امر حاصل شدن ... نسبت ... آید ... استحقاق ... خوب ... ظاهر و باطنی

... است دیگر تجرید صوری که در عامهٔ فاضهٔ ولایت بسیار است
... سیر حدید نورانی که عبارت از حقیقت تجرید و تفرید است
... مخصوص اخص الخواص و اخص الخواص را از آن نصیب است
و ... پیشینیان نیز بخشید و حاد عصمه نیلا نموده
... از ... حقیقت کلمه بانوی نفس برکت
... ده و از جناس کثرت بعود وحدت متصف ساخته
... و محبوب انذ فرد یکرم گردانید و از لفظ و معنی
... که ... حقیقت که بی کم و کیف ورای جهات ... و ثمره
... مذکور ... دایم الاوقات با ستیعات کامل باطن نغز را توجه تام
... ذره ذره را از ذرات کاینات بنظر دل غیر ظهورات
... صفات ذاتیه سبحانه منکر اما و تا نسبت اصلی بکلی مرتفع نشود
... نمایی تم ... آید نه از تو نام ماند نه نشانی هرچه بیناشد از اسباب
... نشد از کثرت ... تو نماند و ... و متوجه در رنگ
... چون ماند بلکه از این ترقی در ترقی دست ... دایمی در تخلیص
... از ... تا سالک وصول ... شود

بنده‌گان اگر مرد عزیزی را صحبت حاصل شود [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] الوقت خود می‌گذارد

[illegible] ذکر اگر [illegible] طریق [illegible] مجاهده

بجا [illegible] حضرت [illegible] دیده شود و درین ساعت و روز و ماه و سال در نظر نباید

است بلکه مدت ثانی باید بحاصل شدن تمام عمر را یکساعت در جنب مقصود

می انگاشتند در مراقبه و مجاهده باید کوشید اگر بعد از عمر هزار سال منزل جمعیت

دست دهد غنیمت است از غایب و گویا در غیبت بجهت مقصود رسیده شد

بر احوال و کمالات اولیاء الله در نظر کنند که حصول کمالات بار یک بعد قرنها

در یا میشد و هر چند که خطرات در بعض زیاده و هجوم نماید همت زیاده باید

و نظر بآن باید کرد که بفضل خدا در تحت ساعتی ضرر نماند بلکه سود مند اند توجه بنقش

معظم اسم ذاتی بکمال همت باید گماشت ... اکثر اوقات

باید کوشید تا خس خاشاک خواطر سوخته گردد اولیا را طاقت داده اند که در آن عشم

از بعد مقصود مطلع سازند و بمقصود اصلی برسانند اما چون حق تعالی

در حق صاحب بعض مخلوقات که انبیا اند علیهم السلام نیز بتدریج واقع است

ازین طایفه که توابع اند نیز مشقت و محنت زیاده میخواهند درین مشقت که در دفع

دشمن دین نماید فی الحقیقة بعاشقان راحت و لذت است علیکم بامرکم دائم والسلام

علی بن الحکیم و در ورود حضرت حسین کرم الله وجهه خصوصیت دیده بهتر است که بعد نماز تهجد

میخوانند بالحاح و زاری اگر گاهی این وقت میسر نباید بعد اشراق و غیر ذلک میخوانده باشند

مکتوب پنجاه و یکم بمیان محمد صادق صدور یافت

اللهم اعطنی ایمانا صادقا و یقینا لیس بعده الکفر حق سبحانه و تعالی بایمان و یقینی

مشرف کرداند که بعد از او کفر نباشد بسبب یقینی که متیقن در قید اوست بکنه رسیده

و بعد آن تمه کفر ست باید زان طالب ترقی بود و عروج نمود یقینی که بان تیقن

نموده ایم یقین نهایت است که رسول خدا در حدیث از ان خبر رسیده صلی الله علیه و سلم

الغرض که هر که را که معتقد به یقین می باید در قید یقین است در نفی آن دریغ

نفرمایند و از قطع آن در غم نباشند حتی که یقین ماند متیقن غیر معتقد غیر

مدرک الغرض چون حسن اعتقاد زرا شما عطا فرموده اند حمد او تعالی ادا امتیاز

و امیدوار ترقیات باشند و حقیقت حمد این که آنچه لایق نیست از نفی

آن مجاهده بلیغ فرمایند که بمرتبه جانفشانی و ذبح الباطل رسیده اند السلام

مکتوب نود و دوم بمیان محمد قائم ساکن سامانه صوبه لاهور که از غربت سرزده

صحبت کرده بیت زانتانی در بیت عجب کاری ما ... درشنیده

که سلا ... هم قدس سره چه کمالی داشت ... در ... و ...

چه مصاحبه و هوس درجه امنیا ... قطع علایق را میل و ...

خواهند بلکه در عین گرفتاری ما سوای حق وصول در جایی که موقوف بر ترک

ماسوا است می جویند آری محبتی که از هر دو سمت قوت هم دارد و فوت دیگر

غالب است

غالب است بر تعلقات نفسانی میسر نیست عزیز من این بیچاره هیچمدان ظالم
جاهل قابل مرحمی کرد، رقیمهٔ ایشان مرقوم است نیست بل واسد هیچ نیست
بلکه هیچ نیست با وجود هیچمدانی خویش متوسلی و متصرفی میخواهد که صادق از طلب
حق داشته باشد و خود را انّا فانا در راه حق یافته فیض از ما قابلیت استعداد
خود داند و بسط را از نور توجه مرشد کامل نکو بوده مربی در ریاضت و مجاهده که محکم
بسته باشد که اگر نصیب من در حین حیات شد میسر گردد فیها و الا آخر چون
مرا تابی است در زمره طالبان و مجاهدان محشور گردم و اگر طالبی باین همت پاک نه
یافته شود در این چه بهتر که زمین باطن او بباب شفقت و مرحمت بازد و بیرب آبادانتر شود
و امانتی که از عزیزان بخود رسیده بادرسانیده آید عزیز من تکلیف این امر بسیار کن داده
اما چون استعداد اکثر ناقص یافته را تا فته السلام علیکم و علی کل من لدیکم مکتوب
پنجاه سیوم بآخوری ملانظر عیسی خوبی میان حافظ عیسی از عرفان حقیقی بهره دریافتند
مرقوم بود که در حدیث قدسی واقع است کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف
فخلقت الخلق لاعرف ازین حدیث معلوم میشود که مقصود از خلقت عالم معرفت
حق سبحانه است لیکن ازین درحق کسی که معرفت نصیب او نیست نیافریده است در حق غیر او چه گونه
باشد سعادت اطوار معرفت بر دو مرتبه است معرفت اختیاری و معرفت اضطراری

بهره وری از مخلوقات در عین بدو خلقت او حاصل است چنانچه آیهٔ کریمه
یسبح لله ما فی السموات وما فی الارض مشعر بهمین است و معرفت اختیاری
بر دو مرتبه است معرفت عام و معرفت خاص و در معرفت عام جمیع انسانات
ذو عقل مشترک اند و درین معرفت عام کفره نیز داخل اند اگرچه بسبب انکار انبیا
علیهم السلام گمراه گردیده اند بهره از قبول ندارند چنانچه در آیهٔ کریمه واقع است
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اما مقصود
از خلقت چون معرفت الله سبحانه است قبول باشد یا نباشد سوال
وارد نشود و معرفت خاص بر دو مرتبه است خاص و اخص معرفت خاص اگر
بعد معرفت توحید ذات و صفات قبول جمیع احکام شرعیه بلا تفاوت
و بلا ریب باشد اتیان اوامر و اجتناب نواهی باشد یا نباشد این معرفت
نصیب مومنین عام است و معرفت اخص نصیب کسی است که با وجود تقید جمیع احکام
شرعیه اتیان و اجتناب با وعظ نموده اند این جماعه مخصوص است باسیای
انبیا علیهم السلام و اولیا قدس اسرارهم ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء
والله ذو الفضل العظیم مکتوب نجاه نهارم بعزیزی صدارت منت شعار سعادت شعار رانجه رقم
بود که هرگاه روح بهر جسد محیط باشد بسبب نسبت فعال بسوی جسد مینماید

وجهان

وجه آن چیست جواب فعلی که در صورت بوقوع می آید خواه حرکت
وسکون خواه نشستن خواه قیام چون در ظاهر صریح بجسد تعلق دارد معامله
روح اگرچه عالیست اما مخفی است لهذا صورت حال را از نسبت افعال
بسوی جسد چاره نیست لیکن نسبت قیام جمیع افعال حقیقی بسوی روح
است پس بعد سلوک چون بر جسم معنی گشوده میشود این نسبت را بسوی
روح می یابد لیکن چون از ترقی می آید این نسبت افعال از روح برجسد بسته
بطرف فاعل حقیقی الله سبحانه متحقق میشود و در روح بیچون ذات ملک
بیچون نماست مجهول الکیف است پس فی الحقیقه کیفیت بیچون دارد
لهذا درمیان بیچون حقیقی که معدوم الکیف است درمیان بیچون نما که مجهول
الکیف است فرق هویداست که هرکه بیچون دارد اگرچه مجهول است در مرتبه
تقید است در مرتبه تقید حادث و محتاج است بالذات الحادث الارباب
و در آیه کریمه والذین کفروا اولیاؤهم الطاغوت یخرجونهم من النور الی الظلمات
نسبت اخراج کفار بسوی ظلمات بطاغوت است نسبت فعل بسوی سبب
چون طاغوت سبب ظلمات کفار شده اند لهذا نسبت فعل بطرف طاغوت
و مجاز کرده اند فی الحقیقه نسبت اخراج کفار از نور بصفت قهریه الله سبحانه است

که طاغوت بسبب آن شده اند و چون معرفت عام که کفار را نصیب است از ظهور
صفت قهریه است بسبب لاجرم کفار از ولایت حق محروم اند زیرا که ولایت
حق نصیب اهل معرفت خاص است که مظهر صفات لطیفه است مظاهر قهریه
را با ولایت حق چه کار ظهور صفات قهریه اقتضاء ظهور تبختر مظهر دارد نه افتقار
ولایت حق ولایت حق از ظهور صفات لطیفه است فلا نصیب الکفار
من الولایة الحقیقة نعم ولایت طاغوت کما ورد فی الآیة الکریمة
والسلام مکتوب نود و پنجم بعزیزی محمود نام صدور یافت بسم الله الرحمن الرحیم
بعد سلام فقیر التماس مطالعه فرمایند بدایت کار سالک از لذت یافتن از ذکر
الله سبحانه است و نهایت کار او مشاهده مذکور و این دو مرتبه بعبارت مصطلحه
صوفیه وجودیه است اما بدایت کار در ولایت اخص که ولایت علمای است
طلب نایافت مطلوب مذکور است و نهایت آن حصول نایافت و اگر اینجا
هم سالک ترقی کند بدایت بعلم حضوریست و نهایت آن حضور در حضور حضور
علمی وسط این مرتبه است و این سه مرتبه جزء در ولایت خاص الخواص
دست میدهند و غیر ایشان را نهایت و وسط و نهایت ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء
این تحقیق مر مرتبه ولایت را بود نه مرتبه حقیقت

در اصطلاح حضرت پیر دستگیر نوری است قدس الله سرهم و این مجمل را تفصیلی است که شرح طویل می طلبد و فرق در ولایت خاصه و اخص و خاص الخواص و نسبت که در خاصه نسبت مذکور مطلوب موجود و در اخص یافت مفقود و غیر معدوم و در خاص الخواص حقیقت نایافت موجود و نفس یافت معدوم و حق نهایت این مرتبه متحقق و ظاهر است پس نسبت مرتبه ذات خاصه که معبر بعلم است حجاب اکبر است که در وی لذت شهود سالک محجوب از حقیقت مطلوب است و بعد از ترقی ازین مرتبه حجاب سلوب ابا اگر نظر کنی نایافت مطلوب که در مرتبه اخص مطلوب است نیز علمی است که حجاب است مرتبه حقیقت نایافت را که سالک بلذت نایافت محتجب از مرتبت است چون درین هر دو مرتبه علم حصولیست لاجرم حجاب است مرتبه علم حضوری را و بعد ازین دو مرتبه مرتبه خاص الخواص چونکه اهل آن بهره مند از علم حضوری است لاجرم او را از حجاب منزه و دور نیست پس درین مرتبه اخیره چون حقیقت ایمان بالغیب رسیده در هر مومن علم مومن بایمان بالغیب در بسته است پس کو ما را عین اهتدا بدین نسبت رجوع بیدایت نموده ... ما انه ... م ظاهر شده و نیز رجوع الی البدایت بمعنی

اگرچه چنانچه در ابتدا از تعلق تعلقات نشستی بود در وسط تعلق را قطع نموده
به نسیان سوی الله پرداخته بعد النهایه تر باز بتعلقات مذکوره تعلقی پیدا
کرده که بیان این تعلق در مرتبه ثالث است ولیکن اگر مراد از معرفت و توحید
توحید و معرفت صوفیه است که خاصه ولایت خاصه است دامن معرفت
انبیا علیهم الصلوات و السلام از غبار این معرفت دور و بعید است
زیرا که این معرفت و توحید صوفیه خیال و وهم است در مرتبه ولایت
این جماعه عالیشان علیهم الصلوات و التسلیمات این کمالیست ایشانرا
وهم و خیالیست که ناظر مغلوب الحال اشیا را با آن معدوم می پندارد
و نیز موجودات [illegible] بالقدرت [illegible] بانه معدوم شده
آن موجودات [illegible] پس وجود کمالیه حضرت انبیا را در مرتبه حضور
در حضور نیست چون [illegible] الله سبحانه [illegible] نهایت [illegible] و مراد از ترقی
علو [illegible] ترقیات [illegible] چنانکه مروی است
که حضرت رسول صلی الله علیه وسلم [illegible]
و این ترقی [illegible] از شهود حضور و التشبیه [illegible]
[illegible] نسبت [illegible]

چه خواندن بس طلوع تا حصول که از ولایت خاصه است دیگر هست در مرتبه اخص
و خاص الخواص دیگر هر یکی به نسبت ما تحت خود هیچ و به نسبت فوق خود
نیست این نیز اشارتست به نسبتی که عند بعض بزرگان ای سالک راه
آن مراتب که بیان کردیم خواه حصول تعلیم ذکر تربیت عالی باشد یا حسب حالی
اگر برای تمام شدن مراتب تعلیم مرشد مکمل درکار است بعد رحلت او
در عالی نیست باشد یا در حال حیات شیخ تعلیم حسب تمام و مع ذلک الله سبحانه قادر
اگر بالعکس ظاهر کند اما سنت غالب چنین ظاهر است که ذکر رفت بلکه بس باید فهمید
که طالب در ابتدا دوست ناهمد درد و در وسط به عشق در انتها این اما در حقیقی
خیال کنی زیرا که در انتها حقیقی است عشق قاصر معامله آنجا ورای عشق عالی
و فاخر لیس چنانچه از کلمات بعض عشق آن مرتبه حقیقی برتر است نیز از این اصطلاح
که طالب فانی گردد با مطلوب بس رفیع الشان است تا از مرتبه حقیقی مرتبه
نیست که در پیچا حقیقت نفس الامری جلوه گر شده ناظر را در مرتبه
اختیاری نماند که در نفی ثبوت آن محو باشد آری اختیار تا آنجا ثابت
که منت نسبت وهم و خیال باشد و این مرتبه متعالیست که حقیقت جلوه
که حضرت را در آنجا قدم گاهی نمانده است بیدم ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء

هرکرا خواهد باین نوازد فایده هر نوری که در حیطه خیال آید مخلوقست قابل
نفی است یعنی نفی هر نور و جسد و تجلیات در دایره مخلوق باید کرد پس
هر لطیفه خواه در عالم خیال متمثل شده سرخ یا زرد یا سفید نماید خواه بغیر رنگ
محسوس و مشهود گردد علامت صفا و تزکیه آن لطیفه است اما سالک
بآن رنگ نیاید و آن را معبود خود داند نعوذ بالله من ذلک نفی سالک بطریقه
احسن مبتدی خواه متوسط آن نهایت که بجز ذات بیکیف حقیقی در دید
شود غیر را جای نباشد و هر چه محسوس شود قابل نفی باید فهمید خواه محسوس
جسمی خیالی باشد خواه محسوس حسی خواه بحس بصر و سمع زیرا که تجلیات غیبیه
مقصود اول یقین ذات بیکیف باشد و مقصود از آن طریق وسیله وصول به
بیکیف باید فهمید همچنین اگر نور لطایف متمثل شود وسیله ترقی باید فهمید
نه که عین مقصود باید دانست ونفعک الله بسمی. نکته تنبیه داشت

سوال اگر در نامه عبارت شده که لطایف رفته آمد و اعتبارات
همه دست هم داده ظلمانیم بعده چون نور اسم شریف الله بر لطایف همه پرتو
انداخت معلوم باید کرد در ابتدای کار غالب ظلمت جسدی باشند حال آنکه
مغلوب و مخفی در ظلمات عنصری غالب می باشند بعد سلوک و شغل غلبه را بجناب
پیدا میکنند

پیدا میکند و بدین جهت تجاذب هر مرتبه علیحده رواج و رونق یافت
چون بعد عهد نبوت شد و با الفت حکم حجب زیاده گردید خصوصیت نورانی
خفا پیدا میگرداند و درین حکمت الهی است که تمام مراتب سلوک را
تا آن بشر خود را ضمیمه فرموده و ترتیب سلوک نظر بجذبه غیبی مرکب
ازین لطائف ستّه و از قید ظلمت برآورده بخصوصیت اصلی نور رسید و صفا است
رسانده بهره وصول بخشید ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء و اینجا سالک
تبرا از تعلق ... میشود تمام وجود او با خطره است از غیر حق خطره محفوظ
با خطره چون تعلیم اسم ذات یابد قصد آن کرد که غیر این اسم ذکر در دل نماند خانه
سالکان خانه دل را خطرها گرفته اند در پیولا چون محبت اسم ذات در خانه
دل شد که در حقیقه دل خانه اسم ذات است خطرها که بیگانه و ... در آن
گرفته بودند در جستن می آیند اگر جذبه از مرشد ... خطرها نام ... میسر ... میگردد
یکبارگی خطرها از خانه دل بدر میشود و سالک بقوت جذبه از ...
فارغ میشود و اگر جذبه غلبه نکرد کار سالک بسلوک افتاد و خطرها از آمدن
در خانه صحبت خانه را منع میکنند سالک را در پیولا مجاهده باشد که خواطر را دفع
باید که بقوت محبت اسم ذات از کثرت خواطر مضطرب نشود و قصد

باشد کرد چنانچه ذکر اسم ذات [illegible] اجا کرد و مزاحمت خواطر از میان

کرد [illegible] در مجاهده و محنت کوشید یعنی سلوک همین است [illegible] بنا کرد

بلکه در دفع خواطر مردانه طور باید کوشید [illegible] فایده رنگ تلبیت در عالم مثال گاهی

اگر نمایند شرح میشود اما در راه [illegible] بسا است از نظر [illegible] شرح غالبا منظور نظر

داشته شده و اگر ذکر [illegible] و از [illegible] از ین [illegible]

موقوف دارد فایده این اسم ذات اگرچه [illegible] حروف

مخلوق است اما ذات حقیقی [illegible] ترکیب لفظی از حروف منزه است

لهذا در عین تکلم این لفظ حادث [illegible] مدلول این اسم دارد

لا اله الا الله محمد رسول الله [illegible] دارد از انجا

لا اله [illegible] باید [illegible] کلمه الا الله را کشیده بر قلب ضرب

باید کرد [illegible] تا [illegible] هرچه از ین زیاده

شود [illegible] است فایده در عالم مثال [illegible] از ین مقصود است

[illegible] از رنگ [illegible] بیرون [illegible] باید داد خیال

اگر [illegible] عبادت است [illegible] خیال [illegible] خیالات

[illegible] خیال [illegible] که بجناب الله سبحانه مخصوص و قدم

است

[illegible]

ان آن بر سره اله بت جو در رد تا ر نا از ان

نور بهره بالی است باید اراد سید اہم فایدہ مرکہ محو سد

ممال ار رہ عذر در بنو فت داخل است انہ سور امور اس محبوب وقد

پس اسالکہ داران مرتبہ امور بارمقصد شود ار ربہ ارماں بیت اتصال دارد

فایدہ لوکر در شروع سیمت توعلہ محبت را مرکہ فایدہ واز

امور منہیہ سبت اران احتراز باید کرد کہ بلا مس رد دل حال ارادہ

الہی الی اہ وآیتہ کریمہ انا سو مکر العدد من الذین

فایدہ بدانکہ ابراد در کوا حال او السر

الہیم اا در اکرد ر مالمیں بہ الہ مکروہات اللہ سالکا

ہاں ابطا یعنی کہ ان پرد گرد کاہی یعنی وعم ماند دیکاری

مانند در السالک باسمہ مجاز مندہ را زکرحضرت الاربانی لطف

حبعی برد و مرتبہ است ذکر سیت بلباس دن کہ ذکر بلباس

حالہ مستدی و متوسط امااد کر بلباس لباس الست لوقت نقطہ

ارادت بیت الہ الہ حیث لباس مبتدیان ذکر صفات است

مبتدی ما متوسط و اگر حظ خدا و رسحانہ سرست اسم الہادی

ماس نیت بکہ انکہ سنکہ اللہ اسلم ۲ حالیں علی ارادہ حلا ناکر ل صی سالک تنزیہ الہ است

تو سیر رکوع و عمر سر شرف بر اربو اردد الہ اللہ علی

نمایش را واسطه [illegible] اما صاحب لباس [illegible]

باطن بصاحب لباس [illegible] منزه [illegible] از لکه [illegible]

نسبت [illegible] صاحب تنزیه است اگرچه [illegible] سلسله

نیافته اما دعا [illegible] بعید است میان اواخر [illegible]

از صاحب لباس [illegible] است و [illegible] از الله [illegible]

از اینجا باید فهمید که حال [illegible] حضرت نقشبندیه قدس الله اسرارهم که قبل

از فراغ از ابتدا و توسط در عین [illegible] [illegible]

عارست [illegible] بسیاری است فقط [illegible]

اگرچه وصول ضمنی دارد [illegible]

این نسبت [illegible] اسم [illegible] است و [illegible] مربی او اسم [illegible]

است ظلال [illegible] مربی [illegible] که اسم هادی است [illegible]

خود و [illegible] قاعده [illegible]

علیهم در آخرت [illegible] باید [illegible]

[illegible] قدم [illegible]

[illegible] است [illegible] اگر گفته شود [illegible] قدم [illegible]

علی [illegible]

عین می گویند گوییم که نسبت عینیت بی ملاحظه طرفین متحقق نمی شود پس فوق
که طرف ثانی به مرتبه عدم نسبت فیست با عینیت را با موجود متفق گشته غیر او نیست
واحد حقیقی که غیر تحرکت با ود در عینیت ندارد مظهر چه نسبت خاک را با عالم پاک
و خالی نسبت غیر حق را می باید بانه اگر می باید پس عینیت هالک با عالم زل
کذب محض و اگر نمی باید نسبت عینیت این وقت خلاف قواعد عقل است
فافهم والسلام والاکرام سوال در حدیث قدسی مضغه را اول ذکر کرده اند
و قلب را که لطیفه نوریست بعد آن وجه چیست جواب اگر از مرتبه ادنی با علی
سیر شده اول ذکر مرتبه ادنی ضروریست و اگر بیان از مرتبه اعلی با دنی باید ذکر
اعلی مقدم الوقوع است سوال هرگاه کیفیت اصل لطیفه معلوم نباشد
و بهره یابی از ظهور معانی قابلیات آن لطیفه باشد ناظر مضغه منظور
انوار قلبی که در بعضی مکاتبات نوشته چه طور بود در جواب ناظر بود و مرتبه آیات
اگر در سر انجات ظاهر است چون نجات در بیان است وصول این نظر را استمرار
زائلی می گویند و اگر بود راسله با شش طلسم شهود است این وصول را وصل اصلی
می فرمایند سوال حضرت میر سید شکر فرموده اند النفس یتولد من الروح والجسد
تحقیق این را مفصل بیان فرمایند جواب الله سبحانه جسد را از اربع عناصر

مخلوق فرموده و روح را از نور عنصر خالص بی سایه جدا ساخته
بحکمت بالغه و بعد نفخ روح در جسد جسد را بحکمت بالغه عالم و بینا
و سمیع گردانیده اما تر جسد از روح ممیز بینها برزخ لا یبغیان مقتضا
عنصر خاص ظلمت و کدورت که منشاء کفر و معاصی و مناسب مرتبه
روح نور و صفا که باعث ایمان و طاعت ملکی از ان مرتبه مجبول شد
خاصه خود نیست و غرض از تخلیق این هر دو ترکیب وجود و فعل اختیاری است
و آن موقوف بر هیئت مجموعه اتحاد ظلمت و نور لهذا قدرت کامله جهت
جسد ظلمات عنصری را علو داده از لطافت روح الطاف نورانی را هم
بخشید و در مرتبه برزخیت آن هر دو جمع ساخته هیئت مجموعه را بوجود
آورده و جامع متقلبات ایمان و طاعت و کفر و معاصی گردانیده و از
جبلیه مجبوریه برآورده بصفت اختیار موصوف ساخته نفس نام داده از اینجا
است که حمل امانت را که در آیه کریمه واقع است قبول کرده امانت آورده
و مظهر کمالات صفات جلالیه و جمالیه گردیده لنحل الله الشان و کتاب
چون این تحقیق تفصیل زیاده منجر است بر ضروری اکتفا نموده آمد
جای دیگر ان شاء الله تعالی تتمه آن بحسب فهم رکیک بیان نموده خواهد شد
الخ

والسلام مکتوب بجانب معصوم سرہندی ... سبحانہ ... ذکر پنج لطائف

... واقع است ... لطیفہ ... ولایتی است

... یعنی ... عامہ وخاصہ واخص وخاص الخواص اخص

الخواص لطیفہ قلبی ... وبہرہ ... است ...

... است کہ ... ولایت خاص ... نہایت لطیفہ قلبی ...

... بہرہ از ولایت ... است کہ از ولایت ...

... نہایت لطیفہ قلبی ... روحی ... ابتدا ووسط ...

بہرہ از کمالات ... است کہ از ولایت ...

... نہایت لطیفہ سری ... ابتدا و ... لطیفہ

بہرہ از کمالات ولایت ... است کہ ... عرفان ...

... نہایت لطیفہ ... وابتدا و وسط ...

... کمالات ... است ... الاولیا ...

نہایت لطیفہ اخفی ... حصول خاص ... انبیاست

... منصب نبوت ... علی نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات

مکتوب بجانب ... چونکہ ... رنگ ...

چون به بیرنگی رنگ کاملی [illegible] مراد از بیرنگی
اطلاق و تعبیر را بدان راه نیست و از روی تعدد مظاهر و کثرت تعینات
و از اسباب شدن انعکاس آئینهای شکسته از نور آفتاب [illegible] را
[illegible] تعینات [illegible] مرجعی [illegible] و از [illegible]
به بیرنگی رجوع نهایت سوی بدایت و گشتن موسی [illegible] لا
تقابل صوری و تعین شخصی بر چیدن بساط تکلیف و از میان برداشتن
آئینهای مختلف الالوان که موجب کثرت است اعاده را در شرح میر محمد رضا عفی
عنه فقیر میگوید که آنچه مخدومی میر محمد رضا در شرح ابیات مصدر الصدر فرموده
بسیار پاکیزه و زیبا است اما این معنی مناسب شخص فانی نمیاید زیرا که
صاحب شعار اضمحلال ظاهر و مرتبت تقید است حتی که علم شناهم اگر در شخص
فانی باقی بحال خود نماند و قرار ثابت نگرده اند لهذا از سیدن به بیرنگی را
میر مرحومی در شرح ابیات تفسیر با ضمحلال تعینات از نظر عارف بیان کرده
چه تعین عارف و چه تعین غیر عارف در بینش او یکسان [illegible] اول
آنکه از آستدن [illegible] انعکاس آئینهای شکسته از نور آفتاب مراد گرفته
اتحاد و تشبیه است یکی آنکه آنچه در آئینه منعکس است حقیقتش بیان کرده
اما حقیقت

احد اکا ہیچ تکلف

دو اتا معنی

وشانی

ذات اسہا حق بہ سوال

دیگر امر ادراک

خود بخود

اسم با

ازلی و ماہی

ظہور ازلی او با مخالف

لاہو د لاغیرہ منع اسمعنی ست وہمچنین ظہور ظاہر بر طبق موافقت

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] علم حقیقی بحث منظر است کاملاً [illegible] نظری [illegible]

[illegible] باقی [illegible] راه [illegible]

[illegible] بهره در [illegible]

[illegible] بصیرت مانی نزد این انتظار آن مرتبه [illegible] او [illegible]

[illegible] مرتبه [illegible] دیگر گفت و این [illegible] درست [illegible]

[illegible] بیان کرده که فرمود [illegible] بیت [illegible] رنگ [illegible]

[illegible] مرتبه [illegible] بیان فرموده

تعالی الله [illegible] علوا کبیرا کان الله ولم یکن معه [illegible]

[illegible] که [illegible]

[illegible] تحقیق مخاطب [illegible] ابیات مقصوده

[illegible] باقی می‌شود [illegible] علم [illegible]

علم مطلق حقیقی مرتبه [illegible] متعدده [illegible]

[illegible]

در [illegible] حضرت [illegible] بلوغ [illegible] است [illegible] [illegible] گردانی [illegible]

[illegible] تنوع [illegible] [illegible] [illegible] کرداده

[illegible] تحدید [illegible] ترقی از [illegible] [illegible] ظهر لمحه

[illegible] بوده باید که در مرتبه ادراکات صفات [illegible] [illegible] ذات [illegible]

[illegible]

عین [illegible] انتهای [illegible] [illegible]

دیگری است با وجود ظهورات متعدده [illegible] هیچ بودی [illegible]

تنوع [illegible] انتهای [illegible] [illegible] را از [illegible] [illegible] [illegible]

ثابت [illegible] [illegible] ذکر [illegible] [illegible] ذات [illegible] [illegible]

در اینجا راه نیست چون [illegible] [illegible] [illegible] الاشیاء [illegible]

در ذات [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

فائده باید دانست تجلی بر چهار مرتبه است آثاری و فعلی

و صفاتی و ذاتی در تجلی آثاری [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] متحمل

آثار فعل خود را آثار فعل حق می یابد و چنین در تجلی افعالی [illegible] [illegible]

ما فعله افعال [illegible] عین افعال حق می یابد کذلک فی الصفات صفات

خود در اصفات حق می یابد و چون تجلی ذاتی بهره ور شود بصورت درا
در مرات حق یابد عین ذات حق می یابد و این نه فصل تجلیات است طور نتو
نمرتبه ایست فی تحقیق منتهیان درین تجلیات بطوری دیگر ایست کما لا یخفی
علی اهل الله فایده هر تجلی که هست تجلی کمالی از کمالات ... از اسمای
اما اگر تجلی ... خود را صفات است آن تجلی ظهور کمالی از کمالات اسم
نافع و فایض و معطی است و اگر تجلی ... قبض است ان تجلی ظهور
کمالی از کمالات اسم قابض و مانع ... بعد ظهور اول از لوازم آن عجز
و جهد و تضرع است ... از لوازم ظهور ... استغفار و تضرع بار ... قبض
دلها و بسط ... بسط دلها و قبض نفوس است ... اکثر ...
جلوه استغفار و تضرع ... مقدم بسط و ... ذلک فضل الله
یوتیه من یشاء ... واجب الوجود دیگر
الوجود واجب الوجود آنکه او بذاته ... محتاج دیگری نباشد و ممکن الوجود
آنکه وجود و عدم او بذاته نباشد بلکه بغیره باشد و این مقرر ... عینه
باید دانست که اطلاق وجود ... تعالی بمعنی ثابت بذاته ... و اگر ...
... وجود واجب تعالی حقیقی است اضافی و اعتباری که به نسبت و اعتبار
... دیگر باشد

اما دیگر آنکه مقصود از اطلاق وجود بر ممکن معنی ثبوت که مرادف بالوجود است
بمعنی مصدریست و در فیض وجودی از وجود حقیقی موجود گشته اند و باعتبار
نسبت فیض وجودی از وجود حقیقی نسبت وجود باو میکنند پس وجود
ممکن حقیقی نیست یعنی وجود ذاتی نیست بلکه نسبتی اعتباری اضافی است الغرض
اطلاق حقیقت وجود در اصطلاح صوفیه بر هستی که مستقل بذات است
اطلاق وجود اضافی و اعتباری بر هستی که بفیض دیگری است از وجود
ما انهم و الکون من العاصرین اگر سببی باقی ماند در نزد ذوق خواهد است
پس فایده در سالک که در نفی مقاصد غیر مقصود حقیقی میکوشد تا نیست گردد
این نفی رفع عناد حسد و غیر ذلک من الصفات الذمیمه از سالک است
الا از سالک صفات ذمیمه مشغول گشتند عناد و عوام باذات
سالک لانسان در نفی سالک پیدا می کند چه عناد عوام باذات سالک
جبارتیست بر سالک که عوام خوردن و خفتن و نوشیدن سالک
را خوردن و خفتن خود قیاس کرده مخالفت پیدا میکند کما قالوا
ما لهذا الرسول یاکل الطعام و یمشی فی الاسواق باید که تمام صفات ذمیمه را
زایل کند از احتیاج تفصیل نیست که در مراقبه کما الی آخره

و [illegible] ظاهر شود ظهور کلام حق سبحانه و تعالی در مظهریت لطایف

باید یقین نیست وجود را بجز مظهریت نیست کلام بجز حق سبحانه فهمید

اولا ظهور این کلمات مقدسه بر اخفی و از اخفی بر خفی و از خفی بر سر و روح می آید

بعده بر قلب پس واصل بر لطیفه بقدر [illegible] را [illegible] می باید

در اخفی می باید در تحت آن [illegible] در عالم [illegible] فوق

هو الله سبحانه تحقیق معنی وجود اعتباری آنست که وجود را

و موجود دیگر که هر دو نسبتی نفس الامری دارند [illegible] اعتباری [illegible] موجود شد

نسبت آن [illegible] غیر لیس وجود اعتباری که [illegible] امکانی اطلاق کنند

متعلق [illegible] شدن بود [illegible] عبارت [illegible] شدن باشد وجود بمعنی

مصدریه چون ظاهر است که لفظ شدن در میان وجود و موجود لفظ

اعتباریست نه حقیقی و نفس الامری الحاصل عبارت موجود شدن

وجود اعتباری معتبر بود که بی اعتبار آن اعتبار آن اسمی است بی مسمی

و لفظی است که در ثبوت [illegible] خود را [illegible] پس چیزی

که در ثبوت معنی هم محتاج باشد باعتبار که فقط آن ثبوت اسمی بی مسمی

باعتبار بود نه حقیقت [illegible] که هیچ بوئی از نفس الامری داشته باشد جمیع وجوه

از اعتبار

از جزاء تمام ساقط است   چون غیر انسان حقیقی که حرکات اندر
مرتبه است تا در احتیاج ذوق اند بی مدد اصل انسان حقیقی باشد
لاجرم این احتیاج ذاتی این انسان و عدم تعبیر کرده ایشان را عدم ثانی
گفته شد زیرا که هر چه از خود هیچ ندارد فی الحقیقت معدوم و فانی است
هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بکل شیء علیم تحقیق مفهوم این آیه
کریمه در حدیث نبوی صلی الله علیه وسلم قال النبی صلی الله علیه وسلم اللهم انت
الاول فلیس قبلک شیء وانت الآخر فلیس بعدک شیء وانت الظاهر فلیس
فوقک شیء وانت الباطن فلیس دونک شیء فایده هو الله سبحانه جمال
دو عالم را از لوح دل جهان نقش مرقعه که بندر تخته زرین را یک نقطه و خط ابتدا
فایده در اصطلاح اهل تصوف مرتبه مثل حدیث نحو دو ا نقطه تعبیر میکند ر
زینه در اصطلاح ایشان چه مرتبه وجوب و چه مرتبه امکان که را از محمدیت
نسبت ... مرتبه محتاج او بیان نقطه میکنند و از نقطه وجود ظاهر
ظهور احدیت ... مرتبه وجوب و چه در مرتبه امکان تعبیر
مینماید وجود مرتبه وجوب را به خط اول و مرتبه امکان را خط ثانی بیان
میفرمایند چون این ... شود سیر سالک ... مراتب متنزله را باقی ... از تعدد

ذکر خالی کو دید دید ماسوا از دیده بصیرت او ... دیده ... در مرتبه وجو
وجه در مرتبه امکان بجز ظهور احدیت مجرده در دید او نمیاید میراند که او است
که خود را با بمراتب جلوه گر فرموده از ازل فی مرتبة الوجوب و هم در ثانی
مرتبة الامکان ... الی الابد نا اکثرت بود و غافل از حقیقت در سول مطلع
بر حقیقت با وجود کثرت و کثرت را سیر مراتب مختفیه و ظهور اسرار غیبیه
آدمی باید فایده این تحقیق اساسیست که از مرتبه ذات ... ظهور اعیان ثابت
مینمایند چه اضافت جمالی که آنرا بوحدت بیان میفرمایند یقین
اول میگویند و چه اضافت تفصیلی که آنرا بیقین ثانی و بواحدیت تقریر
میکنند و ظهور این مراتب را در مرتبه علم پیدا نشد محققین کمالات و کمالات
حضرات انبیا علی نبینا و علیهم الصلوات و التسلیمات ذات
جامع الصفات را وحدت صرف حقیقة میفرمایند و هر دو مرتبه را
متحاشی تعدد و تکثر ولی تقدم و تاخر بوحدت صرف در خارج ظاهر میفهمند
بتعلیم الازلی الاصلی و کمالات صفات ذاتیه را که مقتضیات صفات ...اند
مرتبه غیب الغیب ... و ... نیست در مرتبه علم ظهور پیدا نشد و ظهور را
در مرتبه علم دارات ... باسم معلوم ... و تعدد از ...
... دارند

می نماید [illegible] ظہور [illegible] علی عالمے [illegible] ظہور

است کما قال کنت کنزاً مخفیاً وجود [illegible] [illegible] گردد

ظہور [illegible] علوم ظہور [illegible] وجود [illegible] خارجی محسوب [illegible]

جانہ فاحببت [illegible] اعرف فخلقت الخلق [illegible] ہمان [illegible] است

[illegible] [illegible] خارجی عالم الوجود [illegible] آ

عالم [illegible] عالم [illegible] ہمادیست [illegible] است [illegible]

[illegible] العبد بحاجت حقیقی ازلی است و مرتبہ سوب [illegible]

[illegible] را کہ مقتضی [illegible] اجمالاست [illegible]

[illegible] عینیت [illegible] را کہ [illegible] العبد [illegible]

[illegible] آنرا کہ در [illegible] عالم امر عالم خلق [illegible] شدہ [illegible]

[illegible] السلام [illegible] طالب عروج میفرماید و از ظہور [illegible]

[illegible] ترقی میفرماید بنقطہ حلوت [illegible]

[illegible] اللطیف [illegible] نہایت کام [illegible] ہر دو عالم را

[illegible] ظہور معلومات و مراد [illegible] ازلی [illegible] العبد [illegible]

[illegible] [illegible] الف [illegible]

شود صفات علوم شود چون نسبت غیبت ... از مرتبه معلومات ...

معلومات که مقدمه علم حضوری است بمرتبه علم نمی‌آید که حضور علمی در آن مرتبه متحقق

علم نبوت ... علوم این است ... که در مرتبه علم حضوری علمی است و حصول

علم دارد معلوم هیچ نه و چون علم زاید بر عالم نیست پس ذات جامع کمالات

بذات حاضر این است بیان حضور حضور که حضرت پیر دستگیر ما حضرت

بنوری نور الله مرقده ... شفقت فرموده اند خبر داده ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا

او اخطأنا بموجب فهم ناقص خود چیزی گفته شد فایده ما همه سبحانه

هرچه از ذات و صفات شیء متصور مدرک شود ... ثبوت بعضی

لطیفه خیال است خیال مثالی از لطیفه نفس است اگر شیء متصور بر طور

قالب شرع شریف نیست و اگر قالب شرع شریف است در ... دار

خیال از صفای لطیفه قلبی بهره یافته است ... ما

ثمره اسلام و سنت است قیس ... الباقیه فایده ... اگر

وجود کرده است ابدا دالی ... که محض خیر است ... خلاصه

سبب این است که هر موجودی از موجودات که موافقت باو دارد

دارد چون موافقت امر وجود است ... آن موجود خیر محض است و

و هر موجودی

... [illegible] ... اندازه چون عوام [illegible] عالم

است از آنچه [illegible] موافقت سر زده تحقیق است [illegible] منتخب

که بر مقصد [illegible] است [illegible] امری است [illegible]

ببینند — [illegible] الله بجا نداشت بیت بزرگ درخشان [illegible] نظم [illegible] شمار

دو بیت معروف کرد کاز اطلاع [illegible] ورق برده

است [illegible] بیت یا [illegible] هرگاه [illegible]

هیچ [illegible] در [illegible] است و اینکه [illegible] مخصوص

[illegible] عبادت [illegible] والاسم اشیا [illegible]

[illegible] ابتدا [illegible] بود

فایده — [illegible] بود

[illegible] ضرور [illegible]

[illegible] را [illegible] دو [illegible] فایده [illegible]

[illegible] است [illegible]

اول آنکه [illegible] برای خرید مکون [illegible] باید [illegible] بجا [illegible] آنکه

[illegible] را به [illegible] و مکون که مراد از غیر حق است مرتبه [illegible]

[illegible]

شی بیکار ابر نیست اولی خرج کردن کار نادانان نیست لا ... اند با ... از در
سخن میلیند بحث و شبه است چرا که عزیز مذکور عدم گنجایش تکون را
کلام او مذکور است یا سکوت یا عدم گنجایش است الا از عزیز مذکور اولا ظاهر
که گنجایش در کلام دارد و ثانیا که عزیز مذکور ... نفی بر ذکر زبانی
ذکر زبانی باشد یا ذکر در ... دارد که گفته شود که مراد از تکون ... است
کریم که هرگاه لفظ تکون بر آدم رساند که آن حقیقت حقیقی است مراد
نیز همین ظاهر است که بیان لفظ حصول اطلاع بر ... آن ... احاطه
بر حقیقت نیز که لفظ پس جواب با صواب حاصل شد که ... کم
که مراد عزیز ترغیب بطرف نسبت حضور حقیقی است که وصل عیانی
دو وصل باین است تا ترقی از وصل میلش نموده با آن ... علیا حصول
پیدا کند و تقیید کلباس عمر ارتدیست ... ... انا الله سبحانه ... الم ...
الحقیقی فائده موجود بر دو قسم است یکی واجب الوجود دوم کل
ممکن منقسم است بر دو قسم قسم اول آنکه بر ... ...
جسم ... دلی و صورت و عقل و نفس ... دوم عرض و آن ...
است بر ... قسم کم و کیف و این ... ...
حیث

۱۶۶

نبح و ب ازین مزونهـ فایده طرق اثبات وجود صانع منحصر بر دو قسم است یکی بعقل دوم بریاضت و اثبات اول نزد دو طایفه است اناکه اثبات بدلایل عقلی میکنند بمتابعت نقل دمور انبیا علیهم السلام انهار حکمای میگویند و انانکه بعقل دلایل ... بی متابعت آنهارا حکما مشائین میخوانند و انانکه بریاضت میکنند با متابعت انبیا انهارا صوفیه میگویند و انانکه بمحض ریاضت در رندی بی متابعت انهارا اشراقین ... نامند ترجمه

حاشیه بلاکه بر شرح مواقف است فایده گمان بر چهار قسم است قسم اول ماموربه و آن حسن ظن است بخدا سبحانه و بر مسلمان و در خبر آمده حسن الظن من الایمان دوم گمان حرام است و آن گمان بد است ... سوم ... البته آن ... ماند قدا ... نهادن غلبه ظن ... چهارم مباح ان ظن است در امور دنیا و مهمات معاش ... تصور ... گمانی ... و ... است و از قید حرم شده اند رباعی ... که ... آوازش

فایده

رباعی

مردان غذا امشب خست ها و انکس را عبث تعلق بر خدا است
که عیب خویش شناخته است ها بده بر مه اش [illegible] ها [illegible] دا
مگر در امان باشد فایده امر بر دو مرتبه است امر ایجابی امر ایجابی آنکه
آنکه واجب کرده شود بر بندگان که فلان را بر نهاکنید پس در اجابت
اگر از مأمور ورا بر نیز بمکان است را امر را ان امّا شب [illegible] در موجود
شدن دایر ظاهر ممکن بر دان را حکم نیز کرد فایده بدانکه میان
رضا و محبت امر و ارادت و قضا و حکم خدا تعالی است دیگر حکم
و ارادت و قضا است را از رضا و [illegible] و امر و رضا
و متعدی است بدانکه فایده بدانکه اسم الله چهار حرف دارد از حقیقت
الف وصول بحضرت محمد رسول الله است و در حقیقت لام اول [illegible] خلیل الرحمن
است و از لام ثانی وصول بحضرت موسی است و از حقیقت ها وصول
بحضرت داود است و از حقیقت دوم بحضرت عیسی علیه السلام
الصلوات [illegible] فایده حیرت بر دو مرتبه است حیرت عقول
و حیرت نبوت و حیرت [illegible] ان که [illegible] خود را از جهت
مجملا ادراک طلوع جمال حقیقت و جمع [illegible] تصوری [illegible]
باشد.

تحقیق مرتبه اسم ادم بر ذریت قدس سره

بانت هرچند نمی‌گوید که بباید که بیاید اما هیچ بی باید نماید زیانست ـ

حقیقت ... در عین یافت جستن قرب و معیت حاصل

دارد در حیرت مردود ... طلب زیرپیشانی

از قرب محبوب بعید افتد و از معیت او خود را محروم یابد فایده در شرح

امالی گفته است بعضی گمراهان میگویند که خدا تعالی در عالم همچو هر کیا است آمده

باین یقین کافر شود زیرا که خدای تعالی را اندرون عالم توان گفت نه بیرون

از عالم هر دو لفظ کفر است زیرا که جای را بخدای تعالی نسبت کردن کفر است

ملک ... را باید گفت که چون هیچ نبود از عرش و کرسی و آسمانها و زمینها و آدمی

و پری خدای عز و جل بود و حالا هست در خبر بود و بر خبر بود الحال نیز همچنان

بی مکانی بی جا است در خبر است انتهی کلامه سوال اینکه اندرون عالم

توان گفت نه بیرون عالم از وحال بالای نه یا اگر اندرون هم هست و بیرون هم

... الف ... تعالی العدوی فی ... مرتبه ثالث بیان کنیم درار

اندرون ... این نیز سخن اول است یعنی وقتی که در ادراک گفتیم این

نیز فرقسمی از اقسام بیرون ... دیگر آنکه وقتی که مصنف خود ... از این

منفی ماند ... از ... الحال که نیز لو قارت آفریده

همچنان است که بود این قول شعر از بیرونی او تعالی از عالم است فوق التناقض
بین القولین جواب این عقیده صحت درجا است نیست برین که او تعالی اندرون
عالم است نه بیرون او تحقیق این بر دو وجه است اول آنکه هرچه را اندرون
و بیرون گوییم در این نام خوانیم از جمله عالم است لیکن اگر او تعالی را در عالم گوییم معتقد
بعالم میشود و محاط او و اگر بیرون عالم گوییم اگرچه این بیرون را بیرون عالم
فهیم چون بیرون از عالم نیست کما ذکرنا لیکن باین قول نیز گفته باشیم که او تعالی
در عالم است تعالی الله عن ذلک پس درست افتاد که او سبحانه را موجود دانست
گوییم و اعتقاد کنیم اما بیرون و اندرون نگوییم زیرا که این هر دو لوازم محدثات است
است دوم آنکه اندرونی مطلق لایق جناب او نیست و بیرونی بر دو مرتبه است
یکی آنکه تجاوز از حدی بحدی دیگر دوم آنکه غیریت واقعیت مرتبه از مرتبه دیگر اگر
بمعنی اول او تعالی را اطلاق بیرون کنیم کفر است زیرا که حد در او جناب او گنجایی نیست
و اگر بمعنی ثانی گوییم درست چرا که مرتبه وجوب را از مرتبه امکانست این خود ایمان
محض است و ضد این کفر لیکن از بعضی یعنی بیرونی اول است هم ثانی زیرا که
ثانی را خود قایل است جایی که گفته خدا بود و عالم نبود فایده و لیس الاسم
غیر المسمی لدی اهل البصیرة خیال باید فهمید که اسم را سه مرتبه است
مرتبه لفظ

مرتبهٔ لفظی و مرتبهٔ وصفی و مرتبهٔ ذاتی و انزا مرتبهٔ علمی نیز گویند پس اسم من
حیث مرتبهٔ لفظی غیر مسمی است و من حیث مرتبهٔ وصفی نه عین مسمی غیر او
چنانکه در تحقیق نسبت صفات با ذات در مکتوب ما قبل گذشته و من حیث مرتبهٔ
ذاتی و علمی اسم عین مسمی است و ما مقتولنا مقطوع اجل فایده سوی
عند اصحاب الضلال یعنی هر کشته شود از دست کسی اجل او بریده نشود
یعنی از مهلتی که الله تعالی مقدر کرده است کم نخواهد آمد بلکه اجل او همان ساعت
باشد و چون اجل شخصی برسد مقدار آنکه مورچه قدم بردارد و بعد از ان
بیش ورا زیست نیست بلکه دران ساعت البته خواهد مرد اما کمراهان میگویند
که اگر کشته از دست کسی نشدی چند مدت دیگر زیستی این سخن ایشان
کفر است سوال چون اجل بریده نشود کشنده چرا لایق عذاب میگردد جواب
چون اجل یکی بنهایت برسد حق تعالی او را البته خواهد میراند لیکن بر بنده واجب
است که چون اجل او رسید او را نکشد زیرا که ملک خداست و تصرف نیز خدا را
است در ملک خویش چون بنده فاعل مختار است باختیار خویش چون ناحق
کرده که ناکردن بر وی واجب بود پس لایق عذاب میگردد والله اعلم انتهی
کلام الشارح سوال هرگاه آجال تمامی مخلوقات بارادت الله تعالی

و تقدیر وی باشد که سببی از وقت خود تجاوز نمیکند همچنین حرکات و سکنات فاعل
اختیاری و غیر اختیاری نیز مراد و مقدور اند و از حد تجاوز نمی توانند کرد پس
منع فاعل اختیاری و غیر اختیاری نیز مراد و مقدور اند و از حد از حرکات
و سکنات مقدوره و مراد ازلی گویا رضا بر توقف ظهور ارادت و تقدیر
خداوندیست و این ممتنع است لیکن چون چنین نباید عذاب چگونه بر فاعل
مرتب گردد که حرکت او اگر اختیاریست اما بارادت و قضاست چنانچه اهل
معقول جواب این بر دو وجه است وجه اول بحسب مرتبه افعال و وجهی دیگر
بموجب حقیقت آنها بحسب صورت آنکه هر چه هست بارادت و قضا خداوندی
است اما فاعل بر دو مرتبه است یا قدرت فعل منظور او امر و نهی دارد و موافق
آن فعل بجا می آرد یا آنکه منظور او نیست اگر هست در ارادت و تقدیر در حق او
مع تقدیر فعلی تقدیر ثواب بروی مقرر فرموده اند و اگر نیست تقدیر عذاب و ظهور
امر و نهی برای جواز توقف در ظهور قضا و قدر نیست بلکه برای تمیز خبیث از
طیب است تا خبیث از طیب جدا شود در مرتبه تفصیل و بموجب حقیقت آنکه
تخلیق عالم با ظهور صفات جمالیه است یا بظهور صفات جلالیه هر که تخلیق
او بظهور صفات جمالیه است چنانچه افعال او بحسب امر و رضا مقدور فرموده اند
بی الخاذ

بی بجا در همچنین انچه از ثواب و درجات باشد نیز از ظهور صفات جمالیه در حق

او عطا فرموده اند و هر که تخلیق او بظهور صفات جلالیه است چنانچه ظهور

افعال او برای ظهور صفت نارضا در او خاص نموده اند همچنین انچه از عذاب

و درکات باشد نیز از ظهور صفات جلالیه است در غضب او و قطع نموده

پس چون سایل دانست که انچه از حرکت و غیر ذلک از تقدیر خداوندیست

باید که عذاب و ثواب را نیز از مقرر است ازلی فهمد و استفسار بعض دون

بعض ننماید فایده روزی فلک هر اینه بر ما جفا کند ؟؟ وز دوستان

همدم ما را جدا کند ایشان کنی از مرگ خدا یا هر انکسی کین نسخه من بخواند

ما را دعا کند نسبت آثار بسوی افلاک و نجوم بر دو مرتبه است اگر در عین نسبت

اعتقاد بندد که اینها موثر حقیقی اند کفر است و اگر اعتقاد کند که موثر حقیقی الله تعالی

است و اینها وسایط بروی ظهور احکام اسما او تعالی هیچ از اقتضای اسماء

و صفات تجاوز نمی نمایند کرد این محض ایمانست پس مراد مصنف رباعی در نسبت

افعال بسوی فلک مرتبه ثانی است نه اول و چون در اینچنین اطلاقات

توهم معانی غیر مشروعه نیز پیدا میشود ازینجاست که اولیا را تا لی احتیاط اینچنین

اطلاقات را که خوف توهم مذکوره دارند ترک کرده و منع فرموده اند فایده

قال الله تعالی ان یشا یذهبکم ایها الناس و یات بآخرین سوال ازین
آیه مفهوم میشود که اگر این مخلوقات را بردارند بجای ایشان مخلوقات
دیگر آفرینند جایز است و حال آنکه مقدور قدرت و مراد ارادت و معلوم
خداوندیست که همین اصناف که موجود اند بعضی ازینها ثواب و عذاب ابدی
مرتب است دا ل مرتبه ابدیت که در حق ایشان ثابت است محفوظ
و مصون است اگر بموجب آیه کریمه فوقانی ایشان را بردارند و بجای ایشان
مخلوقات دیگر موجود کنند و معامله ثواب و عذاب ابدی با ایشان مرتب
سازند نقصان در مقدور و مراد و معلوم قدرت و ارادت و علم پیدا
میشود و این لایق عقیده نیست جواب مرتبه قدرت خداوندی موصوف بصفت
قدرت و ارادت است و ظاهر است که قدرت مصحح فعلین و ارادت مخصص
فعل واحد است اگر با وجود تصحیح فعلین که قدرت را ثابت است تخصیص فعل
واحد باتفاق قدرت کامل کرده شود و بظهورات صفات افعالیه که غایت نعمت
و غیرهاست همون فعل مخصص را بوجود آورده شود و معامله ابدی با ایشان
مرتب شده باشد در تصحیح فعلین که قدرت را ثابت است چه نقصان لازم
آید و بعد این تخصیص مقصود که بصفت ارادت خاص گشته اگر به این قدرت
کامل

کامل که از تصحیح فعلین هست تمام چه حد رسید اشود بلکه کمال خداوندیست
که باوجود تخصص طرف وی احد زوال در معامله قدرت او نفیتد و چنانچه
تربیت معامله ابدی برین اختصاص مراد ارادت و معلوم علم حق سبحانه است
نیز ثبوت خصوصیت قدرت کامله در شان خود که تصحیح فعلین هست مراد
ارادت و معلوم علم اوست سبحانه بس نقصان که زوال آن کجا فافهم بیت
ماکدا ایم بس ذرات ویم) او در دو عالم آفتابی بی نیم ما در بعضی ابیات
که حق تعالی را بآفتاب تشبیه داده اند و مخلوقات را بذرات و حال آنکه
آفتاب در مرتبه تقید و احتیاج و تمامی ذرات بخود مستقل محل سوال است
اول آنکه مقید چگونه مشبه به مطلق شود دوم آنکه ذرات که مستقل بذاته استند
بمخلوقات که معدوم الاستقلال اند چه نسبت دارند که مشبه بانها شوند
فایده در مثال جهت تقید و استقلال منظور نیست بلکه جهت نورانیت آفتاب
بذات خود و اختفای ذرات بی ظهور آن نور منظور است پس فیض وجودی
نور مطلق که هر ظلمت اعدام را پرتو انداخت و از کتم عدم بانها برآورد روشنائی
نور آفتاب هست که ذرات را از مرتبه خفا که حکم عدم دارد از عدم ظهور بظهور
آورد و این اشد برای کوته بینان هست که معامله آفتاب در نظر اهل ظاهر

و ظهور بیرنگی و ذات بنور آفتاب متیقن و معامله ظاهر حقیقی از نظر این
مختفی و احتیاج فیض یابی وجود بخشی بمخلوقات از بصیرت اینها دور تر
لهذا اثبات مخلوقات اظهر عندهم شی مخفی منهم را تحقیق میکنند و بآن
تسلی میخواهند فایده سوال در حدیث که لبیک از الله سبحانه بعید می آید چه معنی
دارد جواب معنی لبیک ایستاده ام بخدمت تو و لازم این معنی رضا متکلم
از تکلم بود و طلب رضا از متکلم پس معنی این لفظ فیما بین مخلوقات متصور
و لازم این معنی به نسبت الله سبحانه معقول فایده آیه تسمیه جامع است مرتبه
ذات و صفات و کمالات را سوال تسمیه مرکب است از حروف تهجی و محدود
بحدود و حادث است و ذات او تعالی با جمیع مراتب قدیم و منزه از حدود
پس آیه تسمیه این مرتبه عالیه و قدیمه را چگونه جامع باشد جواب بدانکه تسمیه را دو مرتبه
است مرتبه تلفظ و مرتبه حقیقت و ذات و صفات و کمالات که ما میگوئیم
نیز مرتبه تلفظ حقیقت دارند پس چون چنین دانسته شد بدانکه مرتبه تلفظ که تسمیه را
ثابت است جامع چیست تلفظی مرتبه ذات و صفات و کمالات را است
و مرتبه حقیقت که مر تسمیه را متحقق است همچنین مشتمل است حقیقت ذات
و صفات و کمالات را فایده هر جا که وجود است ظهور لطیف خداوندیست
در هر جا

و هر جا که سلب جهت است ظهور قهر خداوندیست غایه عقیده شرعی است
که خدا تعالی را شیئی و ذات گویم اما منزه از جهت شش گانه سوال
این عقیده و قبول این عقیده هر مومن را بی تردد لازم و واجب
است تحقیق تفصیلی اند یا ندانند اما خواص را از تفصیل چاره نیست
پیشتر بیان کردم که هرگاه او تعالی شیئی وجودیست پس نفی جهات
از امر وجودی لازم و شیء خالی نیست یا آنکه آن وجود بحیثیتی دست
دارد که سلسله عرض و طول او منتهی نمیشود یا آنکه منتهی میشود و بیرون
اعراض باقیست بر اول آنکه اگرچه منتهی نشود اما تحقق جهات در عین
مرتبه وجودی او متحقق است زیرا که حیثیت وسعت در عین مرتبه خود
مقتضی این حیثیات است و الا کذلک فی الله تعالی جواب بتحقیق مرتبه
وجوب بوجه تعقل است یا بوجه معقول و معنی طریق تعقل آنکه تحقیق طلبیدن
بغور کردن و تفکر ورزیدن در عین مرتبه وجوب پس چون تعقل
مقتضی بتصور شیئی و ادراک است و مرتبه ذات الله و صفاته منزه
از این هر دو چنانچه لاتفکروا فی ذاته قول رسول الله صلی الله علیه وسلم
است محقق باین تحقیق محروم از حقیقت مرتبه وجوب بل البعید البعد

چنانکه حکما ملتفی پس چون سوال سایل از مرتبه تعقل است تحقیق تنزیه
تنزه او تعالی از جهات شش گانه باین تحقیق و تفصیل غیر موجود و غیر
معقول الکه تحقیق مرتبه وجوب بغور کردن در عین مراتب ...
چون تصور و ادراک در نفوس جهات جایز است چنانکه تفکروا فی آلاء الله
قول رسول است صلی الله علیه وسلم باید فهمید که مقر اهل ایمان و عقل
مسلم است که الله تعالی ذات و صفات حق قدیم و ازلیست و موجود
ماسوای خود را و ماسوای او تعالی مخلوق و حادث است و هر مخلوق
بشک و شبهه مسبوق بالعدم پس جهات سته را عین حق گویم
یا غیر او عین حق گفتن صریح ممتنع است پس لاچار غیر حق گویم و چون
در صدد تحقیق کردیم که انچه غیر حق است مخلوق و حادث است و هر مخلوق
مسبوق بالعدم است البته بی شبه جهات سته نیز مسبوق بالعدم باشند
پس هرچه مسبوق بالعدم است او را در مرتبه قدیم ثابت کردن غیر
معقول باین تحقیق واضح شد که او تعالی قدیم و ازلیست و انچه جهة
و مکان و غیر ذلک است مسبوق بالعدم پس الان کما کان متحقق شد
الحمد لله الذی هدانا لهذا و ما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله لقد

جاءت رسل ربنا بالحق مکتوب نجابهم اندر ترغیب فنا فی الشیخ صدور یافت
له العظمة والکبریاء مولا جل شانه حضرت مولوی را بالعبدیت خاص
بل اخص بنوازد تا شرکت در مولائی با مولا عز اسمه پیدا نشود چون لفظ
مولا دو معنی دارد کما لا یخفی از روی مولائی یعنی عبدیت است در
مولوی روم قدس سره بیت مولوی هرگز نشد مولای روم تا غلام
شمس تبریزی نشد یعنی بندگی خاص بل اخص رب حقیقی مر عبد را
موقوف بر فنا فی الشیخ است مستعد نادر است که در استعداد
او این جوهر نهاده اند و الا اکثر آن را مذکور استعدادی در اطاعت
شیخ که مسمی بفنا است حصول امامت و ریا است عوام است و لهذا
ترک خفی الطریق عافانا الله سبحانه من هذا بورود نوازشنامه عالی
خاطر فقیر بجمعیت بدل گشت و یادآوری از آن جناب این عاصی را
موجب حمد گردید عزیز من نیستی مطلوب داشته اند و در اطاعت شیخ خود
مقصود همین نیز دارند که بالا مذکور شد نیستی زعمی دیگر است و فنا
حقیقی دیگر شستان ما بینهما از من دعا و از حق قبول در اوقات مخصوصه
بدعا یاد آرند و از زیارت ظاهری که رابطه فیما بین است نیز یاد آور باشند

والسلام والاکرام مکتوب ششم بفضیلت مآب شیخ محمد الرحیم

یفعل ما یشاء بقوته لانه قوی عزیز و یدبر ما یلیق بحکمته بانه حکیم خبیر فلا یسئل

عما یفعل لانه یحکم فی ملکه و یصنع کما یشاء لانه فلا سؤال علی المالک الحقیقی

والحکیم القدیم مع ذلک قلوب محبان در مهاجرت محبوبان در زلزله

و اقتران و حیران مع التسلیم فی جمیع ما خلق الله سبحانه من الوصل

والهجران محب صادق خلوص طویت عارف حقایق العامعة المقتبسة

من علوم صاحب طریقة الاحسنیة والفاضل بعلوم البدیعیة من

صاحب الشریعة المصطفویة علی صاحبها الصلوة والتحیة اخوی

مکرمی المتحلی بحلیة معالی الکریم ان اکرمکم عند الله اتقیکم اللهم اجعله

متحلیا بکمال التقوی الذی یتجلی به صاحب الطریقة الاحسنیة المقتبس

من نور المصطفویة صلوات الله وسلامه علیه بافضل صلوة و احسن سلام

بعد سلام فقرانه مطالعه فرمایند بورود رقیمه مملو در معانی اخلاص و لوهر

اختصاص معه خبریت حال خاطر مهجوران فرحت یافت گویا نعمه ملاقات را

دریافت اما عجب که چندین بسال حصول فواید متکاثره متصله بزیارت حرمین

شریفین بوده نداشته باشد بیان حقایق اصلیه که دران مقام شریف در ورود

بیانید

هیچ در قلم نیاوردند اگرچه قلم از تصویر حقایق عاجز اما با وجود علو شان
خود اطلاقی که درین عبارت بیانی ظهوری دارد و بر اهل آن خفائی
بمطالعه تصویر قلمی بلاقید تصویر کشوفی پیدا می کند هرگاه کلام مطلق
حقیقی حق سبحانه با وجود اطلاق حقیقی بعین اطلاق محفوظ حافظ
ما و مقرو و قر ابست ما و مکتوب کتابت مالی حلول و تقید باشد و محقق
بعین اطلاق محض بهره ازان گیرد حقایق معلوم محققه از کلام بیانی او جون
معلوم و متحقق بمکتوب البته نگردند بالضرور حقایق غامضه بکشوده رای مکتوب
مینموده باشند تا بحکم المومن مرات المومن تحقیق طرفین در مرات هر طرفی
وضوع پیدا آرد و تحقیق هر طرفی قابل شکر و اصلاح گردد عزیز با تمیز فضیلت
و کمالات دستگاه سیادت مرتبت شیخ نعمت الله الملقب بسلیمان
از چند ماه بعد حصول فضیلت کتب مروجه در طریقه حسنیه خصوصیتی پیدا
آورده با راده زیارت حرمین شریفین شرفیاب شده بمجرد ملاقات العزیز
و مطالعه عریضه حق اخلاص بجا آورده بجلوه کریمانه پیش آیند و بعد صحبت مرحمت
از منزربات طریقه حاجت درمیان آرد از توضیح آن دریغ ندارند و لطف
الهی از انعقد زبانی انجذاب نمایند تا شکر صحبت ادا نماید مکتوب شفقت بکم

عرضداشت بجناب حضرت سرور کائنات علیہ السلام بسم الله الرحمن الرحیم حامدا لمن ظهر
سر بحقیقة الانسان ومصلیا علی من نور الله ومن نوره خلق الاکوان
یا ایها الناس صلوا علیه وسلموا تسلیما اللهم صل وسلم وزد وانعم وبارک
علی اسعد العرب والعجم امام طیبة والحرم منبع العلم والحکم معدن الحلم والجود
والاحسان والکرم منظر العرش واللوح والقلم ترجمان کلام القدم
سیدنا ومولانا وهادینا وشفیعنا محمد وعلی آله وصحبه وبارک وسلم الصلوة
والسلام علیک یا احمد حبیب الله الصلوة والسلام علیک یا حمید دلیل الله
الصلوة والسلام علیک یا حامد صفی الله الصلوة والسلام علیک یا محمود
خلیل الله الصلوة والسلام علیک یا محمد رسول الله [illegible] یا اکرم الخلق مالی
من الوذ به سواک عند حلول الحادث العمم والحوادث الواقعة علی الظهر علیک
باعلام سبحانه هذا اعلامک العاصی عبد النبی المستغرق فی لجة المعاصی الی شهر
الی الان من حصول زیارة القدوم الشریف والروضة اللطیف وهو اخیب الخائبین
واعصی العاصین یلتمس احواله فی عین العصیان لان حلمک اوسع وخلقک ابسط
ثم اخی دینا نعمت الله الملقب بسلیمان بالحب الکمال قصد زیارت الحرمین
الشریفین فاذا یحصل وشرف زیارت الحرم الشریف برجوم کمال کرمک

ونظر لطفک حتی بوسیلتہما یکون مقیما فی جوار الحرم الکریم وتحصیل
بعدہ ثمرات الاستقامۃ فالزیادۃ علی ہذا من سوء الادب مکتوب
شصت ودوم بجناب المجاور روضہ سرور کائنات علیہ السلام بسم اللہ الرحمن الرحیم الفقیر الحقیر
العاصی عبد النبی بعد ارسال تحیۃ التسلیمات الزاکیات الی جناب افضل
الفضلاء المراد ببرکات الحرم الشریف والفیض من ہذہ البرکات علی النحیف
والضعیف النحیف الحاضر بحضور القلب وآداب الحرم والمنظور بنظور الالطاف
والکرم سیدنا اشرف الشرفاء یلتمس احوال بیان ہذا الفقیر لیسکن فی بلدۃ
الہند وبسبب عوارض المتعلقات الکثیرۃ معتذر عن حصول اشرف الزیارت
العالیۃ بظاہر الجسد بالکد والجد الی الآن ویرجو ان یحصل لہ ہذا الشرف
بالجسد الظاہر فیلتمس الی جنابک الشریف ادعاء فی حقی ان اصل الی
المقصود المعروض ثم اخی نعمت اللہ الملقب بسلیمان یحب الکمال فقصد
زیارت الحرمین الشریفین فاذا یصل بالمقصود وحصل لہ شرف الزیارۃ
بفضل اللہ سبحانہ یرجو من جنابک الحلم والکرم لیقیم فی جوار الکریم والمقدس
ببرکتہما کما قال العبد من اہل الکمال شعر ولا التمس غنی الدارین من یدہ
الا استمدت الیہ من خیر مستلم۱۲ فاذا سبب التکمیل تطویل الکلام فنختم

کیلد ۱۲

بالصلوة والسلام علی حبیب العلام مکتوب بست و نهم بجناب حضرت پیر دستگیر کاملهم الطریقة بسم الله الرحمن الرحیم بجناب عالی متعال اللهم الطریقة الاحسنیة الواصل الی درجات المحبة والمحبوبیة اللهم کیف ادا رشاد ساداتی خاطبه بجناب قطب الاقطاب فی الدهر قطع القطاع فی هم بعد عرض تحیه سلام فقیر حقیر عاصی بعصیان الکاملة عبد النبی معروض میدارد که رسانیدن معاصی جلیه و خفیه از حصول شرف زیارت حضرت پیر دستگیر الی الآن معقوم امید آن دارم که متوجه کریمانه در حق این عاصی متوجه شوند تا تعدد و روحانی توجه بصوم بابن عاصی میسر آید و از ظاهر اتم و باطن آن تمام الی ختم الحیوة از توجه آنجناب عاصی و ست و بر تا متوجه مستقیم بحبب قوه مستبداد در رسانیدن دو دستگیر شرف یاب زیارت گردد اخوی دینی نعمت الله الملقب بسلیمان بعقاید صحیحه شرعیه خود آراسته بقصد زیارت حرمین شریفین رخصت شده امید که بمجرد ورود جهت رد قدم مبارک بولایت حقیقی شرف لاگرد و حسب زعمی از میان رخت بربندد و چون برکت اذن مسلسل از این عاصی در طریقه احسنیة داخل و توجه نسبت تعلیم ست امید که در خواص خدام ترفیعت جا یابد و خصوصیتی خاص حاصل آرد مکتوب سی‌ام بجناب شیخ موسی سکنه لاهور شیند بعد

فضیلت یافت شیخ موسی جیو از فقیر عبد النبی بعد سلام مطالعه فرمایند
تفاوت در رتبه قرات الفاظ حضرت قرآن و حدیث قدسی انچه در کتب
فقیه نوشته اند از انجا طلب نمایند اما انچه فقیر از اعزه خود قدسی اسرار هم تحقیق
یافته است اول انکه حدیث قدسی ظهور کمالات کلام مطلق است معنا و لفظا
اما معنا بر سر جبرائیل یا حضرت انبیا علی نبینا و علیهم الصلوات و التسلیمات
القاء و لفظا از انجا آن معانی ملبس الفاظ تصوری مطابقا بهذا
المعنی بر قلوب این جماعه اکابر الهاما و از انجا ملبس الفاظ لسانی بر غیر
الشان از السنه ایشان ظهور پذیرفته یعنی از ملک بر انبیا و از انبیا علیهم السلام
بر امت در بیان آمده پس ظاهر شد که حدیث قدسی بواسطه غیری القاء
بر اسرار اخص الخواص معنا ظاهر و بر قلوب السنه شریفه ایشان علی نبینا علیهم
الصلوة والسلام ملبس صنعتی قلبا و لسانا از ایشان هویدا و حضرت
قرآن مجید که جامع کتب سماویه و احادیث قدسیه بحکم لا رطب و لا یابس
الا فی کتاب مبین است بجامعیت کلام نفسی ذاتا و صفاتا و کمالاتا
معنا و لفظا خارج از مرایا و السنه بحکمت بالغه و صنعت صانع حقیقی
بلا شرکت صنعتنا و بلا الفرق خیالات ایشان منصه بیان ملبس الفاظ نور

آنرا خبر نموده و نجا و نجا از نجا حسب المطلوب بجبرائیل مسموع گردید کما
یقال ان جبرائیل سمع صوتا دالا علی کلام الله و علی ما اراد الله الی آخره بهما
الفاظ نورانیه مظهریت بیانیه جبرئیل علیه السلام بلباس الفاظ جامه
بر نبی ما صلی الله علیه وسلم منزل شده بی تصرف جبرائیل بوجه ما الا المظهریة
فقط و نبینا علیه الصلوة والسلام بهمان بعینه بلا تصرف و صنعت بیان
بسبب جسمانیت قرائت نموده فوضح الفرق بین کلتی المرتبتین لصاحب البصر
المنورة بنور الله سبحانه و چون استعداد نبینا علیه الصلوة والسلام در مرتبه
حقیقه قابل استماع کلام مطلق نفسی جامع جمیع مراتبه بلا لباس کل لباس
لباس نفس المدعا و غیرها متحقق و در اینجا لباس جسد و نبوی بحسب شان
هذا المرتبه استماع آن بی لباس متعذر کما دل علیه القرآن و ما کان لبشر ان
یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب الی آخر الآیه لابد در چنین استماع
مرتبه تحتانیه خلاصه برآن حضرت متوجه جناب جل شانه بودند بفضل او سبحانه
بمرتبه حقیقه یعنی اصلی خود که فوق عرش است عروج فرمایند از انجا بحقیقة
الحقائق خود که امر تنزل محمدیست عروج فرموده بمرتبه رسیدند که لا مکان بدیل
کل مکان و جهت ظهورات کمالاتیه فی المرتبة الثانیة و بعد آن استعداد حقیقی

اولی

اولی به فضل محض ظهور فرماید و از کلام مطلق جامع نفسی ذاتی جانانه
لباس فیض یافته گردید لیکن از غایت البرکات رب الارباب بنده قابل سماع
کلام نبود الا بعد از پوشیدن لباس عنصری عروج بخشید و بآن رتبه عالیه که بدرجات
عالمیان عوالم است رسانید و چون این رتبه کلام مطلق غیر ذات منفک
از ذات نیست ما را محمد صلی الله علیه وسلم ذات بلاکیفیه و جهت و کلمه الله
سبحانه بلا الفاظ و صوت بنا بیان من بعد التی لا بیان است

سوال الهدین حضرت قطعه ای فخر بشر که در رها امداد هدی ها
داد حلق ... رهنما و پیری ها در چاه ضلالتم پریشان حالم ها زما در سا
حذ سیدی سیدی ها اگرچه این احقر قابلیت ذره ندارد اما بازیانه کارها
دشوار میسر شد در جواب چون در صحبت فقرا رسیده باید خود را تسلیم کند
بذکر تسبیح مشغول باشید و آنچه نصیب ست وقت جلوه خواهد نمود
و کار همین ست که خود را از میان بردارید انتهی ۶۶ مکتوب بالهدین صدر دریافت
والله الحمد الواحد الصمد اخوی میان الهدین در استکمال دین کمر محکم
بندد و از کدورتلحی که در قبض ست و رست سبب توقف ظهور بسط که منوط
جمعیت دوام محبوب است نیاید محب آرام و لذت کار ندارد و اگر آرام و لذت

هم می آید برای صفات حدادریده ما اکرا آن بیلی می باید

بعض محمود ده لوه جلال است که آن سراپرده هاست و واصل را از جمیع آرام

وجمعیت که از بهر تسلی سالک ظهور جمال است آخر الامر به علو محض می آرد

و در حیرت و بیجمعیتی می اندازد چنانچه بزرگی فرموده بیت در یقین پرده

خیالها نماند سراپرده الاجلالها در دنش نرکویم قبض محمود ظهور حقیقت

نایافت منتهی و بسط مبدی از مقدمه نهایت تو سط هم بدین تفاوت

ره از کجاست تا بکجا النهایت الرجوع الی البدایت باینمعنی است

تا زمانیکه لذت و جمعیت سالک هست بفنا کار ندارد اگر فناست فنا

رسمی است زیرا که تتمه بشریت که در بغل دارد و در فنا حقیقی اضمحلال بشریت

موجود که بسطوات جلال منعدم شده سبحان الله ازین تحقیق ظاهر شد

که جمعیت حقیقی محب در بیجمعیتی است و آن حیرت و سرگردانی است من لم

یذق لم یدر فایده سعادت شعارا آنچه برای تحقیق طریق نفی

و اثبات نوشته بود از ین عبارت فهمیده بعمل آمده است تا مجاوز

لا اردی را ها نرسی و بسیاری الا الله ها بلفظ لا از مقام نفس که زیر ناف است

گرد و غبار خواطر که الله باطله اند کشیده از جیب دراست حسنا الخ لا تنس

حیانت

خباثت نفس دخل یافته و دل ارواح را محکوم خود ساخته تعمیر د
همه را براه مقام سر که سینه است بحضور سر که منبع مراتب است
حاضر آورده از انجا تا هر دو مقام خفی و اخفی که پیشانی و دماغ است
مجموعه را که در تحت جاروب لا از الا باطله جمع شده برده بطرف راستی
رداورده پس پشت انداخته دست همت بالف توحید محکم کرده سر
الف اثبات را بر قلب بضم شدت بلام پیوند داده ضرب حاصل باید
نمود چون بجاروب یکبارگی بی تکرار گردش او کار رخته دراه صاف
نمیشود جسم دم را که بمنا ربط ذرات آلهٔ متعدده در موطن جاروب لا است
ضبط نموده مکرر تکرار این ورزش نموده باید بست تا آنکه کار انجام گیرد یا جان
برآید و شهادت نصیب باد عزیز من جاروب چوبی محض گرد و غبار عارضی را
برمی دارد اما غبار اصلی که ذات زمین است اگر برداشتن خواهد عمر دراز
باید واین جاروب چوبی در اندک زمان بکهنگی و شکست می آید پس از این
معلوم شد تا زمانیکه وجود موهوب سالک عطایی نفرماید از الم غبار
بشریت اصلی ره نمی یابد ازینجاست که زوال بشریت اصلی بعد اعطاء وجود
موهوب است داین در مرتبه ولایت ابتدا است علی نبینا علیهم الصلوات

والتسلیما فضل باید ما دروازه کمال کشاده عجب زمانه آمده سلوک نفی
واثبات که متقدمین تا بازده سال بلکه بیست سال کرده درین زمانه در یک
دماغ بعضی در خلل و بعضی دیگر اهمت در دغل می افتد و نفی واثبات را
از اندیشه تعلق با آن نشوا رسیده اند حال اکثر ایشان مبتدی و متوسط
و منتهی به نفی واثبات حاصل است لا یکلف الله نفسا الا وسعها و امیدوار
فضل بی بهانه باید بود و بحسب طاقت باید کوشید فضیلت مآب شیخ مدد الدین
و مکمل بالیقین بجاء فقراء و فقیر زاده ما ازین ناکس سلام خوانند و دعا کنند
تا از ما کسی بکسی آگهی مکتوب نصیحت منظم بحقایق و معارف آگاه حاجی محمد امین
بعد الحمد و الصلوات و تبلیغ التسلیما بعرض جامع علوم مهربان حاجی
صاحب برساند مکتوب شریف بورود خود مشرف بخشید و در مطالعه غامضه مطلع
گردانید در تحقیق بعضی معنا مکتوب حضرت مجدد قدس سرهم استفسار رفته بود
از وصول نظری و قدمی فرقی مسئول بود ما قاصر فهمان راچه قدرت که فرق
درمیان اینها ... کنیم و مقصدی بیان آن شویم اما بالضرورت
بحسب فهم و ادراک خود می نویسد چون دانستیم که مراد از سلوک صوفیه حرکت علمیه است
نه قطع مسافت ارضی یا سماوی بلان الله تعالی ایشان کن مراد از حرکه علمیه

خروج علم از بعض مراتب ظلال است که در علم با ساحت خود راه می نمودند و صول
باصل اگر در توسط آن اصل رغمی باشد اما این قاطع مراتب ظلال است و نور
علمی دو مرتبه است یکی آنکه این کس اصل از رتبه است که در انجا اقامت دارد
دوم آنکه صاحب استعداد عالی را بی آنکه هنوز قوت خروج از این رتبه عطا
فرمایند جلوه از رتبه فوق بر اینکس می نماید و باز بعد چندان یا بعد چند زمان
باول مرتبه در می این می کردانند و از ان محجوب سازند یا با آگاهی قدری یا از ان
میدارند تا همین آگاهی او را کشیده بفوق میرسانند پس وصول مقامی که اینکس اصل
آن است و در ان اقامت دارد وصول قدمی است و وصول مقامی که بجلوه آن
ناظر شده وصول نظری است پس باید دانست که در مراتب عروج چون
قطع ظلال بالکلیه میسر آید و باصل الاصول بلا شایبه ظلیه میرسد در نزولا
از وصول نظری که در وقت عروج میسر می آمد فارغ شد مستعد وصول
نظری که در مراتب نزول رو مینماید میگردد نظری اول در سیر الی الله و فی الله
است و نظری ثانی از سیر من الله بالله یا سیر فی الاشیا ظهور می نماید لہذا
اصحاب عروج چنانچه در میان خود ها تفاوتها دارند همچنین باصحاب نزول
بینها تفاوتها پیدا میکنند کما لا یخفی علی اهالیه السیر النظری اول اشاره او ثانی

صاحب خود را از دو جلوه میداد بیس صاحب دارم ما جو الدین یحب اکر به
نسبت باشد و صاحب سلطان اهل عین الیقین یا اهل علم الیقین وحصول الیقین
حقیقی صاحب عروج بعد قیام ظلال یا الکاینه دو وصول بوالیقین صاحب
نزول بالعدد جمل کالکر در تفصیل حقایق اسما و صفات بس اول در کمال
اکمل و الات انبیا و ثانی در کمال اکمل نبوت انبیا ذلک فضل الله یوتیه
من یشاء از مکتوب شصت و هشتم در تحقیق ملهمه حضرت پیر دستگیر در تحقیق ملهمه حضرت
پیر دستگیر بود که مقصود نور نور کمالات انسان با نور هست و از ابتدا اطراف
عالم الست الله تعالی تا قیام قیامت منور و پرورده است و این پرورش نسبت به
راهها در هستی اکنون ... النفس متولد من الروح الجسد
یعنی روح انسانی در عالم امر باکمال لطافت منور بود و آنچه بمقتضای ذات المبارک
نورانیت او بود بس کمال لطافت مستوره عناصر اربعه مجمل عنصر مفصل تحت الارض
بید استضمن جسمانیات ظاهر به مفصل ظهور کمالات مخفیه خویش و تخلیق این
هر دو مرتبه یعنی روح و عنصر مجمل بحکمت بالغه برای ظهور و جلوه گری تفصیل
مراتب حق سبحانه و تعالی است بحکم کامله عنصر مجمل را دو الا تحت سماء دنیا
مفصل کرد امید و چون جسم خاصه هر روح را از آن عناصر اربعه تکرده اند

برزخ مذکور را اعداد تمام بود قسم نفخ او منفوخ در بدن نمود بعد اجتماع
این هر دو مرتبه جسد کرده قابلیات انداجه نورانیه روح و حسیات
ضمنیه ظلمانیه جسد را در عرصه برزخیت ظهور بخشید چون بحقیقت ... میدانی
این هر مرتبه بخصوصیت خاص خودش ظهوری داشت و یکی را با دیگر کار نبود
ظهور مقتضیات حکمت بالغه در تخلیق این هر دو مرتبه که برای مظهریت ذات
کامل بود بی ترکیب امتزاجی این هر دو ظهور موقوف پس ازین هر دو ظهور
مذکوره یعنی ظهور قابلیات روحانیه و جسدیه بحیثیت فرحیت وحدانیه
در عین برزخیت تبین یعنی مرتبه روح و مرتبه جسد امری ثالث موجود
کرد و نفس نام نهاد یعنی مظهر کامل نفس ذات مقدس جامع قابلیات
جمالیه که مقتضی موجودیت مخلوقات نورانیه اند جلالیه که مظهر حسیات
ظلمانیه بود بنا بر ایش چون روح را در حجره جسد بکمال خفا هست درین مرتبه
نیز ظهورات قابلیات او را اشتهار و حسیات جسمانیه را بکمال
غلبه و استکبار تا زمانیکه رفع استکبار موقوف است این مرتبه نفس
بکفر اماره کی موصوف و چون بفضل عام او تعالی نوری از انوار جمال
یعنی مبدء ات لطیفه ظهور میسر باید سیوم حصه مثلا از انانیت و استکبار

در معرض قتل می آید و نفوس را [illegible] باید و این مرتبه

نفس لوامه می گویند و بعد از ظهور عام چون کرم او باز از ظهور

خاص بحقیقت انسانی خلعت می پوشاند و آنچه استعداد است در ان ماند

در و ملکیت الانبیت او وحی نزد ملک آید از ان آن نفس را ملهمه گویند و این مرتبه

تا ولایت الاولیاء است می تواند بود چون اولیاء است را در تبع نبی خویش

بهره مندی از کمالات ولایت معصومه نبی او واقع است اگرچه بعد

بهره کالمعصوم خواهد بود نه معصوم فضل اخص او تفضیل بطفیل کمال

متابعت سنت ذره ذره او را بنور نور نور و مملو می سازد این زمان

این بعد از آن را مطمئنه می نامند چنانچه می فرماید یا ایتها النفس المطمئنة

ارجعی الی ربک راضیة مرضیة عزیز من آنوقت این نام در زمانه بقول

النفس لطیفه موصله موصوف و ممدوح خواهد بود زیرا که چنانچه در وقت

جاهلیت جمیع اسما الهی [illegible] را از جهت عنصریه موصل ذات

بمظهریت اسما تعینیه بود در این این وصول بعید و بعید می شود

همچنان آنوقت بعد اطمینان کمال وصل ذات بقدر ظهوریت همه

اسما لطیفه که مقصود از خلقت او است خواهد بود و در دوازده قرب

[illegible]

خواہد اند دا ابو ... معنی حدیث باید فہمید خیارکم فی الجاہلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقہوا مکتوب دو صد و ہشتم بحاجی احسن حاجی محمد امین

بعز عالی حاجی الحرمین الشریفین حاجی محمد امین بعد تحیہ سلام معروض باد در مکتوب سابق کلمۂ صاحب نظر حق الیقین نسبت بلکہ صاحب قدم اہل حق الیقین و صاحب نظر اہل عین الیقین با اہل علم الیقین نوشتہ ام

و چون صاحب نظر را تتمہ سلوک باقیست و عین الیقین و علم الیقین ہر دو در راہ اند لاجرم یکی ازین ہر دو خواہد بود فلا حاجۃ الی بیان غیر ہذا و آنچہ مکتوب

حضرت مجدد قدس سرہ السامی ہم بیرہ از حق بحق نوشتہ اند کلمۂ اہل تحقیق است کہ ہر چہ سالکان را الفاصل در عروج پیش می آید و از ظلال گذشتہ باصل میرسد در ینجا حق بحق ترقی میسر باید اگرچہ در ابتدا شروع از سلوک

یا جذبہ می باشد اما چون بعد قطع سلوک و جذبہ بحق میرسد و تتمہ ترقی ہنوز باقی است اگرچہ از اصل در اصل باشد سلوک و جذبہ را موقوف داشتہ

ابتدای از حق میسر باید حالا نکہ سلوک و جذبہ را قطع کردہ تا اینجا رسیدہ اند

قیست ان الجذبۃ والسلوک متحقق دارد مرسولہ مع ہدیہ موسومہ شرف

ورود بخشید بقا مجدد ... آنچہ ... بیاد آوردم توقع کہ ہمین طور از تحقیق معالی

وعبارات بزرگان بهره بخش بوده باشند از فقیرزاده ها و شیخ موسی جیو
عرض سلام مطالعه نمایند مکتوب تقاضا دم در تحقیق کلام الله سبحانه
قوله علیه الصلوة والسلام انزل القرآن علی سبعة احرف یعنی نازل
گردانیده شد قرآن بر هفت قراءة چنانچه این معنی بحسب قرا متحقق است
و هفت معنی چنانچه این تحقیق بحسب علما ظواهر راسخ است و نیز موافق
یک تحقیق از دو تحقیق اهل باطن ظاهر در هفت بطن و این تحقیق دویمی ازان
و تحقیق اهالی باطن واقع و تفصیل این تحقیق دویمین نزد حضرت
پیر نوری قدس سره بدین نهج است که کلام او تعالی مرتبه در درجه وجوب
ظاهر است ازلا و قدما و آن هر ششه مرتبه مسمی بوجود و نور ظهور کلام است
متکلم با جمیع قابلیات ظاهر داند ما چه بوجود غیری و آن هر ششه مرتبه بمظهر است
چهار مرتبه دیگر مخلوقه محدثه ظاهر اند در عالم اصل الاصول و انوار و اجرام و اجسام
گرد و ازان مخلوق اند بواسطه مخلوق و اسباب یکی نفس عاهت که نیز لباس
حرف و صوت جو نورانی و جو ظلمانی بمظهریت نور اول او بمظهریت ایلی آن
هر ششه مرتبه وجوب را قابل آمده به بیچگونی محض چنانچه العارف السری اهل صفا
بران شاهد است دوم حرف و صوت نورانی که در عالم امر مظهر ثانی است
چالیت

جامعیت انمراتب وجوب را که مسموع جبرئیل علیه السلام گشته چنانچه عقیده است
آنکه جبرئیل میسمع صوتا دالا علی کلام الله و علی ما اراده الله مثل الهام قلبی اهل
صفا بود و دیگر آنکه از این هر چهار مظاهر کلام مطلق بواسطه مخلوق مخلوق یکی
ازان حرف و صوت جسمانی جبرئیل علیه السلام که کلام نفسی حق سبحانه بمظهر
آن مظاهر حضرت پیغمبر صلی الله علیه وسلم ظهور فرموده اگرچه بر سر آن
حضرت ظهور کلام مطلق بواسطه غیری بنفس خود عبارت چنانچه بالا نوشته شده
و حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء والطین شاهد این معنی است و دوم
مرتبه حرف و صوت جسمانی آن حضرت با جمیع مراتب فوقانی آن کلام کماهی
الهی بر جمیع مخلوقات تا قیام قیامت ظهوری دارد پس آنچه مقرو و محفوظ
ماست بمظهریت مظاهر مفصله مذکوره همان کلام مطلق است نه غیری و در عین
مقرو و محفوظ بودن منزه از احاطه قرات قاری است چنانچه او تعالی معلوم
ماست بی احاطه ما همچنان صفات او تعالی را بی کم و کاست باید فهمید فافهم
مکتوب بیست و دوم در معنی تحیر فی ذاته سبحان من تحیر فی ذاته سواه یعنی پاکی است
کسی که متحیر است در ذات او غیر او یعنی و همین حضور ایمانی بجناب سبحانه
نایافت مشرف است آنکه تحیر یعنی نایافت است پس قبیل از نایافت که تعلیم

حصول شما بود آن حضور ظلی بود و به یافت منضم بود چون جهت یعنی
ادراک است و ادراک را بجناب قدس راه نیست اگرچه ادراک خفی باشد تعلیم
نایافت بعد آن برای نفی یافت محتمل ادراک است نه برای نفی حضور چون
سالک بعد تعلیم نفی یافت هر دو مشغول به نایافت شد حتی که حضور را
نیز گم کرده لهذا در بنولا باز از حضور تعلیم رفته که در عین نایافت حضور نیز
که خلاصه وصول نظری است و داخل دایره اصالت است با نایافت
منضم شود چنانچه بعد وصول و دیت نظری در آخرت نایافت ثابت ابدی
انجا که یافت است تعلق به تجلی است نه بذات پاک چون تعلق بذات
پاک عطا نمودند نایافت را ظاهر فرمودند بایدش که در عین نایافت شهود
نور ایمان از حضور مولی که منزه از یافت حصولی است بهره ور بوده
از غفلت مهجور باشند تتمه شبهه را با المشافهه بعد ملاقات دفع نموده
خواهد شد ان شاء الله سبحانه الغرض بلی توجه بحضور محض بنایافت
صرف اوقات نمایند بحدی که توجه بغیر مطلوب گردد و حضور بحق غالب

مکتوب یکصد و دوم بمیان عبدالهادی صحیفه فیض بورود رقیمه محبت افزا از محبت بی ریا
که در احوال و اوقات رسید مضمونش معلوم گردید بواسطه ظهور دیا مرقوم بود

وحفظ فرزندان مطلوب است فقط از قدر هیچ چیزی غنی نمیکرد اند و موت
هریکی را یکبار بهر طریق که مقدر است شدنی است دفع آن طریق
ممکن نیست آری اگر برای تسلی کوته اندیشان تعویذ یا علاج میکنند
نه علاج موت است بلکه تسلی نامرد فی الحال حال او است که تا ظهور امر
خفی در غم پریشان نشود زدا اما چون دانست پس برای رست یاره
دارد و تعویذ نه طلب داری و دفع تعیش در بار امطلق بیدار کرده اند
و موت مطلق به هیچ چیزی مرتبه یکباره است تکرار ندارد شما را دو فرزندان
شما را بخالق موت سپردیم شما را صبر و شکر عطا نماید برای چند مسایل
مرقوم بود مشفقانه فرایض که فرض عین اند از کسی عوض فرض او بکسی
نمیرسد اما نوافل بهر که خواهد چه خویش و چه بیگانه تمام یا نصف یا ثلث
بموجب نیت بخشند برسد و ثواب آن مترتب میگردد و نکاح موقت
در مذهب ما باطل است و در بعضی روایات تعدد فی از راه گشته باز
رفتن چیزی بمیت رد کردن جایز داشته اند اما معمول اکثر نیست
چراغ بر سر گورها افروختن بدعت است مگر ضرورتی لاحق شود چون
زنی را عادت یکبار یا دو بار نه پنج روز یا هفت روز شد و در اثنا

تجاوز از عادت کرده باید دید اگر در اکثر مدت حیض پاک شده یا کم پاک شده در این
صورت عادت اول برگشته و او را اعتبار نماند و اگر از اکثر مدت حیض
تجاوز کرد عادت اول معتبر است بموجب عادت ایام [illegible] کرده نمازهای را
نماز قضا باید کرد مثلاً عادت پنج روز بود و در آمده تجاوز کرده بعد هفت
یا هشت یا ده روز پاک شده در اینجا عادت گشت این همه ایام حیض اند و اگر
از ده گذشت بعد یازده روز یا زیاده پاک شد همون پنج روز عادت سابق
وضع حیض باید کرد باقی ایام استحاضه مامرده کاغذ نوشته داشتن
منع است مگر که با انگشت خشک بر پیشانی یا سینه مرده تسمیه را باید نوشت
تبرکست اجنازه و او را با دست پیچه ... ما ... المباركه الناس من التهنئة
ليلة الهلال أو يوم العيد وعيد الأضحى بعد المكتوبة أو صلوة الجمعة
فهذا كلها ممنوعة بمنع عند الشرعي شرح كافي في باب المكروهات
ایضاً مکتوب نصف دوم میان عبدالهادی اخوی میان عبدالهادی سلام
خوانند قیمه رسید تقاریش نوشته داده شد آنچه از مسئله عنین استفسار
رفته بود عنین آنست که قادر بر مباشرت نباشد یا بر ثیبه قادر باشد و بر بکر قادر
الکیس عنین بعد خلوت صحیحه نیز طلاق داد مهر تمام لازم آید و عدت
واجب شد

واجب شود اگر بعد خلوت صحیحه زن منکر از وطی است اگر بکر است
بزنان دیگر باید نمود اگر بکارت زایل شده وطی ثابت شد والا نه و اگر زن
بکر نباشد قول شوهر با سوگند معتبر بود خلوت صحیحه آنست که زن صحیحه از امراض
و از حیض در غیر رمضان با شوهر در خانه خالی از دخول بیگانه داخل شود این
خلوت حکم وطی دارد لیکن عدت لازم شود مکتوب بیست و چهارم در تحقیق مرتبه
ذات سبحانه و تعالی که مرتبه ذات و صفات الله سبحانه و تعالی با کمالات ذاتیه و صفاتیه
ازلی و ابدی است و اسرار کمالات شیونات ذاتیه و صفاتیه در عین خفا
و غیب معلوم ذات عالیست و هیچ از انها مخفی بر ذات نبود در معلومیت
این مراتب اجمالا و تفصیلا ذات تعالی را هیچ احتیاج بظهور خارجی نیست
و مقتضای حسن هر صفتی از صفات و هر شانی از شیونات را عالم و بصیر است
اما چون حسن هر صفتی با وجود ظاهریت اینها مقتضی بظهور خارجی معلوم
ذات الله سبحانه بود و این اقتضاء حسن صفتی را مقتضی بظهور ظاهری آمده
لیکن با وجود کمال استغنای خود مرتبه خارجی حدوثی را بموجب اقتضای شیونات
ذاتیه و صفاتیه در منصه شهود بوجود کرد امید باید واثق است که صفات الله
سبحانه هر دو مرتبه است لطیفه و قهریه بموجب اقتضای حسن صفات لطیفه

مظهر او مدام بر منصه شهود موجود نمود پس هیچ در دنیا از ایمان و طاعت بموافقت اوامر و اجتناب از نواهی موجود میشود همه ظهور حسن صفات لطیفه اوست و جزای این ظهور در آخرت خلود جنت با جمیع نعمای آن و افضل و اعلی از همه نعمای آن مرتبه رویت الله سبحانه و همچنین بحسب اقتضای حسن صفات قهریه مظهر او را بر عرصه اظهار رسید از موجود پس هرچه از کفر و معاصی و ناموافقت معالی در دنیا مخلوق میشود تمامی ظهور حسن صفات قهریه اوست و مرتبت جزای این ظهور در آخرت بر همه ظهر خلود جهنم با تنوع عذاب در آن مرتبه هست و اشد از جمیع انواع عذاب محرومی از رویت الله سبحانه است ای عاقل هوشیار اگر ظهور حسن کمالات صفات لطیفه هستی این معرفت را بنظر عرفان خواهی دید و قدم خود در استقامت شریعت خواهی یافت والا در عین معرفت بی استقامت بر صراط مستقیم ظهور قهریه در الحاد خواهی ماند الغرض بلحاظ ظهور صفات قهریه و عادت ظهور صفات لطیفه هیچ یکی را از مرتبه مربی خود چاره نیست و از تربیت ثمرات ما نیاسیه خلاصی و ذات و صفات او تعالی با وجود این فیض بخشی و عدم فیض بر مظاهر بکمال قرب و معیت از اتحاد و حلول و مظهر منزه

و مبرا

و هر است فانهم نابده قال علیه السلام و علی آله الصلوة و السلام

من عرف ... اخفی علیه شیء ای ما یحتاج الیه من الامور ... الا

مقدور ... نالت ... انکه ... ظلمها در لطافت ...

... های ... در ... کرا با کمال ... دو ...

است در زمان ... هر در ... است و ... از ...

هر دو بس بحکمت بالغه باز ماند ... ای عزیز ... اعمال ...

می ... هیچ ... است ... با وجود ... طلات ... جلال جود ...

وفات ... شنیده باشی بقدرت الله سبحانه درین چنین مقام

تنگ که دو دندان تواند ساکنت دارند و هرگز هیچ محسوس نیست عجب

از ان کسانی که از مفهوم معنی حتی یلج الجمل فی سم الخیاط در سم خیاط

ابلاج جمل نیز از قدرت حق سبحانه محال دانند و محال عقلی را محال الهی پندارند

دانا و آگاه باش ای مومن سنی که معامله قبر و عذاب و حساب پاینده باین

نازکی و خفا که هیچ اطوار حساب و عذاب در نظر بندگان محسوس نیست

و زندگی هر دو در معامله حساب قبر همچو زندگی و بیداری حیات دنیوی

محدی ... که اگر بکو مرده جانوری می نشینند میدانند که زیست با ماده وای

بر کسانی که معامله ربا چون معامله محسوس می باشد لاچار از ربا
و طریق خود همچو معامله جواز در خیال اعدا میکنند و باین اعتقاد در زند
سی و می افتد و میدانند که حرام را حلال میدانند نعوذ بالله من الجهل الکبیر
من یضلل الله فلا هادی له مسئله حمل که نگشته باشد یا اصلاً تا زمانی که جان
نیفتاده دور کردن جائز است و چون جان دمیدن حمل را دور کردند
دور کردن منع است اما درین زمانه بعضی علماء گفته اند که این زمانه فساد را
اگر اولاد بدکار شود اگر بعد از حمل شدن روح بیرحمل را دور کنند جائز است
اما عمل بر روایت اول باید کرد یعنی در حمل شدن روح دور نباید کرد اگر کنیزک
دیگری را نکاح کرده است قطع حمل هرگز جائز نیست اگرچه بی جان است
مسئله ربا است اما علم که در وزن برابر باشند در ربا نیست دست بدست
اما وعده کردن که بعد دو ماه عوض این هر سه علی خواهم داد منع است در ربوا
الغرض در یک جنس ربا نی و وعده از یک طرفی هر دو منع است اینجا اگرچه
در وزن برابر باشد فی الحال گرفته دوم عوض را وعده کرده و این در یک
جنس منع است و در غیر جنس ربا نی از یک طرف جائز است السنة
وقتی که هر دو وزنی یا کیلی باشند و اگر هر دو غیر جنس یکی کیلی

دوم دزدی زیادتی ولیسیه برد و جائز است مسئله اگر حضرت قرآن
مجید بطرف پای خفته باشند اگر بلند است مقدار قد خفته جائز است
و اگر کم از آن نی مسئله اگر پیش روی خفته است دو دقه نماز درآید پس را جائز است
بیدار کردن او اگر مرضی [illegible] آن دانند و الا جائز است اگر مرضی زنا رضی
برد و عیه معلوم بود تا آنکه وقت باخبر کند در بیدار کردن بعد از آن بیدار
مسئله اگر غسل خانه سقف باشد برهنه شدن در آن بغسل کردن جائز است
و اگر بی سقف است با حمام [illegible] روا باشد مکروه است [illegible] بهر و جهی نوع
است مسئله اگر در وقت سجده انگشتان پای را متوجه قبله نکند
نکرد اند نماز فاسد می گردد بر روایتی مسئله اگر شخصی بسبب غرور [illegible] دارد
دیگوید چه فلان جولاهه [illegible] است کافر گردد قال النبی صلی الله تعالی علیه
وعلی آله وسلم ما من میت الا وقد تمنی ان یموت قبل ما مات فان کان
برا لیکون الی بره اعجل وان کان فاجرا لیقل فجوره مکتوب [illegible]
در جوار این بیت سه چشم چشمانه تواند بدید [illegible]
خندیده [illegible] ها من چه باشم [illegible] این وصف [illegible] حیران [illegible]
سوا [illegible] ازز پای ها خود نهادی بر سر [illegible] علا بعد سلام

[illegible] [illegible] گرامی کو باشد

[illegible] [illegible] [illegible] بفضله تعالی و عالم معنی [illegible] حضرت

دلوی [illegible] نوشته [illegible] حرف ما [illegible] تا لی قبول [illegible] مکرر والا معنی [illegible] زیب

بود [illegible] ناقص این می آید که مصرع اول استفهام [illegible] انکاریست چون

عاشق [illegible] [illegible] خود را محروم یافته الحال تسلی خود بخیال کرد

[illegible] از شوق [illegible] [illegible] [illegible] این [illegible]

گرا گرچه [illegible] [illegible] نا مساعد [illegible] ثمره آن [illegible] در حال

بحال [illegible] محروم [illegible] چنانچه عزیزی گفته [illegible] تمام

بوصل [illegible] [illegible] وصال [illegible] والله اعلم

مکتوب هشتاد و ششم بصاحبزاده میان عبدالحمید [illegible] که بیکار [illegible] الهدای

یک تن بیکار [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

و جاء [illegible] الاحیان [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

شرف ساز و جنس ابہ طرف یک ... کل الوجود امر ...

و ارادت بحالہ آورده ... که ... الیسان ... اکبر ...

پدر ... شده انشاء الله تعالی بعد ازین ... مرحوم ... اکثر ...

دسما اگر لقبسد ... آمده بود ... ماده ... بعد از شیخ

عبد الغنی ... جمیع حصار ... الام ... محمد فاروق

در آخر ... شود ... حلال ...

... جلال ... از نواحی ...

... [illegible] ...

اگر ... عیب ... ظهور ... حلال

... الله ... اکرم ... از دست ...

... آنان ... داخل ... خود ...

... علی ... علیه السلام ... آنهای ...

... [illegible] ...

... [illegible] ...

... [illegible] ...

در آن بردارد و آب وضو و غسل مذکور را در آن مذکر فته در آنجا که قطرات خون [illegible]

بود بد آلوده را بشوید تا نمرد و در حضرت پیر دستگیر قدس سره الاقدس را

بعد فرزندان را خانه خواند با خشوع در وضو نشسته روز این کار میکرده است [illegible]

[illegible] توبه [illegible] از آن [illegible] و صدق از آن [illegible]

[illegible] چه توفیق باشد [illegible] اگر [illegible]

[illegible] مانند [illegible] کاشته [illegible] بیان [illegible]

[illegible] فرقات [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

علیه السلام اللهم ارنا حقایق الاشیاء کماهی بسیار مذاهب بسبب عدم
اطلاع از حقایق اشیاء در تحقیق ارادت و قضا از راه رفته اند و از ایمان
گسسته بکفر پیوسته اند این عقل ناقص شما که بر ترجیح رم ایجاد کافر
در مثال از ایمان گسسته بکفر پیوسته ازین توبه کنند و تجدید ایمان آرند و اعتقاد
دارند که تحقیق این بر دو نوع مجمل و مفصل مجمل آنکه بدانند که او تعالی حلیم مطلق
است و کار حلیم مطلق بحکمت بالغه است را از هر جهت منزه است
ترجیح را فی از دو افعال تابع اختیار و حکمت اوست نه اختیار او تابع
طرف راجح یعنی طرفی از دو طرف ترجیح باختیار او و ارادت او
یا فته نه آنکه قبل از اختیار او تعالی طرفی مرجح بود و اعتبار تابع او مشود
هذا کفر محض و جهل ظاهر و این که بعضی دقایق عقل ناقص ما بدان
ناقصی عقل است نه نقصان در ایجاد و حکمت او تعالی و آن عدم
اطلاعنا علی الحکمة لا یوجب العیب عیب عقل ماست که خود
قایل بنقصان عقل خود شد و از عدم دریافت او بسبب نقصان
که دارد تجویز نقصان در ایجاد نشده از نقصان نماید پس هر مومن را
... ... شد که هر چه او تعالی کرده همچنین می بایست

دخواہ سفر ورا از سہام شیاطین نفہمد در دفع آن کوشد تا از
راہ تردد و مفصل آنکہ خدای تعالی با ذات و صفات و شیونات خود
ازلی و قدیم است و نیز ارادہ او تعالی برای ظہور حسن کمالات صفات
جمالیہ و جلالیہ شہادت در مرتبہ ثانی با وجود ظہور او عیانا در مرتبہ
اول یعنی در مرتبہ صفات و با وجود استغناء او تعالی از ظہور ثانی
ازلی بود چنانچہ فرمود کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق
لاعرف پس ارادہ حق تعالی از المخصص مرجح وجود ظہور حسن کمالات صفات
لطیفہ قہریہ آمد و طرف عدم را مرجوح و معدوم کرد و در خواستن صفات
جلال مقتضی سلب حسن از مظہر است و حسن صفات جمال مفیض حسن
مظہر لاجرم بحسب اقتدار صفات کاملہ کہ مخالف آن ہمگو نیست کافر
مظہر صفت جلال است و چون وجود برای ظہور حسن اقتضا است
ذکور مراد از [illegible] احسن ایمان ساوی [illegible] کفر مغلوب و معیوب [illegible]
واکرچہ [illegible] [illegible] الا ظہور نپذیرد و این غیر معقول [illegible]
وجود او برای [illegible] [illegible] جمیع صفات ازلی مراد ازلی [illegible]
[illegible] الہی در ظہور را خود برائد نکتہ مختصر است [illegible]

[illegible] عقل [illegible] اسرار [illegible] سلامت [illegible]

صفات [illegible] رفاهیم رموز [illegible]

[illegible] شکل [illegible]

[illegible] نبوت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حقایق [illegible]

[illegible]

[illegible] توقع که خلاف [illegible]

[illegible] نام [illegible]

[illegible] والروح [illegible] قدم [illegible] مانند مطلوب شناختم [illegible] محمد اکرم [illegible]

[illegible] الرحیم [illegible] معانی عالم طور وجود [illegible]

[illegible] عادت [illegible] حقیقت [illegible]

[illegible] نبوت مصطفوی [illegible]

واحد الهم الالی در جمیع حق الصدق عزیز من الجمیع بود اعلولت
اینهمه مرد نسبت سابقه است هر چند نسبت سیاق روزی ... بیاید
آیند دا طیفه و بالتبع اما چون ... مسعود ان سر ... است
مجرد اکابر هر بر تمام انقطاع کلی در رجوع ... مدار الامت ... الصمد
و اینمرتبه تخلیص متضمن وحیدا در از مقام تفصیل است ... نظر حقیقی
بی مال را انحاء سیر وجود را حیثیت خلوت الطوت تا ... ورزی معاد
بخشیده بالکل سیاه دار بر دو باز ماند از این نسبت عالیه متضمن عالی
به الله نسبت و متراد بود ... جمیع جامع قابلیت ... خویش
های نعدد و تجربی چنانچه ... سابقه مشعر از وصول صفات که نسبت ...
الکیفی به حقیقت ذات بی زیادتی و غیر دارد اما چون اطلاع بر
حقایق مرتبه حلو موقوف بر ملاقات است الذی ... حصول صحبت
از دقایق آن بهره مند خواهند گشت ما بدانکه خود را همین نسبت ...
که مرتبه جلوه است سپرده چنان استعدادات نباید که وقتی
از اوقات انعکاس این ... خالی نبود و ترقی در ترقی رو نماید
و در ... عمال و نهایت اخلاق احتیاط تمام دکمال بجا آرد ...
...
نوید

توکل بحکم گسسته فقره ۱۰ و ر ا ۸ اصحه اهل طریق دانسته ظاهری و باطنی

من کل الوجوه از اهل دنیا پاک خالی کنند حیثیت صدحیف بران

اهل دو اه ال اصل که چون روبمظهریت و وصول صفاتی در درجه تفصیلی

او ر احجاب باشد رو بغیر او دنیا بد زیست و از جمله جنایات سبب عزیز

کمالیت اهل دنیا اقتضاء از استکی اعمال ظاهره و تهذیب اخلاق

دارد دار است کی ظاهر شعرا ران اگرچه بسیار است کی ظاهر کرد بی کمال

باطن باشند شامه آن می نمایند تا آن از جای کرسیسته ازان ادعای

ذکر و بخدمت والا بر رلوار خود سلام این عاجز رسانند که زیست بیع

اعزه ما اگر اتفاق افتد سلام رسانند میان پیر محمد را از یاد داشت

اسمی واقف کرده ام اگر بقلت صحبت سببه پانده باشد به یاری تمام

واقف کردانند صحبت او از خود دریغ ندارند اوقات را زیاده

ب ... دت خلوت و مراقبه دهند و قلیل بل اقل قلیل بعضی تکلم در

از مسائل و غیره و اکثر باطهارت باشند چون طهارت ظاهری با طهارت

باطنی متفق مشهود بود علی ذریه السلام والاکرام مکتوب بنام محمد

فاروق صدیقیت حوی محمد فاروق فارق حق از باطل باشند مضمون کلمات

[illegible] داده بود بهتر که حضرت ایشان [illegible] انبیا [illegible] است

رقوم فرموده بودند درای نسخه معانی آن [illegible] نوع [illegible]

سعادت حاصل است اگرچه این یک رابعه بار اکه دراین [illegible]

وانعض خود را در حل آنها چون سائل را از جهت [illegible]

نبود الله و حج [illegible] فهم تا سر انجا از اصطلاح ایشان بهره ورم بیان ما

کلمه علیه [illegible] ارم [illegible] مجموع دیابد رزشته را اندک

حضرت ایشان قدس سره نموده که [illegible] سبحانه تعالی از علی ایکار وارد

مینخواهد که در تربیت [illegible] واسطه باشد ازین عبارت نفی واسطه حضرت

سرور انبیا علیه و علیهم [illegible] التحیات اکملها معلوم

میشود این نوع است [illegible] واسطه در قسم است نسبت اصحاب در رفع

الجهات بعد الجهات [illegible] این نوع است [illegible]

[illegible] است چون تابعی از تابعان حضرت [illegible] رود

کمالات علیه علی آله الصلوة والسلام واسطه [illegible] حیث استعداد

پیدا میکند [illegible] آن میکرد که بتوسط التعلیم [illegible]

صلی الله علیه وسلم از الله سبحانه بتعلیم علم لدنی [illegible] او تربیت یابد

الله سبحانه

الله سبحانه اینچنین تابعه مستعد را خود تربیت میفرماید و این نسبت

درباره این تابع بواسطه متبوعیت متبوع اوست و اظهار معجزه نبی او

که مظهریت این تابع ظهور پذیرفته و اگرچه در صورت واسطه نیست اما فی الحقیقة

واسطه حقیقی است که واسطه متبوعیت متبوع اوست پس چون ذات

شریف حضرت ایشان ما بسبب کمال متابعت که بفضل الله سبحانه است

میسر آمده این استعداد که در صدر مذکور است پیدا کرده و حضرت سرور کاینات

علیه و علی آله الصلوة والسلام او را الحکمة بالغه برای تعلیم بحضرت رب العزت

تفویض نموده عزت خداوندی ظهور پذیرفت و بتعلیم علم لدنی اصالی تعلیم

فرموده تا این تابع کامل محبوب محبوب او معطل نماند و فضل متبوع اظهار

کرد سبحان الله چه متبوع عظیم الشان و محبوب عظیم البرهان است

[illegible] تابع را قابل حرم کبریا نموده و تعلیم او را بحضرت عزت تفویض

نموده و عزت خداوندی برای تفویض محبوب او تابع او را بالغیری نگذاشته

این فضل در حقیقت در حق متبوع است تابع عدیم البضاعه را چه یارا

که قابل این بارگاه باشد در حقیقت فیض متبوع است که او را باین

ارشاد [illegible] سبحان الله این خادم تابع به نیت [illegible] متبوع و تفویض

امنرلی ل

ن ا ا ہرہ و

وبر ربنا ہ ا

خیر و کا ہ مدوم ا

خصوصاً

الکلہا نہ برکت

باخاص تبرک ا ترکت

برکت او ابرار برکت تالی سبحان اللہ

شیخ عبدالحق دہلوی عفراللہ خطاہ برحقیقت قول حضرت

کہ از ترکت ناطق است عدم مناسبت بجائیہ طلاب سیافت

ارسجاللہ ادریں کہ مبرکات اعراض کردہ وگفتہ انچہ گفتہ چون

حلت سبقی و قول اول را مرکزیۃ مسلمہ کہ آں الصد حضرت خاتم الا

ت علیٰ علیہم السلام التیہ کیماد اتالی زادہ دایرہ منتہا ابحا

کہ ان بالاصالۃ برہ علیہ الرحمہ علیہ السلام ابن حضرت

ارسال الماد بود در برزخ حضرت خاتم الانبیاء در بر ہدی حضرت المل

الرحمن

الاصول داشته‌اند بلکه به اصلیات ولسنتیها مناسبت زیر قدمی البیان

مقام [illegible] دایره وصول پیدا کردند و حضرت پروردگار به ثبات [illegible] علیه علی آله

الصلوات والسلام بعلو مرتبه که واصل مرکز اند و همه تفاصیل آنجا در مرکز

در اند لهذا در تحصیل تفاصیل دایره متوجه نیستند پس حصول حضرت

ایشان به حیثیت تفصیلی که عبارت از دایره است بحکم من سن سنة

حسنة فله اجرها واجر من عمل بها با وجود کمالات اجمالی مرکز که حضرت خاتم

الانبیا را ثابت است بجناب حضرت عاید گشت و امانت ضمنی اصحاب

امانت رسید و نیز تحقیق قول حضرت ایشان قدس الله سره العزیز که حضرت را

صلی الله تعالی علیه وعلی آله وسلم مرتبه محبوبیت تفصیلی بواسطه من که مرتبه

امانت [illegible] حاصل شده از تحقیق مرتبه خلت بوضوح انجامید فلا اشکال

[illegible] مرتبه [illegible] ظلی [illegible] شهود [illegible] که [illegible]

[illegible]

حقیقی بوصل یاس [illegible] لهذا ارباب شهود [illegible] واسطه [illegible]

داشته‌اند و چون حضرت ایشان ما از مرتبه شهود گذشته بمرتبه غیب

[illegible] حقیقی [illegible] علم لدنی [illegible] که بالا مذکور شد [illegible]

لا [illegible] در حق عجائب بود باید در آخرت [illegible]

[illegible] بود آن [illegible] حقیقی است الا بمان [illegible]

[illegible] دعوی و اعلان نیست که شخص آنحضرت [illegible]

کعبه افضل است از حقیقت محمدی علیه السلام باید فهمید که حضرت کعبه را

در حقیقت است حقیقی است در مرتبه مخلوق که آن قابلیتی است از قابلیات

نور اول از نور محمدی است علیه السلام و حقیقی است در مرتبه وجوب که معبودیت

مسجودیت است که بهمان حیثیت مقتضی مسجود الیه بودن شده است و حضرت را

صلی الله تعالی علیه و علی آله وسلم نیز در حقیقت است حقیقی در مرتبه

که ذات بود اول است جامع همه قابلیات [illegible] کعبه قابلیتی است

ازین قابلیت [illegible] حقیقی است در مرتبه [illegible] آن قابلیت [illegible] معبودیت

مراعتبار [illegible] متعلق شود با جمیع [illegible]

قابلیت قابلیتی است از قابلیات مسجود الیه [illegible]

[illegible] کعبه با اعتبار حقیقت [illegible] است [illegible]

[illegible]

[illegible] ۱۵

کعبه حقیقی

که ... العجائب ... [illegible]

... را از آنچه ... [illegible]

... آنها ... نشان بادر ... [illegible]

علام ... در ... الا نهاحن ... آدم

رسالة السانیه است و آنچه ... بود که نوشته اند که بعض از اهل

... بعضی ... [illegible]

کل اولیاء ... این تحقیق ... در فصل ... است ... [illegible]

... حضرت ... لام ... [illegible]

... از ... رضی الله تعالی علیهم رسیدیم: از آن درگذشتیم ...

... [illegible]

... [illegible]

... فرائض از ... [illegible]

... [illegible]

... را ...

ارا ...سان ... از نور ... [illegible] ... الی بخواہد کہ ... [illegible]

اشارت ... [illegible] معاد ... [illegible] ... کرماد ...

... را است کہ ... بوت ... [illegible] ... کلو ... [illegible]

چنانچہ ... [illegible] ... است ... [illegible]

... کلمہ ... بشارۃ معنوی ... بیان کردند کہ اگر اشارت ... [illegible]

اشارت ... [illegible] ... الکسم ... [illegible]

مکتوب بیست و دوم بعزیزی صدور ... الحمد للہ ... [illegible]

... [illegible] ... سبحانہ ... [illegible]

مرت لبعض مخصوص وللتعسار ... [illegible]

... فی ... [illegible]

مر ... اوساط کن ... [illegible] ... بلیوان ... [illegible]

... [illegible] ... الذین ... [illegible]

... [illegible] ... الی ... [illegible]

... [illegible] ... الدرجات ... [illegible]

... [illegible] ... الوسیلۃ ... [illegible]

باید است

باید دانست که احالی وسایط کثیرہ را ابتدا از سلوک و نہایت

از ما جریہ است و فیہا بینہم الصف تفاوت بعضہم فی ابتدایہا

وبعضہم فی اوسط وبعضہم نہایتہا فاما الذین فی ابتداء

الحرب فہم فی ظل الولایۃ الخاصۃ المسمی لولایۃ

الاولیاء وعند البعض بولایۃ الصغری عند البعض

محققین واحالی ابتدایہا لاامال لہ یکونون [illegible]

[illegible] والمعرفۃ ویرتکبون البدعات فی [illegible]

[illegible] لایسالون وہذہ المرتبۃ اشد [illegible]

المقصود نادری ازین مرتبہ احلاص یافتہ [illegible] بکمالات

نفس ولایت تامہ بہرہ ورمیکردد [illegible] اگرچہ از [illegible]

[illegible] الصلاۃ [illegible] اما تر حید [illegible] معلوم [illegible]

وبعلیۃ ذکر گاہی از فرایض پنج گانہ [illegible] زیرا کہ محفوظ صورت

وجزن للفضل [illegible] بہانہ ازین حلاوت است [illegible] منہیانہ [illegible]

ورود [illegible] توحید [illegible] بپیلہ [illegible]

خواہد بہت وصول سالک ازین مرد و مرتبہ [illegible] مطلق یعنی

نظور معاملات از لسعادت درجات نموده خواهد بود در مراتب عرفانیه
در تلقی [illegible] معلوم مجهول الکیفیة در وصول مجهول الکیفیة در نهایت
در انتهای این ولایت خواهد بود در نزول اعلم او علم ازلی که معتبر [illegible]
است نصیب خواهد بود علم حضوری و علم لدنی اصلی در مراتب عرفانی او ظهور
نموده چون [illegible] ظاهر خواهد شد [illegible] تلوینات عینیه [illegible]
نظور علم حضوری اصلی حصول پیدا خواهد کرد اگرچه [illegible] از علم حصولی
مجهول الکیفی [illegible] نموده [illegible] معدوم [illegible] که [illegible]
[illegible] نصیب یافته [illegible] از مراتب اصالت رسیده اما هنوز معلوم نا یافت
پس در نزول ابتدا علم حضوری شروع شده و این ابتدای ولایت انبیا
در همه مرتبه بهره وصول بلا اثبات علم [illegible] آمده اما [illegible] این حضور
[illegible] سبب [illegible] وصل [illegible] دستگیری خواهد کرد [illegible] حصول نسبت
علم پیدا خواهد کرد و این حضور را حضور ذات و علم ذات تعالی خواهد یافت در نزول
علم [illegible] نسبت [illegible] [illegible] علمی [illegible]
[illegible] ولایت انبیا [illegible] دارد [illegible] که ذات [illegible] علیم
و علم [illegible] است [illegible] ذات [illegible] از کمالات
[illegible]

از راه پیوست ذات بفضل الله تو ته مراتب مکتوب ... بشیخ محمد اکرم

در رشش کرده بود که در مکه اللهم احعلنی ... الا ... اکرم

الا ... سعادت ابدیه ... الی ...

... الکعبة العظمی ...

... تکون والدار فی ذلک ...

... التی کمال ... الی ... الهدی

الشیخ الاعظم الاکرم اللهم ثبتنا علی الصراط المستقیم وجعلنا تابعیه فی ...

... والمعروف ... اثم ... الذکر ...

... الملح ... ثم ... المنازل

... فی المواقف الزنیقة ... بحرمة الله ... من ظلمات الشهوات

والمعاصی ... عن طوی الایمان ... الله سبحانه

... الحلو

من السوال ... اللهم ...

[illegible]

[illegible] نموده [illegible] از نسبت گرامی [illegible] اعلا [illegible]

[illegible] فایده [illegible]

[illegible] نسبت یعنی [illegible]

که معدوم [illegible] حیران [illegible] کرده [illegible] حقی الا [illegible]

یافت [illegible]

[illegible] ابدی [illegible]

[illegible]

حصول کار ما تمام است و در ولایت انبیاء علم و دلیل [illegible] کمال الوجوه [illegible]

[illegible]

[illegible] کنی بیان [illegible]

[illegible] این نسبت [illegible]

[illegible] تکرار فرمود اند [illegible]

[illegible] مکتوب هشتاد و چهارم بحقایق آثار شیخ عبدالغنی

که یکی از مخلصان حاجی [illegible] حسن [illegible] لعله [illegible]

والسلام علی حبیبه الذی لا یعلم شیء قدره الا الله وعلی آله واصحابه
الذین خیر الامم الذین وجدوا الحق بکشف الغطاء اخوی مشفقی شیخ عبدالحق
بعد تحیه سلام مطالعه فرمایند در تحقیق حدیث سرور کائنات صلی الله
علیه وسلم سوال نموده بودند که آن حضرت فرموده انا احمد بلا میم در
شرح آن بعضی عزیزان فرموده اند که چون از لفظ احمد میم را جدا نموده
شود احد می ماند و علامت میم مشعر بر حلقه عبدیت است و بشریت و چون
ذات شریف حضرت در وصول بالله از تعینات و بشریت فارغ شده است
[illegible] احد [illegible] القیت [illegible] حضرت [illegible] فضل [illegible]
عنت که اولیا [illegible] اند [illegible] نزد بزرگان طریقه علیه قدس الله
اسرارهم معنی این حدیث تحریر نموده مرقوم فرمایند عزیز من دلیل الصناعت را
چه باک که در تحصیل عبارت [illegible] اشارات [illegible] ازکار [illegible]
استماع [illegible] کرده بیان نمایند [illegible] باید دانست که شان حضرات انبیا علیهم
الصلوة والسلام [illegible] عبدیت [illegible]
وعبدیت [illegible] [illegible] که معنی این حدیث [illegible]
آنست که [illegible] [illegible] ست

که بفضل خیریت حق سبحانه علم الله یعنی امور ... مشکند ... تعلیم محمدی علم

لدنی احمدیم بلا ... و بیم ... است یعنی حمد کرده ... الاشکال ...

فی حمده بلکه هرکه حمد بکند بظهور کمالی از کمالات ... است ...

آدم فی الحمد مکتوب بیست و پنجم بفضیلت مآب شیخ عبد الغنی در جواب بعضی اسوله

الحمد لله اولا و آخرا والسلام علی من اتبع الهدی بوروده رقیمتین متواترین

مسرت بیان بعضی امور در حصول جمعیت از ان عقیدت منش سعادت

پیوند مآبث افتخار که با افتقار است کردید الله سبحانه روز بروز در ترقی افزاید

نقصان اول در عروج ثانی زدوده گردد وانچه از جمله طلبها است منظور بود

حقیقت آن کشاده کرده اند و از ان ترقی دهند در واقعه اول که طومار بوده

اند و معاصی را از ان محو کرده دیده اند بهره از آیه کریمه لیغفر لک الله ما تقدم

من ذنبک داده اند از تتمه آیه که وما تاخر است امیدوار باید بود و دوحسب

وانچه میت را بحضور شما شکم پاره کرده اند مناسبت شما بحضرت ... علی

نبینا وعلیه الصلوة والسلام مینماید شداید و محن که بر وجود شما امر شده بود

[illegible] بالفدیه ذبح اکتفا نمودند بر خوشنودی بشارتی است ... آن العام

... و ... را لازم ... ما ... ...

حال معتقدانه

حاشیه: ... یعنی از ان ... انا احمد بلا میم ... شده ... خود فارغ شده ... ... چنانچه ... الله و ... من ایمان الله ... معنی دارد

حاشیه: لیغفر لک الله ما تقدم من ذنبک وما تاخر

باشد که انه کمرس عالی بود برای ساحل برابر

کرده آره راسط رفقیر رعقید سما عالمانه همه واردات مکتوب کتاب

اکابر دارمد دراین عالی زاد درمیان نه آمدند که ابتدا انسان همین طور از

احوال غریبه واردات نتیجه بردم مرید نموده باشند باعث از دمار رابطه

کرد مکتوب شما نوشتم میان البدین حضور گرفته است آفت سبز آمد قیم الحدمت

حد سمت میان الدین بیوارد عبدالله الا الحو انند قبل ازین

رسیدا ما لح دافع شده لهذا حوالد رد ارادان را جهت

شد بعد از حد روز آ الله تعالی محمد رسی رسیده خواهد رسند

بزرگان که ملاقات نموده باشند فائده گرفته باشند شده اند مطرف

شوند فقیر هم با ملاقات خواهد دمکتوب شما فهم در تحقیق کل شیء قلب

وقلب القرآن الحمد لله و آخر اخوی میان الدین بردین تین باشند

در راه حق پدیری شغل باشند که در صحبت اذکار را فرن نکر

که از انجمن مقدار رواح عزیزان طالب راضی هستند دور نهی بان

... در انتفات ... متضمن اسرار ... راز

ارادات ... لامه ... که رجوع تام ... درجه

برای ترقی جود ما با [illegible] احوال عالم [illegible] ما
آریم در تعلیم تعاد بیان آن [illegible] کسان [illegible] دما
حیوانات ضد را حلاوه [illegible] چه با [illegible] او را [illegible]
تعلیم با تعلیم معاد [illegible] دور [illegible] دارت سماآت [illegible] بر دال [illegible]
که خلاصه دار آن لهراز رسالت فرزونه [illegible] ای بسر [illegible]
چون خلاصه را مسلم بوده اند بر تعلیم ایمان آریم [illegible] رسید [illegible] دانم لسنتم
که خلاصه تمام حضرت قرآن سوره [illegible] خلاصه قرآن بودن [illegible]
وجه در حدیث یا ابتدا [illegible] ایمان آریم [illegible] قرآن [illegible]
وجه آن بخیال عوز نکنیم [illegible] کلام [illegible] کلام [illegible]
کمالات آن کلام مطلق [illegible] نسبت کمالات را [illegible] السبب [illegible]
دانم با وجود آن کمالات را تابع کلام مطلق را [illegible] ایمان آریم [illegible]
کمالات ما کر [illegible] حقیقت [illegible] موجود لا غیر دانم [illegible]
ظهور بعض کمالات در [illegible] تقید [illegible] ظهور بعض را بعض دیگر افضل
و خیر دانیم کما قال سبحانه ما ننسخ من آیة او ننسها نأت بخیر منها او مثلها
این تفاوت در ظهور آیات است [illegible] در خواهر [illegible] نعید [illegible]

در مرتبه آن نیست بصورت نه ... اما ... ثانی بهتر از ظهور کمالات الهی
بهتر از ظهور کمالات اول است زیرا که تمامی آنچه در بهتر بودن کمال مرظهور خودبا
ثانی تعلق دارد ... فضیلت آیات میان محمد فاضل صبغی ... و فضیلت
و فضیلت ظهور آیات میفرموده باشند در حقیقت آیات زیرا که حق
حقیقت آیات نسبت لا هو و لا غیره است فافهم از جا وه فقر زاده و فقر
سلام خواهند که مکتوب نبشته ... لصلاح آثار صوفی بلند که یکی از مخلصان حاجی حبیب
محمد ... سعادت شعار صوفی بلند همت از چند نوشته ... فقیر کمال فقر
پرسیده از خواهش ... حق در مرات میدید از استقامت مظهریت کمال غنای
حقیقی پیدا میکند در نیوقت استعداد و اقبال مظهریت قول کن فیکون
پیدا میکند اما این صفت ... ظهور امرکن حقیقی سبحانه مطلق
است پیدا شود هرکه در وقت ... ایمان باشد مرتبه لایل این مامعه
حال ... ما ... در بوده الفقیر الذی اذا قال للشیء کن فیکون
واسع ... خود خالی شود در خالی شدن از خود برد و مرتبه یکی
در مرتبه ... که به نسیان ما سوا بغلبه سکر محبت میشود در نیوقت
این ظهوریت امرکن ... معنا او را در تصرفات امور کونیه می باشد اما در فقر

تحقیق علمی مراتب واجبی سبحانه [illegible] مراتب [illegible]

تحقق واجبی و اسم گردد [illegible] فقطع [illegible]

با معنی [illegible] تحصیله حقیقی [illegible]

[illegible] تحصیله صورت عرفان است علم [illegible] مراتب [illegible]

خیال حالی [illegible] درست آمد قول حضرت [illegible] قدس سره که خلو تحصیله

ضروری است یعنی تحقق [illegible]

حقیقت [illegible] علیهم السلام [illegible]

[illegible] در توجه سالک فوت یا تحقق [illegible]

بنابر [illegible] در مرتبه حال الحواس [illegible] توجه [illegible]

که در خلو تحصیله در ولایت خاص الخواص بجای توجه علم [illegible] ازلی حاضر

درین وقت [illegible] را غالباً [illegible]

حط علم است [illegible] العلم حق [illegible] ظهور [illegible] کمالات و ملاقات [illegible]

سری [illegible] ظهور کمالات خلافت [illegible] نفس [illegible]

از نفس [illegible] خلافت [illegible]

[illegible] الخواص [illegible] خلوتیه [illegible] اعلی دارد [illegible]

بیان

بجای علم ابدا ماں باللہ باد رب دمنصب جلال وب از علم
تعلیم حالة رسید ومساحت ... در حضور گردید اسکه عطای معرفت
یافته ز کلیت بہرہ یاب کردہ و بحر دارت جامع صفا کمال
... الہی ماند در بیجا در بیت آرحمت بوال الفقرا ہم شوالد
الرحیہ در ولایت خاصہ داخر خواص الخواص ... آن ہر مرید را
فقر دارد اا انتید ملیت در ... ازحال راچہ درکار
الاسرار بودہ ہیچ معلوم نسبت شغل لطائفی در ولوسید مراد
... القصوری ز تعالی نسبت مخ حال نظر حیال است
وانجا علوم مقصود لم اسب ... راد بود است علوم
الاشتغال ... ل و شہودی باسلد رر بیشتر خلافت
... واماں حضرت است
تا عدنہ کہ آمد معنی در از مصرعہ ... خود زیر ان را این نسبت مکتوب
ہمنا نہم اخلاص آثار حافظ عیسی کہ بعد حمد و صلوۃ ... باوط حضور
الالہ الہی ... علم خود ... از حظ ...
او ... و ... احال والحال ... انشاء اللہ

بحمد اللہ ...

بشفقی عطاء الله [illegible]

مرسول [illegible] از همه ابواب ابتحاجا جمعدارند [illegible] ١٠

نوشته شد [illegible] طالع [illegible] می‌انداز [illegible]

توجه لطیفه قلبی اگر چه لطیفه [illegible] علم [illegible]

مشاهده رطا [illegible] دیگر باد

است لصوف اگر باشد [illegible]

باید بد الرحمه درست ماست اگر چه بال [illegible]

ماروا [illegible] اگر اطلا [illegible] الله سبحانه تعالی

بکلام اولی لو بسط العالم [illegible] کلام [illegible] السبحه

مبتدی را انکه [illegible]

بعلیه محبت شیخ حال [illegible] بط کند [illegible] شیخ [illegible]

حتی که خود را صورت شیخ نشاند [illegible] علم

سر حقیقی گردد چون [illegible] کلام [illegible]

[illegible]

[illegible]

ببعضی وجه فساد کرده. ما نحن حیلان جمع شده بسیار زود بسته

زکوة ادای باید و جهت آن و هیچ واجبی بعد ادای خالی از ثواب نیست یعنی

اوقات که بمحنت ناشر میشود مستقصای آن ست از دست ما از نیجه است دار

در محنت بخیلکی پیدا گرده و دقتی که بخیلکی پید اکند امید قوی است خود نیکمند

محکم باید بود اگر متکوحه شخصی ارتکاب بعضی معاصی میکند بهتر آنست که در اسکی

و تعلیم او کوشند همین بهتر است مگر آنکه مرتکب کلمات کفر باشند و بار باید از ان

ترک بهتر جواب سوال ثانی نوشته شد جواب به مطالعه نمایند مکتوب

دوم در مقدمه قبض و بسط سالک سبحان الذی جعل السالکین قبضا بعد البسط

و بسطا بعد القبض الاول اما ان یکون بسبب التقصیر او سببا للترقی و ادام

یعلم السالک اولا سببه لهذا بعد کل منها وجب الاستغفار لاحتمال

وقوع التقصیر یعنی یظهر البسط الی ما شاء الله و الثانی اما ان یکون بکمن بیا

بعده القبض اولا و الذی یکمن بعده فهو فی قید الظلال و البسط الذی

لا یکمن بعده القبض فهو خرج من قیدها و الذی فی قید الظلال یسمی فی

حقه وقت نسیانا لما سوا الله العدم نیمکن عوده الی البشریت لان له بقیة

و الذی ترقی من قید الظلال یسمی فی حقه وقت استغفار آنست من البشر

وانتسابها الی الاصل الفنا فلا یمکن عوده الی البشریت کما قالوا تعالی
لایرد ما رجع من رجع الا من الطریق والمراد ههنا من البشریت البشریت
الاصلیه مکتوب نود ویکم بحقایق آگاه میر محمد بعد الحمد والصلوة وتبلیغ التسلیمات
بعد عرض محبت صادق دانا و آگاه میر صاحب میر محمد برسانند مکتوب شریف
در جواب عریضه پرتوه ورود افگندواز مطالعه شریف آن زبرقومات مفصله
اطلاع یافت خلاصه آن یافته شد که فقیر را العیب انکه که در مکتوب سابق منع
از غیبت کرده بودم که منهی عنه است مانع امر بالمعروف ظن بردند و آیه
که در صفت مومنان یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر است دلیل
آوردید و تفهمید که منع از منکر نوشته ام که ان غیبت وسوء الظن بجماعه
مومنین و تجسس احوال ایشان است که خود نوشته‌اید وینهون عن المنکر و در خاطر
نه آورید که نهی از منکر در معنی امر بالمعروف است وآن عبارت آن مهربان که در
مکتوب شریف بود بعینه درج میکنم تا فرق در معروف و منکر بدید آید کنید دانِ اکثر
الخلایق الذی یحبون عندکم اکثرهم طالب الدنیا واکثرهم یعبدالله لمرادات الدنیا
ولا یزاد منکم الا بند المطلب حال اکثرهم بضعف الاسلام بحال المنافقین
الذین قال الله تعالی فی خصهم قل الاوتمنوا ولکن قولوا سلمنا الی اخر العبارت
الدالة

الدالة علی الغیبة بل علی ... او باید دانست که غیبت حیثیت عیبی ذکر از
مومن با معاصی او در غیبت است و اگر معاصی ندارد ذکر او بمعاصی او بهتان میگویند
بر این ... عبارت ... از دو حال خالی نیست یا آنکه کسان نزد فقرا عصیان
دارند یا ندارند اگر دارند در غیبت ایشان یاد بمعاصی داخل غیبت است بل
از بیست ... اگر ... البته همانستان کردید ... السلطن ... من الغیبة
فاعتبروا یا اولی الابصار و اگر آنکه کسان عصیان ... نکنند ... مالک ...
... بهتان ... کفر انظر الی ما قلت لا تنظر الی من قال اگر نباشد
حضرت بی بی عائشه رضی الله عنها از حضرت صلی الله علیه وسلم در آن ایام
که آیت ... نازل شده بود شنیده بود شخصی براه میرفت چون از نظر غایب شد
حضرت بیبی گفت یا رسول الله چه دراز قد بود حضرت فرمود یا عائشه غیبت
مسلمان کردی گویا گوشت مردار خوردی حضرت بیبی عرض کرد که یا رسول الله
صلی الله علیه وسلم من راست گفته ام که دراز دراز گفتم حضرت فرمود که یا عائشه
غیبت همین است که عیب بنده غایبانه او بیان کردن بطریق حقارت
و اگر در وی عیب نیست شد ذکر او بهتان کذب است دیگر آنکه حضرت ابوهریره را
وقتی در غیبت او بعضی صحابه بنوم قدم گفته بودند چون بعد آن نزد حضرت صلی الله علیه وسلم

آمد خضرت فرمود که از دهن شما بوی گوشت مرده می آید انهٔ شستند

گفتند که با حضرت ما مردار نخورده ایم فرمود از غیبت مومن نشستن پاک

آعود باالله من الشیطان الرجیم یا ایها الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن

ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم

اخیه میتا فکرهتموه زمین الکلام اخر نهی بیت این کراح عند برمع

داخل نهیات فرموده داخل این نبات فاینهم وارجع من الظن الردی

وی حق وحق الحمد الله یحب عندی فانه لاخلیعو الغنا والکذب وکرن

الشاکرین الی الملاعسان خطاب بعد دارت علی العبودیة ولا تکن

من الغافلین الکتاب که بیرازیده ان الله الکاکمکنوب بوردوم بسیر محمد

باسمه سبحانه بعد الاسنادیر بسبانه لسلاحطار فی جواب با سلهم مین اول

ایاک نعبد وایاک نستعین بارسم تم اقول اعلم ان العبادة علی نوعین

الاول عبادة من جهة الروح والثانی من جهة الجسد فالعبادة التی من جهة

الروح وجسد عالیا فی مرتبة الولادی ولاید کانت وعبادة الجسد الروح

جهودا وجه لمن الانبیاء الی نبینا وعلیهم الصلوة والسلام کما قول المنوی

در اندر بابیت این ابیات اورده است کیف بحال شان ما ان سمع ست

جفت بیان اصل الولایة لانہم اکثر الاوقات فی غایة السکر متوقفون

منہا الاتری ان سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اقام ستة اشہر فی الغار المسمی

بغار الحرا قبل ظہور النبوة وما وجب علیہ عبادة الجسد بعدم ظہور الاحکام

علیہ ویستغرق فی لجة الوحدت باطنا فاذا علمت ہذا السکر فی القلب

ثم اعلم وان کان الاستتار الانبیاء متحققا فی القلب الحقیقی لکن توقفہا یلزن

موجب العتاب وہذا التوقف من جملة المزالة لم یکن الکبیرة لانہم معصومون

منہا وسر التوقف اربعین یوما بوجہین الاول منہا علی جہة سنة ذکر بالعد لیقم

من الاداب بعدہ والثانی انہ لم یکن فی التقدیر لازم ظہور الدعوة ایاما معدودة

کما علمت فی عدم ظہور النبی بعد النبی ستین فی ایام الجاہلیة لتقررہ فی القدر

وہذا مقتضاء ظہور سر الجلال حاما علی المدعوین بقدر ہذا ولیس العجب فی حزنہ

وعلیہ السلام لان الحزن والالم بعدم اطلاعہ علیہ السلام علی سبب تعطیل فی الوحی

والحزن علی التعطیل یحتمل الوجہین الاول مضی الاوقات خالیا عن دعوة الخلق

وہو مقتضی الحزن لانہ ثبت ان الحزن علی مافات فی الماضی والثانی

لاستغفار بحضرت الذات ان لاینعکس معاملة النبوة کما قال اللہ تعالی

ان اللہ لغنی عن العالمین وان کان الانبیاء قطعا مختومین علی النبوة وایضا

قال سبحانه فی السورة الاسراء ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ولئن شئنا لنذهبن بالذی اوحینا الیک ثم لا تجد لک به علینا وکیلا الا رحمة من ربک ان فضله کان علیک کبیرا و اذا جرت فی السؤال الذین کتبتم فی تحقیق سر الاستتار بحسب ما ظهر علی استعدادی الضعیف فکتبت فی بیان ما لا تبینهم حال الخلائق ودوقهم فیه ونستعین بالله سبحانه من الخطا فی بیانه اعلم یا اهل الفهم ان الخلائق کلها جملة واحدة مظاهر لصفتین ذی الحسنین اعنی صفت الجمال صفت الجلال وخصوصیت ظهور کل صفت خاصة بها فظهور صفت الجلال بحکم سبقت رحمتی غضبی ابتدای وسبب الوجود وثبوت کل مظهر یظهر فی المظاهر الی ضده اطلاقا وتقییدا اطلاقا بذاته کما کان قبل وجود المظاهر وتقییدا من حیث المقتضیات الحقیقیات فی حسنه فظهور صفت الجمال اطلاق وتقییدا خیر محض فتقیید الناظر ای ناظر کان اهل ولایة العامة والخاصة والاخص والخاص لان فی مظاهر الجمال فی نفس احاطة المظهر للمظهر اطلاقا یحصل بعد ظهور التقیید العاما و اکراما بحسب نذر ... و ... لا یخلو عنه العوام ایضا کما لا یخفی وظهور صفت الجلال حرمت صفت الظهور الاطلاقی فی المظهر کما قبل ما ضع لعله فهو خیر من حیث الظهور الا

طلاقی المنسوب الی تعالیه الحسنی غیر محض فی خلقه کما لمن حیث الظهور التقیید

ازی یعنی ثبوت المقید المخلوق له سبحانه شر محض لانهم معذبون و نزد مون

من زمام و انعام بل تزید علیهم فی کل ان بسبب التنزه کما قال سبحانه کلما

جلودا غیرها لیذوقوا العذاب فکما مقتضی حسن الجلال فی حقه الخلود من النار

و ترتب العذاب علیه ابدا فانا کذالک تسمیة وجودا آثار الشر لاقتضائه کمالات

حسنه فاذا امتزت فی الظهورین المذکورین المتصلین و تفکرت فیه وجدت

ان لا ابالی القرب واجب ان ینظروا الی الظهور الاطلاقی فی کل وقت

والا نظروا الی جهة التقییدی التی تسمی بالشر لانه ترک

حق المقید فی مرتبة الا اذا وقع ضرورة الشرعی و امر و ورد الوقوع الحدود

و غیر ذلک حق الشیر و فی هذا الوقت ایضا وجب علی العرفاء الا عارفی

حقه فی عین الحدود و الخوف علی نفی توقف الابتلاء به فاذا علمت هذا

وجب علی السکوت قلبا و لسانا من ان لحظ معاصیه فی قلبی او تکلم

عسا له قبل الضرورة المذکورة فی القدر فاذا علمتم بان ترتب وجب علیکم السکوت

قبل الضرورة و بالاالعقب فی حکم من ذکر الجاسین عند الفقراء الذکر هم

غافلون عنه بالاضرورة فانه زلة فی اصطلاح الاولیاء من مرتبة القرب والاصل

ابدا له وجب التوبة على ما مضى والذكر في الاذ [illegible] فقوا لله [illegible] اعلا

على ما سواه ما نحن ان نحصل الى ورقة في كلام العربي ونحن ضدان [illegible] لغار

ستيه فاذا اخذت العلم بشرح كلمات العربي [illegible] كامر

قطرات المطر على الارض اليابس وتزداد ما حسنا ونعم جزاكم الله خيرا فيها

سألتم من هذا الاي والحمد لله كنت ساعيا بظهور هذه العلم لينفع بها المسترشد

وهبت الجزاد على السائل محب مكتوب نوع بسوم [illegible] عام وخاص تحريرا

سبحان الذي يعقب حال العالمين بعضه بين قبض العام وبعد الخاص

فانا لي خير العام الذي هو خضوع الجبال الجلال [illegible] سبحاني

وقت بعد وقت والكار اظهار انوارها العشق بهم ووجودهم لكن لا كانوا

يملكون ان يرفع عنهم حجاب البشرية ويعطى لهم الوجود الموهوب حتى يعرجوا به الى

مقام القرب بقطع حجب الظلماني والنوراني الذي وقعت بينهم وبين الله تعالى

بحكمته بالغة [illegible] الازل [illegible] لسطوات الجلال [illegible]

وجه الذات [illegible] عليهم كما قال النبي صلى الله عليه وسلم ان الله سبعين الف حجاب

من نور وظلمة الى آخر الحديث [illegible] ان اهالي قبض العام متلذذ لو [illegible]

[illegible] الجلال بانه [illegible] لانهم لا يستبون حتى يتلبسوا بنور المرتو

ويتخلقوا باخلاق الله تعالى بظهور الفيض الخاص الذي هو ظهور الجمال الخاص

فاذا علمت هذا فانظر الى الانبياء والاولياء واما الى الجنة لانهم متولدون

مرة ثانية كما قيل لن يلج ملكوت السموات حتى يولد مرتين ويكونوا خالصا

من كل الوجوه عن وجود البشرية وكمالاته حتى لا يبقى فيهم منها عين ولا اثر

ويتخلقون باخلاق الله سبحانه فانهم الان نبيوا محل ارجاع الضمير الذي في كلمة

اليه فعبت في الحديث الى كلمة ما الذي يشعر الاثنينية لانهم يخلقوا الان باخلاق

الله وليس في الشيء واخلاق الشيء الاثنينية كي يتحرق بسطوات الشيء فاذا تحقق هذا

يتحقق ان العالم كله موجود بفيض انوار الجمال ومحفوظ عن الاحراق لان الاحراق

من خصوصية انوار الجلال في ظهورها بعد رفع الحجب ولا يرتفع الحجب الذين هم في

مرتبة العام بظاهر الانوار الجمال والجلال مشتركا لتفويض تربيتهم في هذه المرتبة

بصفة الجمال فلا ينقطع تربية الجمال عنهم حتى لا يكونون قابلين لتجلي انوار

الجلال فلا يكونون متولدين بالوجود الموهوب ولا يتخلقون باخلاق سبحان لسلا

يدخلوا الاحتى في حضرة القرب والاتلاشى بسطوات جلاله شفقة عليه وتادبا

بالجناب الالهي جل شانه كما قال سبحانه ان الله لغني عن العالمين اي عن الذين

لا يخرجون من وجود البشرية ولا يتخلقون باخلاق الله سبحانه فاذا اتصفوا بالرحمة

نی خنفهم کنت سمعه و بصره دیده در حدیث فبی یسمع و بی یبصر و بی یبطش

یست مخفی بهذا الرجل الکامل مرتبتان مرتبة المظهریة من جهة الوجود البشریة

و مرتبة المظهریة من جهة تخلقه باخلاقه فمن حیث مرتبة البشریة قال علیه السلام انما

بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی و من حیث مرتبة الفناء

بصفاته تعالی قال علیه السلام انا احمد بلا میم و لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب

ولا نبی مرسل سبحان من لا شریک له و لا یصل احد من الانبیاء والاولیاء بالحجاب

قدسه الا بوجود الموهوب والاتصاف بصفاته تعالی فلیس للغیر دخل حتی تحرق

سبحات وجهه العزیز فافهم مصرعه بس کنم خود زیرکان را این بس است العبد سلام

مطالعه فرمایند بفقیر در باره در راجه یار اکه در تحقیق حقیقة الاحادیث تحریره نمایم اما سوا

راز جواب چاره نبود بهذا ابیات چند معانی کشود اگر پسندید مقرر بر قوم فرمایند

تا شرف یابند پس مکتوب نود چهارم در تحقیق قول حضرت خواجه بزرگ قدس سره روح القدس

یگانگی ذات است اما یگانگی نشناخت زیرا که شناخت از شهود حق در وجود رسانی فی

شهود است مراد حضرت خواجه قدس سره از وجود نسبت اصلی است اما نسبت عارضی

لازم نسبت است از حضرت انبیا علیهم الصلوة والسلام هم بحکم العرض علم المعنی

دال است نسبت بر طریق اجمال در روح ابتدا حلقه قبل از تعلق جسد حق را

جانه میشود نسبت

سبحانه بیان است که فانی است با حقیقت ذات و صفات خود در مظهریت
مظهریت اسما و صفات واجبی جل سلطانها بر طریق تفصیل مستند است
و دلیل بر اطلاع بر حقیقت مظهریت و مظهریت بشریت جمالی که از جزء دانا
متحقق است این را دانستن نسبتی میگویند بر طریق اجمال و چون اطلاع بر حقیقت
مظهریت خود و مظهریت اسما و صفات واجبی بخشیدند و در هر مرتبه خود چه اسم
و چه صفت مشاهده اسما و صفات واجبی نموده دانا را و که از راه بشریت
منسوب باو بود مظهر آثار مطلق جل شانه یافت وجود بشریت منتفی گشت این را
شناختن میگویند پس روح را نسبت شهود بعد تعلق جسدی عطا میفرمایند
اگر باشد قبل از تعلق دانستن است و شناختن نیست زیرا که این موقوف
بر شهود است مکتوب نود و پنجم بخواجه فیض الله تحریر یافت سعادت شعارا شکر بجا آرند
که دریافت جمعیت دست داده و ترک دنیا منظور نظر گردیده فضل حق ها دهند صحبت
اهل دنیا و دنیا مبتدی و متوسط را زهر قاتل است و صاحب کمال منتهی در عین
صحبت از اهل دنیا و در عین جمع مال از اهل دنیا و مال جدا است منتهی نامناسب
خواهیست برای تربیت غلام فلان در تربیت بی صحبت میسر نمی آید حق تعالی
جزا دهد که بندگان با بعضی چنان هستند که خرید و فروخت با مردم از ذکر ایشان برا

بازدارد نظر در دفع تعلق دل خود از دنیا باید بست در صورت با اهل دنیا
اگر باشند دل قطع از محبت ایشان کو باید آشنا شد یکی نظر نباید
کرد مگر بحسن ظن و در خود هر چند کوشید سعادت است واقعه دوم ... رم که خود را
بصورت با افسر دیدن کمال عقیده است و در شیخ کم ستدن را بنای الشیخ
تعبیر میکنند ثمره ذکر است که مرید در پیر فانی شود و خود را لم باید دیدن آفتاب
برهان نورانیت قلب است چون کار موزر ترقی لهذا اندری کمی باشد
بسیار است و هر چه بیشتر نوشته آید همه علامت ترقی است یعنی باشند با خود را
کم کنید بجز هستی حق و رضای حق مرشد منظور نماند والسلام مکتوب نود و ششم
در جواب عریضه یکی از صدر ذکر نوشته بود سیوم انکه دل چون بذکر میشود در جوشش می آید و سعی
پیدا میکند بعد ازان گویا پختگی پیدا میکند جوشش فرو می نشیند دیگی که بار تا آنکه
که خام است در جوشش است چون پخته شد جوشش فرو می نشیند الغرض خود را خفی
بحضور بسیار بر بهی که رو بطرف این مقامات شما هر چند مقام عالی باشند نز
مرتبه حضور مقامات عقیده را مثل قطره بحضور دریا والسلام تعبیر واقعه اول
انکه مطابق است این سخن چنانچه قلب در درج تجلیات در واقعه می تجلیه
گاهی بصورت ستاره و گاهی بصورت ماه و گاهی بصورت آفتاب و امهر علامت صفحه تجلیه

است خوش بوده است در واقعه دوم بشارة از ثمره آن تصفیه و مردم دادن
کلمات رست از نقطه از انچه از حق ثمره حاصل شده و تعبیر واقعه سیوم انکه هر دو لطائف
روح و قلب بصورت دو شمعی با شمود دیدن صورت با بشارت است حضور با
از برای محافظت حال شما است تا شیطان دخل نکند همه بشارات را سعادت
دانسته بکار مراقبه کمر محکم بندند تا انوار سفلیه به انوار لطیفه چون ما ظاهر شوند
حتی که کیفیت بر حضرت مکتوب بود بعضی در تعبیر واقعات بخواجه فیض الله تحریر یافته است
که خدا اینجا آمد و انکه بردار میکشند مراد ازین مجاهده و ریاضت طریق
و شما که می رسید بلندی استعداد است که مجاهده را به محبت اختیار میکنید
و انکه در انوار گم میشوید و با خدا جل شانه سخن میگوئید تجلیات کلام حق است
که بصورت نور ظاهر میشود و انکه مراد خود را گم میکنند فنا اتم سالک از انست
که همه را گم میکند این بقدر سکر و مستی است و آمدن تا نهایت تو جناب حق است
که بر شما می آید مردم قسمت کردن بشارات آنست که اما بنعمة ربک فحدث الخ امر
بدیگری از آن ارشاد باید کرد و اینهمه بشارات انند که بر سالکان می آیند حمد
بجا آورده متوجه حضور دلی باشند مکتوب نود و هشتم در جواب سائل سطور
مستفاد سلام خوانند یک است نورانی که نعمت کنند و همه معامله مرقومه

با و تعلق دارد و از و اطلاع نیافتند آوندی که ظلمانی و هم نورانی است از و
بیان طلب داشتند و از شکست و بست او پرسیدند بیان از طرف ثانی ظاهر است
باید که از طرف اول نورانی محض مطلع شوید اگر میدیدید تفصیل نوشته اید تا از طرف
ثانی ازین طرف در بیان آورده مرسول داشته شود و مکتوب نوزدهم مسائل درراسند علاوه
جواب شبهات شما چون جواب موافق سوال ننوشته اید و از ان
آوند که هرگز نیست کند بیان نکرده اید همون بیان سابق کرده اید معذور داشته باشد
ضرور جواب مجمل میرسم عزیز من اولا از شهود اول و ثانی و ثالث و غیر ذلک مطلع شوید
باید دانست که شهود مقابل غیب است مرتبه غیب مرتبه ذات و صفات قدیمی ازلی بی
کیف حضرت الله سبحانه است و شهود اول آن مرتبه نور اول که نور محمدی است صلی الله علیه وسلم
و این مرتبه اگرچه حادث است اما مخفی البدایت است و مخفی الکیف لهذا این مرتبه
شهود اول را غیب نسبی و قدیم نسبی و ازلی نسبی و مجهول الکیف گویند و شهود
ثانی از ان شهود اول روح اعظم حضرت است علیه السلام شهود ثالث جسد
مبارک حضرت علیه السلام که فوق عرش است که عنصر اصل جمیع اصول مفصل
و عنصر مجمل است و از ان جسد مبارک که نور محض است تمام مراتب کرهای مجمل
و عناصر مفصل شهود پذیرفت سالک که در فنای آن در احاطه عناصر که مهر در

از مراتب اجسام مخلوقات احاطه دارد به لطافت محض سالک طالب حق را

بحر و مسجود میسازد و سالک تمام مراتب داخلی و خارجی خود را از وی می یابد و از

جمیع مراتب باو میتواند کرد این تعلق بظرفیت شهودی برای یکی

ست بعد او سالک ازین شهود ترقی می یابد آنچه از وی یافت از ذات

سابق در هم شکست می یابد و ظرفیت شهود فوق را جامع و مرجع حقیقی آنجا

می یابد ازین شهود ... الا مراتب الرضیات جا بجا یافته از اول

بالی شارست ... ترقی می یابد الی آخر جمیع مراتب

الشهود الاول ... مرتبه الشهود الاول ... فوق شهود حقیقی

علم اصحاب الشهود ... است که ازین شهود ترقی یابد بغیب حقیقی

... کما ... الکفا ... و قدر می ماند باید است

... ولایت را

... بعض ... فرموده اند این شهود لوی از ...

دار ... تا ... ازین ... حقیقت آنچه

... آمد سلوک ... آید و مطلب ...

کرا ... طرف ... آن ...

غیر اظراف است و در ردی پوشاکان وسعت ظرفان باعتبار استحقاق هر کس را
می پوشانند و ان ظرف می شکنند ازا غور فرموده در جواب سائل مرقوم
نمایند مکتوب صدم در جواب سائل شفقات هیچ مرتبه جذب و سلوک آنچه نوشته بودم
از دخارج نیست چنانچه در تحقیق خود نوشته اند هر که را می پوشانند و ان ظرف
می شکنند کشیدن جذب است عجب آنکه تحقیق مرا لیس انداخته سخن بر التباس
اشکال نزد خود فهمیده می نویسید و این خلاف حدیث است که فیل کان
رسول الله صلی الله علیه وسلم یسّروا ولا تعسّروا و نیز معلوم شد که سخن اینکه را
که در التماس متعلق میگوید این امتحان است. و نیز بزرگان گفته اند الممتحن محروم نه اهل
همه کس نزد شما کس که نزد بزرگی رفته بودند و کسی نیست امتحان داشته
بی نصیب آمده دیگر غرض نیست تا در نظر مقبول شده باشد کلیه جامعه جمیع
مراتب سلوک و جذب و انابت و اجتبا و اصطفا نوشتم و زند در یافتند حکیم
اولا بفهمند که سلوک چیست و جذبه چه و در کدام مقام می شود و انابت چه
و اجابت چه الهی آن کدام بود و اصطفا و چه کدام مقام اگر سوال کند ترا والا
بسوسه کی می دانم ایراد آن تحصیل این هیچ است زیرا که لازم نه ...
بیطرف چیست درراه سلوک و مراتب قرب ... مقامات ...

که از جهت قلت فهم سالک مرتبه لطیف را بصورت ثقیل چنانچه ظرف و غیره می‌نماید

مکتوب صد و یکم بیان محمد کاظم در جواب استفسار صدای هو هو سبحانه ما کان لبشر ان یکلمه الله

الا وحیا او من وراء حجاب الی آخره از این آیه کریمه متحقق شد که هر چه بلباس

صوت ظاهر است صوت نورانی باشد یا جسمانی و مشابه بلباس حادث اند لکن

در او مرتبه صوت و حرف که نفس متوسع است و اول لباس کلام مطلق نیز داخل مرتبه

تقیید و حدوث اما متکلم قدیم است یا حادث اگر قدیم است ذاتا و صفاتا بجامعیت

ذاتیه و صفاتیه بلا تعدد و تکثر و بلا زمان و بلا مکان بلباسها خود را ظاهر کرده

و این ظهور نیز دو مرتبه دارد ظهور اطلاقی است یا تقییدی اگر اطلاقی است

ظهور حقیقت ذات جامع حقیقی است اطلاقا بمظهریه ظهور کمالات مخفیه صفات

خود کما قال کنت کنزا مخفیا الی آخره الحدیث و اگر ظهور تقییدی است ظهور

کمالات مخفیه است لمظهریته المظهور الاول الاطلاقی هذا بیان المتکلم الذی

علی مرتبتین و اگر متکلم حادث است لا حاجة الی قسمته لانه حادث من کل الوجوه

و داخل فی ظهور کمالات المخفیه و یسمی المرتبة الاول المتکلم بقسمین بظهور المنقسم

نفس الکلام الواجبی و لا غلط فی هذا المسامع لانه من تعلیم العلم اللدنی

الاصلی وراء الطلاق و الحجاب و بهذا مرتبة الوحی علی مرسل و مرتبة الالف ،

علی انبیاء علیهم السلام وفی تبعهم بعض ... من الانبیاء وهم

الذین یترقون من الولایات الثلاثة الجمالیة ویصلون الی مرتبة ولایة

الانبیاء ... مرتبة النبوة الحادثة بکلام النفس الذی ... وج فی شأن الاول

الذی ... سمی بنور المحمدی علیه الصلوة والسلام عزیز من درین بیان من معرا

... دوامه هم ... که سابق نوشته هم ... بود زیر کار ... است

مکتوب صد دوم بعزیز صد و ... قسمه سبحانه الحمد لله الذی ... الذاتیة

والصفاتیة بالتجلیات والذین یرتقون ترتیب الصفات الکرام ... علیهم

... الصفاتیة ولو ... بالتجلی الذاتی ... التجلی

الذی ... ولو ... بالفرق بین التجلی الذاتی والصفاتی اولا

اولی ... التجلی ... صفة من الصفات یظهر بصورت المعنی

الذی ... لذا ... موصل ... صفة المعنی ... وفی وقت

... بالمعنی ... الی ... العدد ... فی الصفات

فادا ... استعداده فهو علی ... الاول ان یقیم ...

... الی الموت ذلك النار

واحصل له ... استعداده غلبة علیه الذوق الی دار التجلی ... من الکره

من الكثرة الى الوحدة هذا على نوعين فبعض منهم من يتمكن فى هذا المقام الدنيا بين سن الى ماشاء الله وبعضهم يترقى فى الآن بلا توقف من مرتبة التفصيل وهى مراتب تجليات الصفات الى مرتبة الاجمال وهى مرتبة تجلى الذات وفى هذا المقام الاجمال يتجلى الحقيقة الجامعة الواحدة بلا كثرة المعانى كما هو شان تجليات الصفات فاذا فهمت هذا فافهم ان واصل الاول المقيد هو فى مرتبة كمالات ولاية خاصة التى يسمى بولاية الاولياء عند البعض وبولاية الصغرى عند البعض الآخر والثانى اهل نقص ولاية المذكورة باسماء الدلة تسد اهل هذه الولاية على شرط الصراط المستقيم كل من هو فى هذا المقام فهو اهل تجليات الصفاتية وسبب تقيده فى هذا المقام عدم خلوه عن الاغراض ولو مخفية وهو اهل الفناء المقيد ولا دخل له فى فناء الفنا فكل ما ذكرت فى المرتبتين هم اهالى مراتب الظلال بفرق كثرة الظلال وقلتها لان كلهم مغلوب بالتجليات ومبتلا فيها الا تعلم ان التجلى ظهور الشئ صفة او ذاتا فى الحجاب قلة او كثرة لا اهالى التجليات فاذا فهمت هذا فافهم مكتوب صد ودوم لعزيزى باسم سبحانه الحمد لمن هو الحامد والمحمود فى المرتبتين مرتبة الاطلاق القديمى الازلى والحدوث فى التقيدى الشهودى

في الاول بلا توسط الغير وفي الثاني بواسطة المظاهر الحدودية سبحان من احتجب
عن الخلق بنوره وخفي عليهم لشدة ظهوره هو الظاهر الذي لا اظهر منه وهو الباطن
الذي لا ابطن منه هو الواحد الذي ظهر في بطونه وبطن في ظهوره الحمد
كه لطيفه شعاعه را بعلوم معاني آيات وسينه را منشرح كردانيد جزاك الله
مكتوب صد وچهارم دربيان تعبير واقعات عزيزي فرموده نطفه خاك شده خاك تا برديدها كه بحر خا
بيند مظهر ابها شدن خاك سبب زيادتي بند اشدن كلها است
خوب است مراد از طفل نفس است چون بوقت پيدا ميكند داد كشتي
باز مي آيد اميدواري كثرت علوم ومعاني ميكرد ومراد از شير كثرة علوم است
بركه رحمت آن بي بند كه شعري نوشتم در هر بيت نوشته كه بشارت - اگر
علم بسند ... بشارت او بشارت را كه مقدمه فنا است بر منصه ظهور آورد حديث
آيت اللهم اجعل في قلبي نورا وتحتي نورا وامامي نورا وخلفي نورا واجعل لي نورا
همه بشارت نور على نور داشته ... سالكان طريقت مراد از دريا اينجا دريا
وحدت ومعاني است ظاهر است كه دريا معاني اسرار حق لا نهايت است
لهذا رسول عليه السلام در قرآن تنزيل فرموده قل رب زدني علما وكشتي
وسيله حضرت پير بود است كه سلسله اين وسيله به سلسله بنى خود ميرسانند

داخت

وانجا [illegible] دائمی آب دریا [illegible] ای است وانکه کمان ظلمت [illegible] [illegible]

المت عبارت الانوار لطیفه اخفی است که [illegible] سالک پاک نور [illegible]

و [illegible] استعداد ظهور آن متمثل در عالم مثال بشارت از استعداد [illegible] است

امور [illegible] و جواب اینها که [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کرده [illegible]

باشند [illegible] است برات [illegible] را از مراتب [illegible] داده اند [illegible]

که بعضی امور [illegible] [illegible] [illegible] را از [illegible] قلبی است

در [illegible] قوت ایمانی است [illegible] ورود [illegible] است که قرب [illegible] می آید

[illegible] [illegible] که از نفع [illegible] جذب [illegible] است

که در اختیار [illegible] خوف که [illegible] می آید مقتضای جسد عنصری است

که حکم روح [illegible] [illegible] خود [illegible] در عالم [illegible] نور

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] مراتب جلال است

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] کم [illegible] وصال [illegible] است

[illegible]

و کرسه [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

و علامت ضعیف [illegible] این [illegible] اورنکار عملی [illegible]

ترتیب از مراتب قرب و علم علامات ایشان بر ترتیب که پیش [illegible]

مرید است تا بغلطی سوی دیگر نرود و مرد غرق بوده دو نوع معنی دارد یکی

اگر شخصی تابع شریعت و تابع سنت رسول الله [illegible] فنا کلی است و اگر

گاه گاه بود ارسیده معامله وسط اوست دوم اما اگر شخص مبتدع و خلاف

شرع را انجین غرق بوده دیده شود علامت گمراهی و محرومی کل اوست

متابعت خلاصه اگر قبل و بعد این [illegible] اوقات تضرع و جمعیت و نفی خواطر

غیر خویشتن این طور از رحمانی هستند و هر که اصل ما بعد این بی باکی و تفرقه

اگر ترک خواطر است از این اند ازخود رانند [illegible] اده مانده خوانند که حراز ظهور

غیر رحمانی رسند و الی لهم ان یسیدی [illegible] حق تعالی در حق این طایفه تا نه فرموده

بعض از این تحقیق معلوم شد که هر چه نور ظلمت رسد آمد آنرا به ترازوی تا

شرع ماند سنجند زیرا که من الغافلین ایم واقعات نورانی و غیر آن

خواب ها [illegible]

[illegible] مکتوب صد و نجم جواب واقعات خواب واقعه

اول که این آب رحمت الهی است که بر دل و جسد آدمی ذاکر حق [illegible] علامت

آب رحمت این که از طرف راست می آید این آب بر زمین نمی افتد

تمام در بدن میرود جواب واقعه دوم آنکه این خلعت نور هست که [illegible]

[illegible] عطا میشود در بر می بندند و آن نور سفید نور لطیفه روحی است

که بظهور آن در حضور شهود محو میشوند و دانه دانه زنجیر بر بدن مثل جوار [illegible]

در تمام بدن [illegible] دارند جواب واقعه سیوم آنکه این نور لطیفه [illegible] است که کبوتر

کبوتر متجلی [illegible] باو لطیفه [illegible] چون [illegible] آن شامل حال [illegible]

حقیقت بصورت [illegible] شده تعلیم [illegible]

[illegible] را از لطیفه شود جواب واقعه چهارم آنکه بالا شدن بر کوه [illegible] عروج

و ترقی [illegible] آن [illegible] از عروج [illegible] دیگر [illegible]

[illegible] دیگر [illegible] که [illegible] دفع [illegible] و ظهور [illegible] دیگر است

[illegible] سنگ [illegible] دفع موانع [illegible] و الله یعلم و انتم لا تعلمون

جواب واقعه پنجم [illegible] از جهة رعایت نماز [illegible] که احسان

والا کار باختیار [illegible] حقیقی [illegible] اگر از رکوع و سجود در بیخودی [illegible]

آن [illegible] جواب دوم آنکه [illegible] فرموده

که عاشق را [illegible] و قبول آن [illegible] تصدیق [illegible]

جلد او حقیقه جواب واقعه سیوم بسیار خوب مخبر از متابعت شرع و عبادات

تمام در راه امر معروف و دخول سعی مشکور و حفظ ظلم از نفس و شیطان در رجوع

بجناب حضرت رسالت پناه و یاد داشت عقیده پیر دستگیر در درون سینه

نمونه از تصرف اولیاء است جواب واقعه دیگر حقیقت تضرع و نیاز بصورت آب

سعد [illegible] از چشم [illegible] ریزد و چون آب بزمین نیافتد ضایع نشود

و همین [illegible] ان آب چشم عشاق در جسم غرق شده [illegible]

نورانی می نماید و کسل و غفلت باقیه را بدر می اندازد [illegible]

سر بسیار جواب واقعه دیگر ذکر علی نور از لطیفه قلبی ظهور می نماید و کشتی

مرد غیبی است که طی مسافت دریا [illegible] کرد از هر طرف راه بحضور ولی

[illegible] از ندار هرچه غیر حق است [illegible] ما زاغ البصر و ما طغی

شامل حال [illegible] جواب از کثرت انوار واردات غیبی این واقعه [illegible]

امیدوار ترقی باشند تو مبتلی اصلا کمال است و رسم کم شدن کم کن

سوال [illegible] دل [illegible] می باید خلاف شرع [illegible] جواب

همین است که آنچه بنفس و کیفیت [illegible] را در آن باید [illegible]

آن باید کوشید آنچه سابق نوشته ام و الحال هم بر طریقه [illegible]

و حق است

وغش است   جواب چون معامله سابق بر طبق متابعت این هم سبب از

عروج و ترقی است الحال الحمدلله باید فهمید که هر دو ذوق کرتا دیگران نتوانند همه

بشکل [illegible] الحمدلله نوشته [illegible] دوری در زیاده اوقات بر مراقبه [illegible]

واقع کرده [illegible] باید حاجت نوشتن نیست   جواب واقعی است [illegible]

طاری [illegible] بسیار کرده [illegible] [illegible] کرده [illegible] [illegible]

[illegible] را الحمدلله قلب را یاد [illegible] از نیجا است [illegible] اطراف سیاه

[illegible] بسیار [illegible] بسیار کرده باد   جواب واقعی خوب است حالا جمع [illegible]

[illegible] [illegible]   جواب [illegible] [illegible] الحمدلله [illegible] [illegible]

ذو الفضل العظیم صحبت این نعمتهای [illegible] استعداد تنهاست حضور

[illegible] [illegible] الا نه بدیگران [illegible] [illegible] [illegible]

من کل الوجوه بحضور سیار که عالم تمام در حضور [illegible] چنان مخفی کرده چنانچه

ستارها در حضور آفتاب در حضور خود را محو سازند که حضور [illegible] خود از [illegible]

[illegible] جواب دوم آنکه در [illegible] [illegible] خواب بیدار [illegible] [illegible]

او مسجد خانه [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] سالک [illegible] خود [illegible]

[illegible] امانت [illegible] خود [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

است و چون برا مل کشتی بنشیند آنوقت بجا می شود عابت
محال است که سیر در راه جز بحضور محض است بلی بار و محو شدن است مراد از مصنع بر
ایستادن است کلمه دو وقفه که در راه دیده در راه اند که سید راه
مر ماهان شود چون کناره باران دعبور کرد کشتی برای او دوکه پیدا کرد کشتیبان
از بالسطور کالکه داشتند چرا که بحثان فنه ... آن دو کردن ... توصیت
بیان کردند که گفتند ... و گفتند که بهر یکی در راه نام دستید
کردند تا بدلیری قطع آن راه نمایند ذلک فضل الله یوتیه من یشاء
جوان ... ماید است که شمشیر را بر قطع قطاع الطریق و کفار پیدا کرده
اند و چون قطاع الطریق در راه سلوک طریقت شیطان و هوای نفس است
که شمشیر برای قطع اینها ... لیس الا که به هیچ قرین نفس
و شیطان از ترقی بند شود به شمشیر همت همه قرینهای نفس و شیطان قطاع
میسازد چنانچه عزیزی گفته در مدح مجاهد ا طریق قاطع القطاع فی همم داین
بشارت برین است که صاحب این دا قبور همت ... استعداد او نهاده اند
ای ... هوا ... لاکن ... ضطراری است و چون دریچه
... می شود همت ... عطا شود ... غلاف اختیار

... ماکن ...

سالک درین مرتبه باتمام ثمرات را جاری کند و بیجا خرج نکند والسلام بیت

رونق عهد شباب است دگر بستان را ‖ میرسد مژده گل بلبل خوش الحان را

مثنوی بلبل ایمن بود از باد خزان ‖ که نباید فرح از رونق گلهای دلش را

کما قال سبحانه لنبیه صلی الله علیه وسلم لا تفرح ان الله لا یحب الفرحین مکتوب

بیست و هشتم از طرف فیض الهی بیک الله سوی و تعبیر البال بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله بعنایات واجب الوجود و بیمن برکات حضرت از هر طرف دلجمعی

جمع آمد امیدواری از فضل و کرم حضرت چنین است که توجه ظاهری

و باطنی در ترقیات ایجاب فرمایند بعده مخفی نماند که اکثر در مراقبه واقعات

دیده میشود یکروز در مراقبه بودم که یا سید نور آمدند و فقیر را گریه در گرفت جواب این

دیگر آنکه اکثر در مراقبه قبله خود گم کرده ام تعبیر این چه باشد یکروز دیگر در مراقبه چند

الماس در پیش فقیر آمده استاده است بسیار خوب صورت چند بچه ها دارد یک

جانور یکی از بچه های او برد طاوس پریده بر هوا رفت و بچه خود از پای جانور گرفته

آمد و را نوفت بر دل فقیر آمد طاوس باین جلدی پریده از پای جانور بچه خود را

گرفته آمد در واقعه با ان طاوس تعجب کردم اکنون که می بینم شستن بهشت باشد

و چند بچه ها دارد جواب این نویسید دیگر آنکه بجناب رسالت پناهی متوجه دیده آمده ای

بگوش دل رسید که می آید حضور زیاد شد و از طرف بسیار شود اکابر با مدد شد

در آن وقت یک قطعه غنچه های نورانی در نظر آمد در میان آنها بیضه رسالت پناه

صلی الله علیه وسلم می آمد با من ملاقات نمود واقعه روز دیگر [illegible] بودم [illegible] دست ادب

با آنحضرت صلی الله علیه وسلم [illegible] رسیده فقیر [illegible] که [illegible] هست

[illegible] آمد [illegible] آنحضرت [illegible] می‌گوید

[illegible] آن [illegible] ادبی [illegible]

[illegible] قوم فرمایند بکمود در تعبیر واقعات بفیض الهی یک [illegible]

محمد الفقراء [illegible] فیض الله که سلام خوانند رفعه معصوم حضرت و بعضی

[illegible] قال [illegible] واقعات [illegible] ترقیات

[illegible] تصریح واقعات [illegible] رو نما

واقعه اول [illegible] برادر [illegible] اعطای نوی

[illegible] نسبت [illegible]

[illegible] که [illegible] اجلیات

[illegible] بخصوصیت

[illegible] همراه طاهر [illegible] برادر [illegible] های آنها [illegible] نسبت ترقی است

در تجلیات زیرا که تجلیات بعضی بر صفات جماد که نمود در آن عنصر نیست

منحصر بهمین مرتبه و بعضی بر صفت نبات که مقتضی نمود و ترقی برای اوست

مقتضی بسیر فصل و بریدن بحیه که شعر بر مستعد ترقی است کار ابلیس است اما چون

بر مستعد اهل این تجلی اقتصار ترقی است فعلی که بسبب بست از این جانب

وادر ظهوری آید لهذا و محمد الله کمالات نباتات تعبیر وافتد چهارم که مقدمات

ظهور حضرت سرور کاینات شعر بر کمال صدق بر آنحضرت است صلی الله علیه وسلم

له از رحمه ربک یا شک علی حب التصدیق و یکون مؤمنا الی الله

شعر الدین شعر بر ترقی از مرتبه ظلمت که تجلی است و بینی وصول

بمرتبه از طرف باوجود نا قابلی این فقرا و ارسال سلسله

شعر بر علم ولایت محمدی است

صلی الله علیه و سلم علم

نورانی و این حضرت این جوهر نفیس آن العرض

خلو

اما مشغول نباید

صفات و فرحت و لذت که از عدم

امد حضرت و تضرع و زاری بیش داشت ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء بلتوت
تمام فیض این مطلب در تعلیم مرتبه مبتدی و منتهی و در دور کردن دوری از خود لهمین
رقیمه معمایی متضمن چند واقعات عجیبه حل و تاویل از معزز جانب نیز شد
ترتیب داده شد قابلیت استعداد شماره واقعات که متضمن کمالات اند
معلوم کرده حق سبحانه از وقوع معاینه آنرا در همان کاغذ سبب به رنگ ورقه
تاویل و تحقیق نوشته رسانیده شد مطالعه خواهد آمد بر محض واقعات اکتفا
نباید کرد چه بسیار شنیدن باید آورد تا دردی محبوب مثلا بعضی مراقبات عام
در مرتبه عین وصول بحث عزیزان دیگر خصوص بر در خود را که در خاطر است
سلام رسانند و یاران محبت نیز سلام خوانند مراقبه آنست که چشم
بند و گشاده با مراقبه باشند مراقبه دو مرتبه دارد مراقبه سالک و مراقبه منتهی
مراقبه سالک برای دفع زحمت دخل اغیار است و مراقبه منتهی که از زحمت سینه
و دل از ظلمت دخل اغیار زدوده شده و بیزاحمت اغیار برای حضور مطلوب
حقیقی است تا جمیع حواس ظاهری و باطنی بر حضور متفق شوند مصرعه
نه مدار ره اهل جلال اجتناب بزرگی فرموده بیت چندان برو این ره که دوئی برخیزد
ور هست دوئی به رهروی برخیزد تو او نشوی ولی اگر جهد کنی جایی برسی کز تو توئی برخیزد

خیر الکلام ما قل و دل اکنون بیان خطرات نفسانی و شیطانی وغیرہ بموجب تحقیق حضرت
از تحریر پیر دستگیر قدس سرہ معلوم شد کہ خطرہ کار ابلیس ست یا کار نفس تا زمانی
کہ قلب غالب نیست نور قلب بعد ورود خطرہ بر دلی تمیز میکند کہ این خطرہ از خارج
آمدہ یا از نفس ناشی شدہ از آنکہ وہ می پندارد و بیرون می اندازد تا زمانیکہ
غالب نشدہ نفس و ابلیس در کار خود تا دم درمیان ہست اگرچہ نسبت کثرت
خطرات جمعیت کم است اما چون نور دلی تمیز یافت کہ از ابلیس یا نفس است
و مکروہ شدہ است ہمہ وبال آن بسوی آن ہر دو ہست و باین شخص منسوب نیست
و نیز معلوم شد کہ بسبب عدم تعدیل اربعہ عناصر آن ہر دو عدو دخل میکنند و چون
تعدیل ہر چہار عناصر موقوف بر کمال است اما نور قلب بعد ورود مطلع بر حقیقت
آن میشود مکروہ باید دانست و نور قلب چون در ایمان علق نمیکارہ دبیزار
باید بود از تحریر حضرت معلوم شد کہ قبل کمال و بعد آن نیز خطرہ می آید اما بعد
کمال و چون تعدیل اربعہ عناصر بست قدم پیش بردن نمیتواند و ناقص مفعول چون
بنور زمین ہر دو خطرہ عدو دارد و مکروہ پندارند و اگرچہ بند کردن نمی توانند
اما تا بعد اکوائد شد چون دانستہ شد لیس از غم این مدمش کہ مردن نتوان
کہ خطرہ دخل میکرد نمیشود از ایشان نمیکرد و مجاہدہ در راہ دو باری

ما شاء الله الامور مرهونة باوقاتها باین تسلی باید کرد اگر مردم بخطرات
مغلوب اند که خود خطره شده اند محجوب می باشند زیرا که نور دل که تمیز کرده
نکرده اند ظهور نکرده شکر باید کرد که نور دل تمیزی پیدا است خطره را خطره
میداند و مقصود مکتوب   الله ولی الذین آمنوا یخرجهم من الظلمات بکمال
قدرته الی النور فارجوا من کمال قدرته ان یعطی العروج من النور الی النور و حصول
هذا العمل یتوقف علی التوجه الکامل اعنی شیخ المشایخ عبد القادر النقشبندیه
و جزاه الله سبحانه علی هذا المدد و التقویة و السلام علی من لدیه متضمن پیدا الا
استدعا مکتوب بعزیزی تحریر یافته   باسمه سبحانه تحیه سلام ازین قلیل
البضاعت بعرض جامع علوم مولائی و مقتدائی اماده بحکمت الدینیه
بنته الله علی قواعد الحکمه معروض باد استدعا که بضاعت قلیل این
علیل از مرتبه تقلید و دلیل بمرتبه تحقیق وصول بتوجه آن منظر عجیب راه باید و از نجا
از ملک بی علت خروج فرماید و ما ذلک علی الله بعزیز و السلام عن
لدیهم متضمن باستدعا مذکور ارجو من الصالحین الذین عندکم دعا الخیر فاید
هو الله الذی لا اله الا هو رضا را در ابصار کوشیده همت کرد را مضمون
... ظاهر که لولایت عامه ترقیات اند در آیه نفی اله باطله فانی است

کرغار

و سایر مظاهر شریعت مثل اصنام و شمس و قمر و نجوم را مستحق عبادت دانسته

بادات لوثیه اختیار نموده اند و قطع تعلق ازینها باولی تامل در عدم استقامت

ایمه بخصوص فضلای ام دست میدهد چندان مجاهده بکار نیست درین ولایت

ولایت خاصه توجه بوجود کثرت بلکه ثبوت کثرت داخل اله باطل است پس

درین ولایت آنچه کرده منفی تعلق از کثرت میفرماید نسیان است و مقامات

صاحب این ولایت معه نسیان علم بما النسیان ضرور نیست بلکه در مرتبه کثرت

عین وحدت را می یابد بلکه کثرت را عین وحدت می بیند تعلقه نمود بعیض

خاص دو درین مرتبه چون کثرت در نظر این کس تعلقه حسب برنگ وحدت نمودار شده

و از دایره رفته را آمده در حکم اله باطل شده و چون کثرت در نظر یک

حکم وحدت تعلقه حسب اینکس پیدا کرده و نور وحدت بهر فرد کثرت احاطه نموده

قطع تعلق ازین پابستگی مجاهدات اصلیه بلکه تفضل اخص تعلق دارد

تا حسب این عارف را افراط در تبه اعتدال آرد و داغ رتینه کسب تقیت بصارت

محجوب بود ظهوری پیدا کند و غبار غلبه حسی که بر نظر دل نشسته بود تفضل اخص نزدوده

کردد الآن هذا العبد کان عبدا خالصا لله سبحانه وکان تمیز بین العبد

والمعبود و یکون ابتلا بولایة الاخص کما کان الی ابتدا الولایة

الخاص ویکون مومنا بالغیب ویترقی عن مرتبة الشهادة وان کان ولکن هو
لا یکون حجابا بهذا المتحقق تا چون هنوز وصول او بسته توجه است اگرچه توجه
مجهول الکیف باشد تعلق اینکس بالتوجه در حکم تعلق بدال بالطل است و چون
توجه اینکس هنوز رنگ هستی نیستی نمی نمید قطع این توجه که تعلق ونعمل خاص
الخواص دارد دخل نمود اصل الاصول برای قطع این توجه در کار است و وقتی
که توجه معدوم باشد واثری از و نماند کان هذا العبد واصلا بولایت خاص الخواص
وهی ولایت انبیاء علی نبینا وعلیهم الصلوة والسلام و دریافت اینکس
از جمیع مراتب شرک حقیقی والنبی خلاص یافت و کان مومنا بالایمان
الغیبی الحقیقی کما کان اولا مومنا بالایمان الغیبی النسبی وکان من جمله
الذین یقال فی حقهم العلماء ورثة الانبیاء فتامل فی الفرق الذی بین الولایات
الاربعة و چون اصل مرتبه اخیره اگرچه از جمیع مراتب ظلیه برآمده و واصل
صفات حقیقیه که مرتبه اصل است گشته اما هنوز نسبت بس صفات و وصول ذات
جامع بالاصالت موقوف است بسلب درینولا تعلق او بالاصالت با صفات
است و چون صفات که قائم بذات اند دو جهت دارند جهت وجوب من حیث الذات
وجهت امکان من جهت الافتقار تعلق این عارف غایبانه بعض اینها

دایم

واقع و سبب غلبہ تعلق بصفات بشریہ بقیہ ہوا است و ہوا اگرچہ قلیل است
آنرا در الہ باطلہ شمردند کما قال سبحانہ افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ پس قطع
تعلق ازین ہوا و ترقی الی جناب الذات الجامع والبتہ افضل اخص
الخواص است مجاہدہ دارین دخل ندارد و اذا حصل انما بمحض فضلہ کان و املا
بکمالات النبوت بنورہا بعضہم و اہل ہذہ المرتبۃ الخاصۃ اگرچہ بہرہ از کمالات
نبوت یافتہ اما اینکس را نبی نمیتوان گفت اذ التحقیق بیان ہذہ المرتبۃ الاخیرۃ
المقتبسۃ من انوار النبوت العامۃ النبین بفضل اللہ سبحانہ ایثن التفرق بین نبوت
نبینا و نبوت الانبیاء علی نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات فاعلم ان
جمیع الانبیاء و ان کانوا واصلین للذات الجامع بالنسبۃ الی جمیع غیرہم
وہم الاولیاء ولکن بالنسبۃ الی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام مع وصول
الذات تتمۃ المیلان الی الصفات متحقق فیہم فتتمۃ المیلان الیہا شیٔ
عن تتمۃ الہوا و ان کان ہذا الہوا فیہم فی مرتبۃ الاباحۃ والعزیمۃ تقتضی قطعہ
و شان ہذہ العزیمۃ مختصۃ بنبینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما ہو مختص
بحدیث اسلم شیطانی اللہم یسر نا برکت متابعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم
نمرمن خصوصیتہ علیہ السلام مکتوب م بجواب سوال مسائل الہدین

ظهور فیض صفات حق سبحانه عام است و خاص در ظهور عام اضافت آن بسوی
مظهر است چنانچه صفات بشر مثل سمع و بصر و کلام و غیر ذلک را از فیض صفات
حق گوییم اما صفات حق نگوییم صفت بشر گوییم و در ظهور خاص اضافت آن
بسوی حق نماییم صفت بشری نتوان گفت چنانچه صفت کلام حق که در
مظاهر کثیره متعدده ظهور فرموده و بلباس حرف و صوت ظاهر شده این همه را
کلام حق گوییم حقیقت اینچنین است که از فیض صفات یکی آنچه به بشر رسیده
این ظهور فیض صفت بشر گردیده مثل کلام بشر و بصر و علم بشر و غیر ذلک و ظهور
این صفات دیگر را همین یک جهت است بخلاف صفت کلام که این صفت را
بدو مرتبه ظهور است یکی عام و دیگر خاص از ظهور عام صفت کلام در بشر موجود
میگردد و به آن تکلم می نماید درین ظهور این صفت و این تکلم بسوی بشر منسوب است
کلام بشر را که ظهور کلام حق است کلام حق نگوییم زیرا که تکلم بصفت بشری نسبت بشری
تعلق دارد زیرا که حرف و صوت را اینجا کسب و سعی بشر پیدا می آید و از ظهور
خاص که کتب سماویه بر انبیاء علیهم السلام نازل شده حق متکلم است بکلام نفسی
بلباس حرف و صوت و درین لباس کلام الهی که بلباس ما یا حرف و صوت
نورانی است که مخلوق را دخل نیست بلکه حق سبحانه کلام مطلق را بواسطه

غیر ناملبس

غیری بلکه لباس حرف و صوت ظاهر ساخته و بخود منسوب نموده چنانچه میفرماید
نحن نقص علیک احسن القصص در سوره یوسف و شبهه اول هم اگرچه
بتوسط مخلوق است اما این مرتبه جامعه شهودیه را هرگز ذات و صفات
خود نفرموده بلکه مخلوق فرموده که مخلوق هست و هرچه درین مخلوق اول
از ذات و صفات موجود است از ذات و صفات حق نگوییم بلکه از
فیض ذات و صفات گوییم کما قال النبی علیه السلام العالم من نوری و انا
من نور الله گفته که خود را از ذات الله یا نور الله گفته و همچنین عالم را از نور خود
گفته لیکن هر فردی را از افراد عالم ذات حضرت یا نور حضرت نگوییم بلکه از
فیض نور میگوییم سوای کلام مطلق که آن را صفت بطور خاص که بالا ذکر یافت
با وجود لباس حرف و صوت مخلوقه کلام ذات حق گوییم و این نسبت مخصص
خاص صفت کلام است که هم بفیض عام مثل فیض صفات دیگر فایض و هم
بفیض خاص ممتاز از فیض صفات دیگر که محض بجز اطلاق لفظی ظاهر و هیچ صفتی را درین
خصوصیت شرکت نیست واضح‌تر بگوییم که از فیض عام هر صفتی ایجاد صفتی است و صفات
بشریه آن صفت خود در بشر بینا و عالم و متکلم است این صفت بشر نسبت تکلم گشته
و بسوی کلام البشر تکلم مضاف نیست و در فیض خاص حق سبحانه خود بخود متکلم بلباس

نفس معنا مظهریست تر خاص حضرت علیهم الصلوة والسلام و ملکیات
حروف و صوت نورانی، مظهریست جبرئیل در این تکلم صفت کلام عزت است
نیز بی تکلم است خود متکلم بکلام نفسی است مظهر الفرق در شهود اول وحدت
جامع صفات کامله خداوندی حقیقی خلاصه آن حقائق انسانیست انسان
کامل جامع تمام مرتبه حقائق حقیقت انسانیه آنحضرت صلی الله علیه وسلم جمیع
حقائق انسانیان در شهود اول مندرج در حقیقت انسانیه حضرت صلی الله
علیه وسلم است در شهود ثانی جمیع حقائق انسانیان که هر یک جامع حقیقت
روحی و جسدی هر فرد انسان است و خارج منفصل ظهور نموده بخصوصیه
خاصه هر یک از لاهمان مرتبه روحی و جسدی در اوقات موقوته در مرتبه
الحاقیه روح و جسد همان حقیقت هر یک انسان موجود شوند، اسرار
مندرجه مرتبه جامع اول روحی و جسدی در هر مرتبه بخصوصیت خاص در اوقات
موقوته ظهوری آید الا الا دا انبیا مظهر [illegible] از سطر این جامعیت
اند واقع لا اهالی الجنة فی الجنة لا اهالی الجهنم فی الجهنم بعد شهود ثانی هر
مندرجه شهود خاصه خود در ظهور در خواهند شد انهم ذات الله
باختیار و اختیار ظهور نمیتوانند باوجود اختیار در حقیقت [illegible]

۱۱۱ اوا

امابواسطه فیضی که خاصه جامعیت حضرت است علیه الصلوة والسلام
بحکمت بالغه فیضیات اند هیچ یکی را ازان واسطه چاره نیست مکتوب عزیزی
صدور فیت بود و رقیمه مشفقانه متضمن معانی و اسرار رسوده دیگر متضمن
اسوله چند مفتخر گردید بمطالعه آن شرح صدر حاصل شد اما چون بعضی
عبارت در مکتوب باصطلاح حضرت پیر دستگیر صاحب طریقه احسنیه
مطابقت نداشت در تحقیق آن معروض میگردد که در تحقیق حقیق ایشان
قدس سرا ازهم عالم را وجود موهوم گفتن منع است زیراکه موجودیت عالم
برای اظهار صنعت نفس الامری است نه صنعت نفس موهومی وانکه عدم
استقلال عالم را نسبت نموده موجود موهوم میگویند و در مرآتی موجود و معدوم
بر غیرت الضالیه دیده این اطلاق مینمایند نمی بینند که درین هردو جهت
موجود شدن و بعدم رفتن هیچ جهتی ازین هردو موهوم نیست بلکه جهت
وجود در وقت خود وجود نفس الامری است همچنین جهت عدم در وقت
خود عدم نفس الامری است و مراد از وجود عالم جهت وجود است نه جهت
عدم شستان ما بینهما بس جهت وجود را که عالم است نفس الامری دانیم
اما غیر مستقل و در مرآتی متبدل و متغیر دانیم این تغیر و تبدیل نفس الامری

است به وهمی ایس بر کاه تغیر و تبدل وهمی نباشد فالذی هما وقعا
علیه کیف یکون و همیا عجب ازین تحقیق که میدانند که این شهود غیب مطلق است
در مرتبه ثانی ما ظهور زینت حقیقی نفس الامری از بن شهود شهود کرد و بس
شهود که مظهر حقیقت نفس الامری است چون وهمی نباشد برای آنکه استقلال
لازم نیاید اگر وهمی گویند ضرور نیست چرا که تغیر و تبدل او صریح مشعر بر عدم
استقلال اوست پس عالم نفس الامری یا کرهم در عین تغیر و تبدل تا مرتبات
بر وی نیز وهمی نباشد در کتب نکات . خلاصه غور نمایند تا از اصطلاح ایشان
مطلع شوند دیگر آنچه در آیه کریمه واتبع ملة ابراهیم حنیفا شبهه دارید عزیز من
اگرچه حضرت افضل مخلوقات و متبوع جمیع انبیا اند در اصل خلقت شهود
اول ایشان علوم و معارف نصیب ایشان مندرج ساخته اند اما اطلاع بر آن
موقوف بر اوقات داشته اند چون حضرت ابراهیم علی نبینا علیهم الصلوة
والسلام بر طریق خلافت به طلیت جامعه ذات المعانی و علوم مندرجه که نصیب
سرور کائنات علیه الصلوة والسلام از و در شهود اول ایشان در مرتبه
... شهود و ... اند و بعد مدتی مذکوره را به بعثت امر الهی مسمی گردیده اند
و انبیا دیگر اجداد طلیت ... حضرت ... حالات ... داشتند

بملتی منفرده بها که پیدا آمدند و اطلاع بر این معنی جامعیت وانفراد موقوف بر تعلیم
علیم حقیقی بود کما قال سبحانه وعلمک ما لم تکن تعلم نیز فرموده اند وحده
عابرانا عبرا چون وقت ظهور حضرت رسید پیدا آمدند بمقتضای
اقتضا کسانی آن بود که ملت حضرت عیسی را اختیار کنند زیرا که مقدمه
... ملت ابراهیمی بود ... آن تا برای مقدمه تمام
جامعیت را وضع کنند ... تفصیل ... تا برای صورت
... مقدمه ... تفصیل جامعیت ... تابع تفصیل
جامعیت بیت والمقصود من المقدمة هو الفصل ... را وافهران
الصلوة الی ابراهیم علی نبینا علیهم الصلوات والتسلیمات ... الاخر
وعلی نبینا بحسب شان الدعوة تفصیل الجامعیة التی هی تمام المقدمة المقدرة لظهور
الا بالتی ... واکان نبوت الابراهیمی دا انتهاء ... تا الی یوم
القیامة ... ذکر اکمل السلام علیه الی یوم القیامة ... قدم علی
الانبیاء ... حق نبینا علیه الصلوة الی یوم القیامة لعظم شانه
... علیه الصلوة والسلام مکتوب عزیزی صدور یافت
کان الله ولم یکن معه شیئا الله ذات مستجمع الصفات الکمال الظاهرة

و [illegible] الارواح [illegible]

من [illegible] في الدر [illegible]

[illegible] في [illegible] نذر [illegible]

كما اشار فقتا [illegible] لم بها كما كان [illegible] المرتبة

عند [illegible] ذكر الحق و [illegible] العالم هذه [illegible] الوجود وعلوم

في مرتبة التقدير بوجود العلمي التقديري والوجود الخارج [illegible]

[illegible] كون وجودا [illegible] تعلق [illegible] العيب [illegible]

العالم الذي [illegible] الحقيقة المحمدية التي هي باب الظهور

[illegible] العلوم

الان بوجود [illegible] المرتبة [illegible]

[illegible] والعلم بها وعلوق [illegible]

[illegible] العالم [illegible]

[illegible]

[illegible] للظهور الارواح الكلي [illegible]

النور المحمدي مذكور في النكات وهذا مقتبس من مشكوة تحقيق سيدي مولانا

صاحب الطريقة الاحمدية قدسنا الله باسرارهم لان عند سعيد ما صفات
الله ظاهرة كالذات الواجبي فظاهرية الظاهر مكررا لتحصيل حاصل بل مقتضيات
المخفية في غيب الغيب يقتضي ظهورها في الخارج الكوني لتعلق بها الثواب
والعقاب بلا تشبيه وتاويل وعند الصوفية العلية التي اهالي النفس والانية
الحاصة الصفات عين الذات والذات مجرد عن الاضافات لا تميز
للصفات من الذات الا في مرتبة العلم الواجبي والتميز عندهم على نوعين اجمالي
وتفصيلي ويسمى الاول الوحدة ويسمى الثاني الواحدية ويقولون الاول انعكاس
اجمالي والثاني انعكاس تفصيلي ويسمون الثاني بالاعيان الثابتة وبعضهم
بصور العلمية ويسمى بهذه المرتبة الثانية حقيقة العالم والعالم انعكاس
من الاعيان الثابتة في مرات ظاهر الوجود وبهذا التحقيق الثواب والعذاب
مشكل الا بتاويلات بعيدة كما هو شان اهالي السكر ويقولون في الخارج
ا [illegible] العالم في العلم وما وقع عليهم من الشبهات مذكور في تقابل الصفات
في مكاتيب الا [illegible] وعند مجدد الالف الثاني قدس سره العزيز حقيقة عالم
[illegible] عدم والعالم اعطا فيض وجودي [illegible]
ظلال واعدام، چون اوصنا در مرتبه وهم ومرتبه وهميه شرعي لطيف ابع

اتفاق یافته که برفع وہم مرتفع نشود در ہیجا ہم ترتب عذاب و ثواب
بتاویلات کعبہ میشود والفرق بین ہذہ النکات والتحقیقات لکل
واحد عند اہل البصیرۃ ظاہر مکتوب بصوفی بلند بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد الحمد و الصلوۃ وتبلیغ
التسلیمات معروض محب صادق طالب حق بلند ہمت وفقہ اللہ سبحانہ بر سائر
رویتہ صحائف متضمن استفسار عبارت حضرت نکات معتبر کرد اند ربانا لیل
البضاعت راجہ یارا کہ در کلامی کہ از مرتبہ لافت باشد بیان آن دم زنیم
واز حقیقت حلو متخیلہ نوبسیم چنانچہ فرمودہ اند کہ رسیدن در ولایت نبوت
انبیا علیہم الصلوۃ والسلام بسان ندا ہند اما انچہ از بزرگان شنیدہ ام
وازان در فہم ضعیف آمدہ بیان باید نمود بدانند کہ در ولایت خاصہ وصول
بعلم حصولی وحاصل ازان معلوم الکیف است ودر ولایت احص وصول
بعلم حضوری است اما تمیز از علم حصولی یافت است وحاصل دران مجہول الکیف
است لہذا در اول توجہ معلوم ودر ثانی توجہ مفقود در کمالات ولایت انبیا
علیہم الصلوۃ والتسلیمات وصول بعلم حضوری لوبہی از حصول یافتنی نیست
لہذا در ہر مرتبہ یافت مطلوب لی یافت محتمل ادراک است بخلاف مرتبہ
اخص کہ بسبب توجہ خفی تر معلوم در مرتبہ یافت محتمل ادراک مطلوب است

مراد ما ازان التوجه الخفی پس این راه [illegible] العلم [illegible]
العلم سبحانه در همه مرتبه چنانچه تو معدوم است عرفان هم [illegible] زیرا که عرفان
تعلق بعلم حصولی دارد و نیز در مرتبه فنا [illegible] غیر محتمله ادراک [illegible] چون علم
ازلی حاضر است علم را از علوم ضروری پس حق معلوم است [illegible] بعلم ازلی
مثل غیره یعنی نه مثل اهل ولایه [illegible] که در اینجا [illegible] اوم ربط [illegible]
مثل اهل ولایه اخص که در اینجا معلوم بهو الکیف بود در انبیا علی
نبینا وعلیهم الصلوة والتسلیما اگرچه معلوم است اما [illegible] مجهول [illegible]
[illegible] بلکه معلوم [illegible] الکیف پس آنچه حضرت فرموده اند که معلوم هیچ نیست
نه محصول و مجهول نه بمعنی است و [illegible] معلوم معدوم الکیف [illegible]
دانسته شد اما [illegible] حضور علم حاضر [illegible] اگرچه واصل اصل است [illegible]
صفات است و حضور و وصول ذات ضمن صفات [illegible] دارد و آنچه فرمودند معلوم
هیچ نیست نه محصول نه مجهول مثل غیره تعالی ای تعالی الله عما یقولون [illegible]
مجهول الکیف اما [illegible] الکیف ثابت [illegible] بهر درست
از کمالات نبوت انبیا علی نبینا و علیهم الصلوات والتسلیمات [illegible]
حاضر است که ذات بذاته حاضر و اعلم است و علم [illegible] ذاتی [illegible]

ولایت انبیا علیهم الصلوات والتسلیمات بعلم حاضرست
و بعلم حاضر بودن بصفت علم ذی علما بدیهی می آید و سر ابدیه سوای
معلوم است ذات بذاته حاضر بودن علم قابلیه ذاته متحقق و لوی ز ذاته
نه چون بذات حاضر و تعلق معلوم به حاضر بودن بعلم است پس معلوم
هیچ نیست چنانچه حضور علمی بود در مرتبه ولایت که بعلم حاضرست و تعلق
بکیفی موجود و در مرتبه نبوت که آن بذات حاضرست معلومیت غیر
متحقق به معلومی که از اقسام ثلثه باشد در مرتبه حیرت این حال
متحقق و کمال جلو موجود چه از حق و چه از غیر حق جلوه غیر حق ظاهرست این
یعنی در مرتبه خاصه واحد الخ که وصول بحق فهمیده بودند حال آنکه حق نبود
باید گذشت و به حق حقیقی باید پیوست و گذشتن از مرتبه عرفان ازرا
محمد ادراک مطلوب در ولایت انبیاست می دهد بفضل الله سبحانه در
خلافت بطریق اولی میسر دارد که حضرت میان محمد شریف قدس الله سره
فرموده اند که بدینند که این نفی معلومیت در وصول حضرت ذات از راه
ظهور علم است نه از راه وجود علم یعنی آنچه در حضور و ظهور علمی معلوم بود
در حضور ذات بذاته اطلاق نتوان کرد اما صفت وجود علم را قایل باید آمد

بذات

عزیزمن ہمہ اسوزہ را جواب درین عبارت درج شدہ بدقت فہم دریابند
وبہمین طور یاد سفیر بودہ باشند بہ اندک اکتفا نمودہ مکتوب در جواب فضائل پناہ
شیخ ... غیرہ تحریر یافت الحمد للہ اولاً و آخراً ذات بابرکات ایشان ہموارہ
بر صراط مستقیم باشند از مطالعہ استفسار روایات و نیز از مطالعہ
نسخہ تصنیف در بیان کمال قدرت واجب تعالیٰ و مع ذلک استثنای بعض
از تحت قدرت حقیقت بوضوح انجامید و نیز زبانی یارانی کہ استفتا
آوردہ بودند طلب شدہ معلوم شد تا خود را رسانند حقیقت این است کہ در فہم
فقیر این مناسب مینماید کہ در انچہ کہ تحت قدرت دادن آن نقصان در کمال
قادر مطلق شود از تحت قدرت دادن خطات چنانچہ ذات وصفات
باری تعالیٰ و عدم ممتنع الوجود کہ شریک باری است تعالیٰ شانہ و در غیر آن
انچہ بذات و صفات از آن نقصان نہ آید در بعضی قبول محض چنانچہ ممکنات
و در بعضی سکوت چنانچہ محال عقلی و علم آن بعلام الغیوب باید سپرد زیادہ
نمیتوانم گفت اگر باین دانش قایل مجلس باشم بر آسمع الاسما خود دانا
حاجت دیگری نیست الا مکتوب در تفصیل مذکورہ صدور یافت
الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی نور دو انوار شناسہ کشف

ظلی نیز بیرون و اعلی است هر یک بشد) و نو طارا الالهیه دریابد
اینقدر وامینماید که نهایت ولایت عالیه که بی نهایه اجتهاد است
جمعیت باطن برای کمال این ولایه شرط نشد اگر جمعیت هم میسر است
مناسب همین مرتبه است و نهایت ظل ولایه خاصه تا از انوار و حا نیست
و ظهور کمالات و حال و آرام او در تجلیات صوری یعنی معنوی و نور است وصول
او درین منحصر اگر از ظهور تجلیات توقف واقع شود همه وقت بی آرام است
و خود را بعید می فهمد و نهایت وصول اصل ولایه خاصه تا کشف لطیفه نفس
انوار است و وصول مراتب ارواح چنانچه حضرت شیخ شیوخ فرموده
که سالک روح را بخدای پرستیدم اگر فضل حق سبحانه دستگیری نمیکرد
خلاص ازین مهلکه محال بود در بازار ایشان لشهود مطلوب است
و اکثر بلکه جمیع معارف ایشان تنزلات حضرت معروف بی شهود
بی آرام اند و بی حصول و دور و بعید اگر قول ایشان این است بیت
دمی با حق زدن محض این گناه است ها بخود مشغول بودن کور راه است ها
ثبوت غیریت در مرتبه شهود نزد ایشان کفر و زندقه است و نهایت
ایشان در هر مرتبه یافت مطلوب وصل ایشان بوصل موصوف متلبس

یعنی کی

که [illegible] این [illegible] ذوده و ندارند بهاء [illegible] الی آن الا

لاء اعلی زیراکه مراتب انوار روحانی است معرفت او از اطلاق

تنزلات [illegible] بالا رفته و مرکز اطلاق که زاید از لسان شرع شریف

استماع [illegible] امید [illegible] که اگرچه در همه مرتبه عرفان مفقود است

[illegible] واصل این مرتبه مسمی باهل جهل است [illegible] اهل

عن حقیقة المطلوب واکثر باین ترانه مترنم است عنقا شکار کس

نشود دام بازچین کاینجا همیشه باد بدست است و المراد وصل این

[illegible] بان معروف زیراکه باطن اینکس از همه حیثیات ظلالی

کشفی و نوری [illegible] معرا گشته و دایما یافت مطلوب مطلوب

دارد اگرچه در باطن [illegible] از کشف شهودی ظاهر بود [illegible] انکار و استغفار

از دارد حدیث انی لیغان علی قلبی الی آخره را در همه وطن [illegible]

و نهایت وصول اهل کمالات ولایة انبیا دارد از [illegible]

ظلال و مستره از جهل بلکه عرفان ظلی مفقود و علم اصلی موجود بنحو باخود

است فی الحقیقت [illegible] اینکس از حیطه عقل و کشف ظلی دور و وصول

بحقایق اشیا خاصه این نادر العصر است و وصل این عزیز لو صل

باسن موجود وحقیقت نایافت در وصل این سعید میسر نیست وصف
تراچنانچه تویی چون کنم بیان ها که هرچه در خیال من آید زیاده ها
واز اهلبیت اهل کمالات نبوت چه بیان نماید وانچه بیان نماید کم
کسی است که بفهد والله ولی الرشاد بسم الله الرحمن الرحیم
لا یلیق بالمتقین ان یستنجزوا ویستغفروا للذین یکسبون کبائر الاثم
مثل المیسر والمسکرات حتما ویاکلون اموال الناس عمداً وظلماً حتی
یتولوا ویصلحوا فان الله من بعد سهل الشدائد الامور ایضا کیف
یظلمون وانت فیهم

بسم الله الرحمن الرحیم

دیگر باید دانست که هزار اسم اسرار اسرار اسم الرحیم نیز از ظهور کمالات

در رحه الف والام او ا اندر زیرا که راسم آن ... ظاهر

حقایق الام والف اند و مراتب اسم الرحیم ظهور حقایق لام و ما

و رجوع تمام اسماء بحقیقت الف است با آنکه مظهر اسم اعظم

است این مجمل را بجابجا ... ما نند کرده ... اند ... قوله

لعلم حضور نیست ... هر قدر که سیر اند در ... واین همه

مختتم است دیگر آنکه در ابیات ... ما ... ادراز الف

لام میم هر سه مرتبه ذات و صفات و کمالات اند از الف لام

مرتبه ذات و از لام مرتبه صفات و میم مرتبه کمالات ... ذاکر

که در بیت اول بسم الله الرحمن الرحیم نقطه تدویر الف لام میم

از ... ذات است و خط ودایره و محیط دایره ... است

تمثال است ... عینیت ذات را که ما ... تدویر

الف لام میم فرموده در ... مع محیط است رمز یعنی

مرتبه ذات جمیع مراتب صفات و کمالات را متنوع ...

... مرتبه ... محض اند ... متنوع ...

و مقدم ... حقیقت بر وجود دایره ... آن ...

[illegible] نسبت [illegible] ال [illegible] الله [illegible] بهشت مطهرت

[illegible] ذات [illegible] برای مطالعت

انتهاکه [illegible] بسم الله الرحمن الرحیم

نقطهٔ محیط الف و لام میم چون اگرچه [illegible] ذات صفات و امر به

نقطه [illegible] کمالات [illegible] نقطه [illegible] کمالات [illegible] اجمالا

محض [illegible] ذات و صفات [illegible] نقطه [illegible]

یاد فرموده و محیط اشاره و مجمل کمالات [illegible] ذات ثابت

بسم الله الرحمن الرحیم دایره نقطه الف لام میم اشارت بکمالات ذات

چون کمالات ذات در صفات مندرج اند و دایره نیز در سر آن نقطه و محیط

مندرج لهذا کمالات [illegible] اسرار [illegible] نموده [illegible] در میان ذات

و صفات و کمالات [illegible] نسبت الف لام

هم [illegible] نسبت [illegible]

[illegible] محمد

[illegible] جمع [illegible]

[illegible] الله [illegible]

[illegible]

اندراج اسماء سه هزار نوشته اند و بهر یک حرف و اسم خطوط مخصوصه کشیده
ام بلا حصه آنکه شاید در فهم نیاید مفصلا در عبارت می آرم یعنی در تسمیه اسم الله
جامع هزار اسم تسبیح چهار انبیاست علی نبینا علیهم الصلوة والسلام حضرت
سرور کائنات و حضرت موسی و حضرت داود و حضرت عیسی علی نبینا
وعلیهم الصلوة والسلام نود و نه نام که جامع تمام اسماء قرآنی است در الف و لام
مندرج اما غالباً در لام اول و سیصد اسماء تسبیحی که بحضرت موسی تعلیم شده
و در توریت مذکور اند کمالات حقیقت لام ثانی اند و سیصد اسماء که حضرت
داود در تسبیح آن مامور اند و در زبور بیان فرموده اند کمالات حقیقة چشمه
اول ها در اسم الهه که بطرف لام است هستند و سیصد نام که حضرت عیسی
بان مستبح اند و در انجیل مذکور اند در چشمه ثانی حرف ها که بطرف الرحمن است
مندرج اند و کمالات حقیقت چشمه ثانی حرف ها هستند در اسم اعظم در الف
ولام اول مندرج است اما غالباً در الف اسم الهه اندراج هزار اسم که در
اسم الهه که مندرج اند در بیان آمد هزار اسم که بدیگر انبیاء سوای چهار
مذکوره برای تسبیح ارشاد شده اسرار اسم الرحمن اند و در کتب ایشان
مکتوب اند و هزار اسم که ملائکه بان مستبح اند کمالات اسم الرحیم اند

و مراتب بسم الرحمن مظاهر حقایق لام و الف اند و مراتب بسم الرحیم مظهر حقایق
لام و ها و در جوع تمام اسماء که لا تعد و لا تحصی اند بالف الله که غالباً مظهر اسم
اعظم است پس ازین تحقیق معلوم شد که هر که بسم الله میخواند گویا تمام اسماء را
میخواند اما این هر دو نوع است اضطراری و اختیاری اما نسبت علیم و منبع جهل
بفرق المراتب واحد نسبتها [illegible] ظاهرا الا العلم للتقا[illegible]ری جهلا و اما اختیار
علماء و در مرتبه است تعلیم المرشد ملاحظه الجزئی علماً بعلم العادی الا کالی
و هذا ایضاً تقلید و الا ان الفرق بین هذا [illegible] الفرق [illegible] الا من
و حضور [illegible] و علم حضوری بالذات [illegible] و هذا العارف تکلم المتممه
تحصیل العلم و تحصیل السمیه [illegible] الا [illegible] لی [illegible] بالعدد
فقره را قسمه [illegible] الخ فهم احسن اقتباس
از کلام حضرت پیر قدس سره نموده عرض داشته از دور و نزدیک یار بعمت
تحقیق یاد آور شوند ابرک الله تبصره مکتوب العزیزی صدور یافت سالک چون
سیر لطایف همه اگر جمع کرده شد و به یکیفی رسیده [illegible] سالا و [illegible] چون
خواهد که بر طور این طریقه از زوال خود تقه اکنند تا حضور خود صحبت این طریقه
داخل نمود و [illegible] لطیفه سکنند اما شرطی که مبتلا الله ذات [illegible]

تکرار اسم ذات بزبان دل متوجه نسبت بیکیفی که جا ... آنموده بعض ضعف
بوده باشد بعد از آن چون بیاد ذات نسبت اسمی رسد چنان ... ره شده عروج کند
که نظر برآ ... نماند منظور او حسن ... باشد در تکرار نظر بر اسم ذات تسمی را
ظهور دارد در یاد ذات نسبت اسمی نظر از اسم مسمی رود و ... شب یاد دواشت
... ساکن که زوجون ... نظر از لطائف بر داشته اول لطا
... نماند ... نظر ... قلبی بود که بذات
راجع است و چون یاد داشت متوجه شد این نظر و رمی است و این ...
اگرچه ... اند اصل وصل تلبس است و این مرتبه را منسوب باهل نفس
ولایت خاصه می کنند و این فضل خاص است ... باین میگذارند
اگر مرشد ... اصل است. ازین مرتبه تنبیهی نادری را توجه و اکثری را
بتعلیم ... تعلیم سالک آگاه میشود ... که وصل ... در مرتبه
تلبس است و هرچه مشهود و معلوم است اگرچه ... اسم ظل است و تعبیر
مطلوب مستلا ستم از فیض حق بواسطه خفی مرشد یا تعلیم علی مرشد ... نفی
شهود و معلوم که ظل است کوشید ... تا حقیقت لله
در تحت نفی می آرد اگرچه نفی مشاهده میشود اما انتهی لباس تکلیفی

رمعلوم از گریش بوسته زیرکه لسبت این میکند تمامی دامن او نگذارت را
زمانیکه این سالک در راست ظلال مسراست ونفی آن متوجه بیست
طالب نایافت است وچون از زحمت اکثر ظلال فارغ شد از اظلال الاکر
گران توجه بنور است مطلوب ست آن را محبت نایافت مسئله گرز
صاحب ولایت ... ...ست و فضل احص در اول مرتبه سیر ... در
ثانی منتهی احص اسمر به برزخ است میں الولایۃ الخاصیۃ و ولایت خاص
الخواص در این مرتبه نایافت است اما حقیقت ایافت عرجاه احص
واصل صفات مسلمه است ... لذت نقد آن کار است اگرچه از اثبات
مقصود حقیقی دم میزند اما معمور سر نه فضل خاص الخواص ایرگار تو
مراد وه بانیات حقیقی رسا ... در ولایته خاصه حصول جلی بود اینجا حصول
خفی که لباس حضور بوشیده این سالک منتهی مستعداست که این حضور
لباس را ... در نفی ... ... مطلع ست بحقیقه اینجا از
اینکه ... چون دیگر در تجدد امثال که توجیهات برای ثواب و
... ذرار نوشتند جوارست آماده جود این توجهات نفی را خبری ...
محید دلیعدمه تلف ... ذرات ... الامتحد بالعدمیته غیر المتحد الاول

و هذا البیان

وهذا البیان موقوف علی البیان الثانی و چون مسئله تجدد امثال مشکل است ونازک و دست صاحب حصول بآن نمی رسد اگرچه مشاهده تجدد و شاید پس باوجود مشاهده تجدد و علم کیفیت آن از الحق و به انائی علم حضوری حقیقی باید سپرد الغرض اعتقاد تجدد باید و بعد عذاب و ثواب اخروی قایل باید شد و علم کیفیت آن را که متمم عذاب و ثواب اخروی باشد بحق سبحانه باید سپرد تا قول صوفیه قدس الله اسرارهم و قول علماء ظواهر در درست افتد والسلام مکتوب بعزیزی صدور یافت حامد گله

مهربانا بعد سلام و دعا مسنون الاسلام معروض آنکه رقیمه مشفقانه شرف ورود بخشید و از عنایات حق سبحانه در حق خود و یاران صحبت حمد او عزیز را بهیچ کاری این فقیر ناقص که نام فقیر را از و ننگ و عار است اول باید دانست که همه انبیاء و اصل ذات جامع صفات اند اما بتبع حضرت صلی الله علیه وسلم همچنین در اسم الله الف متنوع است و در سایر حروف دیگر تابع پس متنوع را وصول از حرف الف آمد و توابع را از حروف دیگر پس باید دانست که الله اسم ذاتی است والرحمن والرحیم اسم صفاتی است پس با وجود وصول جمیع انبیاء

علی نبینا و علیهم الصلوة و تابع گردان همه وصول حضرت از بعضی که
وصول ذاتی غالب نیست اصلاً اغلباً بهره از حروف اسم ذات نیست
اگرچه بهره از اسم صفاتی هم داشته اند و این نسبت در حضرت ابراهیم
و حضرت موسی و حضرت عیسی و حضرت داود غالب نیست لهذا از اسرار
هر حروف اسم ذات بهره شده نیست و چون دیگران را به نسبت ایشان
وصول صفاتی غالب نیست لاجار بهره از اسم الرحمن و اسم الرحیم غالب
داوند و اسماء کتب ایشان از اسرار اسمین متبرکین آمده همچنین چون
متبوع از اسم الله حقیقت نیست و حروف دیگر تابع و ذات متبوع
و صفات تابع لاجار بهره وصول از نفس ذات جامع صفات نصیب
حضرت آمد و به نسبت ایشان چون دیگران را بهره از صفات که تابع اند
مر ذات را غالب لاجار به نسبت حضرت صلی الله علیه و سلم به صفات
منسوب شدند اگرچه وصول ذاتی هم داشتند و تفصیل اسماء سه هزار
معلوم حق سبحانه است تا حضرت پیغمبر هم بوده شد به تعلیم علام الغیوب مکتوب
بمیر محمد صدر و رفعت پناه دلبود و نوازشنامه سراپا لطف عاصی مستفید
گردید و مطالعه آن در تعجب آورد که اینچنین متقی هم موقع به عیوب مردم اغنیا

مطلق رسم نکرده

بر الوان نفس و واردات را حمل کند که نخواهر بر اکثر چو لهو
ام بیان غیبت ایشان بسیار است اما چون شغل سماع و عاده
بود متادر باد ما خواهی ایمان نماید گوییم جوری برود بازه مستقیم است عیرد
دو قسم است دعا اول اساسی بخصوص و دعای لوحی کی عام است دعا
و این اول را جا بلاها است ایشان بخصوص نسبت با وعامی
ارد دو غذا لوحی که عام است بهر یک حاجی که فرموده انسان والا غیب
بعض کلی و باز بزرگی این محل ماه راست مخلصم باید بود بزرگان فرموده
اند بر زبان چه الا در انجم خطره اید غیبت سلمی که از دیگر است ان خود
داخل غیبت است فکیف آنجا هم زبان لبس کیم بود زیر کار را الا
لیس است مکتوب امیر محمد باید دانست که در مکتوبی از مکتوبات حضرت
ایشان کلان قدس سره انچه در تحقیق قلب نوشته اند مجمل آن بیان
کرده اند بعون الله سبحانه در تعبیر آن واضح تر مکتوم ایچنان فرموده اند که قلب
ایشان بر تر رسید که در این دایره واقع بهار قلب دیگر اند دایره بعد
دایره دخان راه اول است ان نیست لطیفه سه یعنی لطیفه نفس (۲)
و لطایف فوقانی خود است روح و سر و خفی و اخفی همچنان بر قلب مذکور

متضمن لطایف مذکوره است اما در فنای که بعد قلب اول است لطیفه نفسی
و آن قلب دو لطیفه نه و اخفی ظاهر است در دوم قلب لطیفه روحی
نیز ظاهر نه و در قلب چهارم لطیفه سری نیز ظاهر نه و در قلب پنجم لطیفه خفی
نیز غیر پیدا اما قلب اخر که ششم در میان آمد بجز قلبیکه کاذف بجمیع
قلوب است هیچ نمی نماید و آنچه در جمیع قلوب از اسرار و ارادات پیدا بود در
قلب ششم بمعارف ظاهر میشود و این مرتبه را النهایت همه مراتب معتبر باید
و لایق مظهریت تمام و مناسبت بکمال الحقائق هیچ امری دیگر یافته نشود
و لغایت بکمال بیان فرموده اند هرچه فرموده اند اما موجب تحقیق حضرت
پیر دستگیر بنوری عنایت این بیان که تا لطیفه قلب ششم فرموده اند تا ولایت
ملاء اعلی که تحت نبوت است و حضرت پیر بنوری قدس الله سره — که در اصطلاح
بولایت اخص مسمی است بجز سیر میتوان از بیان ولایت کمالات انبیاء
نبوت ایشان علی نبینا علیهم الصلوة والتسلیمات ساکت اند والله
اعلم سیری در عدم بیان آن خواهد بود موجب استماع حضرت بنوری
قدس سره شش قلب است قلب اول حقیقت انسانی است اصل
جمیع قلوب تحتانی و پنج قلوب دیگر ظلال قلب اول اند و ولایت

عالم تعلق الطا...

عامه تعلق بظاهر ظاهر قلب اول تحتانی دارد که طرف آن قلب اول تحتانی
[illegible] است و ظل ولایت خاصه بظاهر آن قلب اول متعلق است و اهل
اهالی کمالات نفس ولایت خاصه بقلب ثانی که قلب اول طرف اوست
وصول دارند و اهالی نفس ولایت خاصه به قلب ثالث که قلب دوم طرف اوست
میرسند و اهالی کمالات و ظاهر ولایت اخص به قلب رابعه که طرف او قلب
ثالث است میرسند و در آن سیر میکنند و اهالی نفس ولایت اخص که بولایت
ملاء اعلی مشهور است اصحاب قلب پنجم اند که قلب چهارم طرف اوست
و صاحب قلب پنجم جمیع مراتب ظلال تحتانیه را طی کرده صاحب مرتبه کاملاصل
شده و در مراتب تحتانیه قلوب تحتانیه اربعه فنایت واصل ظلی بود و این
کامل مکمل از ظلال تحتانیه خلاص یافته از وصل بوصل رسیده و از نایافت
بنایافت و صاحب کمال عالیه شده گویا که صد مرتبه از مراتب تحتانیه خود بالاست
دریافت حصول و ردی بوی نمانده اما با وجود نایافت بوی از توجه
باقی است زیرا که قطع مطلق توجه بعد ظهور علم حضوری واجب است و این
عالی نسبت اهل نفس ولایت اخص و آن خاصه ولایت انبیاء است
علیهم الصلوة والسلام کالبرزخ است در مرتبه علم حصولی و علم حضوری لهذا

حضرت پیر دستگیر نوری قدس سره در حق این مرتبه فرموده که به جهت غفارة توجه
متوجه در رنگ متوجه الیه انعکاس عزیز عالی همت را چون بعمل پس برابر اصل
شش اصلی که حقیقت انسانی است واصل جمیع قلوب شش‌گانه تحتانیه است خاصه
کلی کمالات ولایت انبیا و کمالات نبوت انبیاست علی نبینا و علیهم الصلوة
والتسلیمات چون این هر دو مرتبه در سیر ولایت تحتانیه اصالت صرف دارند لاجرم
وصول اهل هر دو مرتبه قلب کلی باشد و در این حالت تحقق به ذات باعث
رسیده از علم حصولی تا مید ست به علم حضوری و حضور علم و حضور در حضور
میرسند و مالک تمام قلوب تحتانیه شده جمیع قلوب را یک قلب احاطه
می‌سازند و در آن قلوب بوی از علم حصولی نگذارند الا مظهریت به علم حضوری
فقط تا که حقایق و معانی هر شش لطیفه گردد لیکن در آن قلوب شش‌گانه اطلاع
بر حقایق این مراتب به علم حصولی بود و توقف است در تحصیل این داخل
این صاحب قلب اخیره را اطلاع بر جمیع حقایق تحتانیه و فوقانیه به علم حضوری است
شتان ما بینهما ببین تفاوت ره از کجا است تا به کجا والحکم خفاء لطایف
خمسه غیر قلب در مقامات مختلف فرموده تحقیق آن از مکتوب العزیزی
صدور یافت اللهم ات محمدن الوسیلة والفضیلة والدرجة

الرفیعة و ابعثه مقاما

الرفیعة والبعثة مقاما محمودا الذی وعدته [illegible] اثبات
انک لا تخلف المیعاد باید دانست که مقام محمود مقام [illegible] یکی آنکه
در دنیا بحضرت عطا شده و در حین حیات دان [illegible] مرتبه کمال مقام
نصیر او در کمال مرتبه بصیرت سیری حضرت را دایما عطا فرموده اند که این بصیرت در
جمیع انبیا خاص بحضرت است دوم مرتبه رویت بصری که در معراج میسر آمد و بآن
سرفراز فرموده اند چنانچه در همین دو شان سیری و بصری یعنی بصیرت و رویت
فرموده صلی الله علیه وسلم لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب و لا نبی
مرسل و آنکه دایمی مقام محمود عو است در حق حضرت و این دعاء صدر بعد وفات
[illegible] است [illegible] آنحضرت وقت حساب در قیامت که
از [illegible] هیچ یکی جرات [illegible] نمواند کرد و اولیا و انبیا نفسی نفسی گویند
و حضرت صلی الله علیه وسلم امتی امتی بحضور ذات پاک سبحانه
[illegible] الرحمة [illegible] یعنی [illegible] که بقامی
[illegible] عرش اند این [illegible] است [illegible] در [illegible]
[illegible] باشد [illegible] را [illegible] مکتوب
[illegible] صدر [illegible] سلمکم الله [illegible] در تحقیق [illegible]

ملا اگر مراد از چهار قسم اسم مراقبه است در است دینی و حقیقت است
و حقیقة الحقایق صد مراقبه مسرور کردن برای بیان ذکر قلبی و معنی
مراقبه انتظار است و آن بر دو مرتبه است در ولایت خاصه انتظار یافت و ادراک
که از آن است و در ولایت احوال انتظار حقیقت یافت اسماء
راه علم در حضور لیکن در ولایت اسماء است و حقیقة
الحقایق آن در مرتبه حضور که در کمالات نبوت انبیاء است علی نبینا
وعلیهم الصلوة والسلام کما باید دانست که معنی انتظار در توسط است و کمال
و حقیقت حقیقة الحقایق حقیقی است و در مرتبه اصل عزیز
که معنی مراقبه انحصار انتظار در افزود
در مراقبه ولایت انبیاء و کمالات رسالت آن علی نبینا و علیهم الصلوة والتسلیمات
هیچ مخفی نیست زیرا که چون
از ولایت و ولایت اکثر الناس در کار المعدوم بیان آن است و توقف
دا الہام الصواب مکتوب حضرت بیگم
صدور یافت الحمد والمنة عالی
حضرت بیگم صاحب از خوبی

مبارک برخوردار عالیقدر خواجه محمد یوسف جیو و بیگمهای خورد مطلع ساخت
سینه را منشرح گردانید خصوص بیان تشوق یاد حق زینت بخش خزینت توابع
گردنیده باید که اسم الهی را جل جلاله بر دل خود نقش سازند و سرنگون زبان را
بکام چسپانده کلمه خود را بر دل الیقین فرموده بذکر الهی مشغول باشند وقت
فجر بعد ادای نماز تا برامدن افتاب یک نیزه بدین متوجه باشند و برای تقویت
ذکر در دل بکلمه طیبه لا اله الا الله اللهم اندرون بعد از نماز اشراق مشغول باشند
باین طریق که چشم بسته نظر خیالی بر ناف انداخته لفظ لا را از ناف بالا
کشیده دم خود را بند کرده مد لا را براه سینه تا بیستانی برده اشاره اله
بطرف راست خیال کرده معنی در لا اله نفی غیر حق تصور نموده لفظ الا الله را
از بازو راست کشیده بر قلب که زیر پستان چپ است بخیال ضرب داده
معنی این که مقصود من الله است حاضر کرده دم را براه بینی گذاشته متوجه
بقلب باسم الهی مشغول باشند و بعد ان باز نظر بر ناف انداخته
بحبس دم لا را بالا کشیده بطریق سابق معنی حاضر کرده ضرب الا الله بر
دل میکرده باشند همین طریق هست یک دم بی دربی بعد از نماز اشراق
کشیده دعا خواند و وظیفه زبانی بعد ان هر قدر که تواند بخواند موافق

شوق اگر صحبت دهد بهمین طریق [illegible] کرده‌ام. [illegible] دل را از همه خالی
دارند زیاده دعا است. مکتوب صوفی [illegible] ساکن جلال آباد صدور یافت
شوق مهربان شوقی صاحب بعد سلام از فقیر مطالعه فرمایند حضرت پیر دستگیر میان
محمد شریف جیو قدس سره در این عبارت الحیه بیان فرموده صریح واضح است
حاجت شرح [illegible] والحیه العزیز شرح آن نوشته اند [illegible] بیان
بیان که نسبت عارف و نظر عارف [illegible] ذات [illegible]
سکوت محض است چنانچه حضرت پیر دستگیر میفرمایند حق هستی مطلق است
بالذات وجود [illegible] از قیاس و جملگی مفهومات ها
[illegible] و غیره مفهوم الکیف ها او بالاتر از تحقیق این اطلاقات
[illegible] این رباعی حضرت میان محمد شریف جیو [illegible] بصفات
لا هو و لا غیره فرموده اند درست آمد اما ظهور ذاتی نور [illegible] وجود
کرده [illegible] فرمودند خلاف عبارت رباعی صوفی [illegible] زیرا که
[illegible] اند
[illegible] حقیقت از [illegible] ذات و صفات تحقیق آنچه ذات
از اطلاق مفهوم الکیف چه عین و چه غیر منزه است جای سخن نیست

دیگر انچہ لازم مرد ... در یہ ... دونند در نسبت نظر عارف سبب و اللہ در شان حقیقت

ذات و صفات باطلاق محض علیم و عالم حقیقی است و کما قال سبحانہ

كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ ... ای کان علیم و عالما بالاطلاق محض و الآن

کما کان ای کما کان علما ... علما بلا ارادہ و محبت ... ای ... نظر

... اور ... ای الاصلی ... الی الذات

والصفات ... و ... الحضور ... المحض من ... التالی

الی الصفا ... الذات و صفاتہ ... بہا ... لوم الاسمات

... حضوری ... العلم ... بالحقیقۃ ... علم الحضوری

... العرفا ... فان ... حسن ...

... بودند کہ ظہور ... نظر ... است

... احکاما الی ... و اللہ ... حقیقت الذات وجود محض است

... ظاہر و ظاہر ... نظر عارف ... از ظہور

ظاہر ... اوالظاہر ... المراد ... فی ...

الحسینی ... العرف ... کہ ذات نور محض ... صفات نور محض

... ذات ... ثانی ... نفس صفات است لسنت ...

لاغر تحفه [illegible] ررواوای اراست مجه [illegible]

همواره نفث مرادات از تو اکیف است لیس چنانچه نفی برد علیه عبراز

نسبت صفات با ذات لازم تحیات [illegible] علین [illegible]

از جهت کیفیت [illegible] آرزو [illegible] لازم برای [illegible]

همون خط نوشته [illegible] که نقشبند مکتوب میان محمد نافع صدور یافت

نافع [illegible] مطالب [illegible] التماس تحقیق المطالب حل ساز از مطالعه

نسبت [illegible] زیاده ادراک [illegible] [illegible] آورده اند [illegible]

[illegible] [illegible] وجود [illegible] قطعات [illegible] کما [illegible]

[illegible] لازم [illegible] [illegible] اند و [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] است [illegible] و معنی کراں [illegible]

اکاه در معنی [illegible] کراں [illegible] علیه الرحمة دایره نقطه

اں لازم [illegible] [illegible] اہم بیان [illegible] جای

[illegible] [illegible] در تضمن [illegible] اراده لطف [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] والک [illegible]

مصنف علیه الرحمة

... ارد ازذکر ... ابن ... دم شود از حروف

... صفات وکمالات ... علیحده

مفهوم ... حقائق ... دیگر ... صورت حروف

... تسمیه شریفه ... موافق ... دیگر

... لاهو وغیره متضمن ... ... تجدید ... مرتبه

نقطه محض ... حقائق ذاتیه ... حقائق دایره ومحیط دایره ... از

از دایره ومحیط دایره مرتبه کمالات وصفات است ... کیفی محض بلا زیادتی

کما یقولون اهل الکلام وفی عینیت کما قال الصوفیه الوجودیه فی الکثرة و...

تسمیه ... مرتبه صفاتیه نقطه است محیط الف لام میم را یعنی کمالات راکه

دایره ... اند از آن عبارت است ومیم رمز بران است چون میم در حروف ثلثیه

داخل است در ذکر حروف ثلثه منظور مصنف علیه الرحمة دراینجا حرف میم است ومضمون

تسمیه ... کمالات صفاتیه دایره است در ظهور تفاصیل صفات الا کسی تسمیه

شریف حقایق الف لام میم را معیت ... کیفی محض مشتمل است ظهور حقایق

... بالاطلاق ... عینیت وغیریت ... تفصیل ... مرتبه

عالیه است ذات وصفات ... این ذکر ... حضرت مصنف علیه الرحمة مجملا از

بیات ... و حروف الف لام میم نوشته شد در حاشیه علمده این بیانات مثلثه

... مفصلا تحقیق و تدقیق نوشته ... لهذا نوشته شاید ... هر ان خط یابند

... او ثبت ... بقیه برای این ترقیم یافته با حوال ... جواب قریب سطر

... م ... نافع الحمد لله علی نعمائه والصلوة علی رسوله سید الکونین

وسیلة المتحیرین آمال ... استعداد عالی نظیر انعامات متعالی انفعه الله سبحانه

بالنفع الکثیر از فقیر حقیر ... السبی بعبد بحید ... الام ... فرمایند رقیمه مشتاقانه ... فرد

علمده که متضمن سوال قویه بود شرف ورود ... مسلک هر لطیفه ... با ولد ... ات

ان مرقوم بود ... خوبی استقرار بشارت شکر آمد که باستعمال هر لطیفه ... روز

عجائبات ... اسم ... تعلق ... اسمی ترقی

تمی ... ولذت ... بیاد ... اسمی آمدن ... تکلیف

مشتاقانه ... سلوک که لطائف ... اسمی ...

مسمی بحقیقت عطا ...

ولا حصل ...

باید بود لما قال شیخ المشائخ سید القادر جیلی قدس الله سره السامی من

اراد العبادة بعد الوصول فقد اشرک بالله العظیم سبحانه ... لطیفه

زمانی ... حتی ...

... اوقات ... کید اگر چون بوده ... ماست

ابتدا ... نموده ... اوقات ... امان باید ... تفصیل

گوشتید باز شد بود مسمی ترقی نموده لغیب حقیقی که فی الحقیقة مسمی است

نفی توجه به بی توجهی باید پیوست در عالم بی توجهی ظرو قدر باید

کرد تا توجه خفی رخت بربندد و از نایافت بحقیقت نایافت بنوازید

و ثمره بی توجهی علم حضوری نماید این علم حضوری حقیقی را

از حضور علم واجبی شمایند اگرچه این مرتبه در علم از علم حضوری است الله

چنانچه فرمود فرد علم حضوری کجا و حضور علم کجا ... ببین تفاوت

ره از کجاست تا بکجا اما هنوز واسطه علم واجبی که داخل وصول صفات است

باقیست دوی از زاویت بیلابت اگرچه دریجا این دوی زاویت از

زاویت علماء ظواهر فرق عظیم دارد و واصل ائمه نفس ولایت

انبیا تبعا بهره مند است پس اگر بنوازند بتفصیل اخص الخواص رهبری

نمایند بنظر بصیرت بی توجه باید که ذات منزه علیم است و علیم قابلیت

ذاته اوست و ذات بذاته بصیر است و بصر قابلیت ذاتیه اوست قس

علی هذا فی جمیع الصفات درینولا آنکس بهره مند منتهی بالاصالت از مرتبه

نبوت انبیا علی نبینا و علیهم الصلوة خواهد بود بعد ازان اکمل محمدی

المشربست در بهره مندی کمالات مرتبه نبوت از بهره مندی مرتبه

نبوت نبی خویش علیه الصلوة والسلام ترجیح یا تفضیل یا خواهند بود

ذالک فضل الله بار دیگر مرتبه یادداشت مسمی تاکید نمایم که چون لا

یادداشت مسمی بی کیفی پیدا اید بقصد روبا نحت نباید آورد و اگر

احیانا بلا قصد آید بیان نماید کشید و مسمی باید سوی غیر بیچون

دوسی نخواهد و این نسبت را خود درستن ایست دیگر اگر فرد علیحده

متضمن احوال دیگر خاص ایشان بجواب در هر مقام تحریر فرموده

ناقصانه مقلدانه تحقیق محققانه بعینه برسول داشته با قوت

عریضه بنظر خواهد آمد اگر احیانا چیزی سوال باقی ماند مطلع سازند

مکتوب میان محمد الهدین صدور یافت آگاه باشند که صورت تخیل محض

تراسس خیال است باید دانست که صورت و رنگ و شکل هر چه در

دانش و بینش آید لا کم نفی اینست آورده شد سالک آنکس

از نوبت

از صورت پیچیدا تحقیق اقربیت و معیت و احاطه خود حسب ترا شنده

صورت را از هیچ علاقه بی کیفی نسبتی معلوم خود میشود احاطه و معیت بی چونی

بر ترا شنده صورت صریح ظاهر است که ترا شیدن صورت بی اقربیت و احاطه

و غیر ذالک محالست چراکه ترا شنده صورت اگر از صورت دور باشد چگونه تصرف

کند و صورت پیدا آرد و با وجود معیت و احاطه بیکیفی بیچونی یعنی ترا شنده صورت

با وجود این خود به اقربیت کمال صورت را ترا شیده اما خود در مراتب صورت

جمیع متل خودمی باید پس کم شده است چون از ترا شی حقیقت معیت

و احاطه بی کیف ترا شنده را ثابت شد پس تحقیق یافت که چون

تمام ما سوی حق نزد حق با حق مماثلت و مجانست ندارد چنانکه ترا شنده

را با جمیع صورت تراشیده شده مماثلت نیست پس این تحقیق بدست

آور و صورت و ترا شنده صورت را از ذهن دور کرده به بیکیفی محض

در ذات و صفات حق تعالی عارف آلوده به بی توجهی محض شاغل

ذکر ذات و صفات الله سبحانه باید بود اگر در فهم این عبارت

آید بهتر والا بالمشافه ذکر خواهد شد نکته بیان کل محمد صد در نعت

الحمد المحمود حقیقت که درین تعلقات پراکنده و حرص اکبر منکر و فکر خود

ان محبّ صادق را لذتی و شوقی بخشیده و از کلفتِ سن را در دیار مطر
بانبار عطا فرموده حمد بر حمد افزائید و هر دم از آنچه نباید باز آئید و واقعات
حسن اگر در بیداری ثمره آرند درای را انا فانا از قید تعلقات مذمومه
برآرند و از عیوب انفس را آگاه دارند نعمتی است عظمی اگر همین رویا را
رائی را سوز در سازند و از اسود مالایعنی دور نه اندازند بلای است
بر بلا شکر این نعمت آنکه در بیداری در اطاعت مولی و متابعت
حبیب الله بر طالب کمر محکم بندید و از این و آن نه اندیشید اللّهُمَّ
وَفِّقِ المُحِبَّ عَلٰی مَا اَمَرتَهُ بِحُرمَةِ مَن هُوَ
وَسِیلَةٌ بِظُهُورِ الاَوَامِرِ وَالنَّوَاهِی تصور نقط
در ذکر تا زمانی است که ذکر از قلب جاری نیست چون ذکر جاری شد
بجای تصور یا سعانی ذکر ضرورتر و تعلق با ذکر تا زمانی است که مذکور ظهور نفرموده
چون ظهور فرموده تصور ذکر در حضور مذکور مخل میگردد بلکه در آنجا ذکر عین
شرک اگرچه شرک طریقت است اما طالب را هرچه از پیر رسیده در پرورش
آن کوشد [illegible] بیند زیرا که همون دانه اول که در زمین دل مرید تخم
نهاده پیر است [illegible] در پا می آرد اگر باغبان پرورش دانه

نباید تخم [illegible]

ننماید شتجرهٔ از کجا آید سعادت شعار احوالهای شما بر نور بخش امیدوار بانزار
گر چه بسیار یا ستغراق کند خود را باید بسیار نبیند از دردن شوا شنار دار روزن
به کانهٔ دستش ها ا ایچنین زبار دستش کم بود اندر چهار هاها برای دفع خطره خوف
آیهٔ کریمه ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون و بعد وصول رقعه‌ای که آب
نمهٔ وضو دمیده نوشته باشند مکتوب بمیان نامل محمد الله الحمد لله اولا و آخر رقعهٔ سعادت
پیوند عقیدت منش گل محمد فرحت بخشند حقیقه واقعات نور بخش است و بیجا واقعات
از ارزنت یافتن ذکر اعمال صالح در بیداری است امیدوار است تا بیداوندی برای آنچه
بیداری ظهور کرده باشند وار خودی را باید بر آورده به هستی دمازادی آمد چون
همه این ثمره ذکر نفی باسوی است پس لازم که سعی بلیغ در اندرفت لشکر خطرات
مران دارند که پاس انفاس بذکر عالی متحقق شود به تعلق مذکر شده باشد بالغه
به انتهای کرده باشند صرف اوقات بر ادای آوام غنیمت دانند رسوای سلامتی
سواس ایجاد دانسته شد باشد و از صحبت باشند بعد و بیشتر از نمهٔ آن به خود شودی کشیده باشند
است بتر به باغ مانند جز حریت برادر عزیز شیخ اسعد باد برده تمام سعد از عمر تمامی ادا
و جماعهٔ فقرا خصوص محمد فاضل و محمد عیسی سلام خوانند التماسیان گل محمد
بورد رقعهٔ مخلص گل صفت فرخت افزود دست دعا که التماس کرده شده آمد

بکاری که حصول رضا باشد مشغول شوند اخوی گل محمد و وی بمحبت محمدی ... رسند ما چند

مکتوب بعزیزی صوفیه مستفاد آنچه اصطلاح بعضی پیران که خود را طالب حق

مشکوة باشند نوشته بودند که دائره عالم مثال را ما ... چند معاینه شده ادراک عالم

مثال میکویانه رد شرح تعالی را سبحانه عالم خیال است حصول می انکارند از قول ایشان

ارکان احمدیه طریقه نسبت خود را ستی میکنند حضرت باقی طریق احمدیه قدس سره العزیز

در تفسیر فاتحه در شرح کلمه رب العالمین عوالم را از هجده هزار بیرون فرموده اند و فرموده اند

معراج حضرت فوق سموات چون تشریف بردند قطار شترها روان بود و دار اول

رسیدند که ... اول این قطار را تشنه دیدند ازان سئوال کردند جبرئیل عرض کرد که ازان

... پیدا شده ام این قطار را همین طور روان دیدم باز حضرت سرور صلی الله علیه وسلم

... این چرا کردند که خداوندا میخواهم که آنچه ... است از حقیقت

این مطلع شوم حکم شد که یک شتر را از و چون نشاندند ... سید

که بر سر ... صندوق ... پیوست چون ... صندوق را

... دور کرده ... نظر کردند چه بینند که مثل این عالم در صندوق عالمی

... عالم ظهور ... حضرت صلی الله علیه وسلم در غیر عالم را

... فرموده اند پس از این قول معلوم شد که علم تفصیل عوالم خاصه

عالم

حق سبحانه است از حد بیان بیرون است و نیز صاحب الطریقه الحسنیه در نکات
الاسرار حق سبحانه را عالم کلیات و جزئیات فرموده و منکر را که عالم جزئیات
نداند ملحد و مبتدع فرموده و بر خلقت سموات آیات ناطق اند چنانچه
خلق السموات والارض وما بینهما فی ستة ایام فرموده و در عالم خلق
داخل ساخته نه در عالم مثال پس باید فهمید که قایل این قول میتواند که از
طریقه حسنیه چیزی سند کرده اما کما هو مطلع نشده چنانچه ظاهر بود اما این اصطلاح
که الطریقه الحسنیه منسوب میباشد بسبب تا رسیدگی است و آنچه در حالت
وحدت وجودی و وحدت شهودی بعضی عزیزان سخن میگویند که هر دو
حالت را معا قایل اند مستغفا اگر آن عزیزان منع جمع هر دو نسبت در آن
احد سفر یا میند درست است کری عروج از اول ظهور نسبت ثانی و تحقیق
آن متحقق را اگر سفر باشد که هر شخص که به نسبت وحدت وجودی متحکم شد
از سیر و سیر کرد نسبت شهودی روی نمی نماید و همچنین بالعکس این قید
متبع است لیسا لیست که نسبت شهودی ابد و وجودی نماید و بالعکس
دل بسته که هر شخص را اول نسبت وجودی ظهور نماید بعد از آن
عروج میسر آید و نسبت شهودی جلوه کند اما هر که به نسبت شهودی اول

وصول پیدا کند به نسبت وجودی هرگز نزول نخواهد نمود مگر با الناس کالمعدوم
انبا که نسبت توحید وجودی از لطیفه قلبی خیزد که مقدم است بر جمیع لطائف و نسبت
توحید شهودی از لطیفه روحی ظهور شود که فوق از لطیفه قلبی است توحید وجودی
بسبب انصباغ عنصری است که قلب را سعت دهد بی ملاحظه کثرت توحید راه می یابد
لهذا موجودات گسترده را وجود واحد می یابد اینجا تجلی حق بر سالک است و تجلی اسم
الرحیم است که بحکمت بالغه خود او را در کثرت عنود از جهة تضعف استعداد آن سالک
و چون سالک ترقی از این نمود به لطیفه روحی رسید لطیفه روحی که از انصباغ عناصر
مبرا است در وی تعلق بدن از عناصر بسر گشته و غلبه عناصر که بسوی کثرت
میکشند فرو نشسته بی امتزاج عناصر بوحدت او خواهد آورد و کثرت از نظر خواهد
برداشت صاحب وحدت شهودی خواهد بود و شهود وحدت قطع نظر از کثرت
ظهور خواهد فرمود اینجا تجلی حق بر حق خواهد نمود و این تجلی اسم الرحمن است بعد
آن سالک چنانچه در لطیفه روحی از تعلق بکثرت خلاص یافته بود همچنین در نزولات
بسوی فوقانی از شهود خلاص خواهد یافت زیرا که صاحب شهود گرچه از کثرت گسترده
خلاص یافته اما از حجاب اخیر ساقه کثرت که در شهود و مشهود است خلاص نیافته بسبب
استعداد و قلت بصیرت و چون بیان لطائف ذکر طولانی میخواهد قلم را [illegible] کشیده

بیان فرموده‌اند ... آنچه مرقوم بود اگرچه انابت ... در قسم اول اثر

اول اوله که باشد انابت عام نخواهد بود ... درابواب عام ... انابت

هر که ... را ... حقیقیه ... مرشدان ... از سه قسم

... داده بود ... قسم ... است ... شده

تکلیف ...

... از ... اعتبار ساقط بود ...

به اجابت ... از کمالات اصطفا بهره یابد

استعداد سالک ... انابت حقیقی دارد ...

را ... ان شاء الله تعالی بعد از سلوک فی الحقیقة انابت

... خواهد بود اگرچه فی الحال بصورت سلوک نمودار شود فافهم دیگر آنچه

مرقوم بود که آنچه علمای ... موجود مستعد ... بجهان ...

این ... که ... العصر عالم خلق الله ... کرامات ... عالم

کونهم ... فی الله سبحانه فی ...

... الله سبحانه ... لظهور کمالاته للعالمین ...

الحزن ... رفعه ... بحسب

بعدات تخلق واٰنچه مرقوم بود که در ولایت خاصه اولیا ساقت
مثل حضرت جنید ر عنہ بوند جلوه نوا) کفته که اما
علم حضوری و حضوری علم اصلی نباشد شقفانه را بیان باید
نه اسامی حضرت جنید را کلا اینست هر که در ولایت خاصه مصطلحه حضرت
پیر دستگیر حضرت حضوری است قدس سره رنجت ولایت اخص و اخاص
الخواص است البته در علم حضوری و حضوری علم طلی است حضرت جنید
قدس سره از ولایت ظلی ترقی کرده باشند چرا ایشان را الولایة خاصه مصطلحه
حضرت پیر قدس سره نامند هم کلیه باید فهمید ولاتکن من القاصرین واٰنچه
در تحقیق کمالات ... است بوده ساتقا این تحقیق وفرق در تحقیق
حضرات ... حضرت پیر قدس سره نوشته ام از انجا غور کرده باید
باز مجدد مسبو... هر کاه بسوی ولایت و اعیان ثانیه مصطلحه صوفیه قدس سرهم که اهلی
دارند خاه اند در مرتبه ثانیه که از محمدی است باشد و کمالات معلومات
از ولایت مصطلحه حضرت ... در مرتبه ... تفاوت صریح
ظاهر است مقابل اعیان ثانیه مصطلحه ... قدس سرہم با کمالات ... است
مصطلحه حضرت پیر قدس سرہ ... دل ... کی دوران از مرتبه ظل دو مین

در مرتبه اصل شستان با ینهما کانوتق بین الارض ... ا در مرتبه اول غیب
محض کونیه و امکانیه معدوم و در مرتبه ثانیه مندمجه نورا ... نسبت کونیه امکانیه
و در نسبت با تحت خود کونیه حدودات مفصل اند که بعض پس در تحقیق حضرت
پیر قدس سره ثبوت ... کونیه اثنانی محض فی ثبوت امکانیه تقدیری
در تحقیق صوفیه که در مرتبه ثانیه است امکانیه تقدیری اگر چه شهادت را غیب
فهمند و مقید را مطلق دانند بتعقب البصر کما هو شان هذا المرتبة بخاصه پس
حضرت مجدد چون حقیقت عالم را عدم محض فرمودند یعنی لا ثبوت در
حضرت صوفیه چون حقیقت عالم را اعیان ثابته و صور علمیه نامیدند ثبوت
امکانیه المقدرة تحت ثبوت الکونیة المطلقة تحقق شد و نزد حضرت پیر قدس
سره چون حقیقة العالم کونیة المحض المطلق الثابتة المتحقق عند
فیهما و القدرت الازلیة التی لا دخل و لا شرکة للعدم فیها الا کما قال المجدد
الف الثانی قدس سره تشریک العدم مع الارادت فی حقیقة العالم التحقیق است مع ثبوته
لوی ثبوت ... امکانیه ... المرتبة الامکانیه بشهودها و ظهورها فی المرتبة
الثانیة التی یزعم الصوفیه قدس سرهم غیبا از ین تحقیق تحقق شد که نفیه
العالم فی الغیب ام ثبوتی بالعلم و القدرت بلا شرکت العدم و اعیان

مولیه
غیبا

الثابتة المذكورة فی تحقیق اُم وغیبہ ظہور اولی فی مرتبة محمدی مظہر
الفرق بین ثلث المذاہب فرقانا ہر از برانکہ تحقیق شوند در سند رحمات نور
محمدیت و بیان حضرت مجدد قدس سرہ در برزخیت لعلہ مترقی منہ قدس سرہٗ
و تحقیق حضرت پیر قدس سرہ از اصل مرتبہ کمالات صفات جل شانہٗ
عزیزمن با وجود وضوح تمام چون مدعا بس عالی است بی حلوی بحلی نسبت
بصیرت ظلی باین رسیدن نمیتواند ذالک فضل اللہ دیگر آنکہ بابعضی
عزیزان کہ در کلام حق سبحانہٗ سخن درمیان آمد و فیمابین تنقیح شدہ از فقیر
استفسار نمودہ بودند متفقا بموجب پیر دستگیر بنوری نور اللہ مرقدہ
تحقیق سبعة احرف چنین است فی سبعة احرف ای فی سبعة درجة
در مرتبہ وجوب سہ درجہ مقرر فرمودہ اند نفس کلام نفسی و نور کلام ظہور
ان کلام بر متکلم این ہر سہ مرتبہ کلام ازلی است و بلا تعدد و تکثر و بلا
حروف و اصوات بلا کیفیة و این کلام را ظہور ثانی در مرتبہ شہود اول
بنفس مدعا محض اینجا نیز حروف و اصوات نیست و اما کیفیت مجہولہ
متحقق اینجا ظہور اطلاقی است و تقیدی ظہور نفس کلام کہ ظاہر
محض است اطلاقا و ظہور کمالات مخفیہ کلام کہ بذاتہ در خفاء محض اند

و این مرتبه ظاهر تقیداً و ایقاناً تقیده کیفیة مجهوله و اینمرتبه بجز شهود اول
معلوم دیگری نیست و لو کان ملکا مقربا لحق سبحانه بمحض فضل خود
این نفس مرا چون خواست بلباس حرف و صوت نورانی محض
بر مهتر جبرئیل ظاهر ساخت کما قال انّا جبرئیل سمع صوتا و الّا علی کلام الله
علی ما اراد الله این هر دو مرتبه نفس ها او حرف و صوت نورانی
بی واسطه مخلوق مخلوق اند و اقرب هیچ مخلوق درین مرتبه نرسید و اینمرتبه
حرف و صوت نورانی را نیز بی سمع جبرئیل در مرتبه ملکی ورود می هیچ یکی
مسموع کردن نمی تواند لعلو درجته و چون برای ابلاغ این وحی بحضرت
جبرئیل حکم میشد بلباس حرف و صوت جرمانی خود بر حضرت سید انبیا
صلی الله علیه و سلم بر اوقات مخصوصه و محال مخصوصه بر امت تعلیماً لحرف
و صوت جسمانی خود بیان میفرمودند در این حرف و صوت جرمانی و
جسمانی تصرف ملک در اول و تصرف حضرات انبیا اثر ثانی واقعه
حضرت جیو قدس سره بیان تفصیل سبعه احرف چنین فرموده اند اگر
خواهد که بعینه عبارت حضرت پیر قدس سره ببیند در خلاصة المعارف
تصنیف ایشان نظر خواهد کرد و مکتوب میان عبد القادر در علم و قوع رویت

از دنیا بخیر رفت باید دانست چون سالک بتحقیق علم در مرتبه علم حضوری است و اجمالا ... تر است اما جبلاً و چون بحضور علم رسید دانست که این حضور بعلم او سبحانه است و مرا به مظهریت ... علم او تعالی نواخته اند در ین وقت مظهریت علم بلکه جمیع صفات ... ان علمه بکند که بعلمه مظهریت بصری گمان می برد که حق را می بینم درین دید معلوم میشود و حال انکه می بیند چنانکه در علم حضوری علم خدا را علم خود میدانست اما در ین وقت در حضور علم مطلع شد که علم واجب تعالی می دانم جهل سابق که بعلم خود میدانست برخاست اما اسکه بسلسله مظهریت میداند که می بینم هنوز جهل مرتبه بصری باقی است چنانچه در علم حضوری جهل در علم بود و چون بحضور در ... شرف شد دانست که ذات بذاته علیم و ذات بذاته بصیر است مراخیر یقین اینکه ذات بلاته بصیر است بهره دیگر نیست و خصوصیت بصر ما که بر رویت او تعالی ... گردد موقوف بر اخرت داشته اند درین حکمتی بالغه است دنیوا ... به تعین ... از مظهریت ترقی نموده به یقین رسیده و بحر یقین ... که ... دیگر ... خبر است حق سبحانه را خیر یقین ... هیچ منت ... مظهریت بصری مراد اخرت

بصری مرا ابراخرت داشته اند درینوقت زعم رویت از راه مظهریت
بصری که برخوردار است برجابات ظهر دوسروں رتبه از اخص الخواص گشتت
این عارف محقق درینوقت اگر بذات بحت جامع صفات علمیه دارد مظهریته
را اندر اجادانها جا در حصول ذاتی دارد بخلوت خاص شرف گشته مع
جلوت. اما بار که مظهریت است در درحقیقت مظهریت وحدانیتی
مظهریت خاص اندر اجا دارد. اما بارتفاع جهل که زعم رویت بود این تشخص
او وهران دو عهد مسیر است اصالت و اندر اجا هم در تیر یقین عام
زهم در مرتبه رو بمظاهر و بس و انکه رسیدن بمرتبه اخص الخواص حقیقی
برهان اگر انچه زعم رویت بصری پیدا شده بود و از حقیقت
رویت کمان نبرده بود پرده برخیزد و یقین پیدا شود که در حق مومنان
رویت بصری در بهشت منحصر است و ظهور خصوصیت مظهریت بصر در
بهشت است و اگر کسی داند که می بینم داند که تمته شهود حقی در دید
او باقی است که می باید چنانچه توجه در ولایته اخص باقی بود اما بانی
نسبت همچنان در مرتبه حضور علم تمته شهود با نسبت که برویت قایل
است می فهمد لقلت البصیرة مثل زن مستحاضه است که از ایام طهر

وحیض مطلع نیست استحاضه را اگر با حیض فی الجمله مناسبت است بسبب ال
حیض می انگارد چون علم پیدا کند و در ایام طهر حیض تفاوتی میرسد باید استحاضه را
استحاضه داند حیض را در ایام مخصوصه خود یقین بیند ذالک فضل الله یوتیه
من یشاء مکتوب بفضیلت مآب شیخ محمد اکرم الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا
لنهتدی لولا ان هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق مخاطب [illegible] فضیلت
مآب شیخ محمد اکرم [illegible] من قول الزاهد الشرع وعلی تحقیق اهل التحقیق
رسالۀ در بیان اصطلاح حضرت [illegible] قدس الله سره [illegible] کرده
قواید علمی اکثر در بیان آورده چون اگرچه اکثر مراتب خلاف اصطلاح حضرت
میر بوده اند و در خلافیات اصطلاح بیان متحد نیستند اما چند مرتبه که صریح المطلوب ان
[illegible] در تحقیق [illegible] فوق درجات [illegible] الفضل الله [illegible] و مشرکت حضرات
انبیا علی نبینا علیهم الصلوة والتسلیمات و حضرت میر [illegible] الله سره [illegible] فهم
رنگیک خود چند کلمه بیاران [illegible] امتیاز نوشته شد اللهم ایاک نعبد
وایاک نستعین لکاملان و بکاملان را لازم که از راه [illegible] بیش
[illegible]
[illegible]

تمنای فردا باقی نماندست واین تحقیق و ماخذ این بیان ظاهر انست که
حضرت پیر ما قدسنا الله بسره الاقدس در خلاصة المعارف در فصل
سیوم از باب دوم از قسم ثانی در بیان حقیقت علم حضوری فرموده اند
که چون وجود از ذات و صفات از غیر حق از خود و از غیر خود و نیز جهات محض
بحضرت واجب تعالی بالتحقیق بیقین صادق بی تردد قرار گرفت اما
یقینی که محض کشفی باطنی نباشد بلکه در ان یقین حواس ظاهری و باطنی
بیانات عقلی و نقلی و علمی همه یک حکم گرفته باشند انتهی و ظاهر است که
مراد از ظاهری درینجا خیالی عقلی و وجدانی قلبی است نه دید بصری چه
مراد انست که ایقان و اطمینان مرتبه علم حضوری از محض تخلیص سری
میسر نمی شود تا که خلو متخلیه هادی جمع نگردد و متخیله حکم تسرید انگشته چنانچه
کلام للحق خلاصه برین مدعا روشن برهان است وان اینست که چنانچه در
یقین و ایمان سماعی تقلیدی همه ابرابر جنبیک بودند اکنون درین
یقین و ایمان وجدانی موهبی بی سببی هم برابر بی شک و بی شبه و بی
تردد باشند الی قوله هر چند در موتس خود غور رسی میکند که ایا هیچ معلوم
شنود غیر از وصول یقینی هیچ بهره از ان نصیب خود در نمی یابد و این نسبت علم الیقین

اهل کمالات مرتبه ولایت انبیا علیهم الصلوة والتسلیمات لا قوله پس این سلم حضوری

شد و چون تحقیق کردند یافتند که مارا هیچ راه ادراک ذات و صفات او تعالی

داده نشد معلوم شد پس ذات کرفی الحقیقة این حضور مارا مرتبه منزه نفس

علم را که از صفات واجبی است سبحانه الی قوله ای عزیز پس این تا شد

عین الیقین اهل کمالات مرتبه الاست انبیا علیهم الصلوة و السلام که بحضور

نفس صفت العلم مطلق تعلق دارد انتهی پس معلوم شد که ذات [illegible]

حضور و حضور [illegible] مسئله هرگاه تحقیق [illegible]

ذات [illegible] شد [illegible] ذات

الی قوله پس [illegible] کمالات [illegible] ذات [illegible]

حاضر [illegible] حضور و حضور [illegible] الیقین اهل کمالات [illegible]

ولایت [illegible] علیهم الصلوة والتسلیمات والتحیات که حضور [illegible]

انتهی و [illegible] کمالات ایشان که در [illegible]

[illegible]

[illegible]

انوار [illegible]

[illegible]

[illegible] باال [illegible] و [illegible] شهود [illegible] ان [illegible] ان قوس [illegible]

سر در مار [illegible] ربد [illegible] وده شهند انتساب المعارف که کرده

واز اینجا کشف شود دیگر اینکه [illegible] حصول [illegible] که [illegible] این که تمنای [illegible]

باقی بماند خالی از وجه [illegible] بالازم است [illegible] مطلق رتبه علم حضوری یا

حضور علم را وست [illegible] است [illegible] صاحب این [illegible] مرتبه [illegible] انسان عبارت

[illegible] از [illegible] ما ائمه علیهم الصلوة والسلام این کشف [illegible]

ورفع حجب خارجی در دنیا [illegible] آمده و بدولت این کشف غطا و عدم

[illegible] ان سرشد [illegible] و حال [illegible] این تمنا [illegible]

[illegible] حضرت [illegible] موسی علی نبینا و علیه السلام [illegible] تمنا در

دنیا [illegible] برای [illegible] کشته [illegible] علی نبینا و علیه

السلام [illegible] از روی [illegible] دیده [illegible]

و ما [illegible] ماموریت شدند [illegible] آل محمدی

علیه الصلوة والسلام [illegible]

[illegible]

[illegible]

وحصول علم که من ... که ... حال انکه ان عارف کامل ... در
همین دو ملک ... در اول محض ثابت نمی‌باید بر انکه میگویند که وصول ... علم
حضوری ... کامل است چنانچه از روی فرد باقی نماند و ... ظاهر است
که ... حصول ... در ... دانا بایست ... برین تقدیر ... ادو
مرتبه با قرب ... است ... در ... اختلاف ... باید دانست که حضرت سید ما
قدس الله سره ... چنانچه در ... ارتفاع حجب خارجی
... ابرای ... السلام ... ره اند بحیال
... که ... بوده اند ... نبی اکرم ... الله تعالی
علیه وسلم ... خصوص ... اند در ... اول ارباب ثانی
... خلاصه ... ره اند که قطع حجب خارجی هیچ کس
نیز ... رسول صلی الله علیه وسلم ... حجب ... اما ...
... دیگر انبیا ... علیهم الصلوة والسلام ... و بعض
... علیه الصلوة والسلام هم حاصل است علیهم الرضوان
... انبیا ... ورثة الانبیاء و علماء ... که
... ثانی

از ... دیدم

از قسم دوم فرموده اند که بعد از بسیار سلوک چند اذکار و افکار و تصورات بعد از بدنی شیرد تجلیات صوری و نوری و معنوی واقع شود الی قوله خیال الکونی از فنا بنی بر آید الا البعضی از ینجا است که میگویند خدا را اسم ... الرحیم سر سوادان ... هر چه منظور ... است بکیفت نیست هر چند بکیف دانند ... و در فصل قسم ارباب ثانی آورده اند که چون بحصول قدمی الحالت و صوری بنهایت ظاهری و باطنی ... معراج خاص بود است پس بوصول ... در حال ادا ... حیث ... حضرت اقدس الی آخره مخفی نیست ازین عبارات که رویت در دنیا خاصه حضرت حبیب الله است صلی الله علیه وسلم و غیر او را اسلام ... ثبوت مظهریت صفات را ... نیست که هر گاه که صفت علم خود را با غیر خود ارادہ شد علم حق را سبحانه باوی ... ظاهر ... این را ظهوری و هر گاه هر غیر مخلوق ... حق الاجل ... ظاهر ... خود را ظهوری بواسطه مرتبه کمال ... ذاتیت ذات نعیمی است ... که هم اگر ... خود از مرتبه علم حضوری ... مانده است ...

... که ... اگر ...

بذات با صفات و کمالات مخصوصه با لکلیه ... لازم آ
دیگر عجب از دانایی قایل رویت انکه خود را مظهر اتم ذات و صفات و کمالات
عمم نبرده دارد مظهریت بعلم حق سبحانه خود را علیم و بصیر و تعالی را بصیر
داده گفته که باین مظهریت چنانچه حق تعالی خود بصیر دا ... بجمیع صفات
ما نیز بذات عجب جامع همین بصر بصیر ایم و ادراک نکرده که هر گاه حق تعالی
با جمیع عالم خلق و عالم امر است و من در خود هیچ از این یکتا و امور
... نمی یابم پس ذات عجب که یکیف صرف است و غیب محض با او
چشم ثقلیه ظلمانی چگونه ببینیم زنهار تا نیکه پیش و پس و تحت بالا شامل
بهشت را زیدن تا برابر نشد این فهمیدن من بیجا است دارد ...
بلکه ترقی کند و تا خود گوید که اگر لو فرضا عالم ملکوت را هم با هر تو مثل
... احسان لطائف بدنی و لیدی از راه مظهریت له حقیقی علاوه ...
چنان در دنیا نزد علما بعض و بعض صحابه که امده از رویه حق سبحانه یک مرتبه
... در شب جاه حضرت سرور کائنات است پس بدانیم که این رویه با در دنیا
وهم محض است و مرا ایجا این وهم خلاف سنت و جماعت اعتبار موجب خلال است
دیگر عجب از آن ... و فهمید که فهمید در جهل مرکب ماند حق تعالی انجمن

قائلان از جهل

قائلان را از جهل مرکب برآرد و بر نقص الا مر ... اکنند در قصیده منظومه شفقه

... فرماید در حق این چنین قائل فرموده من قال فی الذات

اراده بعینه فذالک زندیق وطغی وتمردا وخالف کتب الله والرسل

کلها ورائع عن الشرع الشریف بالبعدا وذالک ممن قال فیه النها

میری وجهه یوم القیامت اسودا اما چون قائل این قول شنیع وزار ...

جماعت ... ... در حال سکر و شهود ... ایشان بر رد شتل قائلان

عینیت معذور باید داشت که شهود السبب تنزیه تشبیه مجهول الکیفی ذو

تشبیه ... ... فرموده که صاحب حال معذور

... معصور ... محبت آنکه خود را از اهل صحو میگویانند

و معلدا ... ... حد ... ... علانیه

... ... الصراط المستقیم ... اری الکه سعید میری

اهل سود ... ... الکریمه شفقه ... ...

میر ... ... اهل ... جماعت ... قول و ... اب

... ... در ... در که وصول ... ... الی انهار العیارت

او قع می ... ... قائل که ... ... وارسته ... ...

وحضرت علم ترقی بیان کرده بحضور در حضور خود را رسیده بود آنست و مطهریت اتم
قابل حق که برویت اخروی بزعم خود در دنیا رسیده و تمام متابعت کمال آنحضرت
برخود نارسیده ازین معلوم شد که آنچه این را رسیده متابعت رسیده پس ازین تحقیق
ظاهر شد که انبیا علی نبینا وعلیهم الصلوة ونیز آنحضرت صلی الله علیه وسلم دریں
نفی تحرک سید کانه باوجود رویت دایمی کار عمو القایل تا آخر خاتمه سالک باید
نعوذ بالله منه سبحان الله این عجب رویت است که در عین تنزیه کی متحقق است
چون اینجا رسیدم بسبب این عقیده فاسده قلم را بند کردم واز بیان دیگر عبارات
که اکثر خلاف اصطلاح حضرت پیر بود سکوت ورزیدم حق سبحانه توفیقش دهد
وازین عقاید منحرف ساخته بر صراط مستقیم آرد رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا او
اَخْطَاْنَا مکتوب بحاجی خداداد سید الطائفه حضرت شیخ جنید قدس سره
فرموده اشرف کلمة فی التوحید قول ابی بکر رضی الله عنه سبحان من لم یجعل
للخلق سبیلا الی العجز عن معرفته عزیزمن در قول حضرت صدیق رضی الله عنه
بیان معرفت من حیث الدرک والکیفیه است نه معرفت کما هو ماسوا از و معرفت
بلاکیفیت و درک که آن بایمان بالغیب متحقق است بلا تفاوت لان الکیفیه
دران جناب والدرک معدوم و کلمه عجز که واقع شده هرگاه کیفیت دران جناب

معدوم بود عجز از چه اری در نور محمدی صلی الله علیه وسلم که مجهول الکیفیت است عجز از یافت کیفیت او اطلاق نتوان کرد که مجهول الکیفیت است و هر چند عقل علل در یافت کیفیت ان غور میکند نمیتوان دریافت الا المجهول الکیفیت که علم کیفیت ان خاصه علم علام الغیوب است پس درست افتاد که معرفت بالغیب حقیقی ممکن الوقوع است و معرفت نور محمدی صلی الله علیه وسلم بالکیفیت غیر واقع الا المجهول الکیفیت و در ذات و صفات الله سبحانه که بی کیف و غیب حقیقی است چون کلمه عجز مشعر به طلب کیفیت است انجا که کیفیت معدوم اطلاق عجز از چه و در نور محمدی صلی الله علیه وسلم اطلاق عجز بسبب عدم دریافت کیفیت ان معقول پس باین تحقیق تاویلات شارح که در بیان عجز رفته حاجت نماند و در قول حضرت صدیق که کلمه عجز واقع شده علم ان با حضرت باید سپرد بیت زد در یای شهادت چون نهنگ لا برارد هوا تیمم فرض گردد نوح را در عین طوفان شرحها تمثیل است معنی انکه چون لا دریای شهادت که مرتبه فنا است و از نهنگ مراد سالک است و مراد از سورت فنا است یعنی چون سالک مرتبه فنا برسد اموری که منع شرعیه اند در وقت لسه عذر ارتکاب ان امور مباح میشود چنانچه با وجود دریا که وضو فرض است با وجود ان عذر نزد وی تیمم فرض میشود بخوف مرض استعمال وضو منع است

مکتوب در جواب تعبیر خواب میان الهدین صادر یافته شیر نر است
نفس بسم موذی تر نفس بصورت شیر کلان ظاهر شده خورشید که دیده شد
والا مطیع خودی خست الغرض چون مسلم را نفس از فریبهای مخفی صیغه نجات
که معاون بسیار ز هر چند فریبهائی مخفی کرد علیه نیافت لاجار تمام قوت خود بر ظاهر
بصورت شیر متمثل شده قصد هلاکت مسلم کرد حق سبحانه تعالی مسلم را جناب نجه
از فریبهای مخفی حفظ داشته همچنین از فریبها جلیه محفوظ داشت یک امید است
که مطمئنه گردد و من نفس عبادت از مطمئنه شدن است بشارت نیک است
امید و اطمینان نفس آن خواب بیننده را باید بود مسئله در سلم هفت شرط
برای جواز سلم لازم است یکی آنکه جنس پارچه بیان کند دوم آنکه مقدار
پارچه بیان کند سیوم آنکه پارچه ردی باشد یا صحیح چهارم آنکه پیمانه شد پارچه یا یک
پنجم آنکه پارچه در چند ماه شد ششم آنکه در شهر خود بخانه خریدار رساند
یا خریدار خود بر داشته بیارد هفتم آنکه در عین همان مجلس مبلغ قیمت
همان وقت بایع سپارد زیرا که در مبلغ قرض سلم جائز نشد مکتوب
در جواب واقعات بحقایق و معارف آگاه حاجی محمد امین دامی
خداداد صادر یافت

بعد سلام فقرا و ...

... ... ان ذات ... عني الله ... ...
... ... الا الله كل يوم سبعين ... او ... ... اختلاف ...
بايد فهميد كه در حين حيات خود حضرت صلى الله عليه وسلم فرموده از حال آنكه
وقت وجود حضرت و صحابه كرام بود ... ...
... ...
گشته بجايكه ... روضه مبارك رسيدن ... ... چنانچه
... ... حضرت امتي نخواهند فرمود چون بعضي اعمال ... ...
... ... واقع شده اند مثل ... ... حضرت ... ...
... ... را بايد كه ... ... متوجه بطرف حضرت حق براي منافع ظاهري يا باطني
نبوي را ضروري خلق بوده باشند تا حصول رضاي حضرت سرور كائنات
شود ... ... رفع غبار
... ... حضرت صلى الله عليه وسلم رحمت بر ... ... واسطه
... ظاهر ... ... حضرت صلى الله عليه وسلم ... ...
... ... مي ... ... تقوى ... ... واقع شده كما قال
الايمان عريان ولباسه التقوى ... ...

استغنا نقصان از تقوی مرتفع گردد آنچه جای حضرت را خواب دیده است

ایشان بر پیشانی حاجی محمد امین بود یعنی حاجی چه می پرسید کرامات

حضرت صدیق اکبر را دوست می دارید این معنی است تمام نسبت بلکه واقعی

که بر پیشانی او آن خبر رسیده و از حاجی خداداد هم می پرسند که شما از حضرت

صدیق دوست می دارید در این نیز تحقیق است نه استفهامی بر دلالت آنکه

بر پیشانی او این عبارت مشعر است برین که دوست داشتن حضرت صدیق

شخصی را از دوست داشتن آن شخص حضرت صدیق را مناسبت است

زیرا که از دوست داشتن آن شخص حضرت صدیق را رضی الله عنه دوست

داشتن حضرت صدیق او را لازم نیست از جهت احتمال عدم قبول دوستی

و دوست داشتن حضرت صدیق آن شخص را از دوستی طرفین مشعر است

نزد فقیر تعبیر این خواب چنین معلوم میشود والله اعلم بالصواب

مکتوب بیان الهدین در جواب استدعای توجه عزیزی نوشته شد مقصود را چه معنی

باید فهمید گرفته شود است که یقین پیدا شود که هرچه هست باختیار حق است و هرچه

هست بر وجه حق له منفر باید چنانچه در حدیث فرموده اللهم

اعطنی ایماناً دائماً یباشر قلبی ویقیناً صادقاً حتی اعلم انه لن یصیبنی

الا آ ... لی د ما را ... یاد این کرد ... بازست ... ے رضا عت

او ... یحکم سیر ... باید بود واین ضابطه ... او

طالب ترقی و استغنا از تجلیات ظاهر بسمت ... باید ... ضابطه

لطفه فافهم عزیز من شاید الحال استفسار کرده ... گفتم ... کرده از ... کرداده

زیادتی استعداد است ... نقصان آب ... بیمار را مقابله کمالات

حضرت پیر قدس سره گفتم ادب آموختم که خود السید ... ارکان مثل

... رجه بی قوت باید شمرد و استعداد ضعیف باید بیند ... چون ... وقت تعجب

نبود لهذا موقوف داشتم سوال معنی تخلقوا باخلاق الله ... رست ... آمدیة

ای اتصفوا بصفات واگر کسی سوال کند که ازینجا مشابهت بنده بحق

لازم می اید از انکه چون بنده بتخلق باخلاق اولیه شود مشبه حق گردد

... حال انکه بدلیل عقلی و نقلی ثابت شده که لیس کمثله شیء ... مشابهت

بشیاد ولاشبیه بچیزی مکتوب بتفضیل باب شیخ عبدالهادی طالب علم

در جواب تخلقوا باخلاق الله عزیز من این عبارت را ... معنی بحسب هر مرتبه ولایت

مناسب اهل آن ... ولایت ... ولایات ... طالع ... جمع

پنج قسم است ولایت عامه ... ولایت خاصه اخص دو ولایت

خاص الخواص وو ایند احص الخواص داهلی ولایت عامه علماء ظواهر اند
ور سوخ در کمالات مرتبه شریعت رسیده اند که من کل الوجوه تابع
نقل اند عقل را بهوا اینها که مقتضای انسب است من کل الوجوه احکام
نقلی متحقق شده اند بوی از مخالفت نقل در اثبات ان دخل نداده و نزد
اهلی ولایة خاصه که بحر بار صفات خداوندی مجذوب اند الزرت
کاند [illegible] النسب داعتبارات افعال که در ولایة عامه محو دلبود [illegible]
تجلیات جدبا [illegible] صفات [illegible] خداوندی شعار [illegible] محل مسکرد و فاعل حقیقی بجز
واحد حقیقی [illegible] بانفعال [illegible] مظهریت ذات و صفات و افعال [illegible]
[illegible] مظاهر [illegible] حقیقت [illegible] شهودی باید بحدی که مظاهر مذکوره از نظر منخر نبود [illegible] ظهور
نظر عین مظهرات می بینند بلکه ظهورات مذکوره [illegible] ذات واحد حقیقی عین اوست
ذات جامع می [illegible] رو نهار [illegible] این [illegible] الا تعینات [illegible] تعینات
کرنیه [illegible] اس هذا الاسرار بالقیاس الی ان هذا التحقیق الصحیح محل
تحلق [illegible] الذی [illegible] الی القیاس و اطلاقه باقی من بیان [illegible]
المراتب السابقه من الولایات لا اصل للعقل [illegible] الذی مناسب لاصل العقل لهذا
موقوف [illegible] سعادت شعار لو الحسین صدور یافت

مشفق مهربان

ق مهربان الحسن از قبر درمانده عبد النبی ... امام خوانند معنی آیه کریمه
والذین فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا بر سیده بودند سه قا مرض از هم اقسمت
مرض موت و مرض نفاقی مرض موت جا صه کسانی است که ر بتیاق اوان
دا فرس سجده نکرده اند ... ایشان این مرض ... را که است زود افزون
در کفر اندر در کفر می میرند کسانیکه اول سجده که زدند و آخر کردند مرض او
نفاقی جا حدان ... ایمان تا موت ... اندر ... رسانی
نصیب ایشان ... اوقاتی ... ایمان ... ذریت
قلیل باکیند ... خواهد رفت مومنان ... نفاق ... الله
اگر ایشان ... دارند ... معاصی می باشد ... اند که
بی عذاب در بهشت روند ... طایفه سوای ... علی ... علیهم الصلوة
والسلام ... ایشان ... الی بی عذاب
در بهشت خواهد رفت چون انا عند ظن عبدی بی حدیث قدسی است
انشاء الله تعالی ... مومن ... اعتقاد ... در ... کا
... و ... اسلام این حدیث قدسی را ... تمام ... انا عند الظن
... فان خیرا فخیر ... المکتوب بجا می خدا داد صد و ... است

الحمد للہ الذی نور قلوب احبا فان من عرفنہ زا لہم علیہم بالیقین مرتبتہم

ماجنانہ کما قال غوث الاعظم رضی اللہ عنہ عن الساہر نقلا عن اللہ

سبحانہ قال لی سبحانہ یا غوث الاعظم الحال ہنی حاار الدعیر بلسان

المقال فمن امن بہ قبل ومن رد الحال فقد کرہ ومن اراد العبادۃ بعد

الوصول فقد اشرک باللہ العظیم عزیزمن ذرہمسہم فقر حال بردو قسم است

حال من ظہور کمالات صفت اللطیفہ موجب قبولہ و حال من ظہور

الکمالات صفت القہریۃ فوجب انکارہ وردہ فعلامت حال اللطیفہ

متابعت الشرع احکام الحال من کل وجہ وحال القہریۃ نوعان الاول

الحال للمؤمن المبتدع ہذا سبب الاطمین الرد والقبول فمن رد

قبول السکوت افضل زالتا الحال للکافر المتکبر وہذا قابل الرد وقبولہ

کفر نعوذ باللہ منہ عزیز من طاعت مولا بل شانہ بر دو مرتبہ است اول مرتبہ

مبتدی و متوسط راست کہ ہنوز حجاب درمیان دارد و آن را عبادت

بخوانند متوسط را کہ من وجہ حضور دارد اما ہنوز فی نفس الامر

غائب است فللغایب لزم العبادۃ باللہ اما الخاں انکون المواد

الی مرالعبودیۃ وحانت العبودیت جانۃ اللہ باز ملاحظہ نظر

الی داہ لوثہا

الی ذاته تعالی وصفاته یقع منه سبحانه ببصیرت الیسری سکوت اکمل
لان اذا نیظر الی ربه ان یصیف ذاته بصفات الکمال بلا نقصان فوصف
العبد الربه الآن شرک وکفر فلزم ترکه فی هذا المرتبة العبودیت کما قال خفر منا
ومولانا فی النظم الفارسیة بیت تذکر غیر حواس غیر مطلق ؛؛
بکر حب حق شرک است الحق مکتوب بحقایق اگاه شیخ عبد القادر
جهانا ابادی صدور یافت حقایق اگاه مظهر الطاف الهی معمور محبت
فقیر طالب دریافت معانی شیخ صاحب انمعانی را لوح دو مرتب ان که
تعلق بحکمت دارد و عدم اطلاعنا علی الحکمت بالوجب اصیبت امره آب
باشند لوح از ظاهر است وباطن باقیست معانی خاصه کاملان و اهلی تکمیلات ست
ماخوره چنیان ان اهلی تکمیل راچه طاقت که دربیان ان زبان کشاید
مگر انکه بعقیده عدم اطلاعنا علی الحکمت الخ محکم باشیم و ظاهران العلما
ظاهر تعلق دارد اما چون سوال را از جواب چاره نیست قدری از ظاهر ان
بیان می نمایم باید دانست چون انسان درشب بخواب مبتلا می شد
فضل الهی بدو رکعت نماز سنت و فرض ماسور کرد انید تا در ادای ان
در ماندہ نشود و بعد نماز فجر تا استواء الفضل و کرم برای کار معاش ترکه

خالی نداشتند و چون از کار معاش ضروریه فارغ شد برای تکرار شکرانه
ایزدی دو رکعت زیاد از فجر در ظهر و عصر افزودند اما برای وسعت وقت
ظهر در اول سنت چهارگانی و در آخر آن دو رکعت مقرر فرمودند چون
وقت عصر عرصه تنگ دارد بجز چهار رکعت فرض بتکلیف سنت ندادند
و چون وقت مغرب از عصر تنگی دارد یک رکعت از عصر در مغرب تخفیف دادند
و برای تنگی وقت مغرب فرض را مقدم داشتند سنت را بسبب تنگی
وقت مغرب بر دو رکعت آوردند و چون وقت عشا وقت اکل و
شرب ستی اللازم لبشر است اگرچه وقت عشا وسعت دارد فرض را
مقدم بر سنت مقرر فرمودند بسبب وسعت وقت چهارگانی فرض مقرر
فرمودند چون وقت ستی بود بر دو رکعت سنت مامور فرمودند چون طاق
در رکعات نماز روز و شب در کار است و مستحب است که گانی مغرب در
روز و شب مقرر کردند و باقی شب را نوافل گذاشتند و چون قیام مقرر برای
نیاز و مناجات است قرات را فرمودند و چون در رکوع و سجود شکوی آیت
مناسب تسبیح است و چون وقت قومه و جلسه سر بالا کردن است و این
مقتضی تکبیر است تکبیر را خاصه حق دانسته به الله اکبر بیان باید کرد و چون با حمد

ثنا بنده را اگر حق تعالی سامع این حمد و ثنا است پس ضروریه سمع الله
باید پرداخت و چون سمع الله را اعتقاد کرد متصل ان ربنا لک الحمد
مقرر شد و چون از همه مراتب و فرایض فارغ شد و الصلوة معراج المومنین
واقع است مناسب آنکه ختم نماز به تشهد باشد تا مخبر از صلوة معراج المومن
باشد و چون از همه مراتب نماز فارغ شد کلمه که بسلامتی از آفات خبر
دهد و مبارک باری بجماعه مومنین است و ان السلام علیکم است متکلم
باید شد و السلام علیکم و علی من تبعکم مکتوب در جواب واقعات
عزیزی از مخلصان شده قا متمثل شدن ذکر آب دادن از بالا بفرود
برای آراستگی حسب است و آنکه ذکر الله روح راحة گفته اند بدو معنی است یکی آنکه
از روح طبیعی ... روح است درینجا معنی است که در مرتبه ذکر قلبی
تکرار محض می باشد اما مرتبه شهود وحدت ... نمی باید اگر ظاهر هم
منور نیست وحدت ... خواهد بود و در ... وحدت وجود تعلق
بکثرت باقیست هذا رحمت موقوف بر توحید شهودی است با انتفار
کثرت و نظر محض وحدت لهذا در شهود رحمت است مسرا با بر چند
در شهود رحمت است اما درین راحت ترکیب نفس و حال باقیست تعلق

الله سبحانه ازین نیز باید گذشت و بعدم رسیدن باید بوسیدن قال الله سبحانه
لا تفرح ان الله لا یحب الفرحین دوم آنکه مراد از روح حقیقت انسانی است
در لطایف تحتانیه که ظهور کمالات حقیقت انسانیه اندر رسیدن بحرکت
خیال است و در حقیقت انسانی بعد قطع سیر لطایف سته رسیدن حقیقی است
بی تحرکت خیال و چون در مرتبه بندگی حقیقی خوف و خشیت لازم عبدیت است
لهذا به لا تفرح تعلیم فرمودند و ظهور حضرت سرور صلی الله علیه وسلم بدو
مرتبه است یکی برای تحریص سالک بر محنت و ریاضت این در وسط است
اما این اختیاری کسی نیست محض فضلی است دوم محض برای نوازش
و این در مرتبه کمال اکمل به اهالی خدمات قطبیت و غوثیت است و
این اهل مناسب را برای تحقیق خدمات ظهور حضرت صلی الله علیه
وسلم شرط است تا زمانیکه ظهور حضرت نشود فوت تصرفات در ادا
خدمات پیدا نشود الغرض مبادی رسیدن ظهور باید اما این المحض بر حصول
رضاء حضرت سیادت نمودند که محض مشغول شده باشد مضطرب نشود
والسلام مکتوب بیان الهدین در جواب تحقیق اسوله قلب که قلب
مستعمل نموده بسلطان چگونه لایق معرفت ها مولی میشود وصد زیادت

قال الله سبحانه

قال الله سبحانه در جواب ابلیس اعوذ بالله من الشیطان الرجیم ان عبادی
لیس لک علیهم سلطان الا من اتبعک من الغاوین پس از آیه
قرآنی ظاهر شد که انسان دو قسم است مظهر جلال و مظهر جمال و قلب خاصه
مظهر جمال است و مظهر جلال را در قلب شرکت نیست مگر اوقاتی و آن
دو قسم است ابتدائی محض و انتهائی شرکت ابتدائی غیر معتبر است
و شرکت انتهائی معتبر و آن در انتها خاتمه بخیر می بخشد و این دو قسم
شرک است بهره از جمال می بخشد اگرچه بنسبت عصیان ابتدای مسبب
خواهد شد و در آخر ثمره جمال پیدا خواهد آمد المقصود آنکه مظاهر جمال را
فی الحقیقت الله سبحانه تابع انبیاء گردانیده و مظاهر جلال را تابع ابلیس
لعین کرده مسلمین را باید که بحسن ظن خود خود را خاتمه بالخیر و مظهر جمال
میدارد و از مظهریت جلال استعاذه از حق سبحانه بطلبد اگر خاتمه بالخیر رفت
این عمل استعاذه نیز در پله حسنات خواهند انداخت و اگر نعوذ بالله
خاتمه بالخیر نباشد در ایام اسلام که عمل استعاذه کرده این عمل باعث
تخفیف [illegible] در عذاب [illegible] خواهد شد ان شاء الله تعالی و اگر عمر تمام در کفر رفته [illegible]
[illegible] او [illegible] م اباد مردود [illegible] ب خواهد [illegible] اعمال

اعمالهم کسراب بقیة الظمان یحسبه مکتوب اصلاح

آثار ولی محمد صدور یافت اخوی مشفقی میان ولی محمد از فقیر عبد النبی سلامه
خوانند رقعه مشفقانه متضمن طلب بیان مسائل مفصله رسید فهمیده
فیها انچه بیان نسبت اطنی خود نوشته بودند بمطالعه در آمد اخوی
مسلّما هرگاه نسبت بیکیفی جناب قدس تعلیم یافتند معاینه الوان و تجلیات
وغیره را چه مناسبت به نسبت بیکیفی مگر سابقا ظهور کرده باشد در نسبت
بیکیفی مانع از معاینه الوان و تجلیات نیست آری تا زمانیکه نسبت بیکیفی
احاطه نکرده اگر تجلیات و معاینه الوان رو نماید میتواند شد زیرا که جناب
قدس را منزه از جهات سته یقین باید بست و علم حضوری و حضور
علم را شان علی است تا زمانیکه نسبت بیکیفی کما حقه جا نگیرد علم
حضوری کی است و حضور علم بعد علم حضوری کمال مرتبه را دارد در
ولایت انبیاء متحقق است و انچه تفصیل اسامی نوشته بودند
نمودار بحر محیط بیکیف در دل کیف موت همی بخشد برای دفع
خلل دماغ با جماعت مسلمین فاتحه خوانده شد خدا سبحانه شفا بخشد
بعد التعلیم ذکر سلطان تعلیم علم کرده بود مراد از علم علم حضوری است

بود و

هنوز وقت علم ثبوت نیست و علم حصولی علم مخلوق است و علم حق و ری
و حضوری علم موقوف بر تعلیم جدید است [illegible] و هم اکیف ذات الله سبحانه
مع الصفات و مجهول الکیف نور محمدی است صلی الله علیه وسلم و معلوم الکیف
همه مخلوقات از بیان احدیت و واحدیت و وحدت نیز موقوف
بر صحبت جدید است واجب الوجود ذات باری تعالی است جائز الوجود
علوم است که موجود [illegible] او باختیار خدا سبحانه است و ممکن الوجود
مخلوقات موجود اند اگر حق سبحانه خواهد معدوم کند و اگر خواهد موجود دارد
و ممتنع الوجود شریک باری تعالی است که هرگز [illegible] جو [illegible] منبت در اینجا
معدوم است والذین الذین یؤمنون بالغیب [illegible] که بر نفی
کشفی کمال یقین بر الله سبحانه تعالی دارند شما باید که از جهات
[illegible] الله سبحانه را [illegible] یقین باید [illegible] ان الله
لا یضیع اجر المحسنین و السلام مکتوب بحقایق آگاه میان عبد القادر جیو
سدد [illegible] الله کان و [illegible] لم یکن [illegible] نامه عالی ذرات
[illegible] را او [illegible] از هیچ کار [illegible] شده بود [illegible] وقت
[illegible] وقت بعبارت [illegible] ان [illegible] در [illegible]
[illegible]

نماز که اوّل اذان منصور به فرض کرده اند و وقت ظهر را وسیع
کرده اند و وقت دو رکعت در کی لطیف است چهار رکعت فرض نمودند
و چون در وقت عصر نیز فراخی وقت برای دو رکعت در کی لطیف نیست
چهار رکعت افرموده اند و وقت شب چون بعد فراغ همه کار
رسیدن ماند کی ملال است احسان داد که یک رکعت تخفیف داده اند
و چون وقت عشا نیز به غفلت آلوده است اما چون در وقت عشا
کثرت کمال و تمام شب بعد برای ادای آن اختیار دارد مشابهه ظهر
و عصر کرده دیده چهار رکعت دران وقت فرض فرمودند مع کثرت وقت
احسان کرده و چون در آخر روز نماز وقت مغرب بر طاق بحکمت بالغه
اختیار افتاد بسبب کثرت وقت احسان کرده و شب نیز به تعلیم
سنت سنیه بنماز وتر به طاق امر فرمودند والله اعلم بالصواب
سوال فقیر صحبت الهدین قبله ایمان من سنا حضرت موسی صلوٰة
الله علی نبینا و علیه السلام در راه کشیدن از ربند که یا مولی جل شانه
باین کلام متکلام میشد که خداوندا اکنون سخن بجای تو اشنیده
خوش نام گفت بر اندو رم علی هذا القیاس بسیار کلمه بجناب حضرت

ن بکمال

حق سبحانه تعالی این هر دو نسبت که بودند میگفت قبلها حضرت موسی
علیه السلام موافق امر که مامور بامر و بالغ از نهی بودند او را منع فرمودند که
این کلمات شایان جناب حق نیست سبحانه چون از آنجا رفته متکلم
مولی شدند حل شایان معاتب شدند که تو برای وصل کردن آمدی
نه برای فصل کردن آمدی قبله ها مست است حضرت موسی علیه السلام
موافق امر که مامور به دعوت خلق الله بودند مستی نه کار کردند عالم غیب
نمودند که معاتب شدند و اگر این که نشود که او از محبت ال این کلمات
میگفت و خاصه جناب پاک بود که کلمات او پسند بودند ازین کار
دعوت و احتساب معطل می افتد چنانچه بزرگان فرموده اند که اگر
کسی بر هوا پرد و بر آب و آسمان رود اگر درو یک سر مو خلاف شرع
یافته شود او را کاذب و مفتری باید انگاشت و از حضرت موسی هم
او را ازین کلمات که منع فرمودند از لازم جواز که انجیلین معاتب شدند
یقین است که فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة عبث این چنین
رشاد شود از حد ادب مکتوب در تحقیق عتاب حضرت موسی صلوة الله
علی نبینا در جواب میان الهدین صدر رفت مقتضای عقل عاقل را

وجه رد واجب است برای توحید حق سبحانه تعالی مرتبه سیم است
او بمافوق او تعالی و معرفت تفصیلی چون شیئا قیاس عقل کفایه نمی‌کند
نبی صلی الله علیه و سلم برای امور تفصیلی صفات و دیگر احکام واجب است تا تعلیم
ان نماید پس چون آن شبان را دعوت تفصیلی صفات و احکام نرسیده
بود در مرتبه توحید الوهیت بی تردد لهذا لهذا معذور بود بسبب علم توحید
و عدم لزوم حق احکام و تنزیه صفات سخنان بی ادبانه او موجب الزام او
نشد لهذا این عتاب بحضرت موسی بود و عتاب دو مرتبه دارد عتاب
لطیفه و عتاب قهریه این عتاب از نوع لطف بود چنانچه طفل لا یعقل را
کسی از بازی منع کند پدر طفل با تو را گوید ملاطفت که این بازی طفل از
نادانی است سند و رست نظر بر اخر کار باید کرد که چون حضرت موسی
باز ان شبان را جسته یافتند تایب و محقق یافتند بوعظ حضرت موسی
کار او پخته شد و تعلیم تفصیلی رسید فافهم سوالی قبلا امان من شبت
... نقصان کمال خود باز تلقی این عاصی است نصیحت و ارشاد الهی
... وجه تفصیل معرفت رسیدن بحقیقت الهی شد لیس بامثلی باعث
عتاب چیست اگرچه عتاب لطیفه شد را دل قابل الهام در ترقی است

نه لایق عتاب

نه لایق عتاب زیاده حد از سبب عتاب جواب شدند نه انعام آیا مکتوب بالهدین

در جواب الهدین چون اظهار معجزه برای لزوم قبولیت احکام شرعی شرط است

الا آنکه اظهار معجزه که جهت قبول احکام است بر شبان شد احتمال بود که آن شبان

از آن حالت که بروی بود مضطرب گردد و موجب بی اعتقادی از طرف موسی علی

نبینا علیه السلام شبان را پیدا شود و بسبب عدم اظهار معجزه انکار پیدا کند لهذا

عتاب شد که اولا اظهار معجزه این شبان را کنید بعد تعلیم او در دل او نسبت تحقیق

معجزه فرموده حضرت جاگیر دوم آنکه عتاب موجب تحقیق هدایت که شبان شده ثبت

که موسی علی نبینا و علیه السلام در پی تجسس او بسبب عتاب شدند و بعد تجسس متعهد

یافتند و بر حقیقت شبان و بر هدایت او مطلع شد را اولا که او را بسبب کلمات

او ملحد گمان داشته بودند الحال بر حال اسلام او مطلع شدند مکتوب بجانب نواب

میر نعمت خان صدر رفتند الحمد لله که رقیمه به دستخط خاص عالم نسبت

والا شان بدین عاجز پرتو انداخت و مطالعه آن فرحت بخشید مرقوم بود که

بیاد داشته مسمی اشتغال دارم نفقا حقیقتی میکلفی باید فهمید در اول کار

هیچ کافی صورت بسته ملحوظ ذاکر می شد ذکر دامی باید که آخر در دل صورت بندد

ا ـ راحت سینه آن را دور باید کرد و سعی باید کرد که خیال از تخیلات خالی گردد

عتاب شبان

نماند مگر حق حقیقی که از تصور منزه است و نماند مگر ایمان به بیکیفی حقیقی بر جناب
اقدس مانده در علم بجز بیکیفی حقیقی هیچ نماند خلو متخیله از خیال میسر اید اگر بعد
عمرها این ایمان نصیب کرد چون این از فضل محض است منظهران سعی بنده است
زیاده انکه انچه حقیقت در خط ثانی نوشته بود بدرا فتح نصیب طایفه مومنین گشت
حمد بجا ارند که حق سبحانه طایفه کفار را مقهور کردانید حق سبحانه در هر کاری مدد
معاون شان باشد مکتوب بمیان رستم خان صدور یافت مشفق مهربان جانا صاحب
میان رستم خان سلام فقیرانه خوانند رقیمه مشفقانه متضمن واردی که بفضل
حق سبحانه بر شما ظاهر شده بمطالعه در آمد از مطالعه ان فرحت کردید الحمد لله
والمنة که بطفیل پیر دستگیر بعد مدت مدید وفات ان حضرت بر شما ظاهر
شد بشکر خدا بجا اورید که در نابینای این نور که مقدمه نور بیکیف است
بینای بخشیده اما اگاه باید بود و باید فهمید که هر نوری که در جانه و تحت اسمان
ظاهر شود کیفیت دارد هر چند سالک ان را بیکیف دانند چراکه هر چه در
مکان و زمان است متکیف است و بیکیف نیست اما مجهول الکیف است
سالک از جهت مجهول الکیفی بسبب عدم دریافت کیف ان را بیکیف
می دانند سالک را باید که با عقیده شرعی ان را ازان کنند و بدانند که هر چه در مکان

وزمان کنجد نوری است مخلوق که برای تسلیه سالک مقدمه رویت را در دنیا
بسالک نموده اند نه رویت و این مقدمه اکثر برقع محجب کثیره برنگ حجابست
نور محمدیست صلی الله علیه وسلم که مجهول الکیف است و سالک که غلطی
خورده اند ذات حق می فهمند از عدم حفظ عقاید شرعیه است که غلطی خورده بر رویت
گفته رویت در دنیا خاصه آنحضرت وقت معراج یکبار و از دیگر انبیا به خصوصیت
مخصوص اند آن هم یکبار پس این نور را نور حضرت صلی الله علیه وسلم
یا ظهور نور او صلی الله علیه وسلم در مرتبه ثانی یا ثالث این نور را مقدمه
نور حق باید فهمید و اند رویت حق در آخرت امیدواری کمال باید کرد چنانچه
عزیزی فرموده در عبارت عربی شعر من قال فی الدنیا اراه بعینه لا
فلذالک زندیق طغی و تمردا ؎ و خالف کتب الله والرسل کلها ؎
وزاغ عن الشرع الشریف والعدا ؎ و قول حاجی فرید قدس سره خلاف
از کلیه دینی است اگر رویت ذات پنداشته و اگر رویت بصری ذکر نمی
فهمیده نه رویت بصری درست است و این ظهور نور که بر شما ظاهر شده
از قول میان فرید مرتبه دیگر دارد این را مقدمه رویت باید پنداشت
و در پرده این نور حق را سبحانه بکیف حقیقی باید دید از مکان و زمان منزه

چون آن و   وازیحکون مبرا بعد ازبس کنم خود زیر کمان را این بس است مکتوب مجدد باید

ساکن خلزی الحمد لله وسلام علی عباده الذی اصطفی بود در تعمیه جب

صادق اقبالمند متضرع وملتجی الی جناب مجیب الدعوات خالف جب فقیر

بر حال خود متنبه گردید نبافت حال خود مگر بتضرع والتجا اللهم تقبل التجائی

والتجا راخی و در مطالعه ان احوال چند از ان بوضوح پیوست مرقوم بود که بعضی

عزیزان فرموده اند که اول گردش است و اخر و زرش چه معنی دارد مجملا

گردش بمعنی سلوک است و زرش بمعنی وصول بجذبه اینمعنی بموافق مذهب

کسی که سلوک او مقدم بر جذبه است دوم معنی انکه گردش بمعنی ریاضت

وزرش بمعنی اختیار ذکر قلبی از رشد یا سانی بعد ریاضت و اینمعنی

موافق کسی که در طریقه ایشان ریاضت مقدم بر سلوک سیوم معنی انکه

گردش بمعنی جذبه متضمنه در سلوک مبتدی و زرش بمعنی غالب آمدن

جذبه بر سلوک و خالص شدن از امتزاج سلوک اینمعنی موافق طریقه

حضرت نقشبندیه است قدس سرهم که جذبه را مقدم بر سلوک گفته اند ضمناً

واین بهبرکت کامل این طریقه است و لهذا اندراج نهایت در بدایت گفته اند

چهارم انکه گردش بمعنی وصل و زرش بمعنی فصل دانسته باینمعنی

حاصل حضرت خواجه نقشبند است قدسنا الله بسره بیانی طویل دارد این پرچه کاغذ حامل آن نمی تواند شد بهم آنکه گردش بمعنی انابت در پیش بمعنی اجتباء بمعنی موافق طریقه حسینیه افضلیه در طریقه نقشبندیه مخصوص بحضرت پیر دستگیر حضرت سید آدم است رضی الله عنهما زیرا که شروع طریقه مخصوص برایشان از انابت است و نهایت آن با جابت میسازند این انابت را مثل انابت طرف دیگر نباید پنداشت در طرف دیگر انابت نطل است و انابت ایشان بعد فراغ و خلاصی از ظلال شنان ما بینهما بس کم خود زیر کان را این بس است انکه نوشته بودید که در سواری نشسته نسبت یاد کرده و یادداشت می یابم باز نوشته بودید که اگر امر شود نفی و اثبات بجهر کنم عجب است که آنکه یادداشت بوقت از خود می یابند در طریقه ما از جهر در نفی و اثبات که نشسته اند ترقی کرده اند معلوم شد که هنوز آن برادر نسبت غلبه نکرده اند در حضورت نفی و اثبات میکرده باشند و اگر دل رغبت بر جهر کند در وقت خلوت بجهر متوسط الطریق مسنون گاهی میکرده باشند تا زمانیکه نسبت قلبی غلبه کند و برای طاقی برادرم بود فقیر خود را لایق این نیافت لهذا موقوف ماند و انچه برای رساله مرقوم بود مختصر نصیحت انکه در حدیث

فرموده کن فی الدنیا کأنک غریب او عابر سبیل و عد نفسک
من اصحاب القبور این را انکار نشد تمام رساله مختصر است و آنچه بطریق
الحاح نسبت ادبار و سیه رویی بخود می کنند و نه مؤمن نه مسلمان الخ
می نویسید این الفاظ اهل ایمان را اگرچه ایمان تمام نباشد نباید بر زبان
آورد و خود را مسلمان دانید و بسبب عصیان عاصی دانید نه کافر نعوذ بالله
من الکفر و الشرک اگر عزیزی گفته است مغلوب الحال بوده باشد و قول اسکار
الا اعتبار له الغرض اگر نسبت بخواری و غیر ذلک می یابید غنیمت
دانید عجز و انکسار قلبی با او متصل نکرده باشند که ذکر بی عجز و تضرع را
از سر غفلت شمرده اند اما تضرع نه این قدر که خود را مدبر و روسیاه دانند
زیرا که این القاب در حق کفره واقع اند چنانچه فرموده جل شانه وجوههم
مسودة زیاده دعا است بمکتوبات الهدین در جواب تحقیق در آنکه بر
بعضی مقبره ها هیبت میشود این کار با اختیار کسی نیست با وجود اختیار شرعی بنده
بی اختیار است صاحب مقبره ها برین غمناک اند در دفع این هر چند دعا ها
میکنند قبول نمیشود لاچار رضا بقضا داده غمناک می باشند در قبول دعا
اوراد چنین کار عاجز اند نمی بینی هرگاه حق سبحانه بهر ذره قریب است در زمان

بعد اطلاع از الهام خداوندی واقف میشوند هر گاه در سلک علام الغیوب
این چنین کار بقضا حق سبحانه بوقوع آید مخدوم عالم بهاء الدین را غالب
دانستن عین نادانی است اینچنین معاملات را چون برخلاف شرع دیده
شود بقضا باید سپرد و دم مصلحت نیست ملک بدم زدن انکار از قضا است
و این کفر محض است لذت بر تقدیر نا گرفتن این مرتبه ثانی است مرتبه لطیفه است
و در اول مرتبه قهریه است مصرعه به بین تفاوت ره از کجا است تا بکجا مکتوب در
تحقیق اسماء تسمیه بعباد شعار هدایت الله باید دانست که آیة تسمیه مرکب است از اسم الله
و رحمن و رحیم است متضمن سه هزار اسم حق سبحانه است که برای تسبیح خود
بجمیع انبیا و ملائکه تعلیم فرموده تا بآن اسما هر صنف به تسبیح مخصوص خود
خدا سبحانه را یاد کنند هزار اسم که ملائکه بآن تسبیح می کنند در اسم الرحیم
مودع است و هزار اسم که جمیع انبیاء کرام بآن تسبیح اند سوای چهار نبی حضرت
عیسی و حضرت داود و حضرت موسی و حضرت محمد رسول الله در اسم
الرحمن مودع است و هزار اسم که این هر چهار نبی بآن یاد حق می کنند
در اسم الله سبحانه مودع است اما بتفصیل سه صد اسم که بحضرت عیسی
در انجیل تعلیم یافته در تسمیه اول ها در اسم الله مودع است و سه صد اسم

که بحضرت داوود در زبور تعلیم گشته در جشیمه دویم ما که بطرف لام است مشروع

و سیوم اسم که بحضرت موسی در توریت تعلیم گشته در لام اول که بطرف

ما است مشروع است و لود وینه نام که حضرت ما محمد رسول الله در حضرت

قران تعلیم یافته در لام ثانی که بطرف الف است مشروع است و باقی ماند یک

اسم اعظم که ظهور آن در الف اسم الله است در جمیع اسماء دیگر محیط است

پس هر که تسمیه را بحضور دل و بحضور سر بکمال بخواند که سه هزار اسم مذکور را

خوانده باشد و امیدوار ثواب کل باشد مکتوب بسرجال الله مفتی

جالندهر در طلب روایات نور العین در تحقیق بعضی مسائل مسئله اول اگر

احسن بگفت باین نیت که حتی المقدور الفاظ قران ادا کردی درست است

اگر گفت باین نیت که حضرت قران را نیک کردی خوف کفر است مسئله دوم

در غسل نیت شرط نیست کما فی الکتب حقیقة آب پاکی باید اما چون در غسل

پاک و پلید سعی نمیکند گنهگار میشود اما سجده ایشان درست است اما کراهت مسئله

بر قول صحیح مفتی به روح از جسد جدا میشود کما قال الله سبحانه در مدح فرشتگان

قابض روح وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا مسئله اگر ناکح و منکوحه راضی نیستند از رسوم خاصه

کفار در نکاح درست است و اگر راضی اند باید دید که آن رسم خاصه کفر است و ناکح

در منکحهٔ رافضی باید خوف خلل در نکاح است و ذکر خاصه که قرینیت بان وسلم عاصی شود
باحتمال جواز نکاح مسئله اگر زن یا مرد از زبان کلمهٔ کفر برآورد و بعد ازان علم ندارد اگر
داند هرگز نگوید درین صورت بعضی علماء معذور میدارند اما در ترک سعی در علم عاصی
میشود کما ذکر اولا و بعضی علماء در دار الاسلام معذور نمیدارند اما بعد اطلاع بر ذکر این
توبه لازم اما نکاح نمی شکند مسئله لعنت بخشی بی شبهه در داخل نکاح فاسد است
اگرچه از بعضی علماء جواز آن نقل کرده اما چندان این قول اعتبار نزد جمهور ندارد
مسئله اگر شخصی ادای وجوه قراءت از شخصی دیگر خوب میکند اما آن ادنی اگر
وجوه قراءت ادا نمی کند اما الفاظ را صحیح میخواند که تغیر معنی که مفسد نماز نیست
نماز اعلی پس آنکس داخل لاباس است و اگر در حروف غلطی میکند اما تغیر
معنی که مفسد نماز باشد در قراءت نیست ترک اقتداء اعلی را پس آنکس اولی است
والا ترک اقتدا لازم مکتوب بمیان محمد فضل در طلب جواب بعضی اسوله
از احادیث صدور فیضان ظاهر است و منحیث وقوع تصرفات و خارق عادات
چنانچه اعتبار صوفی مثلا خاصه علماء باطنی است که جامع علوم ظاهر و باطن اند نه آنکه فقط
جاهل از علم ظاهری خرق عادت ظاهر کند و محافظت سنت نکند این خرق
عادت در مرتبهٔ استدراج است با انبیاء بنی اسرائیل اینها را تشبیه دادن غلط است

و حدیث نوم العالم عبادة در حق علماء ظاهر و باطن است اما علماء ظاهر را بسبب کثرت
مطالعهٔ کتب شرعیه نوم ایشان عبادت است و علماء باطن را بموجب متابعت حدیث تنام
عینی ولا ینام قلبی در ظاهر نوم و در باطن قلب بیداری است اگرچه هر دو مقبول اند
اما در ان دو درین فرق بسیار است کما لا یخفی علی صاحب الفطن و منع اهانت در
حدیث علم عالم است نه اهانت فعل مبتدعانه عالم و ایمان شهودی مزید بر ایمان
ترغیبی است ایمان ترغیبی واجب است و ایمان شهودی نور علی نور اما واجب نیست
اما که وسعی و طلب بعد حصول ایمان ترغیبی برای حصول ان درجات وارد و اختیار
بین القدریه والجبریه بمعنی است که مقابله اختیار الله سبحانه بنده مجبور است و مقابله
ابنای جنس خود چنانچه وحوش و طیور مختار است اینجا اختیار بمعنی تمیز کامل در
میان ابنای جنس خود سوال این اختیار بمعنی تمیز کامل هرگاه بر تقدیر زیادتی و
کمی نمی تواند کرد و مامور و منهی ساختن چه معنی دارد جواب حق سبحانه بحکمة
بالغه مظهر امر و نهی این مختار ضعیف را از وصف که صاحب تمیز و بی تمیزی است
در تقدیر فرموده و لا یسئل عما یفعل وهم یسئلون را مد نظر خود باید داشت و زیاده
برین سوال کردن بی عقلی است در مسئله چاه و اوند باید فهمید که در اصل اوند
پاک و ارباب یک و یقین متحقق است پاکی ان پس تا زمانیکه بیقین پلیدی باو

نرسد بلبید گفتن بدظنی ہست در حق شی کہ در اصل یقین پاک ست حال آنکہ
اللہ سبحانہ فرمودہ یا ایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن
پس بکمال غیر از یقین بلبید گفتن منع آمد و گویا سلین را این ظن غیر مقبول
در خلل انداختن است نعوذ باللہ منہا مکتوب بسعادت شعار ہدایت آلیہ

خادم در دستدعاء قرارت نماز اشراق وغیرہ ﴿

در نماز اشراق با فاتحہ آیۃ الکرسی در رکعت اول یکبار و در دوم قل یا باید خواند
در استخارہ در اول الم ترکیف و در دوم لایلاف و در نماز ضحی در اول رکعت
والشمس و در دوم واللیل و در سیوم والضحی و در چہارم الم نشرح چہار رکعت
بیک نیت خواند در وقت مغرب بعد فرض و سنت نفل اوابین خواند اقل
ان دو رکعت واکثر ان شش رکعت و در ہر رکعت سورہ اخلاص سہ بار باید خواند
دو دو رکعت نیت میکردہ شد در تہجد بعد نیمہ شب و قبل صبح صادق ہر چہ
توفیق باید خواند و دو رکعت و ہر نیت مقرر کند چہار رکعت اقل نماز تہجد دوازدہ
رکعت اکثر ان اگر سورہ یسین یاد دارد ختم سورہ کند و اگر یاد ندارد در ہر رکعت
سورہ اخلاص یکبار یا سہ بار بخواند باز اگر توفیق باید تا صبح صادق مراقبہ کند
و چون نماز فجر گذارد بعد دعا بذکر و تسبیح و مراقبہ تا بر آمدن آفتاب مشغول شود

حتی یلج الجمل والدعا مکتوب در تحقیق معنی قول حق یلج ملکوت السموات

الی اخره موسیت حضرت مولوی اعوذ باالله من الشیطان الرجیم وباالله نستعین

سوال عزیزی فرموده لن یلج ملکوت السموات والارض من لم یلد مرتین

وحضرت مولوی مثنوی روم قدس سره نیز فرموده یکصد وهفتاد

قالب دیده ام همچو سبزه بارها روئیده ام درصورت این هر دو قول

معنی تناسخ مفهوم میشود حال انکه اعتقاد تناسخ کفر ست الحه موافق شرع

باشد معنی این بیان فرمائید بینوا توجروا جواب معنی عبارات متشابهات

نظر بر قایلان کرده باید فهمید چنانچه در عبارت حدیث وآیت انعقب

لفظ قدم در جل بر حق سبحانه که منزه از جسم وجوهر ست آمده وهمین

الفاظ از مجسمه بر ذات او تعالی دلالت میشود چون معنی قول مجسمه میکنیم

میگوئیم که نزد مجسمه حقیقت این الفاظ بعینه بر حق تعالی اطلاق کردن

جائز ست واین کفر محض وچون معنی ائمه وحدیث که این الفاظ وارد شده

میکنیم تسلیم یا تاویل وچون او تعالی از جسم وجوهر منزه معنی حقیقی

ان را که تثبیت جسمیت اند کفر میدانیم همچنین این اقوال صدر که از

بزرگان دین وصاحبان اسلام تمین واقع اند از ملحد ومبتدع نیز

واقع اند قول ملحد مثبت حقیقت تناسخ است خذلهم الله سبحانه و قول
اکابر دین مقتضی تسلیم یا تاویل موافق عقاید شرعیه نبی کریم چه تسمیت
ازان پیدا نشود سوال در تسلیم از خود سکوت محض و قبول ان بحسب مراد ان
بزرگ است اما اگر تاویل کنیم چگونه در موقع بیان اریم بیان فرمائید جواب
چون معلوم شد که معنی حقیقی ان قول مثبت تناسخ است وان
ممنوع شرعی است صرف ظاهر معنی نموده باید فهمید که در طریق سلوک
تبدیل حالی بحالی و ترقی از مرتبه اول بمرتبه ثانیه رو میدهد بمرتبه اول
بفنائی پیوندد و مرتبه ثانیه سالک ان باقی میشود و درین بقا چندین سکونت
کرده باز ازان رو بترقی می ارد باز حالت مرتبه اول بفنائی میپوندد
و بمرتبه ائنده باقی میشود و معامله او بطوری دیگر متحقق میشود و دران
مقام نیز قدری سکونت داشته حصول فواید نموده باز رو بترقی
می ارد الی لقتضی استعداد السالک بهذا و بعضی که اهالی استعداد
کامل اند در یک مرتبه تمام مرتبه فنا حاصل نموده بوصل حقیقی الذی
لا فناء له میرسند و دایما بوصل حقیقی بهره ورند و بعضی بسبب عدم
قوت استعدادیه با ترتیب از مرتبه بمرتبه دیگر ترقی فرموده و دران

قوت پیدا کرده مرتبه بمرتبه فنا و بقا حاصل مینماید و صاحبان این استعداد
بعضی مبتدیان اند و بعضی متوسط و لب است که کار پیش هنوز باقی است
درمیان کار به بقا قایل فنا محظوظ و مسرور مانند چون این تفصیل مهمید
باید دانستن که نزدیک اکابر تبدیل اوصاف سالک است از مرتبه بمرتبه دیگر
با وجود انکه همین شخص واحد است که سیر مراتب فنا و بقا نموده و نیز او صحیح
و نزد ملحد و مبتدع تبدیل جسدی بجسدی واحد واقع و نیز او باطل و کفر
مکتوب بعزیزی در منع از صحبت کفار که صاحب استدراج انحراف بوده
بودو در قیمه عقیدت امور فرحت افزود بمطالعه ان حقیقت برقوبه رسوخ
انجامید شفقار حیح شما با مردم نقراء محض برای حصول تمایده است بیش جزی
که شما از تیح دو فقران خبر نداشته باشید با ما بان لازم و واجب است که ازان
خبر دهیم و از فقران مطلع سازیم و مخلص است که مخلص را از نیک و بد راه
مطلع سازد فقرا اگر بینیم که نابینا و چاه است اگر خاموش بنشینیم گناه است
قسم رب محمد صلی الله علیه وسلم ازان روز که شنیده بودم که شیخ صاحب
بنزد منکر دین محمد صلی الله علیه وسلم با اعتقاد و حسن کشف او سیر دید
و ظاهر میکند که مجرد نشستن انچه مطلب با است از صحبت ان منکر دین

حاصل میشود خوف پیدا شد که مبادا ان معتقدین بظلمت صحبت منکرین
در اعتقاد دین خلل پیدا کنند و باعث ضرر آخرت گردد میخواهم که ازین معنی آگاه
سازم لهذا باین تقریب اظهار ضرر صحبت ان مذموم مشفقا بر استدراج کافر
اعتبار نباید کرد ابلیس لعین که مردود قطعی است چنان استدراج دارد که در رگهای
آدمی سو بسو مثل باد میگردد و از تحت ثری تا آسمان بیک لمحه سیر میکند و دجال
کافر در وقت حضرت امام مهدی ظهور خواهد کرد و بعجائبات استدراج مسلمین
را بطرف خود خواهد کشید و بی دین خواهند شد تا آنکه حضرت امام مهدی را
با و اقامت مقابله جنگ نخواهد بود و حضرت عیسی علیه السلام فرود خواهد
آمد و آن کافر بیک نظر قهر ایشان گداخته خواهد شد و ظلمت کفر از جهان
تا چهل سال من کل الوجوه دور خواهد بود هرگاه با وجود آنچه بتصرف این
ملعونان مقهور قهر الهی باشند کفار را مینوقت که اثری از تصرف ابلیس نزد
و حال آنکه ظلمت انکار دین محمدی صلی الله علیه وسلم از ایشان هویداست چه اعتبار
بر ایشان باید کرد مگر ناقصی که در دین و کفر تفاوت نداشته باشد و کرامت
اولیاء و استدراج کافر را برابر فهمید لیس انکس کلمه گو کافر است آن مشفق
را چون بعقاید دین آراسته میدانم لهذا بملاحظه آنکه مخلص دین در غلطی نیفتد -

آگاه نمودم نفهمد که مرا با شما درین صحبت نوعد یگر شد نعوذ بالله منها
بلکه از عقاید دین واقف کردم در قرآن مجید خوانده اید که حق تعالی از
دوستی کفار منع میفرماید یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا
عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ هرگاه خدا تعالی با طایفه کفار را
دشمن خود گفته پس دوستی با دشمن خدا دشمنی با خداست و دشمنی با خدا
محض کفر است پس دوستی کافر بکفر میرساند دیگر آنکه با کافر ملاقات شد
برای اینکه او را به صحبت از کفر برارید این ملاقات منع نیست اما کافر
را دوست خدا داشتن کفر محض است فقیر را با شما از دل و جان اخلاص است
لهذا از هر راه کلام اسرار نموده دیگر در خاطر نیارند فقیر را خیر خواه خود دانند و بدعا
اشتغال دارند مکتوب ۱۶۴ میان یار علی در تحقیق عارف کامل و در اصل
صدور یافت سبحان من ظهر فی بطونه و بطن فی ظهوره باید دانست که
عالم حقیقت ذات جامع کمالات از مراتب تحتانی یعنی مراتب کونی
گذشته بمرتبه حقایق اشیا که غیب الغیب محض و مراتب مخفیه اند
رسیده ذات جامع را چه در مراتب غیب الغیب و چه در مراتب شهادت
ظاهر بلا حجاب اطلاقی می یابد و هر دو مرتبه را محض ظهور حقیقت ذات

جامع می را ... پس این عالم کامل از ظلمیت برآمده باصل حقیقت
ذات پیوسته از ظلمیت بوی ندارد و همه ظلال را بحقیقت ذات وجود
ثابت می یابد درین وقت این عالم کامل از حجاب بی حجابی و از ظلال
گذشته بحقیقت ذات عالم شده و اطلاق سیر را که آن انتقال از مکانی
بمکانی است بران جناب مناسب نمی بیند و بجز اطلاق ظهور که آن از
انتقال مبراست بر زبان و بیتر نمی راند فسبحان من ظهر فی بطونه و عارف
واصل مراتب ظلال مقید بقید ظلمیت است و طالب ترقی است
چون بحقیقت ذات مرسیده معامله ترقی او متعلق باسماء و صفات است
از ظل اسمی باسمی و از صفتی بصفتی ترقی می نماید لاجار در حق عارف
مذکور اطلاق سیر و انتقال از ظلی بظلی میتوان گفت فسبحان من بطن
فی ظهوره اینجا مقرر زیرا که حجاب بروی ظاهر و حقیقت بلباس
ظل بروی مخفی تا کجا کلام را کشیده بریم که مرتبه حقیقت ذات پایان
ندارد و بر جواب سائل بپردازیم و قصه کوته کنیم سایل را باید که بفهمد که
به نسبت عالم کامل که اول حقیقت او بیان نموده شد نام سیر برو
نهادن از علو به پستی آوردن است و از مرتبه حقیقت ذات سیر آنی

وصفی منسوب نمودن آری بر عارف واصل بواسطه ظلال است مگر
اسمی گنجایش دارد که او را العالم از مرتبه ظل اسمی بمرتبه ظلی دیگر ترقی
لازم لهذا المحقق اول را العالم کامل نامیده شد زیرا که بحقیقت
رسیده مظهر حقیقت علم واجبی شده از عرفان هیچ نمانده و محقق
ثانی را العارف مسمی نموده شد زیرا که از ظلال گذشته بحقیقت
علم مطلع نشده اگرچه معرفت ظلی پیدا کرده اما امید دارم است که
هدایت حق سبحانه رهبری کند و از ظلال کلی خالی ساخته بحقیقه
رساند ان شاء الله تعالی ذالک فضل الله یوتیه من یشاء والله
ذو الفضل العظیم اخوی شفقی یا علی تحیه سلام خوانند و عریضه
مطالعه فرمائید نوشته بود که خط پاینده مکتوب به نواب عبد الصمد خان
در تاکید تعلیم که در آخر جلد رخصت یافته صدور یافت فقیر عبد النبی
بغرض عالی نواب صاحب بعد تحیه سلام میرساند فقیر بعد رخصت
در رفاقت خانصاحب جانی خان بمنزل رسیده ادای خدمت
گنشه جاعه بجا آورده خداوند سبحانه زیاده ازین توفیق عطا فرماید
توقع از انجناب اگر بسبب اجره باطنی راحتی الامکان بپردرش

نمائید تا سور شهود وحضور حق سبحانه ظهور فرماید و برای فنا و بقا که مآل صورت متخلیه بیان در اخر رخصت نموده بودم صورت متخلیه را در نظر آورده یقین بینند که هر آن هر بنده را فنا ذاتی و صفاتی است و بقا از فیض مولی جل شانه بهیچی که دید پیدا کند و ملکه گردد و اداب مولی جل شانه بهیچی که دید پیدا کند ملکه گردد و ادابش کما یلیق للعبد الفانی هویدا گردد توحید عوام نیکی گفتن است نه نیکی دیدن عوام دید کثرتی دارند و گفتن وحدت و خواص کثرت گویند و وحدت بینند زیاده دعای برکت دارین بحمیع متعلقه با زادو دی منفر موده باشند مکتوب بمیان صوفی بلند ساکن جلال آباد بالله المستعین وحدت وجودی در اصطلاح صوفیه علیه وحدت در کثرتست و وحدت وجودی نزد اکابر این طریقه بکثرت وحدت وجودی صوفیه قدس سره مانع نظر از کثرت بلکه نظر بکثرت مانع نظر بوحدت وجودی است و وحدت وجودی اکابر این طریقه مع نظر بکثرت متحقق نظر بکثرت مانع وحدت وجودی ایشان نیست صوفیه در نظر بکثرت محجوب شوند و این اکابر بحقیقت الحقایق میرسند شتان ما بینهما عزیز من صوفیه قایل بوحدت وجودی بسبب غلبه

شهود در کثرت و غلبه شهود مانع نظر بکثرت شهود حیثیت یعنی
شهود غیب در مرتبه ثانی چون نظر صاحب شهود بر مرتبه ثانی نیست از مرتبه
غیب محجوب شتان ما بینهما و در اصطلاح ایشان کمالات صفات
واجبی که بحقائق اشیاء معروف اند در مرتبه ثبوت تقدیری دارادیے
در علمی محض دارند و در مرتبه غیب تکوینیه متحقق بجز وجود غیبی هیچ اند
و وجود غیبی ثابت و متحقق مقتضی ظهور تقییدی امکانی از عدمیت
منزه و چون وصول صوفیه در مرتبه شهود متحقق و کمالاتی که نزد ایشان
بصور علمیه و اعیان ثابته مشهور اند شهود کمالات غیبی در مرتبه
شهود که اثر اشهود اول نور محمدی می نامند تکوینیه تقییدی مقتضی
ظهور مرتبه امکانی مفصله تحتانیه اند لهذا از نیمرتبه مشهوده صوفیه بصور
علمیه مسمی است که تکوینیه این مرتبه غیبیه نیست کونیه شهودیست و اکابر این طریقه
چون از غلبه شهود غیب بمزایده ناظر غیب اند و مختار اند در نظر
بغیب و بکثرت وارد محجوب شهود صوفیه عالیه اشیاء را مظهر حق
دانند و مظهر را عین مظهر می فهمند زیرا که صاحب شهود اند چون
مرتبه شهود اگرچه بنسبت ما تحت خود لطیف الطف است اما

فی حقیقة

فی الحقیقة مقید است بکیفیت مجهوله لاجاء تفاصیل مراتب خود
عینیت دارد پس صوفیه باطلاق عینیت در هر مرتبه متحقق است من وجه
صادق اما در وصول ناقص مقتضی ترقی واکابر این طریقه غیر اشیا را
مظهر حق دانند بواسطه حقیقت محمدی اما اشیا را عین حق نه نهند
پس عذاب نزد ایشان بر غیر ونه بر صوفیه چون قایل عینیت اند
فهم کن که عذاب بر که آمد تعالی الله عن ذالک و در ولایت
خاصه علم حضوری ظلی است و بعلم حصولی معتبر است زیرا که در علم
حضوری زعمی که مظهر علم شهود اول است و علم شهود اول ظل
مرتبه غیب مطلق است اگرچه ظل را اصل دانند و حصول را حضور
فهمند از ثابت علم است و از ثابت خاص و از ثابت اخص
و از ثابت خاص الخواص از ثابت تام در ولایت عامه متحقق است
زیرا که روی بحق استدلالی دارند و از ثابت خاص در ولایت
خاص زیرا که از استدلال گذشته به تحقیق من وجه رسیده اند بطور
کشفی وجدانی از ثابت بشهود دریافت دارند بواسطه شهود بحق
و از ثابت اخص در ولایت اخص در ولایت اخص متحقق زیرا که اهل

اینمرتبه رزیافت شهودی ترقی نموده بنایافت آورده وار وصل
شهودی بفضل امده ازنابت ازمحض تایافت متحقق اماچون هنوز
اینکس را توجه حقی باقی است اگرچه مجهول الکیف است بواسطه توجه
حقی مجهول الکیف است زنابت بحق دارد و زنابت خاص الخواص در دلایت
انبیا متحقق است زیرانکه اهل اینمرتبه از استدلال و شهود و مرتبه توجه
مجهول الکیف گذشته وسایط تمام را قطع کرده بغیب حقیقی بغیب محض
روبراه دارای آورده پس صاحب انابت سابقه بواسطه روی
بحق نداشته ان انابت ها را در حساب ناشمرده و انابت اصیل را
بانابت یاد آورده و صاحب این انابت بوصول حقیقی پیوسته ذاکر
فضل الله عزیز من وجه تخصیص اینطریقه نه اینست که بجمیع لطائف
متوجه شوند بلکه وجه تخصیص اینطریقه بعد گذشتن از لطائف
بذات شریف حضرت علیه الرحمة و از تبع اصحاب استعداد دیقین
ابتدای و توسط تعلق خفی و بیتوجهی محض و چون در مرتبه ولایت
عامه از شهود بهره یافته اند در ولایت خاصه بهره یابند پس خصوصیت
پیدا کرده لاجار بولایت خاصه مسمی امدند اگرچه در اصل شهود اند

کثرت منتفی است

کثرت منتفی ست اما چون شهود نیز از جملهٔ کثرت ست آب اهتدا فی الحقیقة
وجه نسبت فنا بالنسبی اند و بتحقیقت انحصر ممتاز شدند که انجا فنا حقیقی است

فافهم الکن من القاصرین مکتوب بعنایت الله خان وزیر بسوی بدر بائت

فرد سبحانه سبحانه سبحانه الها سبحان من تحیّر فی ذاته سواه
فسبحان من احتجب عن الخلق بنوره وخفی علیهم لشدة ظهوره
فهو الظاهر الذی لا اظهر منه وهو الباطن الذی لا ابطن منه فسبحان
من ظهر فی بطونه وبطن فی ظهوره لیس کمثله شئی بعد تحیه سلام بعرض
نواب عالی جناب میرساند نوازش نامه متضمن معانی عجیبه و اسرار غائیه
غریبه بمعرفت خانصاحب اعزخان در جواب عریضه پرتو ذکر بمطالعه رسید
ان بر انواع شتی شهود نمود آمده بامن درین ایام شیب که درمدح ان
دارد است الشیب نوری لا احرقه النار اگرچه ان وزبان بنور علامت
و سند صداقت بصدق باطن و بکار کتائی درماند کان خواهد برداشت
نامید که مکرر از زار سابقه کاهی کرده چای که سالها بصدق طویت این
معروف کرده مسند امارت سند حضرات انبیاست علی نبینا علیهم الصلوة
والتسلیمات که بعد عروج تام نزول بابن مسند منصب نبوة فرموده اند اما حسب

کہ اہالی ہوا بامتزاج ظلمات عنصری از انوار فیض عدالت مہجور و مستتر
ماندند و چنان مینماید کہ گویا این سند سند اہل ہوا و ضلال است لہذا
بسبب این غلطی غافل ہم بکثرت الہجوم ظلمات طایفہ اہل ہوا الدین
سند تبرا میخواہد فی الحقیقۃ لیس کذالک بلک اگر دستگیری کنند
جلت انہ نتیجہ کمال متابعت حضرات معصومین علیہم الصلوۃ والتسلیمات بعد
تعلق این سند و ابلاغ احکام رب تعالی بر نیکام متحقق الفرض حیث
ما امکن بحکم و متوجہ ادای حقوق انیکام باداب تمام باشند مکتوب
بحافظ محمد عیسی در جہاما اباد جہد در ایت حافظوا علی الصلوت والصلوۃ
الوسطی رمز ازین ایۃ کریمہ بتاکید سوی حفظ صلوۃ خمس لطایف خمسہ کند
چون در لطایف خمسہ لطیفہ سر مرجع و متوجع جمیع لطایف است و وسط جمیع
لطائف واقع برای حفظ صلوۃ او تاکید فرمودہ بکلمہ والصلوۃ الوسطی
بمبالغۃ کما ہو چون ظاہر ست کہ بے حضور این لطایف صلوۃ ظاہر
برقی ناقص لہذا فرمودہ نبیہ و رسولہ صلعم لا صلوۃ الا بحضور القلب
پس بامعنی صاحب سلوک لطایف از اہل علم ظاہر افضل و اقوی اند
نعلیکم یا ایہا الاخوان بحفظ السرایر فان اللہ مطلع علی الضمایر مکتوب

بلیمان تو آمد

بمیان محمد اشرف در جواب واقعه اخی ذالک الکتاب لاریب فیه
ای کتاب الذی فرستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسمک محمد صالح
لاریب فیہ مبارک بتبرک وتسمی بہذا الاسم مع ثبوت اسمک من قبل
ہذا ولا محل شبہۃ فی اسم الاشرف من جہۃ انہ کان فی زمان آم
اب الکعب کان فی اب الکعب اسما بلا مسمی وفیکم بالمعنی المحمود بالمسمی
المشہود لانک اشرف الذی سماک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ
محمد صالح بارک اللہ فی ہذا الاسمین الشریفین برکۃ تامۃ اذا کان اشرف
المخلوقات سماہ باشرفیت خاصۃ بہ اشرف المخلوقات تادبا لخلاصۃ
الکلام انک اشرف اباحۃ والصالح عزیمۃ مع جواز عمل الرخصت
اولی اختیار العزیمۃ فالاولی ان اسمک الصالح بفہم اقلہ محمد تبرکا صلی اللہ
علیہ وسلم فختم الکلام بالمقلوۃ علی من سماک بہذا الاسم اللہم
صلی علی محمد وآلہ وسلم مکتوب بمیان شیخ عبد الغنی صدور یافت دانا
فقرا فضیلت مآب شیخ صاحب میان عبد الغنی جیو از فقیر سلام
خوانند چون استحکام رابطہ را یاد آوری قریب لازم است حقیقت
مانند بود منتوسیان ہشند و در یگانہ و بیگانہ بیگانگت ہشند زیرا کہ

بنسبتی که همه را با مولی عز و جل است چون منظور شد بطالبی متحقق آمد اشیا را
بحسب مراتب وا داری یا ظهور کمالات صفاتیه نمایید همه بجدی که این دید
خالی کرده و فقیر را دها با جماعه فقرا اسلام می رسانند مکتوب بعزیزی در تحقیق
معانی العلم نقطه و کثرها الجاهلون بسم الله الرحمن الرحیم الحمد لله
والسلام علی عباده الذین اصطفی در تحقیق معانی العلم نقطة وکثرها
الجاهلون استفسار رفته بود مستفسار تحقیق معنی این عبارت بر
متکلم این کلام ظاهر است اما آنچه در فهم رکیک این عاجز می در آید
اینست که در تحقیق اهل حقیقت درجات علم که ممکن را بان توجه است
اندراجاً اگر بر پنج مراتب منحصر ساخته اند اول و اقدم جمیع درجات
مذکوره درجهٔ نبوت مطلق که مشرف بان مسمی به اخص الخواص است
و تحت ان ولایت اهل نبوت که متصف بان مسمی خاص الخواص است
و تحت ان ولایت ملائکه مقربین که اهل ان موصوف اخص است
و تحت ان ولایت اولیاء امت که داخل دران موسوم بولی خاص است
و تحت ان ولایت مومنین عالم که مشهور بعابد و ولایت است پس
بحسب هر درجه این قول ثابت است یعنی علی حده و تفصیلی جدا یعنی

برطور اجمالی

بر طور اهالی ولایت عامه که ابتدای این ولایت بعد ایمان بالله تقلیدیه
صحیح شرعی است و نهایت این تا مرتبه اجتهاد و قیاس معنی قول مصدر
امنیت علی که بجناب مجتهدین عظام عطا نموده اند محیط و جامع است جمیع
مراتب مفصل بجنابیه خود را بی احتیاج بسوی تفصیل همچو نقطه که محیط جمیع
مراتب حروف است و آن عزیزان در عین آن مرتبه اجمال در نقطه
ازان تغیر کرده شد تمام مراتب تفاصیل مندرجه در اجمال راه یافته اند
چون استعداد توابع خود را بی حیثیت علم تفصیلی از رسیدن بان علم
مجمل قاصر دیده اند ازان تفاصیل آن علوم مندرجه کشوده اند و بر اصطلاع
اهالی ولایت خاصه که ابتدا این ولایت بعد حصول لذت است
بذکر قلبی و نهایت این تا مرتبه توحید شهودی است آن معنی است
که علم و معرفت عارف حق بجناب قدس او سبحانه محض نقطه شهود
اوست بی لباس حروف و الفاظ و چون وصول آن مرتبه خاصه
منتهیان این ولایت است و متوسط و مبتدی را از عدم قابلیت
استعداد به رسیدن بان دشوار است لاجرم حقیقت مشهود را
نظر در مراتب مندرجه او که بصورت تجلیات و ظهورات از کار

متضمن ظهور اند گرما و لطفاً برای دور ماندگان بلباس حیثیات
تجلیات و غیره ظاهر ساخته اند و تعلق بابن اهل ان را جایز داشته
و بر تحقیق اهالی ولایت اخص این معنی است که علم و عرفان حقیقی عارف
مرتبه جهل است بعد از علم چنانچه حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلی
قدس سره السامی از درگاه رب العزت سوال کرد که یا رب ما علم العلم
قال الجهل من العلم و چون هر یکی را باین استعداد علمی سرفراز ساخته
اند لاچار برای دور ماندگان مرتبه غیبت و شهود را که متضمن حقیقة
علم مقصود است واضح ساخته اند و اولیا تحت او در ابان نوخته اند
و بر طریق اهالی ولایت خاص الخواص تحقیق این قول این است که علم
اصلی که عارف را از ان نصیب است اری جهل از علم است اما
وصول باین جهل بعد انعدام توجه عارف است من کل الوجوه
از حق دون حق و انعدام توجه محض طلب نایافت را توجه مقصود است
نه معدوم یعنی بحسب مجهول الکیفیة در مراتب سری او موجود است
که در انجا توجه و متوجه در رنگ متوجه الیه بیچون بنماید از جهت عدم
امتیاز بین الغیب النفسی و النسبی بلکه اثر آن رام توجه موقوف است

ما در ظهور حقیقت

بر ظهور حقیقت نایافت و ان بهره یافتن است از مظهریت صفات
واجبی بی توجهی عارف و چون این نسبت پس مرتبه است اعلی تحت
این درجه را نیافته نواخته اند و سکون در ان بابها جایز داشته
پس مرتبه بی توجهی بحو تقطه است و مرتبه توجه بکثرت مظاهر در تحقیق
مرتبه نبوت انبیا علیهم الصلوة والتسلیمات کرا طاقت که ورزند اما
بموجب تعلیم الهی ان مرتبت تحقیق این قول حنین مینماید که کمال عرفان
در حق بنده وقتی متحقق شود که بی توجهی محض حاضر باپایان با الله باشد
بی مطالعه مظهریت و مظهریت پس نزد این عالم احق هر مرتبه تحتانی
مرتبه کثرت است که بسبب نارسیدگی اهالی مراتب تحتانیه با نمرتبه فوقانی
وحدت ایمانی را بکثرت علمی نموده اند لطفاً علی العباد و اهل
هر مرتبه را در ضمن کثرت از وحدت حقیقی ایمانی بهره ور ساخته
ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم باین
تحقیق معلوم شد جهلی که بسبب کثرت و تفصیل شده جهل نسبی است
و ممدوح است نه مذموم و در کشتها الجاهلون اسناد فعل کشتن
بسوی فاعل حقیقی نیست بلکه مجازی است یعنی اسناد بسبب بسوی

سبب امی کا لوسیئا لیتکشر کی بعدم ارت تعداد فافہم مکتوب
بحافظ محمد عیسے در جواب تحقیق الست بربکم قالوبلی صدور یافت
مکتوب مشتمل بر چند سوال بود مطالعہ آن فرحت حاصل گشت مرقوم
بود کہ خطاب الست بربکم بعالم ارواح واقع شدہ جواب بلی
بجا آوردند دریں ولا کہ روح در لباس عنصر محجوب گشتہ بحدی کہ غیر
لغۃ معروفہ خود مثل عربی وغیرہ بسبب محدود مفہوم نمیکنند ترکیب
روح وجسد بقدر مور چہا برادرد عقل وتمیز دادہ خطاب الست
بربکم وارد کردند وبقول انسانیان کہ بلی است عہد بستند بعد عہد
باز عود در پشت حضرت آدم علیہ السلام نمودند کان لم یکن شدند
بعدہ کہ ہر فرد از ان نسل بترتیب مراد خداوندی از پشت حضرت
آدم علیہ السلام پیدا شدہ بوسایط پیدا میشوند ادلم یکن شیئاً
ظہور نمایند وچون بلغت معروفہ خود طاقت ادراک ندارند
لہذا از لغات دیگر محجوب شدند دریں سر لیست دقیق لا یعلم
الا اللہ سبحانہ وبعد انتفاع بروح از جسد چون قوت ادراک
دمعات ومعانی عطا خواہند فرمود جواب منکر نکیر واکثر علوم دیگر

بر ایشان آسان خواهد بود بفضل الهه سبحانه دیگر واضح باد که مرتبه ذات الهه سبحانه چون بقابلیات ذاتیه خویش متحقق است نزد محققین صوفیه فی الحقیقة اطلاق تجرد که بمعنی قطع نظر از صفات جائز نیست آری در مرتبه تفهیم و تصور چون از خصوصیت ظهور هر مرتبه ذات و صفات از بیان چاره نیست لاچار من حیث حیثیت مفهومه هر مرتبه را بتجرد بیان نموده دیگر آنکه چه ذات ما یان و چه صفات فی الحقیقة فیض یاب از ذات جامع کمالات ذاتیه خداوند سبحانه است هرگاه صفات کمالات ذاتیه باشند پس هر فیضی که در ظاهر از صفات مینماید فی الحقیقت آنهم معیت بذات تا فهم ملکوت بعض بعزیزی در امور منهیات صدور یافت بسم الله الرحمن الرحیم

بسم الله والحمد لله والصلوة علی رسوله وعلی آله والصلوة ای ساده لوحان زمانه از فقرا یکانه زمانه این ادعا دارید که بعوض هدایا خود را در اینچنین امور ممنوعه غیر مرضیه او تعالی باشما شریک سازند ایشان در حصول این بلا بی الخلا راضی باشند عجب است بشنید انند که برکت درین طایفه در ترک این امور منهیه است اگر یک سر موی باطن خود را

در اینچنین مهمات مشغول نمایند جمعیت اصلی و قرب حقیقی از عرصه
باطن ایشان رخت بر بندد ... بار گرامت ... راج پیدا اید عزیز
این طائفه برای خیر خواهی شما است و اگر خیر خواه نباشند بد خواهی
در حق شما از ایشان هرگز منظور نیست اگرچه شما را چشم شما
دران زینت داده باشد پس ازین جماعت دفع این تعلق
خواهید و خیریت خاتمه با شما شامت این امور غیر مرضیات ظلمت
هنور ایمان الحق نشود و چون اخذ اعداد مرسوله مشروط بشرائط
معروفه بود و از فات الشرط فات المشروط مقرر است بار مرسوله
قبول نیفتاد عذر دارند مکتوب بیان الهدین صدور یافت
در نسبت نایافت سالک مثل دیوار می باید که محض مهمل ننماید
و پریشانی و سرگردان نیست چرا که حضرت ایشان فرموده اند عجبی
که سرگشته شود طالب دوست ؏ عجب نیست که من واصل سرگردانم
شاید که حقیقت نایافت نفهمیده اید و الا در نایافت وصل حق
حقیقی است بر کوه سر زدن از جمله وسوسه شیطانی است دریافت
حق از همه یافت بکیفی نایافت پیدا کنید و بس مکتوب بعزیزان
صدور یافت

صدور فیہا انت العلیم الحکیم لک والسلام علی عباد ک الصالحین
چون بفضل خاص بی بہانہ خود اولیائی خود را بانواع تلوینات تجلیات و
در ابتدای و وسط نواخته استعداد ایشان را برای تحمل بار امانت
پرورش میفرمائی و بعد ازان بفضل اخص از قید توجہ بتجلیات
خلاص نمودہ بمراتب شہودی کہ داخل وصل متلبس است برادہ
نبایافت عطا فرمایی و ازینجا با لطایف بی بہانہ اخص الخواص
بحقیقت نایافت مشرف میفرمائی زہی اقتدار لذ کمال لتوکہ بعضے را
بحسب مناسبت بمرتبہ ولایت غالباً بخلوت رغبت دادی و کار
و بار ایشان را در ان خانہ خلوت جاری میسازی و بعضی را ازانجا
بخیتہ کردہ بجلوت می آری و از منصب ارشاد عام کہ خاص جناب
انبیا است بمناسبت کمال تبعیت عطا میفرمائی و در حق طایفہ
اول جلوت سم قاتل نمودی و در حق آن مکمل کہ طایفہ ثانیہ است
خلوت را عین نقصان مقرر فرمودی الا انسیت آن جلوت در دل
ایشان را در رتبہ جلوت ترقی آوردی استدعا مینمایم کہ این عاجز
را از اوشش خوری این خم غفیر عطا میفرمائی باین بیاید مراتب دو تو

[illegible] دوان گلبار [illegible] مصرعه [illegible]

[illegible] اول طالف [illegible] اس باد

[illegible] عا ما [illegible]

کا [illegible] احکام [illegible]

کلام الله [illegible] سید [illegible]

وجوبی [illegible] دکلام لو کلام

[illegible] کلام [illegible] کافی [illegible]

[illegible] السلام [illegible]

[illegible]

ہیچ مخلوقی را [illegible] حرف صوت حرمانے

چنانچہ بیان حضرت [illegible] وکلام ملکی عیسی صلی الله

[illegible] اطلاع [illegible] چهارم [illegible] حضرت

[illegible] مکتوب جواب حاجی صوفی عبدالکریم

[illegible] عالم [illegible]

سمی حقیقی که الله [illegible] علیه [illegible] لطائف معلوم

[illegible]

[illegible] حقیقی [illegible] حقیقی شروع [illegible] واصل طلوع [illegible]

[illegible] مرتبه ذکر [illegible] می [illegible] [illegible] اسم الله علم

[illegible] می خواند این [illegible] کمالات [illegible]

حقیقی ذات [illegible] طهر [illegible] این [illegible] خواند

هر چند [illegible] نیز بیکیفی است اما در مرتبه ذات [illegible]

[illegible] است علم حصوری و حضور علم و درین مرتبه [illegible]

علم حصوری ذکر فرو رفته [illegible] در مرتبه حضور [illegible] حضوری

حصول علم فروزان [illegible] در حضور در حضور ایمان حقیقی بذات

حقیقی است و یقین صادق [illegible] بیکیفی حقیقی [illegible]

حقیقی متحقق میشود این مرتبه حضور [illegible] خفی و اخفی

حقیقت تعلق دارد اگرچه مراتب تحتانی نیز [illegible] لطائف تعلق دارند

اما مرتبه متبوع و آن مراتب تابع تابع کجا و متبوع کجا مقصود متبوع است

و آن مراتب در میانه ترقی در ترقی است شکر خدا بگوید که این نعمت

دست داده مردم دیگری را بعد مدت [illegible] شکرانه این دو رکعت

نماز خوانده فاتحه خیر خوانید که حق تعالی [illegible] امداد الفقرا مکتوب

درجواب بعضی عزیزان مکرم چند در فیوضات از ... اندکی از ایشان
... اتقا مقرر و تقدیر
پس دعا خواستن ... طالبیدا ... و دانکه همه
شما ... از زمین ... است اما تقدیر بر دو مرتبه است مقدر تقدیر
مبهم مبرم ... بشد و بهیچ وجه جایز نیست پس دعا خواستن
در مبهم ... اوقات است دوم معلق آن است که گردش او
... داشته اند چون بر دعا معلق ست بدعا ...
... مبرم حیثیت و معلق ... پس ...
حق سبحانه تعالی ... را بر دعا معلق ... معلق را بر دعا موقوف
ساخته پس بنده را بایدکه برای معلق دعا خواند چرا که حق تعالی
... دعا ... داشته ... دعا ما خواستن ...
جل شانه کرده است وان ... بزرگان ما ... ام ...
که مخالفت ... حل شانه ندارند ... بر دعا ...
و اول طایفه که دعا نمیکنند شاید که بمرادالحق ... داشته باشند یا
نیست مکر بود ... اعلم بالصواب ... حضور ...

... برای ...

تاریخ وفات حضرت شیخ عبدالنبی ... الهیه تحریر

ای دریغ از چشم ظاهربین ... پنهان ...

ماه قصر ... بتام سالکان ... پرتو خورشید شیخ

شمع جمعی ... لاولوا ... دانیا

اسلام حریم ... قلوب ... حا

شاه ... الاصفیا

قبله ... اعتبا ... عزت ... علما

سور عرفان ... صدر ... احمد ...

صدرا شاد ... طهران ... منبع بحر هدایت ... اتقا

صحرا ... عبدالنبی ... نما

آسمان ... التجا

یارب از فیض خدا یم ... ورت ها ... اگر ... ی ... اما
وصفته الاحسان از مرقد ... ها ... از بر فیض بضارت گل نما
از کسوف ... مهر ... ها ... صبح روشن ... در افتاد چون ...
شد جهان ... در جسم ... ها ... کلبه بی شمع ... دم را ضیا
سوخت ... ها ... ده کلک ... ما قضا
زاتش این تعذیب ... گما ... عالی ... ناورا
کشته طغیانی چو ... اشک خونین ... درد ... ها
زین جگر ... ها ... درد ... آسیا
ازپی تاریخ این جذا ... ها ... دل کند ... فلک ...
یافته ... حسن طلب ... ها ... کر ... مهر ... ابتدا

۱۱۴۶
خلیفه عالی برحق
۱۱۴۶

عالم علم ... ها ... بحر ... مظهر ...
... وجود ... فیض ... خواهر ازوی ... جلا

انتظامیه

لفظ جنی ...   ...

...   ...

...   ...

...   ... دست اعظم ... سما

...   ... بوت ...

...   ...

... صدق ...   ...

...   ...

...   ...

...   ...

...   ...

طلمنی اعتاد اندر ... عالمی   ... ارض و سما

... الش ...   چون ... صدق و وفا

کفت ...   ... کرم ... و حیا

و ... گشت که در ...   ... ای نور الهدا


ترجمۂ اردو
مجموعۃ الاسرار

شجرۂ عالیہ نقشبندیہ احسنیہ

نام ہائے شجرۂ پیراں شنو اے مہتدی
وردِ خود کن تا تو از امداد ایشاں برخوری

شیخ ما عبدالرسولِ نقشبندی مرشدی
شیخ او حضرت محمدؐ شہریار معنوی

خواجۂ عبدالنبی ہم شیخ طاہر باشرف
حاجی عبداللہ از و حاجی شریف متقی

شیخ آدم شیخ احمد خواجہ باقی خواجگی
خواجہ درویش محمدؐ زاہد احرار ولی

خواجہ یعقوب و بہاؤالدین دیگر میرِ کلال
خواجہ باباواں دگر خواجہ علی رامیتنی

خواجہ محمود است و عارف خواجہ عبدالخالق است
خواجہ یوسف باز شیخ فضارمدی بوعلی

بوالحسن پس بایزید و جعفرِ صادق بود
قاسم و سلماں ابابکر و رسولِ ہاشمی

بر نبی و آل و اصحاب ہمہ پیران ما
صد ہزاراں رحمت حق باد نازل دائمی

احقر سعید احمد مہاجر اُرمڑ

مکتوب : ۱

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ احسنیہ کے بارے میں تحریر ہوا۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ فقیر عبدالنبیؒ ساکن قصبۂ سیام نے حضراتِ نقشبندیہ کا طریقۂ سلوک حضرت حاجی عبداللہ سلطان پوریؒ سے بے انتہا خدمت کے بعد حاصل کیا۔ اُن کی وفات کے بعد حضرت حاجی شیخ محمد طاہر عالم پوریؒ سے باقی ماندہ حاصل کیا، وہ حضرت حاجی عبداللہؒ کے خلیفۂ کامل تھے نیز میاں محمد جانؒ ساکن قصبہ میانی کی صحبت سے بھی استفادہ کیا۔ وہ بھی حضرت حاجی عبداللہؒ کے کامل خلفا میں سے ہیں، اور ان دونوں بزرگوں یعنی شیخ حاجی محمد طاہرؒ اور حضرت محمد جانؒ نے قطبِ دوراں حضرت عبداللہ جی سلطانپوریؒ سے براہِ راست طریقت و حقیقت میں کمال حاصل کیا ہے اور حضرت عبداللہ جیؒ نے علم طریقت، غوثِ زماں حضرت محمد شریف جیؒ سے حاصل کیا ہے اور انہوں نے قطب الاقطاب حضرت شیخ آدم بنوریؒ سے، اور انہوں نے سلسلۂ قادریہ، چشتیہ اور دوسرے سلسلوں میں سلوک کی منزلیں طے کرنے کے بعد حضرت مجدد الف ثانی غوثِ صمدانی المعروف

حضرت احمد فاروقی سرہندیؒ سے براہِ راست فیضِ طریقت حاصل کیا ہے حضرت سرہندیؒ نے شیخِ کامل حضرت خواجہ محمد باقیؒ سے، اور انہوں نے حضرت مولانا خواجگی امکنگیؒ سے، اور انہوں نے حضرت مولانا درویش محمدؒ سے انہوں نے حضرت محمد زاہدؒ سے، انہوں نے حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے، اور انہوں نے حضرت یعقوب چرخیؒ سے اور انہوں نے شیخ المشائخ حضرت خواجہ بہاء الدین نقش بندؒ سے، انہوں نے بڑی خدمت کے بعد حضرت میر سید کلالؒ سے، انہوں نے حضرت خواجہ بابا سماسیؒ سے اور انہوں نے بڑی خدمت کے بعد حضرت خواجہ شاہ علی رامیتنیؒ المشہور بہ عزیزاں سے اور انہوں نے حضرت محمود انجیر فغنویؒ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ محمد عارف ریوگریؒ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ یعقوب یوسف ہمدانیؒ سے اور انہوں نے بڑی خدمت کے بعد حضرت شیخ ابو علی فارمدی طوسیؒ سے، اور انہوں نے حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانیؒ سے اور انہوں نے بڑی خدمت سے حضرت ابوالحسن خرقانیؒ سے اور انہوں نے بایزید بسطامیؒ سے اور انہوں نے حضرت جعفر صادقؓ سے اور انہوں نے حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ سے اور انہوں نے حضرت سلمان فارسیؓ سے اور انہوں نے حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیقؓ نیز حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے علمِ طریقت بلا واسطہ حاصل کیا۔

مکتوب : ۲

راہِ سلوک، نقش بندی طریقے سے طے کرنے کے متعلق لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جان لو کہ طریقت میں سلوک کی ابتدا لطیفۂ قلبی کے ذکرِ خفی سے ہوتی ہے اور یہ لطیفۂ قلبی بائیں پستان سے دو انگل نیچے ہے۔ اس لطیفہ میں اسم ذات کی تکرار کی جاتی ہے، اور لفظی صورت میں بھی پسندیدہ نام کو دل کے لوتھڑے میں داخل کیا جاتا ہے، لیکن اس طریقے سے کہ اس پسندیدہ نام کی تکرار میں صرف جامع کمالات کی ذات

کا یقین ہو۔ اس مقام پر اپنی استعداد کے مطابق سالک فنا اور بقا حاصل کرے گا اور جو شے ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ ذکر میں لذت اور جمعیتِ خاطر پیدا ہو اور محبت غلبہ پائے، اور اس کے بعد نفی و اثبات سے حبسِ دم فرماتے ہیں اور اس کا حاصل دنیا سے تعلق کی نفی ہے۔ اس سے ذکرِ قلبی کی طاقت بھی بہتر ہوتی ہے۔ اس ذکر کے بعد لطیفۂ روحی جسے ایک طرح سے دل ہی کہتے ہیں، کا مقام دائیں پستان کے دو انگل نیچے ہے۔ اس مقام پر تجلیات اور فنا کی کیفیت کچھ اور ہی ہوتی ہے کہ اگر ہاتھ آجائے تو پھر جمعیت خاطر اور لذتِ مطلوبہ حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد لطیفۂ سرّی کا ذکر سینہ میں، لطیفۂ خفی کا ذکر پیشانی میں، اور لطیفۂ اخفیٰ کا ذکر دماغ میں کرتے ہیں۔ سالک کو اس کی استعداد کے مطابق یہ تجلیات، فنا اور یہ مرتبے حاصل ہوتے ہیں اور ضروری ہے کہ یہ ذکر قلب اور روح میں کیے جائیں۔ جب یہ لطائف اللہ کے نام سے نور حاصل کرتے ہیں ان کو سیرِ لطائف کہتے ہیں۔ اس کے بعد جامعیت کے خیال سے اخفیٰ سے قدم تک وجود کے ہر ذرہ میں ذکر کرتے ہیں اور جب وجود کا ہر ذرہ ذکر کرنے لگ جائے، تو اس کو ذکرِ سلطان کہتے ہیں۔ کبھی کبھی ذکرِ سلطان اس طرح غلبہ کرتا ہے کہ جس پر نظر پڑے اور جو کچھ سنائی دے، اور جو کچھ چھونے اور چکھنے کے حواس سے متعلق ہو جائے، اس میں اللہ کا نام پایا جائے گا۔ اس کے بعد اگر سالک مستعد ہے اور اسے ہر لطیفہ کی تکرار یاد رہے، تو نام اس طرح تبدیل ہو جاتا ہے کہ ہر لطیفہ میں بلکہ اپنی پوری ذات میں وہ اللہ کا نام آواز کے مدوجزر کے ساتھ نورانی اور پُرصفا پاتا ہے۔ اس مقام پر یاد رہے، کلمۂ طیبہ کی نفی و اثبات کا ذکر بھی کرتے ہیں، لیکن ضرب اور حبسِ دم ہر بار اللہ کے نام کی مدّ کے ساتھ نفی و اثبات کی تکرار یادداشت کی طرح کرتے ہیں۔ چونکہ یہ مقام حرف اور آواز کے بغیر نام کے نورِ صفائی و حضوری کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ اس پر بدن کا ذکر ختم ہو جاتا ہے، لیکن روح کے ذکر کے سلسلے میں اس طریقہ کی خصوصیت

یہ ہے کہ سالک ان مقامات پر جذبات کی شدّت سے بے ہُودہ اور فضول باتوں کا مرتکب نہ ہو صرف شرعی عقیدہ کی پیروی سے عبادت میں مصرُوف رہے اور اگر اس مقام پردہ عجائبات کے ظہور کی وجہ سے بے خوفی سے مغلوب ہو جائے، تو اس تمام کو ولایتِ خاصّہ کا سایہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد اس ذکر کا آغاز ہوتا ہے، جو بدنی مراتب کے ضمن میں روح کے جوہر سے تعلق رکھتا ہے یہ وہ حضُوری ہے جو کسی لفظ، حرف، سمت، مقام، فوق اور تحت سے بے نیاز ہے جیسا کہ اس کی ذات کے شایاں ہے۔ اس کو حضُوریِ مسمّیٰ یادداشتِ مسمّیٰ، اور شہودِ مسمّیٰ کا نام دیتے ہیں۔ اس مقام پر اس طریقہ کی خصوصیت خالص پاکیزگی، بے کیف حضوری اور محض شہُود ہے اگرچہ دوسرے طریقوں میں یہ وحدت الوجود اور غیبیت بن جاتا ہے جیسا کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ اور دوسرے متاخرین کے کلام سے پتہ چلتا ہے۔ اس مقام پر سالک کی استعداد کے مطابق تصرّفات ظاہر ہوتے ہیں۔ اللہ کے سوا باقی سب سے قطعِ تعلق مقصود و مطلُوب ہوتا ہے۔ یہ مکمل استغراق و تنزیہ ہے، اور اللہ کی ذات و صفات میں فنا ہو جانے کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔ اس مرتبہ کے مالک کا مقصد جب تک تنزیہ اور شہود اور بقا کا حصُول ہے، اسے ولایتِ خاصّہ کہتے ہیں۔ اس ولایت کو بزرگوں کی اصطلاح میں ولایتِ صُغریٰ کہتے ہیں۔ جس وقت اللہ پاک کے فضل سے توجّہ جو خیال کے تصرّفات میں سے ہے، گُم ہو جانے اور نایافتگی کے درجہ پر پہنچ جائے، تو اسے ولایت اخص (انتہائی خصوصی) کہتے ہیں اور چونکہ ولایتِ اخص میں توجّہ معدوم نہیں ہوتی، بلکہ بے کیف ہونے کی وجہ سے خود گُم ہوتی ہے، اس لئے اس کا کیف نامعلوم ہوتا ہے۔ لہذا اس ولایت کو ولایتِ مجہُولہ کہتے ہیں اور سالک نے اپنی طاقت کے حساب سے جو فضل عام کی وجہ سے موجود ہوتی ہے، محنت و کوشش سے کام کو اس منزل پر پہنچایا ہوتا ہے۔ اس سے آگے فضلِ خاص کی ضرورت ہے تاکہ اس کے علم کے مرتبوں کے مطابق اس پر ضروری علم کا اظہار اور حقیقت انسانی کا انکشاف ہو تاکہ مخفی توجہ

سے اطلاع پاکر اس بلند مرتبہ پر فائز ہو اور حقیقی بے توجہی سے جس کا انحصار اللہ تعالےٰ کے علمِ حضوری اور حضوریِ علم پر ہے، مشرف ہو۔ اس وقت توجہ معدوم ہو جائے گی۔ اور توجہ کے بغیر اپنے آپ کو یقیناً کیفِ حقیقی کے بغیر حاضر جناب سبحانہ و تعالےٰ پائے گا۔ اس سے اُسے معلوم ہو گا کہ میری یہ حضوری مروجہ علوم کی وجہ سے نہیں، بلکہ حضوریِ علم کی بدولت ہے کہ تمام اشیا کا عالم، بے توجہی اور انسانی حقیقت کے مرتبے سے ہے۔ اگر اللہ سبحانہ و تعالےٰ مرشدِ کامل کی پوشیدہ برکت سے خود بخود عطا کر دے، تو یہ محض اس کا فضل ہے ورنہ مُرشد کی باطنی نظر کی تعلیم کی بدولت وہ ادنےٰ مقامات سے اعلےٰ مقامات تک عرُوج کرے گا اور اپنی انسانی حقیقت کو معلوم کر لے گا کہ اس شخص کا یہ پہلا مرتبہ نورِ اوّل کے ضمن میں بے حجابی سے، پہلے نُور یعنی نُورِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرنے سے ہے اور اس حضوری کے مرتبہ کے مالک اور حضوریِ علمی کو ولایت انبیاء کے کمالات سے بہرہ وری کہتے ہیں۔ اس مقام پر جس طرح سالک کو صفتِ علم کا اظہار حاصل ہو گا۔ اسی طرح وہ تمام ضروری صفات کے اظہار سے مُجمل یا مفصّل طور پر بہرہ یاب ہو جائے گا اور صرف بے توجہی کی بدولت خود کو اور غیر کو ذات وصفات کے اعتبار سے ذات واجب کے کمالات کے مظہر سے، جو مطلق اور بے کیف ہے، بغیر کسی تشبیہ کے شائبہ کے حاصل کر لے گا اور اس کی نظر اس ذاتِ بے کیف کے حضوریِ اظہار کے ذریعے سے غالب و کامیاب ہو گی اور چونکہ اس اعلےٰ مقام میں صفات کا حصول ہوتا ہے، اس لیے اگر خدا کے فضل سے معلوم ہو جائے کہ ذات اپنے ذاتی اوصاف کی محرم ہے اور اسی طرح دوسری صفات کے بارے میں بصیر وسمیع ہے اور یہ ذاتی اوصاف اس کے بقیں سے زیادہ ہیں، تو صرف بے توجہی کی بدولت تحقیق اظہار کی طرف پیش رفت کرے گا اور اپنی تمام ذاتی قابلیتوں کو اس کے حضور میں صرف کر کے نایافتگی کی حقیقت سے بہرہ ور ہو جائے

گا اور پھر اللہ کے علم کی بجائے اللہ پر ایمان لے کر حاضر ہوگا۔ اس وقت وہ نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص کمالات سے بہرہ یاب ہوگا اور ذاتِ جامع صفات کو پالے گا۔

میرے عزیز! ولایتِ انبیاء اور نبوتِ انبیاء کے کمالات تک پہنچنے کو آسان نہ سمجھا جائے۔ ان مقامات کی باریکی اور بلندی "نکات الاسرار" سے واضح ہوتی ہے اگر چاہو تو ان کی تفصیل وہاں دیکھ لو، یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

مکتوب : ۳

جو صاحب طریقۂ احسنیہ کی اصطلاح کے بموجب چھ لطائف کی تحقیق کے بارے میں مخدوم زادہ محمد عمر کے نام لکھا گیا وہ حضرت حاجی عبداللہ کرناٹی کے فرزندوں میں سے ہیں۔

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ نبیہ محمدٍ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

(تعریف اللہ کی، سلام اسی کے منتخب بندوں پر، بالخصوص اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی آل اور ان کے تمام صحابہ پر)

اللہ تعالےٰ تمہیں نیک راہ پر چلائے، جان لیجیے کہ نقش بندی مسلک میں طریقۂ احسنیہ کے مقصد قریب ترین ہے اور سالکوں کو اس کی تفصیل جاننا ضروری ہے مختصر طور پر اس کا کچھ حصہ چند سطروں میں لکھا جاتا ہے۔ جان لینا چاہیے کہ جب کوئی سچا طالب اللہ پاک کی توفیق سے اس طریقہ کے بزرگوں میں سے کسی ایک عزیز سے متوسل ہوتا ہے، تو وہ سب سے پہلے استخارہ سکھاتے ہیں اور استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد جب سونے کا وقت ہو جائے اور دنیا داری کی باتوں کی ضرورت نہ رہے، تو تازہ وضو کرلے اور ایک سو ایک بار "استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ" (میں ہر گناہ سے

اپنے رب کی پناہ مانگتا ہوں، اور توبہ کرتا ہوں) پوری صدق ر
نیت سے کہ تمام جسمانی اور روحانی کوتاہیوں سے جو مجھ سے سرزد ہو کے کمالات میں
نے توبہ کی، اور نئے سرے سے مسلمان ہوا ہوں۔ اس کے بعد اٹھ کر دو رکعت اور جب
استخارہ کی نیت کرے، یعنی کہ میں دو رکعت نماز استخارہ ادا کرتا ہوں، تاکہ حق
تعالےٰ مجھے اپنے رسُول کی متابعت میں اپنی رضا کے حصُول کے لیے محکم رکھے۔ پہلی
رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ آیت الکرسی ایک بار، اور دوسری رکعت میں سورۂ
فاتحہ کے ساتھ سورہ ''الکافرون'' ایک بار پڑھے۔ اپنے آپ پر پوری طرح خوف
خدا طاری کرے اور گریہ وزاری کرے۔ اور نماز ختم کرنے کے بعد ایک سو ایک بار
درُود شریف پڑھے، اس کے بعد ایک سو ایک بار کلمۂ تمجید پڑھے اور اس کے بعد
نہایت عجز و انکساری سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے۔ جب نیند کا غلبہ ہو، تو زمین پر سو جائے
اور اگر معذور ہے، تو پھر جس طرح چاہے سوئے۔ اس کے بعد جو کچھ خواب میں بشارت
ہو، مُرشد سے بیان کرے اور اگر پہلے روز بشارت نہ ہو، تو پھر تین روز تک اسی طرح
استخارہ کرے یا استخارہ کے بعد اپنے دل پر نگاہ دوڑائے کہ کیا استخارہ کے بعد اپنے
دل کو اُسی طرح اعتقاد میں مضبُوط پاتا ہے، جس طرح پہلے تھا۔ یہی بشارت ہے۔
پس مُرشد کو چاہیے کہ تنہائی میں اسم اللہ کے ذکر کی تعلیم دے۔ یہ اللہ کا اسم ذات ہے۔
اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی زبان کو تالُو سے لگائے، اور خیال کی نگاہ قلب صنوبری
پر ڈالے، اور آنکھیں بند کر لے اور قلب صنوبری کا مقام بائیں پستان سے دو اُنگل
نیچے ہے اور یقین رکھے کہ گوشت کے اس لوتھڑے میں لطیفۂ نورانی ودیعت کیا
گیا ہے۔ اسے دل کہتے ہیں۔ پس پوری طرح اس کی طرف توجہ کرے اور اس گوشت
کے لوتھڑے کے اندر سے اللہ جلّ شانہ، کا نام کہلوائے۔ اس طریقے سے کہ
اس نام کو غیرِ ذات نہ جانے، اور حتی المقدور اس حالت کو اُٹھتے بیٹھتے ہاتھ سے جانے

نہ دے۔اس کے بعد مُرشد کو چاہیے کہ خود اس کے قلب کی طرف توجہ کرے۔ اور اس توجہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ہمت اپنے مرید کے قلب کی طرف لگائے اور اپنے قلب کے منہ کو مرید کے قلب کے منہ پر تصور کرے، اس طرح کو درمیان میں کوئی اور خیال نہ آنے پائے۔ اور پورے خشوع و خضوع سے اللہ پاک کی جناب میں التجا کرے کہ ذکر کا نُور سالک کے دل میں قوت پیدا کرے، اور قلبی جذب کے ذریعے مرید کے قلب کے باطن کو اپنی طرف کھینچے۔ اور اسی طرح کم و بیش ایک ساعت (گھنٹہ) تک مرید کے حال کی طرف متوجہ رہے، اس طریقے کے اکابر کی ارواح پاک کو اپنے شاملِ حال جان کر اس تصرف کو ان کی طرف سے اس وقت یا اس کے بعد امداد جانے۔ اس کے بعد مُرید سے پُوچھے۔ اگر وہ اچھی طرح سمجھ گیا ہے اور اس نے آرام پالیا ہے، تو سورۂ فاتحہ پڑھے اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت لے، اور اسے خدا کے حوالے کرے اور اسے بتا دے کہ طریقۂ نقشبندیہ میں یہ طریقہ احسنہ خلیفۂ زماں حضرت سیدی شیخ آدم بنوریؒ کی طرف سے ہے۔ جب مرید اسم ذات کے ذکر میں لذت پانے لگے، تو اسے نفی و اثبات کے کلمہ کی تعلیم دے۔ جب نفی و اثبات کو مشہور طریقے سے اکیس (۲۱) بار تک پہنچا دے اور اپنے دل میں بے تعلقی کا اثر پانے لگے، تو حق تعالےٰ کا شکر ادا کرے۔ اس کے بعد لطیفۂ رُوحی کے ذکر کی تعلیم دے اور اس کا مقام دائیں پستاں سے دو اُنگل نیچے ہے، اور لطیفۂ رُوحی کو سفید، سفید کپاس کی طرح، تصور کر کے اسم ذات کا ذکر جس طرح کہ لطیفۂ قلبی میں لکھا گیا ہے پورے خشوع سے کرے اور ہر وقت اس سبق کو دہراتا رہے، حتیٰ کہ ذکرِ قلبی کی طرح اس میں بھی خاطر جمعی اور لذت حاصل کرے۔ لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالک کو ان دو لطیفوں میں تجلیات سے سابقہ پڑتا ہے۔ لیکن سالک کو چاہیے کہ حتی الامکان اپنے آپ کو ان تجلیوں سے مغلوب نہ ہونے دے، اور قلبی نظر میں اللہ تعالیٰ کے تنزیہ کو محکم کرلے، اس کے بعد لطیفۂ سرّی (خفیہ) کی تعلیم دے۔

یہ نہ سمجھے کہ یہ سفید یا سُرخ رنگ اس لطیفہ کا ذاتی رنگ ہے، بلکہ یہ اس کے کمالات میں سے ایک کمال ہے، جو عالمِ مثال میں سالک کی تسلی کے لیے ظاہر ہوتا ہے اور جب سالک نچلے مرتبہ پر تعلیم حاصل کر لیتا ہے تو اس لطیفہ کی شکل سالک کی پسندیدہ صورت میں بطور نیک فال کے ظاہر ہوتی ہے، تاکہ متفرق اُمور سے اس طرح سے جو اُس لطیفہ سے قربت رکھتا ہو تعلق پیدا کرے اور مختلف اندیشوں کی نفی ہو جائے اور اس مخصوص لطیفہ کا مقام سینے کے درمیان ہے، دونوں پستانوں کے درمیان، اور اسم ذات کا ذکر اس طریقے سے، جیسا کہ اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے، بار بار کرے اور اپنے آپ کو تمام اوقات میں اس ذکر میں لگائے رکھے، حتیٰ کہ خاطر جمعی اور لذت حاصل ہونے لگے۔ اس کے بعد اسی طرح لطیفۂ خفی کی تعلیم دے اور اس مخصوص لطیفہ کا مقام پیشانی میں ہے اور اس مقام پر مذکورہ طریقے سے اسم ذات کی تکرار کرے، اس لطیفہ کے حصول کے بعد لطیفۂ اخفیٰ کی تعلیم کرے اور اس لطیفہ کا مقام سالک کے سر کے اُوپر، تالو ـــــ میں ہے۔ مذکورہ بالا طریقے سے اسم ذات کی تکرار سے یہاں بھی لذت حاصل کرے۔ یہی بیان ہے، اس حدیث قدسی کا جس میں فرمایا گیا ہے "اِنَّ فِی جَسَدِ بَنِیْ آدَمَ مُضْغَۃٌ وَفِی الْمُضْغَۃِ قَلْبٌ وَفِی الْقَلْبِ فُؤَادٌ وَفِی الْفُؤَادِ سِرٌّ وَفِی السِّرِّ خَفِیٌّ وَفِی الْخَفِیِّ اَخْفٰی وَفِی اَخْفٰی اَنَا" (بنی آدم کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے۔ اس لوتھڑے میں ایک قلب ہے، اس قلب میں ایک فواد ہے، اس فواد میں سِر (راز) ہے، اس سِرّ (راز) میں ایک خفی ہے، اس خفی میں ایک اخفیٰ ہے اور اس اخفیٰ میں "میں ہوں"

میرے عزیز! بزرگوں کی اصطلاح میں اس سیر کو سیر لطائف کہتے ہیں اور جب بار بار کرنے سے یہ سیر ختم ہو جائے اور سالک اپنی استعداد کے مطابق مختصر یا مفصل طور پر اس سیر کو حاصل کرے، تو چاہیے کہ اُسے پھر لطیفۂ قلبی کی طرف لایا جائے۔ اور اسم کی یادداشت کی تعلیم دی جائے، کیونکہ اس سے پہلے تکرار اسمی ہی تھی اور اسم کی

یادداشت کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے نام کو قلب کے اندر سے، جو نورِ محض ہے اس طریقے سے کہے کہ تکرار کا ارادہ نہ کرے، بلکہ اللہ کے اسم کی مد کو لمبا کرے، اور ایک آواز کی طرح نکالے، اور اس ایک آواز کی اس طرح حفاظت کرے، کہ ٹوٹنے نہ پائے اور اگر ٹوٹ جائے، تو پھر نئے سرے سے شروع کر دے اور یاد داشت کی قوت کے لیے نفی و اثبات کے نام کو لمبی مد کے ساتھ، چاہے حبسِ دم کے ساتھ اور چاہے حبسِ دم کے بغیر، اختیار کیا جائے اور جب یہ نسبت اس طریقے سے قوت پکڑ لے کہ اپنے دل میں بلکہ تمام لطائف میں، بلکہ تمام بدن میں اس کے نورِ تمام کی بدولت اس آوازِ محض کو ایک جیسا پیدا کر لیں، تو ان لطائف کی بات، جو بدن اور الفاظ سے پیدا ہوتے ہیں، ختم ہو گئی۔ اب اُن لطائف کے بارے میں کوشش کرنی چاہیے، جو الفاظ کے بغیر ہیں۔ اب اسم کی یادداشت کے بعد مُسمّٰی کی یادداشت کی تعلیم دینی چاہیے۔ یعنی قلب کے مقامِ خاص کو نظر میں رکھ کر اس لطیفہ پر نظر ڈالنی چاہیے، جو ایک امرِ نورانی ہے اور جس کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔ محض ایمان سے حق سبحانہ و تعالیٰ کو بے پردہ حاضر یقین کرے، لیکن بے کیفی اور بے جہتی سے، اور تمام جہات کو نظر سے ہٹا دے اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ بے کیف و بے جہت حاضر ہے۔ چنانچہ اس علم کو کسی وقت بھی آنکھ اور سمجھ سے اوجھل نہ ہونے دے۔ اگر غفلت سرزد ہو جائے، تو پھر اسی طریقے سے حاضر کرے، حتیٰ کہ مشاہدۂ نور کو سر سے پاؤں تک گرفت میں لے لے اور اس میں پوری طرح محویت پیدا کر لے، یہاں تک کہ نورِ حق کے سوا اپنے یا اپنے علاوہ کسی اور کو نہ پائے۔ اس مقام پر اگر اشیاءِ شہود کے غلبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی معیت میں عین حق نظر آنے لگیں، تو اس طائفہ کی اصطلاح میں اسے توحیدِ وجودی کہتے ہیں اور اگر اشیا کو گم کر دے، تو ان اشیا کے پرے حق تعالیٰ کے جمال کا نظارہ کرے گا اور اشیا کو نظر سے ہٹا دینے کو توحیدِ شہودی کہتے ہیں اور جاننا

چاہیے کہ یہ دونوں مقامات اس ولایتِ خاصہ میں پیش آتے ہیں جو اولیائے امت کی ولایت کا حصہ ہے۔ اس سے پہلے سیرِ لطائف کی تجلیات وغیرہ سے اسم کی یادداشت تک جو پیش آتا ہے، وہ ولایت اولیا کے سایہ میں ہوتا ہے اگرچہ ولایتِ اولیائے اُس ولایت کے اہلِ ظلّ کی نسبت زیادہ کمال رکھتے ہیں۔ لیکن ابھی اُس مطلوب حقیقی کا حصُول جو اشیا کے پردے کے بغیر ہو، اس سے آگے ہے۔ اسے اس کی اُمید کرنی چاہیے۔ سالک کو چاہیے کہ ان تجلیات و مشاہدات کی لذت میں پھنس کر نہ رہ جائے، بلکہ مزید ترقی کا طلب گار رہے اس کے بعد اگر وہ پیرِ کامل بن جائے، تو ان غلبات کے گرداب سے محض توجہ ہی سے اپنے مرید کو باہر نکال لے گا اور اس کے ذہن کو ان تجلیات و مشاہدات اور توجہات سے خالی کر دے گا اور نایافتگی کی تعلیم دے گا اور نایافتگی کے سلوک کا طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ مرید کے ذہن میں حق کے ساتھ یا حق کے بغیر، خواہ وہ لطیف والطف ہی کیوں نہ ہو، قرار پائے اور تصور میں آئے، اُسے بالکل نکال کر خالی الذہن کر دے اور ہر وقت اس کی سابقہ توجہ کو زائل کرنے کی کوشش کرے۔ تاکہ اس کے باطن میں مطلوب و غیرِ مطلوب کی طرف کوئی توجہ پیدا نہ ہو، بلکہ اس کا مطلوب بے توجہی اور یقینِ صاف ہو جائے۔ یہاں تک کہ کچھ بھی معلوم نہ رہے۔ سوائے نورِ یقین کے۔ سالک جب تک اس معاملہ میں توجہات کے دُور کرنے میں لگا رہتا ہے، وہ ولایتِ اخص کے مرتبہ کا سالک ہوتا ہے اور جب نفی کی حاجت نہیں رہتی اور توجہات و تصورات کی آمد و رفت سے آئینۂ دل صاف ہو جائے، اور بے توجہی اور بے تکلفی حاصل ہو جائے، تو وہ ولایتِ اخص کے کمالات پا لیتا ہے۔ لیکن ابھی اس واصل کی توجہ اور تصور معدوم نہیں ہوا ہوتا، بلکہ مفقود ہوتا ہے، جیسا کہ اس سے پہلے مکتوب میں ذکر کیا گیا ہے اور یہ پاکیزہ ولایت چار مقرب فرشتوں کے سپرد ہے اور ان کی متابعت میں اولیائے اُمت کے نصیب میں بھی ہے بشرطیکہ

استعداد کی مناسبت پیدا ہو جائے۔ اور جاننا چاہیے، کہ اس ولایتِ خاصّہ کے مقام میں توحیدِ وجودی، اور توحیدِ شہودی کے مقامات ہیں۔ جن کا ذکر ہو چکا ہے توحیدِ وجودی لطیفۂ قلبی سے پیدا ہوتی ہے اور توحیدِ شہودی، لطیفۂ روحی سے ظاہر ہوتی ہے اور نایافتگی کی نسبت لطیفۂ سِرّی کا خاصّہ ہے اور اللہ ہی جانتا ہے کہ ہزاروں میں سے کِس کِس کو اس نعمت سے نوازا جاتا ہے۔ وہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے، دے۔ وہ بڑا ہی فضل کرنے والا ہے۔ جاننا چاہیے کہ نایافتگی کے مقام کے بعد یافت کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب سالک لطیفۂ سِرّی کو تجلیات سے خالی کر لیتا ہے، تو اس وقت اگرچہ مشاہدہ کا تجلّی ہی ہوتا ہے، تاہم وہ وصلِ حقیقی کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ اس حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتا، اس لیے وہ اربابِ جہل میں سے ہوتا ہے۔ اب اگر پہلے فضل کے بعد اللہ تعالےٰ مزید فضل کرے، تو وہ یک لخت ہی اپنے آپ کو عناصر و نُور کے مرتبہ سے بلند تر پاتا ہے اور اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نسبت کو پالینا حقیقت انسانی ہے اور یہ نُورِ اوّل کی قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے، اور نُورِ اوّل، نُورِ محمدی ہے صلی اللہ علیہ وسلّم۔ اس کو شہودِ اوّل بھی کہتے ہیں، یہ علم مُرشد کی تعلیم سے یا شاذ و نادر تعلیمِ غیبی سے علم ہو جاتا ہے کہ میرا مطلوب تک پہنچ جانا، جو ولایت خاص تھی، اپنے علم کی بدولت اور اپنے علم کی خصوصیات کی بدولت تھا۔ اس مدّت میں کہ مجھے اس نعمت سے نوازا گیا ہے اور اس نعمت کا حصُول اللہ تعالےٰ کے علم اور اس کے علم کی خصوصیات کی بدولت ہے اور اپنی خصوصیات کی وجہ سے میرا علم محض توقّف و معطّل ہے۔ میرا علم جو کچھ جانتا ہے، وہ اللہ تعالےٰ کے علم کی خصوصیات کی وجہ سے جانتا ہے۔ چنانچہ جب یہ بات سمجھ جائے، تو وہ ہر وقت اپنے ذاتی، صفاتی اور کمالاتی مرتبوں کو اللہ تعالےٰ کی ذات، صفات اور کمالات کا مظہر جانے، اور اس کے اظہار کے سوا اور

کچھ نہ پائے۔ کیونکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ جس نے چکھا نہیں اس نے جانا نہیں۔
چونکہ ولایت کے ہر درجے کی ابتدا، وسط اور انتہا ہوتی ہے اس لیے اس مرتبہ کی ابتدا میں آخری غلبہ جسے ولایتِ انبیاء (ان سب پر درود و سلام) کہتے ہیں، باطن کی تنہائی کی کوششِ محض ہے، جو حقیقت کی حیثیت سے حق کے پانے یا نہ پانے کی وجہ سے ہے اور اس مرتبہ کے وسط میں تنہائی میسر ہوتی ہے اور تنہائی کی حقیقت کو پالینا اس امر کی اطلاع ہے کہ اپنی صفات، اور اللہ تعالےٰ کی صفات کو سمجھ لیا گیا ہے۔ اس مرتبہ پر اگرچہ وہ جانتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی بدولت ہی جانتا ہے اسی کی بینائی سے بینا اور اسی کی قدرت سے قادر ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ابھی تک اللہ تعالےٰ کی ذات سے اس کی صفات کی نسبت کی حقیقت اس عارف پر کما حقہٗ پوری طرح ظاہر نہیں ہوئی ہوتی چنانچہ جب وہ یہ جان لے گا کہ اللہ تعالےٰ کی صفات اس کی ذات سے زائد نہیں اور یہ کہ عالم کو علم کی وجہ سے عالم اور بینا کو بینائی کی وجہ سے بینا وغیرہ، کہا جا سکتا ہے، بلکہ ذات خود جاننے والی (علیم) ہے اور علم ذات کی ذاتی قابلیت ہے، اور ذات اپنی ذات سے بینا ہے، اور بینائی اس کی ذاتی قابلیت ہے اور اسی طرح وہ تمام صفات ہی غیبت اور غریبت کے اطلاق کے بغیر ہے۔ چنانچہ دنیا حق ہے اور اللہ پاک کے حکم سے خود بخود ہے اور عارف کے لیے یہ سوائے اللہ کی ذات، صفات اور کمالات کے مکمل اظہار کے اور کچھ نہیں اور اس وقت وہ بجز یقیں، اس مرتبہ کی نہایت پر فائز ہوگا۔ لیکن کسی شخص کو اس مرتبہ پر مُجمل یا مُفصّل طریقے سے نوازا جائے گا یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے دے۔
اے بھائی! جتنی تنہائی کی نسبت زیادہ ہوگی۔ اس دائرہ ولایت میں دخل اتنا ہی زیادہ ہوگا اور انبیا کی نبوّت کے کمالات کے بارے میں کیا کہا جائے کہ اس مرتبہ کی حقیقت، کہنے اور لکھنے سے ماورا ہے۔ لیکن اتنا کہے دیتا ہوں کہ اگرچہ انبیا کی ولایت

اور ان کی نبوّت دونوں اصلیت کے دائرہ کے اندر، اور ظلیت (سایہ) سے پاک ہیں، لیکن اتنا ضرور ہے کہ ولایت میں اللہ تعالےٰ کی صفات کی حقیقت سے وصل ہوتا ہے اور یہ ہر ایک کی استعداد کے درجات کے مطابق ہے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا (یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی۔ اور ہم یہ ہدایت نہ پاتے اگر ہمیں اللہ ہدایت نہ دیتا، اور ہمارے رب کے رسول نہ آتے)

مکتوب : ۴

برادرانِ دین کے نام اللہ تعالےٰ کی حدیثِ قدسی کی تحقیق کے بارے میں لکھا گیا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد برادرانِ دین مطالعہ فرمائیں کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ "اِنَّ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ آدَمَ مُضْغَةً وَفِی الْمُضْغَةِ قَلْبٌ وَفِی الْقَلْبِ فُؤَادٌ وَفِی الْفُؤَادِ سِرٌّ وَفِی السِّرِّ خَفِیٌّ وَفِی الْخَفِیِّ اَخْفٰی وَالْاَخْفٰی اَنَا" : (بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اس لوتھڑے میں ایک قلب ہے اور اس قلب میں ایک فواد ہے اور اس فواد میں ایک سِر (راز) ہے اور اس سِر میں ایک خفی ہے اور اس خفی میں ایک اخفیٰ ہے اور وہ اخفیٰ میں ہوں) چنانچہ سمجھنا اور جاننا چاہیے کہ بزرگ صوفیہ کی اصطلاح میں ان لطائف خمسہ کے علاوہ لطیفۂ نفس کو بھی شاملِ سلوک کیا گیا ہے اور سب سے زیادہ ضروری مطلب اس لطیفہ کو سنوارنا ہے۔ اس کی اہمیت کے باوجود اس حدیث قدسی میں اس کا ذکر یا تو اس کی ابتدائی کمینگی اور بخیلی کی وجہ سے نہیں آیا۔ یا پھر تمام لطائف کو احاطہ اور شامل کرنے کی بنا پر آخر میں ہوگا۔ یا پھر کسی اور وجہ سے ہوگا۔ الغرض ہر

لطیفہ کے ظہور کے لیے جسم کے اندر مخصوص جگہ ہے جو اپنی مخفی قابلیتوں کی نسبت سے ظہور میں آتا ہے اور اس ظہور کو ظہور ظلی کہتے ہیں اور ایک ظہور مکان کے تعین کے بغیر بدن کے اندر نفس اور ذات کے ظہور سے واقع ہوتا ہے۔ اس ظہور کو ظہور اصلی جانتے ہیں اور سمجھ لینا چاہیے کہ لطیفۂ قلبی کے ظہور کا مقام صنوبری لوتھڑا ہے جو بائیں پستان کے قریباً دو انگل نیچے ہے اور یہ مرتبہ ولایت خاصہ کی ابتدا کا ہے۔ اس مقام پر ولایت خاصہ سالک کی شروع کی مشغولیت لفظ ''اللہ'' کے ذکر سے ہوتی ہے اور ذکر کی صفائی اس وقت ہوتی ہے، جب یہ صنوبری لوتھڑا سوائے اللہ کے نام کے نقش کے، تمام دوسرے نقوش سے پاک ہو جائے اور اس صفائی کی علامت آئینۂ خیال میں سرخ رنگ کے لطیفہ کی نمود ہے اور لطیفۂ روحی کے ظہور کا مقام جس کو حدیث میں ''فواد'' کے نام سے پکارا گیا ہے، دائیں پستان کے نیچے قبل ازیں ذکر کردہ فاصلے پر ہے۔ اور لطیفۂ سری کے ظہور کا مقام سینے کے درمیان ہے اور لطیفہ خفی کے ظہور کا مقام پیشانی میں اور لطیفہ اخفیٰ کے ظہور کا مقام دماغ میں ہے۔ یہ تحقیق حضرت شیخ المشائخ حضرت پیر دستگیر آدم بنوریؒ کی ہے۔ اگرچہ بعض عزیز اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں لیکن یہ اختلاف کشفی ہے اور اس لطیفہ کے سالک کی ابتدا بھی اسم اللہ کے ذکر سے ہوتی ہے اور لطیفۂ روح کی نمود سفید رنگ سے شروع ہوتی ہے۔ لطیفۂ سری کی نمود سبز رنگ میں، لطیفۂ نفس کی نمود زرد رنگ میں، لطیفۂ خفی کی نمود زیادہ سیاہ رنگ میں ہوتی ہے اور یہ بلند ذکر ہر ایک کو اس کی استعداد کے مطابق اپنی الہی تجلیات سے نوازتا ہے جن کی کوئی انتہا نہیں۔ اس مقام پر سالک کی رسائی ظلی مظاہر کے ان لطائف کی مخفی صلاحیتوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ جن کا کوئی ظہور نہیں ہوتا سوائے نوع بنوع تجلیات کے۔ اس وصل کو وصل ظلی کہتے ہیں جب سالک کی استعداد اسے اس مرتبہ سے آگے ترقی کے لائق بنا دے، تو کسی قسم

کے لفظ و حرف کے تکلّف کے بغیر وہ باطنی نظر سے ذات پاک کو دیکھنے والا اور اس کی طرف متوجّہ ہو جاتا ہے اس احسنیہ نقشبندیہ طریقہ کی خوبی دیکھئے کہ اکثر دوسرے طریقوں میں سالک کو اس توجّہ کی تعلیم تشبیہات کے انداز میں دی جاتی ہے، حتیٰ کہ بعض ساری ساری عمر انہی تشبیہات میں گزار دیتے ہیں، سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ اپنی خاص رحمت نازل کرے، بلکہ وہ وصلِ تشبیہی کو کئی مراتب تک رسائی سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تجلّی ذات سے نہیں، بلکہ متجلّی لہٗ کی صورت کے سوا قائم نہیں ہوتی اور جس پر تجلّی کی جائے اس کی مثال بھی آئینہ کی طرح ہے کہ وہ اس میں اپنی ہی صورت دیکھتا ہے اور ذاتِ حق کو نہیں دیکھتا اور ذاتِ حق کو دیکھنا ناممکن ہے۔ پس وہ یہ توقع نہ کرے کہ اس تجلّیِ ذاتی سے آگے کے مدارج کی طرف ترقی ہو سکتی ہے۔ گویا اُسے جوہرِ نفیس کی طلب سے منع کر کے خزف ریزوں پر قناعت کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔

ہمارے بزرگوں نے اس سلسلے میں ان لوگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ ہم بھٹکے ہوئے اگر ترقّی کی طلب نہ کریں اور انہی خزف ریزوں پر قناعت کریں، تو پھر کام کیا کیا؟ ہر کوئی اپنا اپنا طریقہ اختیار کرتا ہے چنانچہ طریقہ نقشبندیہ کے بزرگ مذکورہ سلوک کے شروع میں تنزیہ محض بے کیفی اور بے جہتی کی طرف توجہ کا حکم فرماتے ہیں۔ اس جگہ پر حضرت خواجہ بزرگ نقشبند کی بات کو مطلب سمجھ لینا چاہیے کہ ہم فضل حاصل کرنے والوں نے نہایت کو ابتداءمیں درج کیا ہے۔ ہمارے راستے میں "فتوح" بہت اور "مشکلات" کم ہیں۔ دوسرے لوگ "مشقتِ کم" کے معنی اور "فتوحِ بسیار" کا مطلب کسی اور طرح سمجھتے ہیں۔ لیکن اس فقیرِ حقیر کے نزدیک اگرچہ اس طریقہ میں مشکلات زیادہ سے زیادہ ہیں، لیکن ان فتوحِ عالی کے مقابلے میں جو تنزیہ کی ابتداءمیں اُسے حاصل ہوتی ہیں، کم ہیں اور اپنے دامن کو تشبیہ کی گرد سے آلودہ نہیں کرنا چاہیئے اگر مجھے ہزار برس کی عمر بھی مل جائے اور ایک لمحہ بھی آرام نہ کروں اور شدید ریاضت

کردں، تو بھی یہ ساری مشقت ایک جَو کے برابر قیمت نہیں رکھتی اور تشبیہ کے سالک، مقصودِ حقیقی سے بہت ہی دُور ہیں، کیونکہ وہاں تک تشبیہ کی پونہچ ہی نہیں، اور مراتبِ تشبیہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے وہ مقصودِ اصلی سے واقف ہی نہیں۔ اگر مشقّت کم کریں گے اور اس کے عوض میں مقصودِ اصلی کو نہیں پائیں گے تو اُن کے لیے مشقّت زیادہ سے زیادہ ہے۔ میں مختصر طور پر کہتا ہوں کہ جب لفظ آواز اور جہت کے لباس کے بغیر اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف توجّہ کی جائے، تو اس طریقہ پر چلنے والے کو بے اختیار توحیدِ وجُودی مل جاتی ہے۔ یعنی جلال کے انوار اور جمال کے نُور کے غلبہ سے ہر وجود مضمحل ہو جاتا ہے اور آنکھوں کے سامنے اشیا، انوارِ ظلّی کے لباس سے مشہُود ہوتی ہیں اور یہ شہُود جلال و جمال کا ہوتا ہے اور چونکہ اشیا اسے وجود کی نسبت ظلّ (سایہ) کی سی ہوتی ہے، اس لیے یہ درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور اس کو ظلّ کے لباس سے ظاہر کرتے ہیں اور یہ قلبی نظر کے ذریعے لطیفۂ قلبی کے نفس کی نمُود ہوگی اور چونکہ رُوح کو ہر وجود کے ذرّہ ذرّہ سے، اور ہر روح سے، جو ہے، ایک تعلقِ اتصال ہے، جو الگ نہیں کیا جا سکتا، اس لیے اس وقت انہی انوارِ روحی کی بدولت یہ محبوب ظاہر و بے حجاب ہوگا۔ اگرچہ یہ بے حجابی بے شمار ذرائع سے جمال و جلال کے انوار سے حاصل ہوتی ہے اور اسی وجہ سے یہ دائرۂ ولایت میں داخل ہے، لیکن دوئی کا پردہ پڑا ہوتا ہے اور سالک بے حجابی کی نعمت سے مفلس و محروم ہوتا ہے اگر بے حجابی ہوتی ہے، تو انوارِ روحی سے، کیونکہ وہ انوار جسم کے اجزا سے متصل ہونے کی بدولت "گویا کہ وہی" ہو گئے ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو ایک جزو کی خاطر ظاہر کرتے ہیں۔ اگرچہ پہلا وصل الفاظ کے وسیلے سے اور دوسرا وصل الفاظ کے وسیلے کے بغیر ہے، دونوں وصل پوشیدہ ہیں۔ لیکن اس دوران میں سالک تاریکی کے سایہ کے ایک درجے کو چھوڑ کر نُورانی لباس میں پہنچ گیا اور ترقی کا رُخ

کر لیا۔ کیونکہ شروع میں وہ ناظرِ مضغہ تھا جس کے پاس خیال کی نظر تھی اور اس کا مقصود انوارِ قلبی تھا اور اب وہ ناظرِ قلب ہے اور اس کا مقصود انوارِ روحی ہے اور جب انوارِ قلبی، جسم کی ظلمات سے رنگے جاتے ہیں اور اس رنگے جانے سے انوارِ روحی دور ہوتے ہیں، اس لیے دونوں وصلوں کے درمیان ایک واضح فرق نمایاں ہوتا ہے۔ اس جگہ "لوتھڑے میں قلب اور قلب میں فواد" کا مطلب سمجھ لینا چاہیے کہ وہ سالک کی ترقی کی خبر دینے والا ہے اور ان کمالات کا حصول ولایتِ خاصّہ میں ہے۔ اگر کسی شک اور عیب کے بغیر اللہ تعالےٰ کا فضل سالک کے شاملِ حال ہو اور اسے توحیدِ وجودی سے توحیدِ شہودی کی طرف لے جائے، یعنی اشیا کو دیکھے بغیر دیکھنے والا اور مشاہدہ کرنے والا بنا دیں اور انوارِ ذاتیہ کی طرف متوجہ کر دیں، تو وہ اس مقام پر لطیفۂ روحی کی طرف متوجہ ہوگا اور لطیفۂ سرّی کے انوار اس کی طرف متوجہ ہوں گے "اور فی الفواد سرّ" (فواد یعنی دل میں راز) کے معنی یہی ہو سکتے ہیں اور روحی اور سرّی نورانیت کا باہمی فرق یہ ہے کہ اگرچہ روح قالب کی ظلمات میں رنگی ہوئی ہے لیکن انوارِ قلبی کی برزخی کیفیت کی بدولت جنھوں نے رنگ کے بوجھ کی امانت کو اپنے لیے نور بخز بز کیا ہے، یہ رنگ روح پر نہیں چڑھایا گیا۔ اس لیے وہ بالکل پاک اور صاف ہے۔ لیکن برزخ کی مناسبت کی وجہ سے اپنے بلند مرتبہ سے فرق اور دوری رکھتی ہے، خواہ وہ مجہول الکیف ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ یہ وصل بھی پوشیدہ وصل کے دائرے میں داخل ہے لیکن اس سے پہلے جن دو مرتبوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کا لباس ظلمت اور جسم کا تھا اس مرتبہ نے وہ کچھ دیکھا۔ جو اس نے دیکھا میرے عزیز! گزشتہ دونوں مرتبے اس ولایت کے سائے ہیں اور اس مرتبہ کو حضرت بنوریؒ کی اصطلاح میں ولایتِ خاصّہ کہتے ہیں۔ دوسرے محقّق اسے ولایتِ صُغریٰ کہتے ہیں اور اکثر بزرگ صوفیہ نے اس مرتبہ پر قیام کیا ہے۔ کیا خبر کس کو یہ اعزاز دیا گیا ہو؟ اس کے

بعد اگر لباس کی دلیل سے بے حجابی کی طرف لے جایا جائے تو وہ صاف صاف صاحبِ وصل اور منتخب ہوگا۔ یہ دونوں مرتبے ایسے ہیں کہ اگر عین حالتِ شہود میں اس سے پرے کی طرف مائل ہو تو مطلوب ہے۔ منتخب شخص میں ایک جذبہ ہوتا ہے۔ یعنی اس شخص کا پالنے والا اسم الہادی ہوتا ہے جو دلیل کے اسم کی تربیت کا امتزاج رکھتا ہے۔ اس مقام پر لطیفۂ سِرّی ناظر ہے اور لطیفہ خفی منظور اور سرِ خفی کو اسی تحقیق سے سمجھنا چاہیے۔ منتخب شخص امتزاج سے پاک اور خالص ہو گیا ہوتا ہے اگرچہ ابھی اس کا انتخاب ظِلّی ہوتا ہے۔ اس وقت رائے قابلیت خفی ہوتی ہے اور جو ظاہر و نورانی ہوتی ہے وہ اخفیٰ ہوتی ہے اور یہیں سے خفی میں اخفیٰ (فی الخفی اخفیٰ) ظاہر ہوتا ہے اور اس ولایت کو ہمارے حضرت جی کے ہاں ولایتِ اخص (خاص الخاص) کہتے ہیں اور دوسرے اکابر اسے ولایتِ عُلیا کہتے ہیں نیز اس مقام پر توجہ اور توجہ کرنے والا، جس کی طرف توجہ کی جائے، اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے چنانچہ اگرچہ اس مقام کا پانے والا حجّت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ کیونکہ "اخفیٰ" اور "انا" کے درمیان کوئی واسطہ نہیں رہتا، جو حجاب بن سکے لیکن ذاتِ پاک کے ساتھ لطیفہ اخفیٰ کا تعلق ہونے کی وجہ سے اس سے مراد "انا" ہے اور چونکہ سالک کا مقصود نُورِ اخفیٰ ہوتا ہے اور اگرچہ وہ ذات پاک سے بے حجابی کا تعلق رکھتا ہے، اس لئے سالک کی توجہ ابھی باقی رہتی ہے خواہ وہ توجّہ بے کیف اور معدوم ہی کیوں نہ ہو۔ اس مقام پر نفسِ معلوم کی بدولت معلوم شدہ کیفیت، غیر معلوم بن جاتی ہے۔ اور اس حیثیت کو حیثیت مجہولہ کہتے ہیں، کیونکہ اس کا حامل حقیقتِ مطلوبہ سے بے خبر ہوتا ہے اور یہ بے خبری سابقہ علم کی نسبت ہزاروں درجے ترقی پر ہوتی ہے۔ اگر اس کے بعد فصل ہو جائے، تو پھر ناظر، اخفیٰ ہوتا ہے اور منظور، ذات الٰہی ہوتی ہے چنانچہ فی الاخفیٰ اسی معنی کی خبر دیتا ہے۔ اس مقام پر توجہ کی بُو نہیں رہتی۔ اور یہ دونوں مقامات

ایسے ہیں کہ اگر توجہ کی بجائے علم اللہ مل جائے، تو وہ انبیاء کی ولایت کے کمالات کا مالک بن جائے اور اگر "علم اللہ" کی بجائے "ایمان باللہ" مل جائے تو وہ انبیا کی نبوت کے اصل کمالات کا مالک بن جائے اور یہ قسمت کی بات ہے کہ کس کو مل جائے آخری دو مرتبوں کا ذکر ہم نے اشارتاً کیا ہے، ان تک پہنچنے والا سمجھ جائے گا۔ مقلد کے لیے یہی چند حرف کافی ہیں۔ السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم (تم پر سلام اور تمہارے ہم نشینوں پر بھی سلام)

مکتوب : ۵

سید عبدالرشید جہاں آبادیؒ کے خط کے جواب میں۔

شروع خدا کے نام پر جس کا کوئی شریک نہیں، جس کی صفات میں کوئی تنازع یا اختلاف نہیں اور جس کی کوئی صفت اس کی کسی دوسری صفت کے مخالف نہیں سب تعریف اسی کو سزاوار ہے جس نے اپنے فضل سے عبدالرشید کو الواح مکتوبات کے حالات سے معانی اور اشارات کی خبر دینے والا بنایا۔ ہم بھی ان کی متابعت میں اس امر کی تفصیل بیان کرتے ہیں، جو بہت ہی اہم ہے اور اپنی بات کرنے سے پہلے طوالت سے بچ کر اللہ پاک کی مختصر طور پر حمد کرتے ہیں، جس کی صفات کی کوئی ضد نہیں اور جس کی کوئی صفت ایک دوسری کی ضد نہیں۔ اگرچہ اس کی صفات میں جلال بھی ہے اور جمال بھی، لیکن ان صفات میں کوئی تضاد نہیں، کیونکہ یہ دونوں صفات نقصان کا تقاضا کرتی ہیں، لیکن وہاں کوئی نقصان نہیں حمد وصلوٰۃ اور دعوات وتسلیمات کے بعد مکرمی ومشفقی کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کے نوازش نامے کے وصول ہونے سے فقیر پُرتقصیر عبدالنبیؒ سرفراز ہوگیا اور جو کچھ آپ کے مہربان قلم نے معانی واشارات کی صورت میں لکھا تھا، اس کے مطالعہ سے شرح صدر حاصل ہوئی۔ اللہ کا شکر اور احسان ہے کہ آپ نے نصائح اور ہدایا سے اس عاجز کی رہنمائی کی۔ اس کا شکر یہ کس طرح بیان کروں کہ قلم ایسا کرنے سے

قاصر ہے۔ آپ کے گرامی نامہ کو حور و قصور سے معمور جنت الفردوس کی طرح پایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس مرتبہ کی تربیت عطا کرے اور تنومند کر کے ایسی الفت پیدا کرے کہ حور و قصور سے صرف نظر کر کے ہماری توجہ اس جنت کی طرف مبذول کرائے، جس میں حور و قصور نہیں اور جس میں اللہ تعالیٰ اپنی تجلی سے ہنستے نظر آتے ہیں جیسا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اللہ کے پاس ایک جنت ہے جس میں کوئی حور نہیں، کوئی قصر و محل نہیں، اللہ تعالیٰ اپنی تجلی کے ساتھ ہنستے ہیں۔ اس ہنسنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہنسنا خطا ہے۔ جب پہلے مقام پر حور و قصور کا ذکر ہوا تو اس میں وصل پوشیدہ ہے اور استعدادِ عالی کو اس سے تسلی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ حجاب بے در حجاب محبوب سے الگ ہوتا ہے اور خدا سے پوری اُمید ہے کہ وہ اس مرحلہ سے گزار کر بے پردہ توجہ کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پرے سے پرے، بلکہ اور پرے سے پرے ہے اور اس وصل کو وصلِ عُریاں کہتے ہیں اور اس مقام پر اگرچہ بیرونی غلبہ ختم ہو جاتا ہے، لیکن وہ توجہ جو آخری حجاب ہوتی ہے، باقی رہتی ہے اور یہ تربیت دونوں مقامات پر اسمِ دلیل کے ظہور کے وصل سے ہوتی ہے اور اس کا پھل علمِ لدنی، خدادادِ علم، کا سایہ ہے اور یہاں مدد کرنے والا جذبہ ہے۔ اس لیے ہر اہلِ صفا پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے اُمید رکھے کہ وہ اپنے اسم 'ہادی' کے ظہور کے طفیل ہمارے باطن میں علم لدنی کے سایہ کی بجائے علم لدنی اصلی ظاہر کر دے تاکہ اس کی بدولت توجہ منقطع ہو جائے۔ بس جان لیجیے کہ وصل جسے وصلِ تلبیس (پردہ دار) کہا جاتا ہے وہ ولایت کی ابتدا میں ہوتا ہے، اور اس ولایت کے وسط کو بعض کے نزدیک ولایتِ صُغریٰ اور بعض کے نزدیک ولایتِ اولیا کہتے ہیں اور وہ وصل جس کو ہم نے وصلِ عُریاں لکھا ہے وہ اس ولایت کے آخر میں ہوتا ہے اور شروع میں توحید وجودی حاصل ہوتی ہے اور بعد میں توحیدِ شہودی اور وہ وصل ظلی اور تصرفِ خیال کی انتہا ہے۔ اور اس کے بعد وصلِ ظلی کا کوئی دخل نہیں رہتا بلکہ ان

دونوں مرتبوں کے بعد وصل منقطع ہو جاتا ہے اور فصل ظاہر ہو جاتا ہے اور اس ولایت کو ولایتِ اخص اور ولایتِ ملاءِ اعلیٰ اور بعض مشائخ کے نزدیک ولایت العلیا کہا جاتا ہے اور اس سے توجہ کٹ جاتی ہے لیکن معدوم نہیں ہوتی، بلکہ وجود اور عدم کے درمیان مشتبہ رہتی ہے ترقی کرنے والے بندے پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس اشتباہ کے دور کرنے کی دعا کرے۔ یہ حالت توجہ کے معدوم ہونے پر موقوف ہے یہ کیفیت اصلی علمِ لدنی کے ظہور سے پائی جاتی ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کے فیضِ عام سے ہے جو ازلی اور قدیمی صفات سے متصف ہے، جس کی ذات وصفات سے کوئی مطلع نہیں ہوتا سوائے اس کے، جسے اللہ تعالےٰ اصلی علمِ لدنی سے سرفراز فرمائے اور اس وصل میں حجاب کا کوئی تتمہ اور کوئی فاصلہ نہیں ہوتا اور اس میں ان روشن اور حقیقی اشیاء کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا اور کوئی شے خفیہ نہیں ہوتی۔ اور یہ جان لینا چاہیے کہ یہ آخری بلند مرتبہ خلو المتخیلہ اور تخلیص السری کہلاتا ہے۔ اس میں کوئی حجاب، فاصلہ، نسبت اور اشارہ بطرفِ مطلوب نہیں رہتا۔ اس کے تین مرتبے ہیں۔ اس کی ابتدا کو علمِ حضوری کا مرتبہ، اس کے وسط کو حضورِ علم کا مرتبہ، اور اس کی انتہا کو حضور در حضور کا مرتبہ کہتے ہیں اور اس مرتبہ سے اہلِ قبور بھی واقف نہیں۔ حالانکہ وہ حور و قصور کی نعمتوں سے فیض یاب ہو رہے ہوتے ہیں اور ان تینوں مرتبوں کی تحقیق نہایت مشکل اور پیچ در پیچ ہے۔ اس کی تشریح کاغذ کے صفحہ پر نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اسی مختصر پر اکتفا کیجئے، اس ولایت کو انبیائے بزرگ کی ولایت کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ ولایت کبریٰ ہے۔

اس مرتبہ کے بعد انبیائے کرام کی نبوت ہے اور ان دونوں مرتبوں کے درمیان کوئی فرق نہیں، سوائے تفصیل اور اجمال کے۔ کیونکہ پہلے وصلِ اصلی وعلمی میں حقیقتِ قدیم کی صفات کا تفصیل سے ذکر ہوتا ہے اور دوسرے وصل میں ایقانِ اصلی اور ایمانِ قلبی کی طرف علم کا عروج ہوتا ہے اور یہ تمام کمالات سے مزین ذات سے وصل ہے اور یہ

اجمال ہے جو ایک بحرِ عظیم ہے، جس کی بے شمار تفصیلات ہیں اِس اجمال و تفصیل کو اُس اجمال و تفصیل پر قیاس نہیں کرنا چاہیے جو نچلے مرتبوں میں پائے جاتے ہیں، کیونکہ ان میں تشبیہات، حجابات، تلبیس اور غلطیاں بھی ہیں۔ یہ دونوں مرتبے۔ یعنی ولایتِ انبیا اور ان کی نبوت، انہی تک مخصوص ہے، اللہ تعالےٰ نے یہ مقرر کر دیا ہے کہ ان کے بعض کمالات ان کے بعض اولیا پر، پیروی اور متابعت کی بدولت مکمّل اور حقیقی طور پر، محض تشبیہ اور سایے کے طور پر نہیں، ظاہر کیے جائیں اور یہ اللہ کا فضلِ عظیم ہے، جسے چاہے اسے دیتا ہے۔ یہ خوش بختی کی بات ہے۔ دیکھیں کس تک پہنچتی ہے۔ ان دونوں بلند مرتبوں میں خیال و جذبہ کی بُو تک نہیں ہوتی۔ بلکہ ان میں توجّہ، اللہ تعالےٰ کی طرف سے پسندیدگی اور برگزیدگی ہے۔

مکتوب : ۶

یہ مکتوب اُس حدیثِ قدسی کی تحقیق میں ہے، جس میں فرمایا گیا ہے کہ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں، چنانچہ میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ پہچانا جاؤں۔"

اللہ تعالےٰ اپنی تمام صفات شانوں اور اُن کے تقاضوں کے مطابق واحد حقیقی ہے اور عین وحدت و توحید میں اس کی تمام صفات، شانیں، اور ان کے تقاضے مجمل و مفصّل اسی کو معلوم اور محقّق ہیں اور اُن کے ظہور کے مختلف مراتب میں پابند ہونے کے بارے میں وہ مکمل طور پر بے نیاز ہے جیسا کہ میرے ایک عزیز نے کہا ہے ؎

ہر شان و صفت کہ ہستیِ حق دارد | در خود ہمہ معلوم و محقق دارد

(اللہ تعالےٰ کی ذات جو شان و صفت رکھتی ہے، اسے اپنے طور پر پوری طرح معلوم ہے)۔

وہ پابندیوں کے بارے میں آپ اپنا محتاج ہے اور ان کے دیکھنے سے بالکل بے نیاز ہے۔ چنانچہ کتابوں میں یہ جو خزانۂ پوشیدہ کا ذکر ہے، تو یہ پوشیدگی دراصل پوشیدگی عرفی نہیں ہے۔ بلکہ اپنی کمال ذاتی اور صفاتی بے نیازی کے باوجود اسے اپنی صفات اور ان کے تقاضوں کا ظہور پسند آیا، جیسا کہ اس نے فرمایا "میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں" اور چونکہ وحدتِ حقیقی کا مرتبہ، صفات و ملزومات کے تمام مراتب کا جامع ہے، اس لیے وہ غیبِ حقیقی کے مرتبے میں اپنی جامعیت کے ساتھ ظاہر ہے، اور اس کی محبت کے تقاضے سے اس کی تمام صفات و ملزومات کے ظہور کا مرتبہ ایسا ہے کہ اسے "غیب الغیب" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ پہلے اجمالی طور پر شہود کے مرتبے پر اور دوسرے تفصیلی طور پر، کہ کہا "پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ جانا جاؤں" چنانچہ اپنی حکمتِ کاملہ سے اس "غیب الغیب" کے جامع مرتبے کو شہود کی جامعیت سے ظاہر کیا۔ چونکہ وحدتِ حقیقی اپنی تمام ذاتی صفات کے ساتھ ازل سے ظاہر اور شہود کی قید سے پاک ہے، اسلئے عینِ شہود کے عالم میں بھی ظاہر و حادث ہونے کی قید سے آزاد ہے۔ یہ صرف کہنے کے لیے ہے، جیسا کہ فرمایا "صرف اللہ تھا اس کے ساتھ اور کوئی شے نہیں تھی اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے، جیسا کہ پہلے تھا" جس طرح وہ پہلے کسی قید کے بغیر ظاہر تھا، اسی طرح وہ اب بھی اپنے ظہور سے ظاہر ہے۔ کوئی حلول، کوئی اتصال، کوئی قید اور کوئی فصل نہیں۔ اور صاحبِ بصیرت اپنی آنکھوں سے مطلق غیب کو اسی طرح دیکھ سکتا ہے، جس طرح دنیا کے ظہور کے بعد، اور اس کے سامنے کوئی پردہ نہیں، اس پہلے دیکھنے کے مرتبہ کو شہودِ اوّل کا نام دیا جاتا ہے اور شہودِ اوّل کا یہ مرتبہ ذات کے ظہور کے ضمن میں اسمائے جامعہ اور صفاتِ حقیقی کی بدولت ہر اسم، صفت اور اس کے ملزومات کو اپنے اندر شامل رکھتا ہے، خواہ انسان اور فرشتے کے حقائق ہوں اور خواہ جو کچھ زمین و آسماں میں اور ان کے اندر ہے۔ اور چونکہ شہودِ اوّل کے مرتبہ میں انسانی صفات

کے انوار دوسری تمام مخلوقات کے انوار سے افضل ہیں، اور انبیا حضرات کے انوار تمام انسانوں کے انوار پر محیط اور عالی ہیں، اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو اس حدیثِ قدسی کے مطابق "اگر تو نہ ہوتا، تو میں اپنی ربوبیت ظاہر نہ کرتا" تمام کائنات کے سرتاج اور حاصلِ موجودات ہیں، کا نور تمام انبیا (سب پر سلام و درود) کے نور سے زیادہ افضل، کامل، قابلِ اطاعت اور ظاہر ہے، وہ شہودِ اوّل کے مرتبہ میں واجب الاطاعت ہیں، کیونکہ آنحضرت کا نور مرتبہ اوّل کے غیبِ مطلق اور وحدتِ حقیقی اپنی تمام صفاتِ ذاتی کے ساتھ ظاہر و موجود ہے اور صفات کے ملزومات جو غیب الغیب ہیں اور ذاتی پوشیدگی کا درجہ رکھتے ہیں اس لیے نورِ محمدی جو اللہ تعالےٰ کی شان کا مظہر جامع ہے شہودِ اوّل کے مرتبہ میں خارجی طور پر ظاہر و موجود ہوا اور دوسرے تمام مراتب شہودِ اس شہودِ اوّل کے مرتبہ میں مخفی اور پوشیدہ ہیں چنانچہ ثابت ہوگیا کہ اگر شہودِ اوّل کے مرتبہ کو مجموعی طور پر نورِ محمدی کا مرتبہ کہیں تو مناسب ہے اور جب شہودِ اوّل کے مرتبہ کی جامعیت کی حقیقت "جو نورِ محمدی ہے" بیان ہوگئی، تو اس کے بعد اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اس کے مفصّل مراتب کو بیان کیا جانا چاہیے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اللہ کے نور میں سے ہوں اور تمام عالم میرے نور سے ہے"۔ اگرچہ حکمتِ بالغہ سے نورِ محمدی کے ضمن میں، کہ اسے شہودِ اوّل کہتے ہیں، اسماء صفاتِ حسنہ کے تقاضوں کے انوار کو مخلوق فرمایا گیا اور ہر فرد کے نور کو روحانی اور جسمانی ظہور کا مقتضیٰ قرار دیا۔ لیکن چونکہ تخلیق سے مقصود اللہ تعالےٰ کی معرفت کا ظہور تھا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "تاکہ میں جانا جاؤں"، اس لیے معرفت کا ظہور معرفت کے نور کے ظہور کے بغیر اور ہر فرد کے نور کے ظہور کے بغیر ایک دوسرے سے روحانی اور جسمانی طور پر اجمال کے مرتبے سے حاصل نہیں ہوتا اور تمام توابع کا ظہور تمیزی، اوّلیں واجب الاطاعت کے ظہور پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے، موقوف ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے نُور میں دو قابلیتیں ہیں یعنی ایک روحانی ظہور کے مقتضی کی قابلیت اور دوسری جسمانی ظہور کے مقتضی کی قابلیت۔ پہلی قابلیت کے تقاضے کے مطابق کہ ظہورِ روحانی کی مقتضی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ اعظم کی بدولت تمام ارواح، مرتبۂ خارج میں پیدا ہوئیں اور تمام انسانوں کی ارواح کو مراتب کی تفصیل سے درجہ بدرجہ ایک دوسرے سے تمیز کرنے کے لیے نام دے کر روحِ اعظم سے جو اُمّ الارواح ہے، ظاہر کیا' اور پردۂ پوشیدگی سے رہائی دی۔ دوسری قابلیت کے تقاضے کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نُور سے جو جسمانی ظہور کی مُقتضی ہے، آنحضرت کے اصلی بدنِ مبارک کو کہ تمام عناصر کے مراتب کا اجمال ہے عرش کے اُوپر پیدا کیا گیا، اور وہاں سے عناصر کے مراتب کے اجمال کو عرش کے نیچے رکھا گیا، اور وہاں سے مناسب ترتیب کے ساتھ عناصرِ مفصّل کو آسمانِ دنیا پر بھیجا گیا اور ان تمام عناصر کو اجسامِ مُفصّلہ کا سرچشمہ قرار دیا گیا اور" عالم میرے نُور سے ہے" کا مطلب یہی ہے لیکن ارواح و عناصر کی تمیز شدہ کثرت کے باوجود اصل مقصد یعنی معرفت ابھی میسّر نہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ بزرگ (اللہ ان کی روح کو پاک کرے) کا قول ہے کہ رُوح اپنی پیدائش کے وقت خدا سے بیگانہ تھی لیکن اس بیگانگی کو پہچانتی نہیں تھی کیونکہ شناخت اور پہچان شہُود سے پیدا ہوتی ہے اور شہُود وُجود کے منافی ہے[1]۔ یہی وجہ ہے کہ رُوح نے جو اپنی لطافت کے باوجود اپنے وُجود کا احساس رکھتی ہے، اور ماسوا کو فراموش کرنا جسمانی تعلق پر موقوف ہے، اپنی تخلیق کے اصل مقصود کے حصول کے لیے اور رضائے خداوندی کی خاطر جسم کی ظلماتِ میں داخل ہونا گوارا کیا۔ لیکن چونکہ اس ظُلماتِ

---

[1] اہلِ تصوّف کے ہاں مجاہدہ و مشاہدہ سے یہ بات طے شدہ ہے کہ روح عالمِ ارواح میں فرشتوں کی طرح تھی، اور فنا کی نسبت سے منسوب نہ تھی، کہ وہ تلاش کرتی۔ بس اسے سمجھئے۔



جسمانی سے نجات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ظہورِ واجب الاطاعت کے بغیر نہیں ہوسکتی تھی، اس لیے اللہ تعالٰے نے سرورِ کائنات کے ظہور کے تمام مقدمات کو اوّل و آخر کے مراتب کی ترتیب سے ہر امّت میں ظاہر کیا اور ان کی محبّت کی برکت سے اپنی اپنی استعداد کے مطابق بعض انبیا نے درجۂ کمال کو پہنچ کر معرفت حاصل کی. لیکن چونکہ معرفت کا حصول واجب الاطاعت کے نُور کی پیروی کرنے سے ہے، ہر امّت کے لوگوں نے اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق اپنے اپنے واجب الاطاعت کی پیروی سے معرفت کا کچھ حصّہ حاصل کیا. اور مکمل معرفت جو حضرت سرورِ کائنات کے ظہورِ جامع پر دار و مدار رکھتی ہے، آنحضرت کے ظہور کے بعد اس امّت کے ہر فرد کو اس کی استعداد کے مطابق مرحمت فرمائی اور قیامت تک اُمید ہے کہ معرفت کے کمال کی انتہا جو خدائے لم یزل کو محبُوب ہے، اس اُمّت کے خاتمے پر ختم کی جائے گی یہی وجہ ہے کہ قرآن کی موجودگی سے تمام گزشتہ الہامی کتابیں منسوخ ہوگئیں، اور قرآن خود ہر قسم کے نسخ سے محفوظ رہا ہے۔ اے اللہ میرے لیے معرفت اُسی طرح آسان کر دے جس طرح تو نے ہمارے نبیؐ پر کی تھی، اور ہمارا خاتمہ ایمان اور اسلام پر فرما. اے لوگو! حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم پر کثرت سے درود بھیجو، جیسا کہ ان کی شان کے شایاں ہے۔

مکتُوب : ۷ (الف) سوال

شیخ سعید ساکن تہارہ کے بعض سوالات کی تحقیق میں۔

سُوال۔ نحمدہٗ ونصلّی علی النّبی الکریم۔ حقائق و معارف کی پناہ اور بزرگی و کمالات کی بارگاہ حضرت شاہ عبد النّبی جیو کی خدمت میں خداوند تعالٰے انہیں سلامت رکھے وہ فقر کی مَسند پر متمکن رہیں اور اہل دنیا کو فیض پہنچاتے رہیں۔ از طرف نفیہ محمد سعید۔ سلام مسنونہ کے بعد عرض ہے کہ آپ کی بزرگی کے اوصاف، اور حقائق و معارف

کے کمالات بعض لوگوں کی زبانی سُنے، اس وجہ سے آپ سے ملاقات کا شوق بے حد وانتہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ کوئی ایسا ذریعہ پیدا کر دے کہ یہ دُوری کا حجاب اور مہاجرت کا پردہ اٹھ جائے اور آپ کی زیارتِ پُرمسرت حاصل ہو۔ بعد ازاں آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ چند سوالات کے جوابات ضمیرِ پُرتاثیر سے مل جائیں تو اس فقیر کی تسلی ہو جائے۔ پہلا سوال: تمام درویش اس دنیا (عالمِ ناسُوت) کی بات تو کرتے ہیں، لیکن کسی نے اس کی حقیقت کو اتنا مفصّل بیان نہیں کیا، یعنی کہ اس کی ابتدا کیا ہے؟ اس کی انتہا کیا ہے؟ جس سے بات پُوری طرح سمجھ میں آجائے۔ دُوسرا سوال: رُوح کے ذکر کی کیفیت کے بارے میں بزرگوں نے فرمایا ہے کہ زبان کا ذکر اس کی سخت آواز ہے، دِل کا ذکر اس کا اندیشہ ہے اور رُوح کا ذکر اس کی راحت ہے۔ اس کا مقام کہاں ہے؟ اور اس کا ذکر کیا ہے؟ تیسرا سوال: درویش کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایسا ہے، جہاں نہ کوئی عاشق رہتا ہے، نہ معشوق۔ وہ مرتبہ کونسا ہے؟ اور دونوں کس طرح محو اور ختم ہو جائیں گے؟ چوتھا سوال: حضرت رسُولِ مقبُول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے ربّ کو معراج کی رات ایک بے ریش لڑکے کی صورت میں دیکھا اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو معراج کی رات عورت کی شکل میں دیکھا۔ بے ریش لڑکے اور عورت کا کیا مطلب ہے؟ امید ہے کہ آپ براہِ کرم دُرست جواب سے ممنون فرمائیں گے۔

مکتوب: ۷ (ب) جواب

سیّد محمّد سعید کے مذکورہ بالا سوالات کے جواب ہیں۔

باسمہٗ۔ تمام عظمت اور بزرگی خدا کے لیے ہے اور جتنی عظمت کا خیال دل میں آئے، اللہ تعالےٰ اس سے بہت آگے ہے۔ چنانچہ جب تُم نے یہ بات جان لی، تو سمجھ لو کہ

جو کچھ تمہارے دل میں آئے گا۔ وہ عالم ناسُوت سے ہے، اور جب اس سے تجھے چھٹکارا حاصل ہو جائے، اور جب تیری قوّتِ متخیلہ اللہ تعالےٰ کے ذکر کے سوا ہر شئے سے خالی ہو جائے، تو پھر وہاں رب کی شان ہوتی ہے اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ جو شخص ناسُوت میں پھنسا ہوا ہے، اس پر نسیان کا غلبہ ہوتا ہے۔ عاشق و معشوق میں نقطۂ وحدت سے تعلق رکھنے کے بعد کثرت ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ علم، جو ان دونوں میں تمیز کر سکتا ہے، وہ حقیقت مطلوبہ سے ناواقف ہوتا ہے۔ اس لیے اس سالک پر واجب ہو گیا کہ وہ اس مقام سے اللہ تعالےٰ کی طرف ترقّی کی دعا کرے، تاکہ وہ حقیقی مومن بن جائے۔ پس جان لیا جائے کہ یہ ناسُوت کا مقام ہے، جس کی تحقیق کلام کے شرُوع میں ہو چکی ہے اور یہ سب قلب کا کمال ہے، جس کا ذکر مقامِ روح کے نیچے ہے اور جب قلب کے مقام میں وسوسہ اور اندیشہ پیدا ہو، تو یہ مقام سالک کے ٹھہرنے کے لیے نہیں، بلکہ اُسے اس سے آگے بڑھ جانا اور کمالِ روح سے مل جانے چاہیے اور وہاں ربّ کے سوا اور کوئی نہیں اور یہ مقامِ راحت ہے، جو ایک طویل ذہنی سفر طے کرنے کے بعد ملتا ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ مقامِ ناسُوت میں متوسط سالک کے لیے مختلف صورتوں میں تجلیات ہوتی ہیں، جو بعض اوقات انسان کی صورت میں خواہ مرد یا عورت، کبھی گھوڑے کی شکل میں بھی اور کبھی اس دنیا کی دوسری مختلف صورتوں میں پھرتی ہیں اور ناسُوت کا لفظ الناس (انسان) سے نکلا ہوا ہے، اور انسان کی بزرگی کی وجہ سے اس ساری دنیا کو عالمِ ناسُوت کہتے ہیں اور چونکہ انبیا کی شان، قوّتِ متخیلہ اور متصورہ سے بلند ہوتی ہے۔ اس لیے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اللہ تعالےٰ کو ایسی صورت کے لباس میں دیکھیں۔ اس لیے ہم پر واجب ہے کہ رب کے نام کو جبرئیلؑ سے منسوب کریں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت یوسف کی حکایت میں بیان کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا

کہ میرے رب نے میرے لیے کیا عمدہ ٹھکانا بنایا۔ اور بعض مفسّرین نے ایسے مقامات کی تحقیق میں کہا ہے کہ ایسے الفاظ متشابہات میں سے ہیں۔ ان پر ایمان لانا چاہیے، لیکن ان کا کھوج نہیں لگانا چاہیے۔

مکتوب : ۸ (الف) سوال

حضرت میر علیم اللہ کی طرف سے، جو ظاہری و باطنی کمالات رکھتے ہیں تخلیقِ عالم کے بارے میں استفسار۔ کہو، تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، اور سلام اُس کے منتخب بندوں پر۔ فقیر علیم اللہ کی طرف سے یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ تخلیقِ عالم کے بارے میں بزرگ مجتہدین اور صوفیائے کرام کے بیانات میں بظاہر تضاد پایا جاتا ہے، اس لیے کہ بزرگ مجتہد اس دنیا کی پیدائش عدم سے جانتے ہیں، اور صُوفیائے کرام نُور سے سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں گروہ اپنی اپنی تائید میں کتاب و سنّت سے دلیل پیش کرتے ہیں اور یہ دونوں گروہ دین کے سرخیل ہیں۔ لیکن ان کے اقوال میں تضاد ہونے کی وجہ سے کسی ایک قول کو قبول کرنا مشکل ہے، کیونکہ ایک کی بات کا اقرار کرنے کا مطلب، دوسرے کی بات کا انکار کرنا ہے۔ لیکن محقّق دونوں اقوال میں مطابقت پیدا کرنے کے لیے تخلیقِ عالم کو منفی صفات کے نُورِ خاص سے جانتا ہے جو عدم اور وجود سے مخلوط ہے۔ ان دونوں اقوال میں سے ہر ایک، دونوں مذکورہ ارکان، یعنی عدم اور وجود سے ثابت ہے۔

نکتہ :

واجب الوجود کا وجُود اسی طرح ہے، جس طرح حق تعالےٰ کی ذات کا وجُود صفات کے ساتھ، اور عدم مانعِ وجود ہے، اور اللہ تعالےٰ سے شریک کی مانند ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان برزخ ہے، جیسے ممکن الوجود عدم اور ممکن العدم وجُود قرار دیتے ہیں۔ اور تخلیقِ عالم کو ممکن الوجود عدم سے محال نہیں سمجھتے۔ اسی طرح ممکن العدم

وجود سے اس کی عدمیت کو ناممکن نہیں سمجھتے اور منفی صفات مثلاً لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ
(اس کی طرح کوئی اور شے نہیں) اور لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ (نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کسی
نے اس کو جنا) اور لَا شَرِیْكَ لَہٗ (اس کا کوئی شریک نہیں) وغیرہ وغیرہ، اور مذکورہ
صفات کے وجود کو جو عدم و وجود سے ملا جُلا ہے، نُور کے علاوہ نہیں مانتے۔ جیسا کہ
حضرت جیو قدس سرہٗ نے ایک رباعی میں فرمایا ہے:۔ رباعی

نُور است وجُود، عینِ نُور است وجُود!

ظاہر علمی بمقتضیاتِ وجُود!

وجہی مخفی کہ بود حیث العرفاں

اظہر شدہ با ظہورِ عرفان بشہُود!

ترجمہ:۔ وجُود نُور ہے۔ اور نُور وجُود کا عین ہے۔ وجُود کے تقاضوں سے علم کا ظہور
ہوتا ہے۔ عرفان کے حساب سے ایک رُخ پوشیدہ رہتا ہے اور وہ عرفاں کے
ظہور سے شہُود میں ظاہر ہوتا ہے۔

اور یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ محققّین کے نزدیک ذات و صفات میں سے کوئی
شے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ چنانچہ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ قول
دلیل ہے "ادراک، ادراک کو سمجھنے سے قاصر ہے"۔ اس مرتبہ کو علم الیقین اور علم حضوری
مانا جاتا ہے۔ اور جب سالک اس مرتبہ سے بلند ہو جاتا ہے۔ تو اس علم کو حق تعالےٰ
کا علم جان کر اپنے آپ کو اس علم سے حاضر محسُوس کرتا ہے اس مرتبہ کو عین الیقین اور
حضوری علم سمجھتا ہے اور جب اس مرتبہ سے بھی بلند ہوتا ہے، تو اس علم کو حق تعالےٰ کی
ذات کے سوا نہیں سمجھتا۔ اس مقام پر اللہ کی صفات لَا غَیْرُہٗ وَلَا عَیْنُہٗ (اس کے سوا
اور اس کی مثل کوئی نہیں) کے معانی واضح ہوتے ہیں۔ اس مرتبہ کو حق الیقین اور

حضوری حضور گنا جاتا ہے۔ مزید برآں چونکہ بزرگوں کے نزدیک اللہ تعالےٰ کی صفاتِ "لاغَیرُہٗ ولاعَینُہٗ" کو ذات کے ساتھ صفات مقرر کر کے واجب الوجود کے واحد مرتبہ سے الگ نہیں گنا جاتا۔ اور چونکہ حق تعالیٰ خود بخود قائم ہے اور اس کی ذات کے ساتھ اس کی صفات ہمیشہ سے ہیں۔ اس لیے اس کا کوئی مثل نہیں اور لاغَیرُہٗ ولاعَینُہٗ" کی یہی نسبت اس کی تمام صفات کے ساتھ لازم ہے۔ اس لیے اس کی منفی صفات (کہ اس سا کوئی نہیں)، اور مثبت صفات کے درمیان یہی نسبت جان کر اس کی مثبت صفات کر اس کی منفی صفات سمجھتے ہیں اور اس کی ہر مثبت اور منفی صفت اس مقام پر غیریت کی وجہ سے ظاہر ہے اور ممکن الوجود جو منفی نور کی بدولت کہ عدم اور وجود سے مخلوط ہے، غیریت کی ان دو وجوہ سے مخلوق ہے یعنی نہ وہ واجب الوجود کے مرتبہ پر ہے اور نہ قیام کے مرتبہ پر، کیونکہ وہ خود بخود قائم ہے اور شریک' اللہ تعالےٰ کی صفات کے برخلاف اگرچہ خود بخود قائم نہیں لیکن واجب الوجود کے مرتبہ میں شریک ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ممکن الوجود ہر حالت میں ذات وصفات سے الگ ہوتا ہے، اور جو لوگ تمام وجوہ سے یا کسی وجہ سے عینیت کے قائل ہیں، واضح غلطی سے منسوب کیے جاتے ہیں اور اللہ ہی جانتا ہے کہ اس کی شان کے امور کیا ہیں اور وہی ہدایت دینے والا ہے۔ چونکہ منفی صفات کا نور عدم و وجود سے مخلوط ہے، اس لیے بزرگ مجتہد اور صوفیائے کرام تخلیقِ عالم کے سلسلے میں عدم و وجود دونوں کے قائل ہیں۔ اور چونکہ ذات اور اس کی مثبت صفات دونوں مثبت ہیں، اس لیے مثبت صفات اس کی ذات کے زیادہ قریب ہیں، اس لیے اللہ تعالےٰ کی ذات کو مثبت صفات سے پکارا جاتا ہے۔ اور مفعول و مخلوق کے مرتبہ میں فاعل و خالق کی ممکنات، منفی صفات کے برخلاف پوری طرح ظاہر ہیں۔ کیونکہ منفی صفات کی ذاتِ ممکن سے قربت ہے۔ وہ عدم و وجود سے مخلوط ہیں۔ لہٰذا مفعول و مخلوق کی ذاتِ ممکن منفی صفات

کے خاص نُور کی بدولت ثابت ہے۔

عطیہ :

غیریت کے تمام پہلوؤں کے حساب سے ممکن کا مرتبہ، منفی صفات کے نُور کے مرتبے سے کہ اُسکے نور سے وہ مخلوق ہے، وہی تعلق رکھتا ہے، جو متکلم کی باتوں کی آوازیں کہ وہ آناً فاناً عدم و وجود میں ہوتی ہیں۔ متکلم اور کلام سے ان آوازوں کو موت کی سی نسبت ہے۔

عطیہ :

واضح ہو کہ خالق، جس طرح مخلوقات کی تخلیق سے پہلے، تخلیق کے وقت اور تخلیق کے بعد باقی ہے اور مخلوقات اپنے خالق کی عینیت کے بغیر یا غیریت کے باوجود آناً فاناً فنا پذیر اور ہلاکت پذیر ہیں، اسی طرح متکلّم بھی کلام سے پہلے۔ کلام کے وقت اور کلام کے بعد، ثابت و قائم ہے اور اس کا کلام عینیت کے بغیر اور غیریت کے باوجود فنا پذیر اور ہلاکت پذیر ہے۔ نیز اس پر اللہ تعالیٰ کا کلام شاہد ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (اس کی ذات کے سوا ہر شئے ہلاک ہو جانے والی ہے) اور كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (ہر شئے فانی ہے) اس لیے کہ ہلاک اور فانی دونوں دوام کا مفہوم رکھتے ہیں۔ یعنی بلاقیدِ زمانہ اس کے لیے ہلاکت اور فنا ہے۔

مکتوب ۸۰ (ب) جواب

منتقی و سیدی سید علیم اللہؒ کے نام جو حضرت پیر دستگیرؒ کے خلیفہ ہیں، اس مسئلہ کی تحقیق میں کہ تخلیقِ عالم عدم سے ہے یا نور سے اور اس بیان میں کہ تخلیقِ عالم مثبت صفات سے انتساب رکھتی ہے یا منفی صفات سے۔

اول و آخر، ظاہر و باطن تمام تعریف صرف اللہ کے لیے ہے۔ حضرت پیران پیرؒ کے آستانِ سیادت پناہ کے کمترین خادم کی طرف سے نیازمندانہ سلام کے بعد عرض

ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی آپ کی ملاقات کا شوق تھا۔ لیکن ان چند صفحات کے مطالعہ نے جو آپ نے تخلیقِ عالم کی تحقیق کے بارے میں لکھے ہیں، آپ کی کشش کی وجہ سے اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کی ملاقات سے استفادہ کروں۔ لیکن یہ امر وقت پر موقوف ہے۔

آپ کی تحریر کے مطالعہ سے چند شبہات جو اس خاکسار کے دل میں پیدا ہوئے ہیں، وہ پیشِ خدمت ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ ان کی تفصیل فرمائیں گے۔ آپ کے علمِ مبارک میں ہے کہ محققین کے نزدیک اشیاء کی حقیقت سات[1] صفات کے متعلقات سے وابستہ ہے۔ مثلاً معلوماتِ علم کے متعلق، مقدوراتِ قدرت کے متعلق اور مرادوں کے ارادے کے متعلق، اور علےٰ ہذاالقیاس۔ ان صفات اور ان کے متعلقات کا ظہور خود 'لا' سے واقع ہوا ہے اور اشیاء کے وجود، صفات کے متعلقات سے عبارت ہیں جیسا کہ خلاّقی، رزّاقی وغیرہ اور آپ نے معرفت کی جو باتیں لکھی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تخلیقِ عالم منفی صفات کی وجہ سے ہے، جو عدم و وجود سے مخلوط ہیں۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ مثبت صفات ذات کے قریب ہیں اور منفی صفات ممکن کے قریب اس مقام پر چند سوال پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا: یہ کہ چونکہ آں جناب کی کوئی بات خلاف سنّتِ رسول نہیں، پھر یہ کہنا کہ منفی صفات عدم و وجود مخلوط ہیں، کس بُنیاد پر ہیں اور کس لیے ہیں، اور اگر بالغرض یہ مان بھی لیا جائے، تو بھی یہ عجیب بات ہے کیونکہ جب یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی صفات وجُوب کا مرتبہ رکھتی ہیں اور عدم محض "لا شئے" ہے، تو پھر صفاتِ واجب، عدم کے ساتھ کس طرح اختلاط کرسکتی ہیں؟ اور کیوں کرسکتی ہیں! کیونکہ یہ سب امکان و اعتبار سے تعلق رکھتی ہیں۔ دوسرا: یہ کہ جس

---

[1] سات صفات۔ حیات، علم، قدرت، کلام، سمع، بصر اور ارادہ

طرح ذات کے ساتھ صفات کی معیت برابر ہے اسی طرح صفات تمام ممکنات کے ساتھ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے کے ساتھ قریب یا اقرب کی نسبت کس طرح دی جا سکتی ہے؟ کیونکہ یہ مطلق ہیں۔ نیز اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ مخلوقات میں منفی صفات کے سوا کوئی مثبت صفات موجود نہ ہوں۔ جیسا کہ سننے، دیکھنے، جاننے اور رکھنے وغیرہ کی صفات ہیں اور اگر بالغرض یہ مان بھی لیا جائے کہ مخلوق کی صفات منفی صفات کی اُمّ الصفات (ماں) ہیں اور باقی تمام صفات ان کے ماتحت ہیں۔ کیونکہ اگر منفی صفات کا ظہور دوسری تمام صفات کے ظہور پر سبقت رکھتا ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ اس سبقت کی وجہ سے اپنے سوا، ہر قسم کے ظہور پر اس کو بالا دستی حاصل ہو گی۔ اور صورت یہ ہے کہ تمام اولیا اللہ کے نزدیک سات صفات ام الصفات (تمام صفتوں کی ماں) ہیں۔ خواہ یہ وجوب کا مرتبہ ہو اور خواہ امکان کا مرتبہ۔ کیونکہ قابل اطاعت ہونے اور اطاعت کرنے کا اطلاق، صفاتِ واجب پر ان کے متعلقات کو دیکھنے سے ہوتا ہے نہ کہ خود ان پر۔ کیونکہ وہ سب تو اللہ تعالےٰ کی ذاتِ واحد کی قابلیتیں ہیں کیونکہ یہ سب سمجھ میں آنے والی ہیں اور اُس مرتبہ میں ہمارے ادراک کا کوئی مقام ہی نہیں۔ **تیسرا** یہ کہ منفی صفات مثلاً لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ، لم یلد ولم یولد وغیرہ ذات کا نقصان پورا کرنے والی اور کسی دوسرے شریک کے وجود اور مثبت صفات کو مانع ہیں، جیسا کہ علم غیب وحاضر، اس کے خالق، باری، اور مصور ہونے کا ظاہری مقتضی مخلوق ہے۔ اگرچہ یہ بھی مخفی طور پر نقصان کو پورا کرنے اور شریک کے وجود کو منع کرنے والی ہیں۔ اس لیے اس لحاظ سے زیادہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ تخلیق عالم کا سبب مثبت صفات کے نور کو کہا جائے۔ اور یہ حقیقت کے لحاظ سے بھی درست ہے۔ کیونکہ پہلے پہل تمام وجوہ سے کہ اس سے پہلے موجود ہوں علم کے معلوم ہونے، قدرت کے اندازہ کرنے اور ارادے پا لینے کا استعمال اطلاقاً ہوا ہے۔ اور یہ سب ازل سے منزہ

شدہ وقت پر اعتبار کے مرتبہ پر مشہودات کی موجودگی کی مقتضی ہیں، اور یہ وقت کا مقرر ہونا بھی معلومؒ و مقدورؒ کی شان رکھتا ہے۔ اور کُنتُ کنزاً مخفیاً (میں ایک مخفی خزانہ تھا) اسی مرتبہ کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔ اور اس صورت کے لحاظ سے بھی کہ تخلیقِ عالم اپنی ہر حیثیت سے پابند ہے، خواہ ظاہر کرنے، خواہ ظاہر ہونے کی حیثیت سے۔ اور ایک دوسرے کی نسبت سے مظہریت، تقدیر ازل کے حساب سے مقررہ اوقات پر پیدا کرنے اور موت دینے میں موجود تھی، موجود ہے، اور موجود رہے گی۔ یہ حالت ابد تک رہے گی۔ خَلَقتُ الخلقَ لِاُعرَف (میں نے مخلوق کو اس لیے پیدا کیا کہ پہچانا جاؤں) کا مقام اسی حیثیت سے ہے، اور اس کا ایک حاصل یہ بھی ہے کہ اس سے بزرگ مجتہدین اور صوفیائے کرام کے اقوال کا تضاد بھی ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ موجودیت کے لیے اور ممکن الوجود عدم کے ظاہر ہونے کے لیے ایک ایسے نور کی ضرورت ہے، جو ازلی اور ابدی ہو۔ اور وہ صفاتِ ذات کا نور ہے کہ ازل ہی سے اس کے انوار کے کمالات دنیا کی ظاہر و مخفی موجودات پر حکم چلا رہے ہیں اور یہ دنیا تقیّد و حدوث کے مرتبے سے ایک قدم اِدھر اُدھر نہیں جا سکتی۔ سوائے عدم کے مرتبہ کے، اور جب تک ازل سے مقررہ وقت وجود میں نہ آجائے، زندگی، موت اور دوسری صفات دنیا کے کسی ذرے سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں، اور کوئی شے عدم سے وجود میں نہیں آتی۔ پس دنیا تقیّد، حدوث، اور وجود کی مختلف حیثیتوں سے کہ انہی خصوصیات سے اس نے نام پایا ہے، عدم سے الگ ہے، اور معلومیت، مقدوریت اور مرادیت کی حیثیت سے نورِ ازل و مطلق سے اس کا کوئی تضاد نہیں رہتا اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے، اس کا مطلب پوری طرح واضح نہیں ہوا کہ کس قسم کا تضاد پیدا ہوتا ہے، اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس حقیقت سے آگاہی بخشی ہے، تحریر فرمائیں گے۔ تاکہ

ہم درماندہ لوگ سچی سعادت حاصل کرسکیں۔ کیونکہ یہ بندۂ حقیر لکھنے کے معاملے میں اُمی ہے، اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو درگزر کریں اور اصل بات کی طرف نگاہ رکھیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اجر دے گا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

مکتوب : ۹ (الف) سوال

فضیلت مآب شیخ علی احمد سہارن پوری کی طرف سے بعض حقایق کے بارے میں چند سوالات۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس کے کے حبیب پر درود بھیجتے ہیں۔ عبدالصمد علی احمد کی طرف سے سلام۔ عرض ہے کہ ہردوآر کے اس علاقے میں کفّار کا ایک عبادت خانہ ہے۔ ہرسال ہر طرف سے ہندو یہاں جمع ہوتے ہیں۔ خاص طور پر بارہ سال کے بعد کفّار کا زبردست اجتماع ہوتا ہے اور عقل ان کی تعداد شمار کرنے سے عاجز ہے۔ جب اس معاملہ پر غور کیا گیا، تو معلوم ہوا کہ اس عبادت خانے کے اندر بھی ایک حقیقت ہے، جس طرح کعبہ معظمہ جو اللہ تعالےٰ کے نام کا مظہر ہے، کے اندر ایک حقیقت ہے اور انسانوں کے دلوں کو، جو مناسبتِ ازلی کے مطابق اس حقیقت سے تعلق رکھتے ہیں، بے اختیار اپنی طرف کشش کرتی ہے، بلکہ ظاہر بیں نظروں میں وہ حقیقت اُسی ہیئتِ اجتماعی سے عبارت ہے، جس طرح کسی سلطنت کی حقیقت اس کے بادشاہ اور فوج سے ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ ہندو پُرخطر رستوں کے باوجود ہزاروں منزلیں مارتے، گرتے پڑتے یہاں آتے ہیں اور ایک مقرّرہ وقت پر دریائے گنگا کے کنارے اشنان کرتے ہیں۔ اس لیئے ان دونوں عبادت گاہوں میں وہ فرق معلوم نہیں جس کی وجہ سے

ایک کا برحق ہونا اور دوسرے کا باطل ہونا ثابت ہو۔ حافظ شیرازی نے کہا ہے ؎

در عشق خانقاہ و خرابات فرق نیست

ہر جا کہ ہست، پرتو رُوئے حبیب ہست

ترجمہ، (خانقاہ اور شراب خانے کے عشق میں کوئی فرق نہیں۔ جو بھی جگہ ہے، وہاں دوست کے چہرے کا جلوہ ہے)

اگر ایک کو ہدایت دینے والے کا مظہر کہیں، اور دوسرے کو گمراہ کرنے والے کا مظہر کہیں، تو بھی کافی نہیں، کیونکہ ہدایت و گمراہی اضافی باتیں ہیں۔ اسی طرح جمال و جلال، اور سعادت و بدبختی بھی اس قسم کی چیزیں ہیں۔ مثلاً لاہور جانے والے کی نسبت ہادی کی ہے اور دہلی جانے والے کی نسبت گمراہ کن کی ہے، اور اس کے برعکس۔ اور یہ کہ اپنے ربّ کی نسبت سے جو بندہ شاہراہ پر ہے، وہ دوسرے کے رب کی نسبت گمراہ ہے اور کعبۂ معظّمہ کی حقیقت کا روشن ہونا سب پر مشترک ہے۔ چنانچہ یہ حقیقت کسی پر کم، کسی پر زیادہ تجلّی ڈالتی ہے۔ چنانچہ اُس کی حقیقت بھی بعض پر کم اور بعض پر زیادہ پرتو ڈالتی ہے۔ بلکہ ہندوؤں کے کئی فقیر جو وحدت کے شہُود سے واقف ہیں، راقم الحروف کے ساتھ بھی راہ و رسم رکھتے ہیں۔ قبلہ گاہی! آپ پر سلام ہو۔ دنیا کا کاروبار عجیب ہے، اللہ تعالےٰ کی ذات جہاں تک سمجھ میں آتی ہے، ورا الورا (پرے سے پرے) ہے۔ اور اُسے مخلوق سے کسی طرح کی کوئی نسبت نہیں، سوائے اس کے کہ خلق اللہ تعالےٰ کی مظہر ہے لیکن ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک (مٹی کو عالم پاک سے کیا نسبت) اور خُدا کی قسم کسی نے خوب کہا ہے ؎

کس ندانست کہ منزل گہِ معشوق کجاست

این قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

ترجمہ (کسی کو معلوم نہیں کہ معشوق کی منزل کہاں ہے، بس اتنا ہے کہ گھنٹی کی آواز آ

رہی ہے)

حق تعالےٰ کی صفات کے ناموں کی مختلف نشانوں اور حالتوں نے جو اعتبارات سے عبارت ہیں نیستی کے آئینوں میں روشنی ڈال کر اپنا ظہور کیا ہے اور اس ظہور کا نام عالم ہے۔ اور افرادِ عالم اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے متحد ہیں، لیکن مظہر کے تعین کے اعتبار سے ایک دُوسرے کے برخلاف ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام مخلوق اپنے رب کے حوالے سے ہدایت یافتہ ہے اور اپنے علم اور ارادے کے مطابق عمل کرتی ہے، جیساکہ تحریر کیا جاچکا ہے۔ مزید برآں یہ مشہور حدیث کہ "ہر شخص فطرتِ اسلامی پر ہے" کے مطابق ہے اور حدیثِ قدسی کے مطابق بھی کہ اللہ کی رحمت کو اس کے غضب پر سبقت حاصل ہے۔ چنانچہ ہر شے کو اپنی ذات سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہے، اور گمراہی اور غضب جو عذاب کا سبب ہیں، اللہ تعالےٰ کی نسبت سے سب سے آخر میں طاری ہوں گے۔ کیونکہ "عرض" کو "جوہر" پر ہمیشہ کے لیے غالب تصور نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ شیخ محی الدین ؒ عربی، شیخِ اکبر نے یہ جو فصوص الحکم میں فرمایا ہے کہ "اہلِ شقاوت بھی طویل و شدید عذاب سہنے کے بعد سعادت و نیک بختی سے ہم کنار ہوں گے" درست ہے۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ اس فقیر کا اس معاملے میں کہ کتاب و سنت کے قطعاً خلاف ہے، حضرت شیخِ اکبر کے ایک ماننے والے سے بہت بحث و مباحثہ ہوا، جس کو تحریر کی صورت میں ملاقات کے وقت آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ اس وقت ہندوؤں کا یہ مسئلہ پیشِ خدمت ہے، کیونکہ اس نے میرے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا ہے چنانچہ ایک درویش کے ہاتھ یہ عریضہ آپ کی خدمت میں بھجوا رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ اس پریشاں دل کے حال پر توجہ اس طرح فرمائیں گے، کہ اس اُلجھن کا حل ہاتھ آجائے۔ اگر اس کے اندر کوئی حقیقت ہے تو بھی اور اگر نہیں تو بھی آپ

کی توجّہ سے میرے دل سے یہ اُلجھن نکل جائے۔ اے اللہ ہمیں اشیا کو اس طرح دکھا جس طرح کہ ان کی حقیقت ہے۔

مکتوب: ۹ (ب) جواب

فضیلت مآب علی احمد سہارن پوریؒ کا مکتوب ملا۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے" وہ اللہ ہی ہے جو ایمان لانے کو ظلمات سے نکال کر نُور کی طرف لے جاتا ہے اور جو کُفر کرنے والے ہیں، وہ شیطان کے ساتھی ہیں، جو اُنہیں نُور سے نکال کر ظلمات کی طرف لے جاتا ہے" اے سچے دوست اور علم کے چاہنے والے، سلام مسنُون۔ ان دونوں باتوں کے درمیان کا فرق مندرجہ بالا آیات کریمہ کے اچھّی طرح مطالعہ سے سمجھ میں آ جائے گا۔ انشاءاللہ اس کی تفصیل تحریر کی جائے گی۔ آپ کا مکتوب ملا۔ اور اس کے مضمون سے آگاہی ہوئی یہ جو پوچھا گیا ہے کہ دریائے گنگا کے کنارے اجتماعِ کُفّار سے (اللہ ان پر لعنت کرے) ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ عقل اس کا شمار کرنے سے عاجز ہے، بالکل اسی طرح جسطرح کعبہ معظمہ میں ہوتا ہے۔ پس ان دونوں عبادت گاہوں میں کیا فرق ہے، کہ اس میں ایک کے حقیقت اور دوسرے کے باطل ہونے کا سبب معلُوم نہیں، اس کے جواب میں ہادیِ مُطلق کی مدد سے یہ عرض کرتا ہوں (اور میں اُسی سے مدد مانگتا ہوں) کہ معلُوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ ہی حقیقتِ واحد ہے، اور تمام ذاتی وصفاتی کمالات، اس میں جمع ہیں۔ اور اس کے کمالات میں سے کوئی کمال، اور اس کی صفات میں سے کوئی صفت، ایک دُوسری سے اور اس کی ذات سے کسی لحاظ سے بھی متضاد اور مخالف نہیں۔ اگر حقیقت، جمال اور اس کے تمام کمالات کی صفت ہے، تو جلال اور اُسکے کمالات کی صفت سے محبّت رکھنے والا اُسکا عین (مثل) ہے اور اسی

طرح جلال کی صفت کی حالت ہے۔ جس طرح جمال کی صفت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اپنی پوشیدہ قابلیتوں کو مخصوص شکلوں میں ظاہر کرے، اسی طرح صفتِ جلال کی پسند اور اس کا تقاضا ہے اور اس کے برعکس بھی۔ اور صفات کا ایک دوسرے سے محبت کرنا اور ایک دوسرے کا محبوب ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ انہیں ایسے مراتب کی تفصیل کی موجودگی میں ذاتِ واحد سے محبت ہے اور اس کے تقاضے سے وہ ظہور پذیر ہوتی ہیں، چونکہ صفتِ جمال کا تقاضا اور مقصد اللہ تعالےٰ کی ذات کی نزدیکی اور ہمراہی ہے، جو مخصوص مظاہر سے حاصل ہو سکتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (اللہ احسان کرنے والوں کے قریب ہے) اس لیے اُس کی عبادت کی جاتی ہے، جو قربت اور ہمراہی کے مراتب کا تقاضا کرتی ہے اور مقدس عبادت گاہیں جو معبودِ حقیقی کے قربت کے نور سے معمور ہیں، اس کے جمال کے مظاہر کا حصہ ہیں۔ اور چونکہ صفتِ جلال کا تقاضا ذاتی غضب کی وجہ سے دوزخ کے مختلف طبقات میں دوری اور محرومی ہے، اس لیے ان کے اعمال سراب کی طرح ہوتے ہیں، جن کا تقاضا دوری اور گمراہی کے دوزخ کے درجات ہوتا ہے اور اُن کی تاریک اور پوشیدہ عبادت گاہیں قرب و نزدیکی کے مراتب سے دور ہیں، صاحب نظر لوگوں کے نزدیک یہ جلال کے مظاہر ہیں۔ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ (پھر اسے الٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچ کر دیا)[1]

[1] پھر ہم نے اُسے سب سے نچلے مقام یعنی عالمِ طبیعت میں لوٹا دیا تاکہ اس کے ذریعے ظہور، اظہار، اطوار، اور شعور کے آثار کو زندہ کیا جائے۔ چونکہ اس آیت کے باب میں حقائق تفسیر میں ایک نہایت دل پذیر طریقے سے بیان کیے گئے ہیں۔ ان احوال کی خبر زیر مطالعہ ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انسان کو اس طرح زمین میں پیدا کیا کہ اسے ایک صورت دی، اور عمر کی ابتدا ایسی ہوتی ہے کہ اس حالت میں وہ کوئی کام نہیں کر سکتا، اور اس عمر میں کسی میں کوئی طاقت نہیں ہوتی سورہ والتین کی یہ تفسیر، تفسیر حسینی کے مطابق ہے

کا ارشاد اسی مطلب کو واضح کرتا ہے۔ پس عبادت اور عبادت گاہوں کی حقیقت صفتِ جمال کے تقاضے سے جمال کا مُظہر ہیں اور اپنے اپنے مُظہر کے اعتبار سے مرتبۂ وصال کے قریب۔ پس یہی حقیقتِ حق سے ملانے والی ہے۔ اس کے مقابلے میں پرستش اور پرستش گاہوں کی حقیقت صفتِ جلال کے تقاضے سے غضب کے مظاہر ہیں اور وہ بھی اپنے اپنے مُظہر کے اعتبار سے محرُومی و دُوری کے مراتب پر ہیں اور ان دونوں کامل صفات کا تقاضا ازل ہی سے پہلی حالت میں اللہ تعالیٰ کی قُربت اور دُوسری حالت میں اللہ تعالیٰ سے دُوری ہے۔" اس سے نہیں پُوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتا ہے بلکہ لوگوں سے پوچھا جائے گا۔"

چنانچہ انبیاء کی عبادت گاہوں اور مردُود شیاطین کی پناہ گاہوں میں فرق ظاہر ہو گیا۔ اللہ انبیاء اور ان کی اطاعت کرنے والوں پر رحمت کرے اور شیاطین اور اُن کی اطاعت کرنے والوں پر لعنت کرے۔ اور مومنوں کی عبادت گاہوں کا نتیجہ اس ذاتِ کامل سے قُربت و وصل ہے اور عبادت گزار مومنوں کو یہ چیز ہمیشہ حاصل رہے گی۔ اور شیاطین کی عبادت گاہیں دوزخ کے طبقات میں ڈالنے والی ہیں، اور ہمیشہ کی دُوری اور محرُومی ہے، جس میں کبھی کمی نہیں آئے گی اور "اللہ تعالےٰ کی سُنّت میں کبھی تبدیلی نہیں پاؤ گے"۔ اور یہ تبدیلی کس طرح ہو سکتی ہے کیونکہ اِن دونوں کامل صفات کا ظہُور اپنے اپنے مخصُوص مقام پر ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی ذات پاک کا یہی تقاضا ہے۔ بے شک اللہ پاک ہے اور یہ جو حدیثِ قُدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے جائے گی، تو اپنے تقاضے کی وجہ سے ایک قُربت معبُود کی مُظہر ہے اور دوسری محرُومی کے دوزخ کے طبقات میں ڈالے جانے کی کیفیت ہے۔ یقیناً یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہو گی۔ "اللہ نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا" اور "حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ" اور "حق کو مت چھپاؤ جب کہ

تم اسے جانتے ہو" اور یہ جو لکھا گیا کہ "ہر شے کو اپنی اصل کے اعتبار سے حق تعالےٰ کا قرب حاصل ہے" اس کی حقیقت یوں ہے کہ اللہ تعالےٰ کو اپنی ذات وصفات سے مخلوقات کے ہر ذرے کے ساتھ کسی قسم کی روک ٹوک، حجاب، سمت کے بغیر صاف صاف آیات کے مطابق قربت ومعیت کا حاصل ہونا ثابت اور طے شدہ ہے۔ لیکن یہ قرب ومعیت اشیاء کے ساتھ عام ہے، اور اس عام قربت کا خاص نتیجہ ان کا موجود ہونا اور نیست ونابود نہ ہونا ہے اور "اللہ کافروں کو گھیرنے والا ہے"۔ پس عام قرب کے اعتبار سے مومن اور کافر برابر ہیں اور قرب خاص کا پھل پا نادو درجہ سے بندہ کو توفیق کیا گیا ہے۔ ایک انبیاء کی موافقت اور اطاعت کے حصول کے لیے، دوسرے ان کی اطاعت کی بدولت، علم لدنی سے بہرہ ور ہونے کے لیے۔ اور یہ قرب جو ہمیں ملا ہے۔ انبیاء پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے نصیب ہوا ہے اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ اور اطاعت واعتقاد کے نور سے محروم لوگ ازل ہی سے اس قرب سے بے بہرہ ہیں۔ بمطابق آیت کریمہ "جو لوگ ایمان لائے، پھر انہوں نے کفر کیا، وہ پھر ایمان لائے، پھر کافر ہو گئے، اور پھر اس کفر میں دور نکل گئے۔ اللہ ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا اور ہدایت نہیں دکھائے گا"

میرے عزیز! جب ذات وصفات کی وجہ سے دوری ومحرومی قہر کے مظاہر ہوں، تو کس میں یہ طاقت ہے کہ قہر کے مخصوص مظاہر الگ کر کے اُسے وقت کے سپرد کر دے۔ اور جو اللہ تعالےٰ کے قہر کا مظہر ہے، اُسے قبول رحمت کا مظہر بنانا، ذات حقیقی کے تقاضے کے برخلاف ہے۔ پس ان دونوں کامل صفتوں میں کس طرح حقیقی موافقت پیدا کرنا ثابت ہو سکتا ہے" اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے"۔ اور "جو شخص اللہ، اس کے ملائکہ اس کی کتابوں اس کے رسولوں۔ جبرئیل، میکائیل کا دشمن ہے"۔ اور "درتحقیق، اللہ کافروں کا دشمن ہے" کے مصداق کون ایسا ہو سکتا ہے۔ جو اس دشمن غالب

کو کسی شرط کے پورا کیے بغیر صلح پر آمادہ کر سکے۔ اور اللہ کی باتیں تبدیل نہیں ہوتیں"۔ البتہ رحمت و غضب کے مشترکہ مظاہر جو گناہگار مومن ہیں، کئی زمانے گزرنے کے بعد ظاہر ہوں گے اور غضب، رحمت کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ اور چونکہ گنہگار کفر کے طریقے پر ہوتے ہیں، اور ایسا کفر کرنے والا در اصل اللہ کے ساتھ ایمان کی بدولت قربت رکھتا ہے، اسلئے اگر اس پر اس گناہ کی وجہ سے عذاب نازل ہوتا ہے تو ہم "عرض" کو "جوہر" پر ہمیشہ کے لیے غالب تصور نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ اہلِ سنت والجماعت کا مسلک ہے، اور چونکہ شیخِ اکبر (محی الدین عربیؒ) طریقت کی بلندیوں پر فائز تھے، اور شریعت کا کافر اس مرتبے سے نیچے گرا ہوا ہے، اور اس کا منظورِ نظر اس مرتبے کا منکر ہے، اسلئے اگر مخالفین کے خدشے کو دور کریں اور اہلِ حق کی بات کے پیش نظر یہ کہیں کہ اہل شقاوت کا انجام، یعنی ایسے شقی لوگ جو کفر کے طریقے پر چل رہے ہیں، ہزاروں زمانے گزرنے، اور ہزاروں عذاب سہنے کے بعد سعادت کو حاصل کریں گے، تو مناسب ہے، اور دین کے مقررہ امور کے قطعاً مخالف نہیں۔ وہ شخص عجیب دانا ہے کہ اس نے شیخِ اکبرؒ کی بات کو وہ معنی پہنا دیئے، جو ان کے مقام سے بہت دور اور ہزاروں انبیاء، اور تمام آسمانی کتابوں کے مخالف ہے۔ اور اُس مطلب سے، جو حضرت شیخِ اکبرؒ کی شان کے شایاں اور آیات و احادیث کے مطابق ہے، غافل و بے خبر ہے اور اس کے باوجود اپنے آپ کو حضرت شیخِ اکبرؒ کا اطاعت گزار کہلواتا ہے، اور ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے ؎

حرفِ درویشاں بدُزدد مردِ دُون　　تا بخواند بر سلیمی زاں فسوں

(ترجمہ:۔ کمینہ آدمی درویشوں کی باتیں چرا لے جاتا ہے، تاکہ ان کی بدولت سلیم الطبع آدمی پر اپنا جادو چلائے)

اور جہاں تک حافظ شیرازیؒ کے شعر ؎

در عشق خانقاہ و خرابات فرق نیست　　ہر جا کہ ہست پرتو روئے حبیب ہست!

کا تعلق ہے، اس کے معنی کتنے عمدہ ہیں، یعنی چونکہ خانقاہ و خرابات دونوں اللہ تعالےٰ کے جمال وجلال کی صفات کا ازل کی حکمتِ کامل کے تقاضے کے مطابق مظاہر ہیں، اس لیے عاشق کو خانقاہ وخرابات کے عشق میں کس طرح فرق محسوس ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ایک کا اقرار اور دوسرے کا انکار کرے، حالانکہ دونوں اس کی ذاتِ محبوب کے جمال وجلال کے مظہر ہیں۔ لیکن خرابات کا مالک اور ایسے مقامات کا بانی جو انبیا کی اطاعت کے برخلاف ہے عشق سے دُور کا واسطہ بھی نہیں رکھتا اور اس کی ذاتی استعداد کفر اور محرومی کی تاریکی میں پوشیدہ ہے اور جیسا کہ محبِ حقیقی نے اپنے سچے کلام میں کہا ہے "اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا" اس لیے محروم لوگ اطاعت و پیروی کو کس طرح ایسے عشق سے منسوب کر سکتے ہیں کیونکہ ان کا میلان حرص وہوا کی طرف ہوتا ہے۔ بدترین شخص وہ ہے، جو دوسرے انسان کو گمراہ کرتا ہے اور چونکہ اللہ تعالےٰ نے حکمت بالغہ سے اس کا نام ازل سے گمراہ لکھا ہے، ایسے شخص کو عاشق کہنا اللہ تعالےٰ کی مخالفت کرتا ہے ایک اور لطیف بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ خانقاہ وخرابات کے عشق میں کسی فرق کا نہ ہونا حقیقت و مرتبۂ فنا کی حیثیت سے ہے۔ لیکن ان میں بقا کی فضیلت و مرتبہ کے اعتبار سے واضح فرق ہے۔ اور کیوں فرق نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مظاہر جمال کو محبوب فرمایا ہے اور مظاہر جلال کو ناپسند کہا ہے اور کون ایسا محبت کرنے والا اور بقاء غیر کے مرتبہ سے واقفیت رکھنے والا ہو گا۔ جو حقیقی بقا کے مالک سے دشمنی کرے گا اور اس کے ناپسند کو پسند کرے گا۔ ایسا وہی کر سکتا ہے، جو دائرہ محبت سے دُور ہو اور ناپسندیدہ لوگوں کی صف میں شامل ہو اور "ہم اپنے نفوس کی برائیوں اور اپنے اعمال کی خرابیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں"۔ صاحب کمال لوگوں نے یہ

اقرار کیا ہے کہ اوسط درجے کے لوگ وصلِ غیر حقیقی سے ملبوس ہوتے ہیں، اور مظاہر کے مرتبوں میں ظاہر ہونے والے کے مرتبہ کو نظر انداز کر کے سوائے نظر آنے والے کے کسی اور کو نہیں دیکھتے۔ چنانچہ اپنی نارسائی کی وجہ سے ان کی یہ دید حقیقت تک نہیں پہنچتی اور دونوں مظہروں کے درمیانی فرق کو معلوم نہیں کرتی، لیکن جب اُسے مرتبۂ بقا مل جاتا ہے اور حقیقی دید میسّر ہو جاتی ہے تو پھر اسے معلوم ہوتا ہے کہ محبوب کا محبوب کونسا ہے اور محبوب کا مبغوض کون ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے اسے دیتا ہے"۔ اور جو یہ لکھا گیا کہ حق تعالےٰ کے ناموں کی مختلف شانوں اور حالتوں نے جو اعتبارات سے عبارت ہیں نیستی کے آئینوں میں روشنی ڈال کر اپنا ظہور کیا ہے ......" تو اے مہربان! اللہ تعالےٰ کی صفات اور شانیں بھی ذات کے رنگ میں منزّہ اور پرے سے پرے ہیں۔ ظالم کے ساتھ اس کی ذات کی عدم مناسبت اس معنی میں ہے کہ وہ ہمارے ادراک کی قید میں نہیں آتی، اور چونکہ اس کی صفات اور شانیں بھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں، اس لیے نیستی میں مناسب طور پر شریک ہیں۔ لیکن چونکہ اُس کی قربت و معیت استغنا اور بے کیفی کی انتہا کی وجہ سے حقیقی اور ہر ذرّے سے منزّہ و پاک ہے، اور اس کا فیض بخشنا اور فیض پانا ظاہر ہے اور مناسبت کا نور پیدا ہے، اس لیے اس نور کی مناسبت نے انہیں مرتبۂ اعلےٰ پر پہنچایا اور واقفِ اسرار کر کے بے کیفی کی حقیقت سے آگاہ کیا ہے۔ اگر نور مناسب نہ ہوتا تو پھر مطلوب کی حقیقت کون پا سکتا تھا۔ اللہ تعالےٰ کو عدم مناسبت کے خیال سے دُور نہیں کرنا چاہیے۔ جو اُسے دور تر رکھتا ہے وہ اس سے دُور تر رہتا ہے کیونکہ وہ پکارنے والے کے قریب ہے۔ اور جو یہ لکھا گیا کہ "بعض ہندو شہودِ وحدت کے نشہ سے سرشار ہیں"، میرے عزیز! وحدت کے شہود کے تین مرتبے ہیں۔ اوّل: اللہ تعالےٰ کی ذاتِ وحدت کا شہود۔ یہ رتبہ انبیاء کی پیروی کے بغیر حاصل نہیں ہوتا

جیسا کہ "اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو....." سے آگاہ کیا گیا ہے، چونکہ ہر ذرے کے وجود کا تعلق اس وجودِ شریف (اللہ تعالےٰ) سے ہوتا ہے اس لئے اس منبعِ حقیقی سے بے واسطہ کسی وجود کا شہود محال اور ناممکن ہے اللہ تعالےٰ اپنا طریقہ تبدیل نہیں کیا کرتا۔ دوئم: روحِ جامع کی وحدت کا شہود ارواحِ مفصلہ کے مراتب میں ہے ان ارواح کا تعلق اجسام سے ہوتا ہے اور یہ شہود بھی ان مومنوں کا حصہ ہوتا ہے جو طریقت کے درمیانی راستہ پر گامزن ہیں اور وہ یہاں سے اللہ پاک کے فضل سے اور ایمان کے نور کے ذریعے اپنی اصل منزل کی طرف ترقی کرتے ہیں اور کبھی کبھی اہلِ ہوا میں بھی اس شہود کا ظہور ہوتا ہے یہ اس میں مقید ہوتا ہے اور ایمان کے بغیر باطن میں دکھائی نہیں دیتا۔ سوئم: عنصرِ مجمل کی وحدت کا شہود جو عرش کے نیچے ہے، آسمانِ دنیا کے تحت مختلف عناصر کے مراتب میں ہے۔ اور انبیا کے اکثر منکرین کو اس شہود کے ذریعے مصیبت میں ڈالا جاتا ہے، اور خواہش کی شدّت سے یہ مرتبہ ان کج اندیش لوگوں کی نظروں میں تحقیق شدہ دکھائی دیتا ہے اور عناصر اربعہ کی تاریکی کے دشت و صحرا سے ان کی نظر اوپر نہیں جاتی۔ اور اگر ریاضت اور مجاہدہ کی کثرت و شدّت سے تزکیۂ نفس کر بھی لیں، تو پھر بھی اسی شہود میں محصور رہتے ہیں۔ اہلِ ہوا دل کی صفائی سے محروم رہتے ہیں۔ اگر یہ دونوں شہود، اہلِ ہوا کے مشاہدہ کو حضرات انبیاء کے اعتقاد کے سرچشمے کے ذریعے، مظہریت میں صفتِ جمال کے مشترک ہونے کی بدولت رہنمائی کردیں، اور حرص و ہوا سے باہر نکال لائیں، تو پھر درجات میں ترقی ہوگی، ورنہ تاریکی کے دوزخ میں جاگرائیں گے۔ اور ان پر ابدی عذاب نازل ہوگا۔ ایسا مشاہدہ کرنے والا اطاعت و پیروی سے محروم رہ کر عذاب میں مبتلا رہے گا۔ اس تحقیق سے واضح ہوگیا کہ شہودِ وحدت کے ہر دیکھنے والے کو حقیقی واحد کی ذات سے ملا ہوا نہیں سمجھنا چاہیے۔ جب تک اس میں انبیاءؑ کی پیروی کی دلیل نظر نہ آجائے۔

اور "تم خواہشات کی پیروی نہ کرو، کیونکہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گی"۔ بلکہ پختہ ایمان نہ رکھنے والے مومنوں کو اس قسم کے مشاہدہ کرنے والے سے دُور رہنا چاہیے، تاکہ اس کی تیرگی اس مومن کے اندر بھی سرائت نہ کر جائے، کیونکہ اس قسم کے لوگوں کی مذمت میں " وہ گمراہ ہیں اور گمراہ کرتے ہیں" کا انتباہ ہوا ہے ع

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

ترجمہ (اب میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں، کیونکہ سمجھ داروں کے لیے اتنا ہی کافی ہے) آپ پر اور جو آپ کے نزدیک ہیں اُن سب پر سلام۔

مکتوب : ۱۰۰

اللہ تعالےٰ کی ذات سے اُس کی صفات کی نسبت کے بارے میں حقیقی تحقیق۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ بزرگوں کی کوشش نے اللہ تعالےٰ کی ذات سے اس کی صفات کی نسبت کو ایک مختصر بات یعنی "لاھُو" اور "لاغَیْرَہ" میں بیان کر دیا ہے۔ اور یہ بظاہر سوال کرنے والے کے جواب میں ہے جس نے عینیت، اور غیریّت، کے بارے میں سوال کیا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں عینیت، اور غیریّت، کا اطلاق شریعت عطا کرنے والے نے نہیں کیا۔ اور یہ دونوں الفاظ قوّتِ ادراک کی سمجھ کے اعتبار سے نئے ہیں، اور اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات، اس کی تقدیس اور بے کیفی کے کمال کے ساتھ موجود ہیں۔ اس لیے اس کی تعریف کرنا اس فانی علم کے ذریعے جب کہ اس نے علم قدیم کی تعلیم نہیں دی، پرلے درجے کی بے ادبی ہے۔ "پاک ہے وہ تیرا رب، عزت والا رب، ان تمام باتوں سے، جن سے اسے موصوف کرتے ہیں۔ اس لیے عینیت کی نفی اور بے کیفی کی غیریّت پر ایمان لانا، ہر ایک کے لیے دائمی طور پر لازم ہے حتیٰ کہ

خود بے کیفی کا مفہوم بھی ختم ہو جائے۔ اور بے کیفی کے مفہوم کی طرف توجہ کرنے کی بجائے اللہ کے علم کے ساتھ حاضر رہے بلکہ ایسی حالت ہو کر یقین رکھنے والا جب خود غور کرے، تو یقین کے خفی بلکہ اخفی مرتبوں کے حصول سے بھی اپنے آپ کو پاک اور صاف سمجھے۔ اگرچہ اس صفا کا یقین رکھنے والا ایسی خلوت کے کمال پر کھڑا ہے جس کے خاص الخاص درجہ کا کو ولایت کے کمالات کے حصول کے بغیر تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اجتہاد کرنے والے حضرات اجتہادی قیاسات کی جُرأت کے ذریعے' ایمان بے کیف کہنے کے سوا، خوف زدہ ہیں اور انبیائے پاک بھی اپنی ذات میں کہتے ہیں کہ (اے اللہ) جیسا کہ تو ہے، اس طرح تیری تعریف نہیں کی جا سکتی' کیونکہ نفس، قیاس کے ذریعے خطا و صواب کا مرتکب ہو سکتا ہے، جبکہ ہمارا مقصد محض ایمانِ بے کیف کے ذریعے ہی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے، حاصل ہوتا ہے اور " اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے وجُود سے خوف دلاتا ہے" کی آیت کے مطابق اس کا نفس، مرتبۂ کمال کو پہنچتا ہے، اور اصل حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا میں غلطی اور درستی کے اس قسم کے احتمال کے ساتھ غلط اور صحیح کی کوشش کرنا، اور جرأت دکھانا کسی بھی بزرگ مجتہد کی شان سے دُور، بلکہ دُور ترین ہے، کیونکہ جو مقامِ یقین کے لائق ہے' اسے گمان و قیاس کے سپُرد نہیں کرنا چاہیے' کیونکہ گمان و قیاس سے جو شے ظاہر ہوتی یا تصور کی جاتی ہے' وہ مخلوقات کی قسم سے ہے۔ دنیاوی معاملات کو تفصیل کے بجائے مختصر طور پر بیان کرنے سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوتا، لیکن شرع میں اس طرح اکثر مقامات پر معاملہ مُعطّل ہو جاتا ہے۔ صورت یہ ہے کہ دنیاوی مسائل کے بارے میں مناسب اجتہاد کے بغیر معاملہ اکثر پابندی و تبدیلی کے مقام پر ہوتا ہے۔ الغرض جب قدیم بزرگوں کی یہ مختصر بات بعد کے بزرگوں تک پہنچی، اللہ اُن کے اسرار کو پاک رکھے۔ تو انہوں نے مذکورہ تحقیق اور اللہ تعالےٰ کی تقدیس کے بارے میں تفصیل کا دروازہ کھول

دیا اور "لا ھو" اور "لا غیرہ" کے متعلق بیان فرمایا۔ اور ان دونوں پہلوؤں سے یہ طے کیا کہ اللہ تعالےٰ کی صفات نہ اس کی ذات سے زاید ہیں نہ الگ اور اسی بات کو اختیار کرنا چاہیے کہ ایسے قیاسی علم میں بزرگوں کی یہی تحقیق ہے۔ اور اللہ ان کی کوششوں کو مشکور کرے۔ اور اللہ تعالےٰ کے مقدّس مرتبوں پر بے کیفی کے ایمان سے کمال بے نیازی کا حصُول اُمّت کے ان لوگوں کے دل کی کجی دُور کرنے کے لیے ہے، جن کے خیال میں اس مختصر سے کلمہ کے ذریعے دو متضاد باتوں میں مفاہمت ہو جاتی ہے اور اس تفصیل سے ان کے دل کی تشفّی ہو جاتی ہے لیکن دانشِ کامل کے نزدیک یہ طے شدہ امر ہے، کہ خواہ اس امت پر ان کی شفقتیں کتنی ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالےٰ کی "وراالورا جناب" کے بارے میں یہ ایک قیاسی تحقیق ہی ہے، جسے اختیار کر لیا گیا ہے، لیکن ان کی یہ تحقیق اس مرتبۂ قیاس میں بھی بلا وجہ معتبر نہیں، کیونکہ یہ مجتہد کی شان سے بعید ہے۔ چنانچہ اس دینِ متین کے علماء سے جو مجتہدوں کے وارث ہیں، ان وجوہ کے بارے میں پوچھا جاتا ہے کہ اُن کا اِن مجتہدین کی قیاسی بات کو تحقیق کے بغیر قبول کر لینا محض تقلید نہیں ہو گا، کیونکہ ان کی کامل نظر میں بزرگوں کے کلمۂ جامعہ کی پیروی ہی بہتر ہے، کیونکہ اس میں غلطی کا امکان نہیں۔ یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ ذات کے ساتھ صفات کی نسبت میں لفظ زاید سے متاخر حضرات کی تحقیق کے مطابق بڑے بڑے سوال پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ لفظ زاید کے اطلاق میں ایک پوشیدہ غیریت ہے، اور غیریت کو اختیار کرنا خواہ وہ پوشیدہ ہی ہو، بزرگوں کے کلمۂ جامعہ کی مخالفت کرنا ہے۔ **دوسرا** یہ کہ یہ لفظ اکٹھا آیا ہے اور زاید (بڑھا ہوا) اور مزید (بڑھایا گیا) دو چیزیں ہیں، چنانچہ دو چیزوں کے درمیان عدم انفکاک، ان کے اتّحاد و اتّصال کی دلیل ہے۔ **تیسرا** یہ کہ اگرچہ زاید خارج میں قابلِ انفکاک نہیں ہوتا، لیکن فہم ذہن کے مرتبے میں کیونکہ ہمارے علوم کی تحقیق کا دارو مدار ہی اس پر ہے، یہ قابلِ انفکاک ہے۔ مثال کے طور پر حیات، وجُود، علم اور

قدرت کی صفات جو اس کی ذاتی قابلیتیں ہیں اگر ذات پر زاید کہیں، تو ذہنی نظر سے دیکھئے، کہ اس کی ذات اس حیثیت سے کس شان کی ہوگی یعنی صفات کی ضد کے بغیر اس کو دیکھا نہیں جا سکتا **چوتھا** یہ کہ آیا زاید اور مزید بلندیٔ مرتبہ میں دونوں برابر ہیں یا ایک دُوسرے سے برتر ہے۔ اگر برابر ہیں تو شرکت یقینی ہے اور ایک دوسرے کی اطاعت ثابت نہیں ہوتی اور ایک کا دُوسرے سے جدا ہونا، دُوسرے کا نقصان ہے کیونکہ صُورت یہ ہے کہ صفات کا ایک دُوسرے کا تابع ہونا اُن کی ذات سے مقرر ہے اور ذات کو صفات سے جدا کرنے سے اول الذکر کا نقصان ہے اور آخر الذکر کی فنا ہے، اور اگر ایک دوسرے پر غالب ہے، تو پھر غالب کا مغلوب سے بے نیاز ہونا، کرنا اور مغلوب کا غالب سے کمال حاصل کرنا قابل فہم۔ حالانکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ ذات سے صفات کی بے نیازی اور صفات سے ذات کا کمال حاصل کرنا غیر معقول ہے اور اگر ہم اس کے برعکس ہیں تو انہی کا یہ طے شدہ اصول ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات صفتِ وجُود سے مُوجود ہے، حیات کی صفت سے "حی" ہے اور صفت علم کی وجہ سے "علیم" ہے جو ان کے نزدیک ذات میں نہیں، بلکہ ذات پر زاید ہیں۔ چنانچہ جب مُوجُود، حی، اور علیم کی ذات، وجود، حیات اور علم کے بغیر نہیں ہو سکتی، تو ذات کی حقیقت کا پوچھنا اور صفات کا تکمیل حاصل کرنا کس طرح تصوّر کیا جا سکتا ہے۔

پانچواں یہ کہ اُنہی کا طے شدہ مسئلہ ہے کہ ذات خود بخود قائم ہے اور صفات ذات کی وجہ سے قائم و موجود ہیں، کیونکہ اگر ذات صفت کی بدولت قائم ہو تو مطاع کا وجود مطیع کا مرہونِ منت ہے اور یہ بات دو حالتوں سے خالی نہیں۔ اول یہ کہ ذات کو اپنی حیثیت سے ازلی طور پر مکمل و کامل تسلیم کریں یا کہ تسلیم نہ کریں۔ اگر تسلیم کریں تو اُن کے قول کے مطابق اُسے خود بخود قائم جانیں، نہ کہ زاید صفت سے، جو قیام ہے اور اسے ذات سے موجود سمجھیں نہ کہ زاید صفت سے۔ جو موجود ہے اور اگر ذات سے

حیؔ جانیں نہ کہ صفت زاید ہے جو حیات ہے اور اسی طرح اور۔ اور یہ بات بھی انہی کے طے کردہ اصول کے خلاف ہے کیونکہ وہ ذات کو اس کی ذات سے قائم قرار دیتے ہیں، نہ کہ صفت کے ذریعے سے۔ موجود، حیؔ، علیم، وغیرہ کے برخلاف، اور اسی طرح اور۔ اور اگر ان کے اقرار کے خلاف تسلیم کریں یعنی ذات کو ذات کی بدولت موجود، اور حیؔ اور علیم جانیں نہ کہ وجود اور حیات اور علم کے ذریعے، چنانچہ اُسے خود بخود قائم جانیں، صفت کی بدولت نہیں، نیز زائد صفات کی تحقیق و ثبوت، محض تحصیلِ حاصل ہے۔ اور اگر ہم ان کی مسلّمہ بات مان لیں، یعنی ذات کو خود بخود قائم جانیں اور موجود اور حیؔ، وجود اور حیات کے مثل جانیں، تو پھر بھی دو مشکلیں پیدا ہوتی ہیں۔ **پہلی** یہ کہ اگر اسے اس کی ذات سے قائم جانیں، اور موجود اور حی، وجود اور حیات کی وجہ سے، تو اس میں تفریق کی کیا وجہ ہے؟ **دوسری** یہ کہ قائم کا اطلاق اگرچہ اس کی ذات ہی سے کریں، پھر بھی قیام کی صفت لازمی طور پر متحقق نہیں ہوتی خواہ یہ لازمی نہ بھی ہو، کیونکہ اسم صفاتی ہے اور اسم صفاتی صفت کے بغیر نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس کا مصدر ہے۔ اور معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لازم ہے کہ ذات قیام کی صفتِ زائد سے قائم ہو، اور تمام صفات کے نفوس، قیام کی صفت اور صفتِ قیام کے نفس سے اپنے قیام میں دوسرے کے تابع نہیں ہوتے، سوائے اس کے کہ وہ خود قائم ہوں۔ اور صورت یہ ہے کہ یہ بھی اُن کے ضابطے کے خلاف ہے۔ پس اے اہلِ فہم، بات کو سمجھو۔ اگر ذات کو کاملِ ازلی کی حیثیت سے خود بخود قائم مان لیں، تو تمام قوموں میں یہ بات ناپسندیدہ ہو گی۔ اور خود بخود قیام ثابت نہیں ہوتا۔ اگر یہ کہیں کہ زاید کا اطلاق صرف سمجھنے کی خاطر ہے کیونکہ تفہیم کے مقام پر ذات کا مفہوم کچھ اور ہے، اور صفات کا مفہوم کچھ اور، تو پھر حقیقت کو پانے کی حیثیت سے کچھ نہیں کہا گیا اور حال یہ ہے کہ ہماری بحث وجوب کے مرتبہ کے بارے میں ہے جو قدیم اور ازلی ہے اور مفہوم

وتفہیم پر مقدم ہے۔ ایمان کے لائق یہ ہے کہ یہ دونوں مرتبے اس کے پیدا کردہ ہیں۔ اس لیے اس آیت شریفہ کے مطابق واللہ خلقکم وما تعلمون (اللہ نے تمہیں پیدا کیا، اور جو کچھ تم جانتے ہو)، یہ دونوں قابلِ فنا اور تغیر پذیر ہیں (آیت شریفہ: جو شے ہے، فانی ہے، سوائے تیرے رب ذوالجلال والاکرام کے) اور جو چیز قابلِ فنا اور تغیر پذیر ہو اس سے وجوب کا مرتبہ تلاش کرنا انصاف سے دُور ہے، اور پراگندہ تصورات سے علم میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ گذشتہ دَور کے عظیم مجتہد بزرگوں کی تحقیق کو جو بزرگوں کے متفقہ قول کو لفظ زاید سے بیان کرتا ہے، ہی ایک درجہ پر مذکورہ معنی کے اعتبار سے پابند کرنا کمال کی بدگمانی ہوگا۔ کیونکہ ان مجتہدین کا ارادہ، وجوب کے حقیقی مرتبہ کی تحقیق سے ایک کلمہ جامعہ کے ذریعے جو اللہ تعالےٰ کی بے کیفی کے کمال کو ظاہر کرے، خلقت کی ہدایت کرنا تھا۔ تاکہ ہر مقلد اور محقق تقلید یا تحقیق کے ذریعے ایمان کی حقیقت سے باخبر ہو جائے۔ اور اس خیالی اور تفہیمی تحقیق سے کوئی ترقی حاصل نہیں ہوتی۔ اور اس عبارت سے نفیِ مطلق کی سمجھ نہیں آتی، کیونکہ جب تک میں بات نہیں سمجھوں گا، کس کو منزہ سمجھوں گا؟ اور کس کی عبادت کروں گا؟ بلکہ فہم کی نفی سے مطلوب کو سمجھنے کا احتمال ہے۔ کیونکہ جب تک میرے یقین کے آئینے سے موجودات کے نقش صاف نہیں ہو جاتے، کیف کے ہونے یا نہ ہونے کا علم میرے خانۂ یقیں میں پوشیدہ رہتا ہے، خواہ اس کا علم نہ بھی ہو اور نہ نفسِ معلوم غیرِ معلوم ہے، بلکہ وہ معلوم ہے، اور اس نقصان پر قابو پانا جب کہ یہ غیب سے واقع ہو۔ ایک نفس ہے، اور چونکہ اللہ تعالےٰ کو سمجھنا ناممکن ترین بات ہے، اور اس قولِ مفصل کی تحقیق، حقیقی تحقیق سے ظاہر نہیں ہوتی۔ اس لیے یہی بہتر ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات سے اس کی صفات کی نسبت جاننے کے سلسلے میں ایمانِ بے کیفی کے ذریعے اس کلمۂ جامعہ کو مان لیں اور ان بزرگوں کی منشا کے مطابق جیسے کہ اسلام کے دوسرے مسائل میں مجتہدین کی باتوں

پر ہم ایمان لاتے ہیں زاہد کے اطلاق کو بھی مان لیں۔ ان کی تحقیق انہی کے سپرد کریں اور کلمہ جامعہ کو اپنا معمول بنائیں کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کی تقدیس وعظمت کا کمال ہے کہ بے شمار ذاتی قابلیتوں کے باوجود جن کو صفات کا نام دیا گیا ہے، اس کی نسبت، صفات کی جانب، صرف بے کیفی کی ہے، کیونکہ بے کیف اور بے کیفی سے بے کیف کی نسبت عینیت وغیریت کی ہے۔ بلکہ عینیت وغیریت کا مفہوم اس کی مخلوقات سے ہے نہ کہ اس کی عظیم صفات سے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

مکتوب : ۱۱

صفات کے ساتھ صفات کی قابلیتوں کے بارے میں تحقیق۔

سلام کے بعد۔ جیسا کہ ہم نے ذات سے صفات کی نسبت کے بارے میں تحقیق کی ہے کہ وہ لَا هُوَ اور لَا غَيْرُهٗ ہے۔ یعنی ذات، جو بے کیف ہے کی نسبت صفات سے، جو بے کیف ہیں، بے کیفی کی ہے، اور عینیت وغیریت کیفیات کی سی چیزیں ہیں۔ اس لیے ذات وصفات کے وجود کو ایک دوسرے پر غیریت و عینیت کا اطلاق کرنا منع ہے۔ اسی طرح صفات کی قابلیتوں کے وجود کو صفات سے بے کیفی کی نسبت ہے، کیونکہ صفات کی قابلیتیں بھی بے کیف ہیں، اور جو کچھ اس مقام پر ظاہر ہے، وہ صفات کی قابلیتوں کے کمال کا ظہور ہے نہ کہ خود کمالات کا۔ کیونکہ صفات کے کمالات بذاتِ خود غیب الغیب ہیں، خارج میں ظہور کرنے سے پہلے، اور ظہور کرنے کے بعد، اور یہ کہنا کہ صفات کمالات کے لباس میں ظہور پذیر ہوئی ہیں، حضرت جنیدؒ کے مسلک کے خلاف ہے۔

مکتوب : ۱۲

منفی صفات کے بارے میں۔

اوّل و آخر ہر تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ میاں حافظ مکمّلؒ اور فقیر اللہ کے مکتوب ملنے سے خوشی ہوئی اور اس کے مطالعہ سے اس کی حقیقت واضح ہوئی۔ یہ جو آپ نے اللہ تعالےٰ کی منفی صفات کے بارے میں تحریر کیا ہے، کہ بعض بزرگوں نے منفی صفات کو بھی مثبت صفات کی مانند کہا ہے اور موجود سمجھا ہے، تو عزیزمن! غور سے دیکھنا چاہیے کہ منفی صفات کا اطلاق کرنا، صفت کی نفی کرنا ہے، نہ کہ صفت کا اثبات کرنا۔ مثلاً "لم یلد" (وہ پیدا نہیں کرتا) صفتِ توحید کی نفی ہے۔ نہ کہ اس کا ثبوت۔ اسی طرح "لیس کمثلہٖ" (اس کی مثل کوئی نہیں) مثل کی نفی ہے، اثبات نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ منفی صفت سے اللہ تعالےٰ سے وہ ناقص صفت خارج کرنا ہے نہ کہ اسے ثابت کرنا۔ سوائے اس کے کہ یہ کہیں کہ اس کی منزّہ ذات میں اس نقصان کا ہونا اُسی کا ذاتی وصف ہے، کیونکہ وہ ناقص صفات کو اپنی ذاتِ پاک میں جگہ نہیں دیتا۔ چنانچہ یہ شان اور صفت، مثبت صفت ہے نہ کہ منفی صفت۔ چنانچہ ان دونوں باتوں میں تطبیق کرنی چاہیے کہ منفی صفت کو مثبت کہنے والا اس کی شان وصفت کو گھٹانے والا ہے اور منفی صفت کو منفی کہنے والا اس کی شان و صفت کو ناقص کرنے والی صفت کو صفات میں سے خارج کرنے والا ہے۔ اگر کہیں ملاقات کا موقعہ ملا، تو اس کی تشریح روبرو کی جائے گی۔

مکتوب : ۱۳

مرتبۂ صفات و کمالاتِ صفات پر غیب الغیب کے نام کے اطلاق کی تحقیق۔

اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا کی ہیں، ان پر اس کی بے حد حمد و ثنا۔ میرے عزیز خوش نصیب

بھائی، بعد سلام آپ کے مشفقانہ مکتوب کی آمد نے خوشی پیدا کی۔ مدت سے یہ خواہش تھی کہ عزیز کوئی گہرے مطلب کا سوال کرے۔ اس خط کے مطالعہ سے وہ خواہش پوری ہوگئی۔ اے سعادت مند! اس عاجز نے اس تحقیق میں سر دو اختلاف کو حاجی سلطانپوری (اللہ ان کے راز کو پاک کرے) کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ انہوں نے اس عبارت کے چھ لطیف نکات پر تعجب کرکے فرمایا تھا کہ جو کچھ نکات میں ہے، یہی ہے اور اسے ہی دیکھنا چاہیے اور اس کے بعد اور کچھ نہ کہا اور دوسرے عزیزوں سے بھی اس وقت تک کوئی تحقیق ظاہر نہیں ہوئی۔ اس موقعہ پر اس عاجز کے دل میں خیال آیا گویا غیب سے ڈالا گیا، کہ ذات وصفات اور ملزومات کی دو شانیں ہیں۔ پہلی شان تو یہ ہے کہ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا" اس شان کے مطابق ظاہر ہے کہ ظاہری ذات وصفات کا مرتبہ اپنی ظاہریت سے غیب سے موسوم ہے، اور اس شان میں ملزومات کا درجہ پوشیدگی اور دخلِ محض کا ہے، اور ان کی انتہا غیب الغیب کی مسمیّت کی متقاضی ہے دوسری شان یہ ہے کہ "میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں چنانچہ میں نے مخلوق کو پیدا کیا، تاکہ وہ پہچانے" اس دوسری شان کے مطابق ظاہر ہے کہ ملزومات کے رتبے اپنے ظہور کے لباس سے اس شان میں ظاہر ہیں، اور اپنی ظاہریت کے سبب غیب کے نام اور ذات وصفات کے مرتبے سے، ملزومات کے ذریعے اس مرتبہ پر اطلاق کی درجہ سے ہویدا ہیں۔ پس اس معنی کے اعتبار سے اس شان میں "ذات وصفات" یہ ہے کہ اس کا نام غیب الغیب رکھا جائے اور جب شان کی تحقیق سے یہ ظاہر ہوگیا کہ ان دو باتوں کے دو پہلو ہیں، یعنی حضرت پیرو دستگیرؒ نے پہلی شان کے مطابق، ذات وصفات پر غیب کا اطلاق اور ملزومات پر غیب الغیب کا اطلاق فرمایا ہے۔ اور حضرت محمد شریف جیؒ، چونکہ پیرو کار ہیں اور چونکہ اُن کے مُرشد نے غیب کا اطلاق ذات وصفات پر اور غیب الغیب کا اطلاق ملزومات پر جیسا کہ دُوسری شان کے مطابق مرتبہ ظہور

ہے۔ بیان نہیں فرمایا، اس لیے مجبوراً دوسری شان کی تحقیق کو، جو پہلی شان کے تحت ہے،
مراتب ظہور کے پیش نظر خصوصیت سے ہر مرتبہ کے مطابق بیان فرمایا اور غیب
کا اطلاق مناسب ملزومات سے، اور غیب الغیب کا اطلاق ذات وصفات پر زیادہ
مناسب سمجھا۔ اور پھر چونکہ ذاتِ انسانی کا راز واحدِ حقیقی کی ذات کے راز کو ظاہر کرتا ہے
اور ہر لحاظ سے اُس کا مظہر ہونے کی وجہ سے اس کی ذات، صفات و ملزومات کی سردار
ہے، اس لیے مجبوراً تمام لطائف پر سِر انسانی کی سرداری کو حق مان لیا۔ اور وہ جو فرمایا کہ
غیب علمِ حضوری کا مظہر اور غیب الغیب حضورِ علم کا مظہر اور نفس ذاتِ ربانی کے راز
کی حقیقت ہے اس سب کچھ کے باوجود حضور کی حیثیت سے اس کا وجود حرف کے مرتبہ
میں ہے یہ اس معنی میں ہے کہ چونکہ عروج کی حیثیت سے اُن کی تحقیق دوسری طرف سے
ہے، اس لیے عروج کی سمت حصول کے مرتبے سے جو نفس ظہور ہے، ملزومات کے
مرتبہ سے جو غیب ہے اس شان کے اندر اسم یافتہ ہے، اس شان سے شروع ہوتی ہے
اور جب حصول کے علم کے مرتبہ سے عروج حاصل ہو گیا، تو علمِ حضوری نے ظہور فرمایا
علمِ حضوری کے مظہر اس نے غیب کا مرتبہ جو ملزومات میں ہے۔ واقع اور ظاہر کیا، اور
علم ظہوری ظہورات کے لباس میں ملزومات کی وصولی ہے
اور یہ بات تحقیق شدہ ہے اور جب اس مرتبہ سے ترقی ہوئی اور صفات کی وصولی
میسر ہوئی تو حضورِ علم نے ظہور فرمایا پس اس حضورِ علم کا مظہر، مرتبہ صفات سے اور صفات
اس شان میں غیب الغیب ہیں۔ اور ان کی اطلاع کے مطابق یہ امر تحقیق شدہ ہے
اور جب اللہ تعالے کے فضل سے اس مرتبہ سے عروج ہوا، اور ذاتِ جامع کمالات
کا وصل میسر ہوا۔ اور علم حضور کی حضوری میں حضور حاصل ہوا، اور اس علم کا حضور اس
عارف کے حصہ میں دے دیا گیا، چنانچہ اس بات کو سمجھ لیجئے۔ یہ وہ مفہوم نہیں

جو مخلوق ہے، نہیں۔ بلکہ جب ہر غیب اور غیب الغیب کے مرتبہ کا وصول ظہور میں آئے گا، تو اصل کا نتیجہ، علم ضرور کی شکل میں نکلے گا، لاچار علم حضوری مرتبہ غیب میں اور حضور علم غیب الغیب کے مرتبہ میں چھ مفصل لطائف صاف ظاہر ہیں، جن کا بیان انسانی راز ہے اور انسانی راز ظہور ثانی کے مرتبہ میں داخل ہے اور ظہور ثانی دوسری شان کے ماتحت ہے اس لیے ملزوبات کو غیب سے اور صفات کو غیب الغیب سے موسوم کرنا زیادہ مناسب ہے ع

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

(ترجمہ میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں کیونکہ زیرک انسانوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے)
اگر کبھی ملاقات کا موقعہ ملا۔ تو جو کچھ باقی رہ گیا ہے روبرو کہا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے اور عبادت میں غفلت نہ کیجئے۔

مکتوب: ۱۴ (الف) سوال

احاطۂ ذاتی کے بارے میں تحقیقات، کے متعلق۔

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں ہدایت بخشی، اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے اور ہمارے ربّ کی طرف سے حق کے ساتھ انبیاء ورسول آئے۔ میں شیطانِ مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ خبردار۔ اللہ ہر شئے پر حاوی ہے علمائے ظاہر اللہ تعالےٰ کا احاطہ علمی اس آیت کریمہ کی تعبیر و تاویل کے ذریعے کرتے ہیں اور "اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا" کی آیت کریمہ کو مفسرین اسی معنی میں سمجھتے ہیں، اور حضرات صوفیہ پہلی آیت سے احاطۂ ذاتی بیان کرتے ہیں۔ اور دوسری آیت سے احاطہ علمی سمجھتے ہیں۔ اور اگر ذہن کی نظر سے دیکھا جائے تو احاطۂ علمی والی بات، بلاشبہ درست معلوم ہوتی ہے، اور احاطۂ ذاتی کی بات پر جسم

اور ظرف کے ہونے کا گماں ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی تحقیق بیان فرمائیں تاکہ دونوں باتوں کی تفصیل ظاہر ہو جائے۔

مکتوب : ۱۴۰ (ب) جواب

میرے عزیز! اس عاجز کو اتنا حوصلہ کہاں، کہ اکابرانِ دین کے اقوال کے متعلق زبان کھولے، لیکن چونکہ سوال کرنے والے کو جواب دینے کے بغیر چارۂ کار نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ "سوال کرنے والے کو مت جھڑکو"۔ اس لیے اپنی کمزور عقل کے مطابق میں نے صوفیائے کرام کے آفتابِ نور سے جو کچھ حاصل کیا ہے، اس کو بیان کیا جاتا ہے۔ علمائے ظاہر کی سمجھ نے جو کچھ سمجھا اور کہا ہے، ہم لوگوں کی بساط کیا ہے کہ اس پر بات کریں، لیکن سائل کے ساتھ چونکہ معاملہ بے تکلفی کا ہے۔ اس لیے اگر ہمارے حضراتِ ظاہر اور صوفیہ کے درمیان اس بارے میں جو بحث کی گئی ہے اس کو بیان کیا جائے، تو درست ہوگا، چنانچہ اس لحاظ سے کچھ بات کہی جاتی ہے، لیکن سب سے پہلے سائل کے سوال میں جو کمی ہے، اسے بیان کرتا ہوں، اس کے بعد عقیدہ کی تحقیق ہوگی۔ یعنی چونکہ سائل حق تعالےٰ کو جسم اور جوہر سے پاک سمجھتا ہے اور احاطہ ذاتی کی تعلیم جو "اِنّہٗ" کی ضمیر سے ظاہر ہے، اللہ تعالےٰ کی طرف سے سمجھتا ہے۔ نہ کہ کسی اور شے سے، اس لیے جسمیت کا وہم کہاں سے پیدا ہو گیا، اکثر لوگ بات کرتے ہوئے تو نفی جسم کرتے ہیں، لیکن جب اچھی طرح جانچا جائے تو ان کا باطن عقیدۂ جسم سے ملوث ہوتا ہے، اور جسم کے لیے لازم ہے کہ احاطہ ذاتی کی نفی ضروری سمجھی جائے، اس لیے مجبوراً احاطہ علمی کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ احاطہ ذاتی کے ثبوت میں اُن کے عقیدہ کے مطابق ذات کی مظروفیت اور اشیاء کی ظرفیت ثابت ہوتی ہے اور مجسّم جسم کا احاطہ اس حیثیت کے بغیر تصور نہیں کیا جا سکتا، اور چونکہ اہلِ سنّت والجماعت جسم، عرض، بلکہ اللہ تعالےٰ کی ذات سے تمام حادث قیود

کی نفی کرتے ہیں، اور چونکہ وہ یہ بات اللہ تعالےٰ کی پہلی اور دوسری مذکورہ بالا آیت سے سمجھتے ہیں۔ اس لیے جسمیت، ظرفیت اور مظروفیّت جو حادث اشیا کا خاصہ ہیں، کا وہم اس جگہ کس طرح پیدا ہوتا ہے اور چونکہ سائل اپنے اعتقاد میں اللہ تعالےٰ کی ذات کو الطف (بے حد لطیف) اور متبوع (فرماں روا) اور صفت کو لطیف اور تابع (فرماں بردار) سمجھتا ہے اس لئے ذات کا جو الطف اور متبوع ہے کسی شئے سے احاطہ کرنے سے جسمیت، ظرفیت اور مظروفیّت کا وہم پیدا ہوتا ہے اور یہی وہم، لطیف اور تابع کے مرتبہ میں جو صفات ہیں، احاطہ کے قابل ہونے سے ضروری ہے کہ اور بڑھ جائے۔ اس لیے اس وہم کی وجہ سے کیا احاطۂ ذاتی اور کیا احاطۂ صفاتی سب کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اور حقیقت یوں نہیں بلکہ اس سے نفی اوّل اور ثبوت ثانی ظاہر ہوتا ہے اور یہ مرجح (ترجیح دینے والے) کے بغیر ترجیح ہے۔ نیز چونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی ذات خود بخود قائم ہے اور اس کی تمام صفات، ذات کی بدولت قائم، اور ذات سے صفات کا قیام احاطہ ذات کی خبر دیتا ہے۔ اس لیے وہ صفات کو اپنے عقیدے کی رُو سے کیوں نہیں دیکھتے۔ کہ اس عقیدہ کا باعث اشیا سے صفات کا احاطہ کرنا اشیا کو ذات کے احاطہ کی خبر دیتا ہے، کیونکہ بے شک احاطہ گھیرنے والے کی گھری ہوئی جگہ ہے۔ اور چونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ کسی وجہ سے صفات، ذات سے الگ نہیں، اس لیے کسی شئے سے صفات کا تعلق کہنا اور پھر اس سے تعلقِ ذات کی نفی کرنا، صفات کے انفکاک (الگ ہونے) کے عقیدہ کو ظاہر کرتا ہے اور پھر چونکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ صفات، ذات پر زاید ہیں۔ عین ذات نہیں۔ پس جب ذاتی علم کو زاید سمجھا، تو اس کے احاطہ کرنے کا قائل ہو گیا اور اس سے کیا چیز سامنے آئی کہ احاطہ ذاتی کا قائل نہیں ہوتا۔ کیونکہ علم اس کی ذات کی ایک صفت ہے۔ اس لیے اس کی ایک صفت کا احاطہ ہے۔ چونکہ سائل سوال کے وقائق و رموز سے بے خبر ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ

سے احاطہ کرنے سے، جو اس کے ذہن سے بہت دور ہے، کیا حاصل کرے گا، قصہ کوتاہ میں بات کو مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ احاطہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ صُوری، معنوی اور حقیقی۔ احاطۂ صُوری ادنےٰ سے لے کر اعلےٰ تک کی مخلوقات کے مراتب کا خاصہ ہے، اور اس احاطہ میں ظرفیت و مظروفیّت یا تو ظاہر ہے یا پوشیدہ۔ اگرچہ بعض جگہ واضح نہیں ہوتا۔ اور احاطۂ معنوی حقیقی صفات کا احاطہ ہے خواہ اشیا کی صفات ذاتی ہو یا فعلی۔ کہ اللہ تعالےٰ ازل سے ابد تک تمام ممکنہ مراتب کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے جس طرح قدرت کی صفت ہے، کہ قدرتی معانی کے تصرفات تمام اشیا کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہیں، اسی طرح علم، ارادہ وغیرہ کی صفات ہیں۔ اور احاطۂ حقیقی اللہ تعالےٰ کی ذاتِ پاک کا خاصّہ ہے۔ اور احاطۂ حقیقی یہ ہے کہ خواہ صفات و کمالات کی وجہ سے مراتبِ وجُوب ہوں، اور خواہ جوہر، جسم، عرض کے مراتبِ امکان، اللہ تعالےٰ کی ذات سے ظاہر و باطن، قلت و کثرت اور قیام و وجود رکھتے ہیں، اور اس کے سوا کسی اور سے نہیں، اور یہ حقیقتِ حقیقی باقی ہر شئے کو گھیرنے والی متحقق ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل سے احاطۂ حقیقی کی حقیقت سے باخبر کیا۔ اور اس تحقیق سے جسمیت و ظرفیت کے وہم ختم ہو گئے۔ اور جس کی ضرورت تھی صفحۂ اعتقاد پر جلوہ گر ہو گیا۔

اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ علمائے ظاہر کا احاطۂ ذاتی پر رُک جانا، اس احاطہ کی نفی ہے، جسے عوام احاطۂ صُوری سمجھتے ہیں۔ اس سے احاطۂ حقیقی کی نفی کا پتہ نہیں چلتا۔ کیونکہ اس احاطہ کا ثبوت ایمان محض ہے، یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

مکتوب : ۱۵

شریعت کے بعض عقائد پر یقین رکھنے کی تحقیق کے بارے میں۔

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے کفر کی تیرگی سے نکالا اور اپنی مدد اور کامیابی سے دارالایمان میں داخل کیا۔ پاک ہے وہ ذات جو مُردوں کو زندہ کرتی اور انہیں ولایات کے درجوں پر پہنچاتی ہے۔ وہ اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے مخلوقات میں اتحاد وحلول سے منزّہ ہے۔ اور اس کی ذات کے سوا جو کچھ ہے وہ اس کی شانوں اور کمالات کے حسن کا عین ظہور ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے غافلوں کی آنکھوں سے پردہ فرمایا اور اپنے حضور میں حاضرین کو متحیر بنا دیا۔ آپ کے پُر خلوص اور بے کینہ، محبت سے بھرے ہوئے مکتوب کی آمد نے دل کو آسودہ کیا اور پیاسے دل کو طالبین کے سوالات کے پانی سے سیراب کر دیا۔ یہ جو لکھا گیا تھا کہ مفصل جواب لکھا جائے گا، تو انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ جس مسئلہ کو واضح طور پر میں بیان کرتا ہوں، اس کو غور سے سنیئے۔ اگرچہ توحید کے مسائل اور اللہ تعالےٰ کی اپنی مخلوق سے قربت اور ہمراہی، بہت سے مجاہدوں اور بے شمار ریاضتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن اللہ تعالےٰ کے اس حکم کی تعمیل میں کہ "سوال کرنے والے کو مت جھڑکو" جو کچھ عبارت برداشت کر سکتی ہے، اسے حوالۂ قلم کرتا ہوں، ہو سکتا ہے، نفع بخش ثابت ہو۔

اوّل یہ جو لکھا گیا تھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر عالم کو حق تعالیٰ کے علاوہ کہیں، تو مخلوق کے ساتھ خالق کا کیا تعلق ہو گا۔ میرے عزیز! یہ اہم حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالےٰ صانع (بنانے والا) ہے۔ اور مخلوقات اس کی مصنوع (بنائی ہوئی) ہیں۔ اگر ان کی حقیقت معلوم کرنا چاہیں، تو اپنی صورت متخیلہ کی مثال سے دلیل مقصد سمجھ لیں۔ خیالات کی تراش کے بعد اپنی صورتِ متخیلہ کے مرتبہ پر غور کریں اور جان لیں کہ قوت متخیلہ نے سر سے پاؤں تک اس تمام عرصہ ومکان میں، جو تمام صورتیں وضع کی ہیں، وہ محض وہم کے مرتبہ پر ہیں اور ان متخیلہ صورتوں کا بنانے والا، جو شخص ہے وہ خارج میں موجود ہے۔ اس لیے صاف صاف غیریت، اور اس صورت کے ساتھ اس شخص کی معیت کے

باوجود وہ اس صورت سے اتحاد و حلول کی حد تک منزّہ اور پاک ہے۔ منزّہ وجود کو حقیقی خارجی مرتبہ سے قریب کی یا دُور کی نسبت نہیں۔ اور یہ مذکورہ باتیں قریب یا دُور کی جنسیّت کے بغیر ثابت نہیں ہوتیں، جیساکہ غور کرنے والے شخص پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہتی۔

میرے عزیز! جب دو چیزوں کے درمیان حدُود کی تحقیق ظرفِ زماں اور ظرف مکان سے ثابت شدہ ہے تو پھر وہ شخص عجب نادان ہے جو اللہ تعالےٰ کی لامکانی پر ایمان لانے کے باوجود حد کا احتمال پیدا کرتا ہے۔ حالانکہ ہر حادث صریح طور پر قدیم کی ضد ہے اور تمام اضداد ایک دوسرے کے سوا حادث پر غیر قدیم کے اطلاق پر رک جاتی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ دانا کی نظر میں مخلوق، خالق کے بغیر اور خالق و مخلوق کے درمیان غیرّیت کے اطلاق سے حدُود کی تحقیق کرنا غیر معقول ہے۔

اور یہ جو لکھا گیا تھا کہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالےٰ کی تمام معلُومات وجُود میں آگئی ہیں تو اس سے ضرُوری ہوجاتا ہے کہ ان کے حقائق کی اشیا، ایک واحد شے ہوں اور یہ درست نہیں کیونکہ اشیا کے حقائق کو ان متصوّف حضرات نے اللہ تعالےٰ کی معلُومات قرار دیا ہے۔ اے نیک بخت! متصوّف، تکلّف کرنے والے کو کہتے ہیں یعنی اس شخص کو جو زبردستی صوفی بنا بیٹھا ہو اور ایسا شخص منزل پر پہنچا نہیں ہوتا اس لیے حضراتِ متصوّفہ کی بجائے حضراتِ صوفیہ کہنا چاہیے۔ تاکہ ان کی باتیں قابلِ اعتماد ہوں۔ پس جاننا چاہیے کہ معلُومات کے پہچاننے میں بزرگ صُوفیہ کی باتیں بہت ہی دقیق ہیں۔ انتی کہ اگر ہم یہ کہیں کہ تمام معلُومات وجُود میں آگئی ہیں۔ تو ضروری ہوجاتا ہے کہ اشیاء اور ان کے حقائق ایک ہی ہوں اور اگر یہ کہیں کہ موجود غیر معلُوم ہے، تو پھر یہ دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا تو یہ کہیں کہ معلُوم اور تھا اور موجود اس کے علاوہ۔ اس لیے لازم آیا کہ جو وجود میں آیا، وہ حق کو معلُوم نہ ہو۔ تو یہ نقصانِ علم ہے کہ دُوسرے کو معلُوم

ہو، اور موجود اپنے وقت میں غیر معلوم ہو۔ یا پھر یہ کہوں کہ معلوم علم میں تھا اور جو کچھ وجود میں آیا وہ اس کی شبہ اور مثال ہے۔ اس سلسلے میں وجودِ مثالی اللہ تعالےٰ کے علم میں لازم ہو جاتا ہے اور یہ مخلوقات کی صفات میں سے ہے۔ پس ثابت شدہ بات یہ ہے کہ ہر موجود و مخلوق شئے کو اللہ تعالےٰ کی ذاتی صفات سے دو طرح کا تعلق ہے، جیسا کہ قدرت، علم اور ارادے کا ہے۔ اور اس تعلق سے ہر شئے ٹھیک ٹھیک مقدور و معلوم ہے اور حق کی مُرادٌ لا' سے ہے اور ان بلند صفات کا تعلق اشیا کے وجود سے پہلے، اور اُن کے وجود کے بعد سے برابر کا ہے اس تعلق میں کوئی کمی یا زیادتی یا کوئی پہلے اور بعد کا فرق نہیں۔ اگر کمی اور زیادتی ہے یا پہلے اور بعد کی کیفیت ہے، تو وہ اس شئے کی نسبت سے اللہ تعالےٰ کے علم و قدرت کے اعتبار سے نہیں۔

اللہ تعالےٰ اس سے پاک ہے اور وجودِ مثالی کے حصول کے بغیر ہر شئے اس کے علم بلکہ علمِ حضوری میں ہے۔ اور ہر شئے کو تمام وجود اور اعتبار سے وہ مرتبہ حاصل ہے، جو شُدنی (ہو جانے والا) ہے، جس میں زمان و مکاں کے تمام مراتب شامل ہیں، جو ازل سے ابد تک حق کو جاننا ہے اور ہر شئے اپنی اصل شکل میں اُسے معلوم ہے، نہ کہ ان کے حصول کی شئے، جس سے بعض صُوَرِ علمیہ مراد لیتے ہیں۔ ہرگز ہرگز نہیں صُوَر اور حصول کی اللہ تعالےٰ کے علم میں گنجائش نہیں۔ بلکہ یہ شئے اپنے موجود ہونے سے پہلے اور بعد میں اس کے علم میں ہے۔ اور یہ وہ نادر معارف ہیں، جو اللہ تعالےٰ طریقۂ نقش بندیہ میں، طریقۂ احسنیہ کے مالک کے دل پر نازل کرتا ہے۔ اور اس کا تعلق صفاتِ فعلیہ سے ہے جیسا کہ خالقیت اور رازقیت ہے اور اس تعلق سے ٹھیک اسی طرح مخلوق، رزق پانے والی، اور فنا ہونے والی ہے۔ چنانچہ ہر چیز صفاتِ فعلیہ کے تعلق کی حیثیت سے مخلوق، موجود اور حادث (تغیر پذیر) ہے اور صورت یوں نہیں کہ معلوم کوئی اور شئے ہو اور موجود کوئی اَور شئے۔ یہ محض تنازع ہے بس

تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہی زید معلوم ہے اور یہی زید موجود، نہ کہ غیر زید۔

اور یہ جو لکھا گیا تھا کہ ضروری ہے کہ شے کی حقیقت عین شے ہو، تو میرے مشفق! یہ بات اس وقت ہو سکتی ہے جب میں یہ کہوں کہ معلوم ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ حیوانِ ناطق، حیوانِ ناطق ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ جو موجود ہے، وہ معلوم ہے۔ اور اس کے علاوہ اور کچھ نہیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ انسان حیوانِ ناطق ہے۔ پس انسان حیوانِ ناطق کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس لیے کسی شے کی حقیقت درست شے ہوتی ہے، فرق عبارت میں ہے۔ شے اور حقیقت میں نہیں ؎

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

(ترجمہ: میں بات کو اسی پر ختم کرتا ہوں کیونکہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے)

اور وہ جو لکھا گیا تھا کہ متصوف حضرات نے مخلوقات کو واحدیت (ایک ہونے) کے مرتبہ میں رکھا ہے اور خالق و مخلوق میں صرف نام کا فرق رکھا ہے جیسا کہ اولے اور مینہ، حالانکہ وہ ایک ہی شے ہیں۔ میرے مشفق! اگر مخلوقات کو واحدیت کے مرتبہ میں اس معنی میں کہوں کہ واحدیت کے مرتبہ کے اجزا میں سے ایک جزو ہے۔ تو یہ صاف غلطی ہے۔ کیونکہ واحدیت مرتبہ صفات ہے اور مرتبہ صفات، حصے بخرے کرنے سے پاک اور منزہ ہے۔ صوفیا میں سے کوئی بھی اس مرتبے کے حصے بخرے کرنے کا قائل نہیں۔ البتہ اگر کوئی متصوف ایسی بات کہے، تو بعید نہیں۔ کیونکہ وہ ظلیت (سایہ) کے مرتبہ پر ہوتا ہے اور صاحبِ ظل غلطی سے محفوظ نہیں۔ اور وہ جو اولے اور مینہ کی مثال دیتے ہیں، اس سے مراد جزئی نہیں، میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں بلکہ میری یہ مثال بعض لحاظ سے صفاتِ مطلق کے ظہور سے ہر شے کی تحقیق و ثبوت کے لیے دی گئی ہے۔ جیسا کہ اولہ صاف صاف پانی کا ظہور ہے لیکن جزئیت کے مرتبے سے بالکل الگ ہے۔ لیکن اگر صرف نام کے الگ الگ ہونے سے کہیں، اور

حقیقت، کو ایک جانیں، تو یہ اہل صفا صوفی کی بات نہیں ہوگی، بلکہ اہلِ ہوس متصوف کی بات ہوگی۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی رحمتِ خاص عطا کر اور ہمارے معاملے کو درست کر دے!

مزید یہ کہ اگر تخت پوش کا ایک تختہ پلید ہو جائے، تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر ان سب تختوں کو ایک دوسرے سے میخوں سے اس طرح جوڑا گیا ہے گویا کہ ایک ہی تختہ بن گیا ہے، تو پھر وہ تخت پوش ایک تختہ کی حیثیت رکھے گا۔ اس سارے تخت پوش پر نماز جائز نہیں خواہ پاک جگہ پر نماز ادا کرے یا ناپاک جگہ پر لیکن اگر تختوں کو لکڑی کے ساتھ جو تختے تختے ہو، میخوں سے جڑا گیا ہو، اور اس لکڑی کی بدولت وہ تختے آپس میں ملے ہوئے ہوں اور اسی لکڑی کی وجہ سے وہ تختے جدا جدا ہو سکتے ہوں، تو پھر پاک تختے پر نماز ادا کرنا جائز ہے۔ اُس طویل تختے کا جواب بھی، جس کی ایک طرف پلید ہو گئی ہو، اسی میں پوشیدہ ہے اور چادر کی کیفیت بھی یہی ہے۔ اس کے بھی پاک کونے پر نماز جائز نہیں اگر مقتدی کو غفلت کی بنا پر امام کے رکن کا پتہ نہ چلے، تو چھوٹے ہوئے رکن کو ادا کرنے کے بعد امام سے ملنا درست ہے، اور اگر کوئی رُکن درمیان میں سے چھوٹ جائے، اور امام سے ملے تو درست نہیں۔

اپنی مسواک کے سوا کسی دوسرے کی مسواک پکڑنا جائز نہیں، گری پڑی چیز اٹھانے میں یہ نیت رکھے کہ اس کے مالک تک پہنچا دے گا۔ اگر کوئی حائضہ اپنی عادت سے پہلے پاک ہو جائے، تو طہارت کے بعد روزہ اور نماز تو ادا کرے، لیکن شوہر کے نزدیک نہ جائے۔ قرآن مجید میں حرفِ 'ا' جیسا کہ "یَتْلُوا" میں لکھتے ہیں، جیسا کہ معلوم ہے، صیغہ جمع اور صیغہ واحد میں فرق ظاہر کرنے کے لئے ہے، کیونکہ بعض واحد صیغے، جمع کے صیغے کی شکل میں آتے ہیں، جس جگہ "لا" کی علامت ہو، ٹھہرنا نہیں چاہیئے۔ اور بعض قاری بعض ایسے مقامات پر، جہاں وقف کرنا بہتر ہے، وقف نہیں کرتے اور

اس کی سند صحابۂ کرام سے لاتے ہیں جو سارا قرآں وقف کیے بغیر پڑھ جاتے تھے۔ اور سورہ فتح میں 'افواجا' پر حاشیہ لکھا ہوتا ہے 'وقف نبی'۔ وہاں تھوڑا سا رکنے میں عذر ہے۔ بزرگوں نے اس کے نہ ہونے کی حالت کو بہتر سمجھا اور کہا ہے۔ اگرچہ ان کا نام نہیں لکھا گیا۔ الغرض قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص ترکیبِ الفاظ کی بدولت معانی سے باخبر ہے۔ اگر وہ الفاظ کے فرق کو سامنے رکھے تو اس کے لیے وقف کرنا ضروری نہیں۔ اور یہ وقف اور دوسرے مسائل جو سمجھ میں نہیں آتے، بالمشافہ صحبت سے دور ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے اور میری خطائیں معاف کرے۔

مکتوب : ۱۶

کلام اللہ کی حقیقت کی تحقیق کے بارے میں۔

اللہ کہ کتنی کے بغیر ازل سے کلام کرنے والا ہے، ازل سے واحد حقیقی کے کلام سے مخاطب ہے، اور مخاطبوں سے اس کے کلام کا ظہور متعدد الفاظ میں مرتبۂ حدوث میں کمال فضل و کرم سے، ایک دل پذیر بات کی صورت میں، جو دوستانِ مہجور کا شرف بڑھانے والی ہے نہایت پیارے نورانی دوستوں کے ذریعے نہایت اچھے وقت میں ہوئی، اور اس نے ضروری امور کی حقیقت سے آگاہی بخشی۔ چونکہ میں نے اس عزیز کو عقائد کی وضاحت نہ رکھنے والے چند مکتوب لکھے تھے، اور ان دنوں عزیزوں میں ایسے مسائل سر اٹھا رہے ہیں، اور ان کے حل میں وہ بہت کوشش کر رہے ہیں۔ اس لیے ان عقائد کی تصحیح کے لیے اللہ کے فضل سے جو باتیں بڑی واضح ہوئی ہیں۔ انہیں قلمبند کر کے آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ امید ہے کہ اللہ کے حکم سے اس سے بھی مسلمانوں کی خدمت ہو گی۔

چونکہ اہلِ سنت والجماعت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ ازل الازل سے خود

اپنے کلام سے بے حد و حساب کلام کرتا ہے، اور گنتی حروف والفاظ سے پیدا ہوتی ہے اسلئے ان دونوں کی اس مرتبہ عالی میں گنجائش نہیں، اور گنجائش بھی کس طرح ہوسکتی ہے کہ حق تعالےٰ کلام نفسی سے خیالی اور زبانی کلام کرتا ہے اور حروف و تعداد کا خاصہ ایسے ہی ہے جیسا کہ خیال وزبان۔ اور خیال وزبان کا نہ ہونا کمال کو ثابت کرتا ہے۔ اور چونکہ اس معنی کی تحقیق اکثر لوگوں کے لیے کئی ایک وجوہ سے مشکل تھی، مثلاً اول یہ کہ چونکہ اللہ تعالےٰ ازل میں کلام کرنے والا تھا۔ اور اس کے سوا اور کوئی شے نہ تھی (آیت کریمہ) "اللہ تھا اور اس کے ساتھ اور کوئی شے نہ تھی" اس لیے اللہ تعالےٰ کے کلام کا ظہور کسی مخاطب کے بغیر تھا اور مخاطب کے بغیر کلام کرنا بالعموم لغو سمجھا جاتا ہے، اور اگر فرض کرو، ہم بے مخاطب سے بھی مثبت معنی نکال لیں، تو ظاہر ہے کہ کسی شخص کا بات کرنا سمجھنے سمجھانے کی غرض سے ہوتا ہے اور چونکہ اللہ تعالےٰ اپنے ازلی علم کی بدولت وجوب و امکان کے تمام مرتبوں کا بے کم وکاست جاننے والا ہے اس لیے جو بات کلام سے سمجھی جائے گی۔ وہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہو گی۔ یا تو معلوم سے زیادہ یا عین معلوم۔ پہلی صورت میں علم کا نقصان ہے اور دوسری صورت میں تحصیلِ حاصل۔ اور پھر یہ کہ جو کچھ اس سے ظاہر و واضح ہے اور اس سے ہم تلاوت و قرأت کے ذریعے شرف حاصل کرتے ہیں، وہ متعدد ہے اور کثرت سے ہے اور ازروئے شریعت عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالےٰ کا کلام ہماری زبانوں پر جاری، ہمارے دلوں میں محفوظ اور کتابوں میں تحریر ہے اور جو کچھ جلد کے اندر ہے، وہ قرآن ہے اور اللہ کا کلام ہے۔ اور صورت یہ ہے کہ شریعت کے مقررہ مراتب کے لحاظ سے جو کچھ تحقیق اور ظاہر ہوا ہے، وہ مقدار اور اجزا والا ہے۔ اس لیے اگر ہم کلام مطلق کو ان مذکورہ مرتبوں سے پرے جانیں، تو پھر جو کچھ پڑھا جاتا ہے، اور جو کچھ محفوظ ہے، اسے کیا کہا جائے؟ کیا انہیں مخلوق اور غیر کلام سمجھیں؟ اس صورت میں ہم نے کلام اللہ کی تلاوت نہیں کی ہو گی۔

اور یہ بات نجات یافتہ فرقہ کے طے شدہ اصول کے خلاف ہے۔

اور اس معنی کی حقیقت بزرگوں کے طفیل (خدا اُن کے اسرار کو پاک رکھے) اس عاجز پر یُوں ظاہر کی گئی ہے کہ حق تعالےٰ ازل سے اپنی ذات قدیم کا خود مدح کرنے والا، خود وصف بیان کرنے والا اور خود تعریف کرنے والا ہے۔ اور اس میں، وحدتِ حقیقی کے تمام محامد اور تمام اوصاف شامل ہیں۔ یہ مدح و تعریف نورِ مطلق کے ذریعے بے خوف اور بے آواز۔ ۔ ۔ ۔ اس طرح ہے، جس طرح کہ چاہیے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کی صفات میں سے ہر صفت، اور اس کے ناموں میں ہر نام نفسِ ذات کی مدح و تعریف ہے، اور اس کی لاانتہا قابلیات میں سے ایک قابلیت ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنی ذات کا سب سے بہترین تعریف کرنے والا۔ اور اعلےٰ ترین ثنا کرنے والا ہے۔ اور یہ مرتبے لاانتہا اور بے نہایت ہونے کے باوجود گنتی سے پاک اور بری ہیں۔ بلکہ وہی حقیقی طور پر بے کیف ہے کہ لا انتہا کمالات کے باوجود اس میں گنتی اور حصے بخرے کرنے کی گنجائش نہیں۔ "سبحان اللہ" کا کلمہ جس کی کوئی انتہا نہیں اور جو اس کے اوصاف میں سے ہے گنتی اور اجزا کی نفی کرنے کے لیے کافی ہے، کیونکہ جو شئے گنتی اور اجزا میں آجائے، بے شک اس کی کوئی نہ کوئی انتہا ہوتی ہے بلکہ ہر عدد اپنے طور پر منتہی ہے، کیونکہ جب نہایات ختم ہو گئی تو عدد اور اجزا بھی ختم ہو گئے۔ اور چونکہ متکلم کے بغیر مدح اور وصف کی تکمیل نہیں ہوتی، اس لئے اسم متکلم سے موسوم، اور صفت کلام سے موصوف ہے، اس اصلی حقیقت اور وحدتِ تحقیقی کے پیش نظر اُس کے لیے اپنے سوا کسی غیر سے مخاطب ہونے کی ضرورت نہیں۔

چنانچہ اس تحقیقِ کامل سے اللہ تعالےٰ کا کلام بلا عدد اور بلا جزء، اور ازل کے ازل سے بے شک و شبہ موجود و ثابت ہے۔ چونکہ کلام کی صفت اس کی ذاتی صفات میں سے ہے اور ذاتی صفات کا ظہور دو مرتبوں میں ہے، قدیم کے اعتبار سے مرتبہ

واجب اور حدوث کے اعتبار سے درجۂ امکان۔ اس لیے مذکورہ بالا سنتِ کلام کا ظہور پہلے مرتبہ میں قدیمی اور ازلی ہے اور اس ظہور سے اللہ تعالیٰ اسم سے مسمّیٰ ہوتا ہے۔ اور اس ظہور میں اسے اپنے سوا کسی غیر سے مخاطب ہونے کی ضرورت نہیں اور دوسرا مرتبۂ ظہور ایسا ہے کہ اس کی صفات میں سے ہر صفت، اور اس کی تمام تعریفوں میں سے ہر تعریف، غیب الغیب کی پوشیدہ قابلیات میں سے ہے، جن کی کوئی انتہا نہیں۔ اور یہ مخفی قابلیات ظہورِ ثانی اور موجودیتِ خارجی کا تقاضا کرتی ہیں اور اس کے لیے حقیقی ارادہ اور حکمتِ بالغہ کی ضرورت ہے، جو ازل سے مقررہ کردہ اوقات پر موقوف ہے اور یہ اوقات بھی صرف انہی قابلیتوں کے تقاضوں کا ظہور ہیں تاکہ مخفی قابلیتوں کے ظہور سے اس مرتبۂ ظہور پر ظاہر ہوں۔ اور مدح وثنا کے تمام مرتبے اپنی لانہایت قابلیتوں کے ساتھ، کہ خزانۂ پوشیدہ انہی سے عبارت ہے، غیب کے مرتبے سے شہادت کے مرتبہ میں محبت کی بدولت اپنے نفوس کی حیثیت میں ظہور پاتے ہیں۔ اور اندماج (پیوستگی) کے مرتبہ سے عرفاں کے مرتبہ میں اپنی قابلیتوں کے نفوس کی حیثیت سے تقیّد یا حدوث کی حالت میں تفصیل سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جب اِن کے ظہور کے اوقات اپنی مقدورہ شرائط کے ساتھ آپہنچتے ہیں، تو وجودِ حقیقی کے فیض کے ظہور سے موجودیت، عدم کے پردے سے محسوسات کے اس مرتبہ میں ظاہر ہوتی ہے، اور اس کو اس کی نمود کے حساب سے زندگی دی جاتی ہے۔ اس طرح یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کی مدح وثنا کی بدولت ظہور میں آگیا۔ اور غیب کا معاملہ عرفان کے مرتبے میں شہادت اور تفصیل سے ظاہر ہوگیا اور ان مراتب کے شہود میں آجانے سے مکمل ذات وصفات کا ظہور خوبی بخت سے واقع ہوگیا۔ اور اس مقام پر آیت کریمہ "جو کچھ آسمانوں میں ہے اللہ کی حمد کرتا ہے" کے معنی سمجھنے چاہیں، چنانچہ کائنات کا ہر ذرہ اپنی ذات کے ذریعے اللہ تعالےٰ کی مدح وتعریف کا ظہور ہے اور اس کے کلامِ مطلق

کے ظہور سے دوسرے مرتبہ میں کلمہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں ہے۔
اور لفظِ کلمہ سے مراد حق تعالےٰ ہے اور "مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ" (اللہ کے کلمات
کو قید نہیں کیا جاسکتا) اس مدعا کو ثابت کرنے والا اور اس دعوے کی وضاحت
کرنے والا ہے۔

مکتوب : ۱۷

حضرت پیر دستگیر بنوری قدس سرہٗ کے قولِ منظوم کی تحقیق میں۔

من ترا ایستم ہمیں حمد است ؎ تو مرا نیستم ہمیں حمد است۔

ترجمہ - میں تیرے لیے کیا ہوں یہی تعریف، اور تو میرے لیے نہیں سوائے اسی تعریف کے۔
اور اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ تو ہے، میں نہیں ہوں۔ چنانچہ صفتِ کلام کے اس
ظہور سے دوسرے مرتبہ پہ حدوث و تقیّد تھا۔ اس ظہور سے اللہ تعالےٰ اسم سے
مسمّٰی ہو کر بعدِ کمال ظاہر ہوا۔ اور واحدِ حقیقی کے کلام سے دونوں مرتبوں پر متکلم حقیقی تھا۔
اور کائنات کا ہر ذرّہ کلام مطلق کے کمالات کا ظہور ہوتا ہے اور مذکورہ بالا تحقیق کی
رُو سے اور اس دوسرے ظہور کی بدولت کلام کی صفت دو قسم کی ہے ایک عام اور
دوسری خاص۔ اور عام قسم میں مخلوقات کا ہر ذرّہ حصّہ دار ہے، اور سب سے نہایت
عام مرتبۂ ظہورِ عام کے مرتبہ میں نورِ محمدی کا ظہورِ انوار کے مرتبہ میں ہے، اور جسموں کے
مرتبے میں آنحضرت کا جسم ہے۔ اور اس درجہ کا عام ہونا اس معنی میں ہے کہ کائنات
کا ہر فرد اگرچہ "کُن" کے حکم سے کلمہ کا ظہور ہے اور تمام حمد و ثنا کے لائق اپنے کمالات
کے ظہور کی بدولت صرف وہی محمودِ حقیقی ہے لیکن افعال و اقوال وغیرہ میں سے جو
کچھ اس فرد کے پاس ہے، وہ ان پابندیوں سے منسوب اور ان کے متعلق ہونے کی حیثیت
سے ہے، جو اس مرتبۂ پابندی کی وجہ سے حاصل ہے اگر کلام مخلوق ہے، تو وہ مخلوق

کی طرف مُضاف ہے، اور اگر شنید وغیرہ ہے، تو پھر بھی اسی سے متعلق ہے۔
کیونکہ ان کی تخلیق میں مخلوق کا بھی تھوڑا بہت واسطہ رہا ہے، بلکہ ان کی تخلیق میں مخلوق
کی طرف انتساب کی تخصیص بھی تخلیق کی گئی ہے اور اس خصوصیت کی حفاظت کرنا ہر
فرد پر لازم ہے اور یہ خاص قسم آسمانی کتب کی لفظ و معنی کی حیثیت سے ہے، فقط
لفظ کی حیثیت سے نہیں۔ اور احادیث قدسی کے الفاظ گویا عام اور خاص کے
درمیان برزخی حالت رکھتے ہیں اور خاص قسم میں بے حد مکمل اور بے حد جامع قرآن مجید
ہے۔ اور اس کتاب مبین میں کسی فالتو لفظ کا نہ ہونا، اس دعوے کی دلیل ہے اور
اس مرتبہ پر اس کے خاص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ اور معنی کے حساب سے
اللہ تعالٰے کی طرف منسوب ہے۔ اور اس کے مطلق حقیقی کا کلام ہونے کی دلیل یہ ہے،
کہ اس صفت میں کوئی دوسری شئے اس میں شریک نہیں، اور سوائے ظاہری
الفاظ کے کوئی مخلوق درمیان میں حائل نہیں، اور کسی غیر کا تصرف نہیں، بلکہ عین
تخلیق میں ان مبارک الفاظ و حروف نے اللہ تعالٰے سے ذاتی انتساب حاصل
کیا اور ان کی اس خصوصیت کی حفاظت تمام زمانوں میں تمام مسلمانوں پر عائد
کر دی گئی۔

پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ مظہریت میں قابلیات کا ظہور ہے اور خود خالق
حقیقی کا کلام اپنی تمام قابلیتوں کے ساتھ، جیسا کہ اطلاق کی جاتی ہیں، ظاہر ہے۔
اور عین ظاہر ہونے کی حالت میں پڑھا ہوا اور پڑھنے والا زیر حفاظت اور حفاظت
کرنیوالا اور ہمارے صحیفوں میں لکھا ہوا ہے۔ وہ قرأت کے بغیر قاری، حفاظت کے ادراک کے بغیر حفاظت
کرنے والا اور حروف و کاغذ کے بغیر بلکہ تمام ذرات کو گھیرنے والا ہے اور صرف
بے کیفی کو ظاہر کرنے والا ہے اور جو کچھ سمجھا جاتا ہے اور جس میں وہ گھرا ہوا ہے وہ
قابلیتوں کے ظہور کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور اسے (قرآن) اللہ تعالٰے کے دیدار سے

قیاس کرنا چاہیئے جو آخرت میں مومنوں کو کرایا جائے گا، اور اس وقت اللہ تعالےٰ کو دیکھا جاسکے گا۔ لیکن اس کا احاطہ اور ادراک نہیں کیا جاسکے گا۔ اور اس دیدار میں کوئی شک وشبہ کی بات نہیں۔ اور کلام کی حقیقت کا تعلق اللہ تعالےٰ کے ساتھ اس کی صفتِ ذاتی کی نسبت سے ہے اور الفاظ وحروف کا انتساب اللہ تعالےٰ کی طرف اس کے مخلوق ہونے کے رتبۂ عالی سے ہے۔ اور اس کا ظاہر ہونا کلامِ مطلق کا خاصہ بلکہ حقیقت ہے کیونکہ یہ منظم بیان جو تختیوں کا غذوں وغیرہ پر ثبت کیا ہوا ہے، ایسا ہے کہ اس میں کسی مخلوق کا حصہ دار ہونا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ سوائے اس کی مظہریت کے۔ اور "میں نے اس میں اپنی روح پھونکی" کے یہی معنی ہیں۔ اس جگہ مراد روحِ مطلق سے ہے، جو ساری مخلوقات کا مبداء و منشا ہے، سُبحان اللہ، اسی سے قرآن کے حُروف اور الفاظ کا بلند مرتبہ سمجھ لینا چاہیئے کہ روحِ مطلق کی اضافتِ تعظیمی کو آنکھ سے جوہرِ بسیط کا مرتبہ دیا گیا ہے۔ ان حروف والفاظ کو اس مرتبہ محسُوس ومرکّب کو مخلوقیت کی رو سے بے واسطہ تخلیق کیا گیا ہے۔ پس ان حروف کے معنی اور حقیقت کے متعلق کوئی کیا بیان کرے۔

الغرض قرآن کی تمام آیات سے نہایت مکمل، نہایت جامع اور نہایت شامل، آیتِ تسمیہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ہر سُورت کے شرُوع میں واقع ہوتی ہے اور ہر سورت کی ابتدا اور اس کا آغاز، بلکہ ہر کام کی ابتدا اس سے ضروری ولازم ہوگئی ہے۔ پس جامعیت کے اعتبار سے تمام کمالات کے مقابلے میں یہ واحد النفسی کلام اس آیتِ عظیمہ کی حقیقت ہے اور اس مبارک آیت کی لفظی صورت ایسی صورت ہے کہ اپنی اصل کی حقیقت ہے جو کلامِ مطلق ہے اور اس کلام مطلق کے کمالات پڑھنے اور سمجھنے کے اعتبار سے حقائق ہیں، بلکہ قرآن مجید کی دوسری آیات، اور دوسری آسمانی کُتب کے حقائق بھی اسی میں ہیں۔ اور کلامِ نفسی کا مرتبہ جامعیت

اور مدحِ مُطلق کے اعتبار سے جو تسمیہ کی حقیقت ہے، اپنے تمام کمالات کی منبع (سردار) ہے اور تمام ظاہری مراتب، جو قابلیتوں کے ظہور ہیں، کلامِ مطلق کے کمالات ہیں۔ اور مقررہ اوقات کے مطابق ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور یہ محض "کُن" کے حکم کے بلند تقاضوں کے مطابق کلامِ مطلق کی قابلیت سے دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ تسمیہ الف، لام، میم کی حقیقت اور صورت کے لیے ایک جامع نقطہ ہے۔ اور الف لام، میم سے وجوب کے تین مرتبے[1] مراد ہیں --------- اور یہیں سے ان اشعار کی تحقیق کرنی چاہیے جو حضرت پیرؒ نے تسمیہ کے حق میں ارشاد فرمائے ہیں۔ والسلام والاکرام۔

گرچہ دُورم وے قریب ترم   طالبِ روئے دوستان خودم

(ترجمہ: اگرچہ میں دُور ہوں لیکن (حقیقت میں) بہت قریب ہوں (کیونکہ) دوستوں کی دید کا طالب ہوں۔)

اور جان لینا چاہیے کہ تسمیہ حق تعالٰے کا کلام ہے۔ اگر یہ سوال کریں کہ اہلِ تحقیق کی یہ طے شدہ بات ہے کہ حق تعالٰے بے حرف و آواز ہے اور تسمیہ تو تمام حروف پر مشتمل ہے، اس لیے اس پر کلام کا اطلاق کرنا کس طرح جائز ہے؟ جیسا کہ تمام آسمانی کتابیں صحیفوں میں لکھی ہوئی ہیں، زبانوں سے پڑھی جاتی ہیں، اور ہمارے دلوں میں محفوظ ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تسمیہ اور تمام آسمانی کُتب پر کلام کا اطلاق دو وجہ سے ہوتا ہے یا تو تعلقِ تخلیق کی وجہ سے یا تعلّقِ توصیف کی وجہ سے۔ اگر انہی لکھے ہوئے حُروف پر اللہ کے کلام کا اطلاق کریں، تو یہ بھی درست ہے۔ لیکن اس تعلّق کو تعلقِ تخلیقی کہتے ہیں کیونکہ اس کے تمام حروف حق تعالٰے کی تخلیق ہیں اور یہ مطلقِ حقیقی کے کلام کا مظہر ہے، جو حرف و آواز سے پاک ہے اور اس کی تخلیق میں کسی مخلوق کے ہاتھ کا دخل تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔ سوائے مختصر بیان کے اور چونکہ یہ مبارک اور بلند

---

[1] یعنی الف سے ذات، لام سے صفات اور میم سے مُراد اللہ تعالٰے کی ذات کے کمالات ہیں۔

الفاظ تمام مخلوقات کے دخل سے پاک ہیں اور الفاظ کو بولنے والے کی طرف نسبت کرنے کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں، اس لیے مجبوراً ان الفاظِ عالیہ کو اللہ تعالٰے کے کلام سے منسوب کیا گیا ہے، تاہم اس تخلیقی تعلق کی وجہ سے شانِ عظمت ملاحظہ کی جانی چاہیے کہ روحِ اعظم کو جو تمام مخلوقات میں سے مخلوقِ اوّل ہے اور پاکیزگی کا بلند مرتبہ رکھتا ہے، رُوحانی اور نُورانی مرتبوں میں تعلقِ تخلیق سے مشرف کیا گیا ہے، جیسا کہ حق تعالٰے نے فرمایا ہے۔ کہ "میں نے اس میں اپنی رُوح میں سے کچھ پھونکا" اس سے مراد وہ لکھے ہوئے، محسُوس کیے ہوئے، قید کیئے ہوئے' اور جسم رکھنے والے الفاظ ہیں۔ جو بے شمار واسطوں سے حقیقی اور قدیمی کلام کے مظہر ہیں۔ انہیں اس حقیقتِ حقیقی سے منسوب کر کے کیا بیان کیا جائے کہ اس کی صفات قدیم، ازلی اور ابدی ہیں۔ کس کو حوصلہ ہے کہ ان مظاہر کے لباس کے بغیر اس کے وصال سے عزت پائے۔ بمطابق آیت کریمہ اور " انسان کے لیے نہیں کہ وہ اللہ سے کلام کرے بجز اس کے کہ وحی کی جائے، یا پردے کے پیچھے سے بات کی جائے"! اگر حرُوف سے نظر اُٹھالی جائے، تو ان حروفِ مبارک کے ذریعے ہمیں حق تعالٰے کے کلام سے جو حصّہ عطا کیا گیا ہے، اور اس کے بولنے اور اس کے یاد کرنے سے محض ان حروف کو تقدیم و تاخیر کے بغیر ادا کرنے سے صحبتِ حقیقی میسّر ہو جاتی ہے۔ اگر اُس مرتبۂ حقیقی پر کلام کا اطلاق کریں، تو بجا ہے۔ لیکن یہ تعلقِ توصیفی کا معاملہ ہے، کیونکہ بات کرتے وقت یہ مبارک الفاظ کہنا مطلقِ حقیقی کے کلام کا ادا کرنا ہے نہ کہ کسی غیر کا۔ اس لیے اگر ان الفاظ کے بولنے سے کلامِ حقیقی کا بولنا میسّر نہ ہو، تو پھر ہم نے کیا کام کیا، وہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے، دیتا ہے، اور یہ اللہ تعالٰے کا فضل ہے کہ ہم کلامِ مطلق کی شانِ عالی کے باوجود جو حروف کی گرد سے پاک اور منزّہ ہے، ان الفاظ بابرکت کے اظہار سے اللہ تعالٰے کے کلام سے کمی بیشی کے بغیر فیض یاب ہوتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ کلامِ مطلق کا ظہور اوّل تو نفس مدعا کے اعتبار سے ہے کہ اس مقام پر حرف و آواز نہیں، اگرچہ وہ نورانی ہوتے ہیں اور یہ پہلا ظہور، پہلے نور میں ہے، جو حضرت محمدؐ کا نور ہے۔ اور لطیفۂ پوشیدہ اس سے ظاہر ہوا ہے۔ دوسرا ظہور نورانی حرف و آواز سے حضرت جبرئیلؑ کا نور ہے، جو اس آواز کو سنتا اور کلام کرتا ہے۔ اور "جو کچھ اللہ تعالےٰ ارادہ کرتا ہے" سے یہی مراد ہے تیسرا ظہور حرف و آواز کا وہ ظہور ہے، جس سے جبرئیلؑ انبیا سے کلام کرتا ہے، چوتھا ظہور حرف و آواز کا جسمانی ظہور ہے، جس سے انبیا کلام کرتے ہیں، پانچواں ظہور حرف و آواز کا کتابی ظہور ہے، جس سے مقدّس کتابوں کی کتابت کی جاتی ہے۔

اس لیے مومن کو چاہیے کہ وہ ان پانچوں مرتبوں سے جس مرتبہ پر وہ مشرّف ہو، اس مرتبہ کے عین وصول ہونے پر کلامِ مطلق کے مرتبۂ حقیقی بلکہ متکلم ازلی کا کسی حلول اور اتحاد کے بغیر وصول ہونا سمجھے۔ اور اس پر یقین کرے تاکہ کوئی حجّت باقی نہ رہے ع

یار در خانہ و من گردِ جہاں گردیدم

(دوست گھر میں تھا اور میں دنیا بھر میں پھر رہا تھا)

مکتوب : ۱۸

محمد صادق جالندھریؒ کے نام اس عقیدہ کی تحقیق کے متعلق کہ انسان فاعلِ مختار ہے۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو عظیم ہے اور سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو کریم ہے عرض ہے کہ سچے دوست کو صدقِ حقیقی سے حصّہ ملا ہوا ہے اور سچے عقیدے کی پہچان عطا کی گئی ہے، اہلِ سنت والجماعت کے عقیدے کے مطابق مسئلہ اختیار[1] میں اللہ تعالےٰ کا بے نہایت فضل عطا ہو۔

---

[1] مثنوی معنوی کے اشعار کی طرف اشارہ، جن کا ترجمہ درج ذیل ہے۔
۱۔ اگرچہ اس کا کوئی کام اختیار کے بغیر نہیں، لیکن اختیار اس کے اختیار میں نہیں۔
۲۔ اگرچہ وہ نیکی کرنے سے دور ہے، لیکن وہ اس اختیار کے ہاتھوں مجبور ہے۔
۳۔ جس پشیمانی سے وہ کانپتا ہے، اس کی پشیمانی کب لرزاں ہوتی ہے۔

میرے عزیز! تم نے اسم قہار کی نسبت سے اختیار کے مسئلے میں، اور گناہگار بندے کے مبتلائے عذاب ہونے کے بارے میں پوچھا تھا کہ جب ہر ذرہ اور ہر مخلوق ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے ارادے اور قدرت کی پابند ہے اور کسی زمانے بلکہ کسی گھڑی میں جو کچھ بھی وہ کام یا آرام کرتی ہے، وہ سب اس کے اپنے اختیار اور ارادے کے خلاف ہوتا ہے، اس لئے بندہ کو مختار کہنے اور اس فعل اختیاری کو موجب عذاب ٹھہرانے کا مطلب کیا ہے اور اس بے انتہا اضطراب کے باوجود اس کو مختار کا نام دینے کا ثبوت کیا ہے اور اس قدر بے اختیاری کے باوجود اس کو عذاب دینا کہاں کا انصاف ہے؟

میرے عزیز! اس مسئلے کو سمجھنے کی دو راہیں ہیں۔ ایک تقلید کی راہ سے اور دوسری تحقیق کی راہ سے تقلید یہ ہے کہ چونکہ میں نے نجات پانے والے اہل سنت والجماعت کو تمام دوسرے مذاہب سے زیادہ حق پر پایا ہے، اس لیے تمام مسائل میں جیسا کہ انہوں نے طے کیا ہے، مسائل مذکورہ کو سن کر ہر خاص و عام کو پورے خلوص سے ان پر یقین و اعتقاد رکھنا چاہیے، خواہ ہم ان کے دلائل سے واقف نہ ہوں اور دل کے پورے یقین کے ساتھ جاننا چاہیے کہ اہل حق کی اس جماعت نے جو کچھ مقرر کر دیا ہے وہ برحق ہے جیسا کہ ایک ابتدائی طالب علم کو اعلیٰ علوم کی حقیقت کے بارے میں جس تک اسے دسترس نہیں ہوتی، کوئی شک نہیں ہوتا، اگرچہ وہ بات کو پوری طرح نہیں سمجھتا لیکن وہ اس اعلیٰ علم کی حقیقت پر ایک غیبی اور تقلیدی ایمان رکھتا ہے اس میں اسے کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا۔ لیکن اس کی حقیقت کی تحقیق کرنا، اشیا کی حقیقت کی تحقیق کرنے پر موقوف ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ ہمیں بیہودہ مشاغل سے بچا اور ہمیں اشیا کی حقیقت جیسی کہ وہ ہے، دکھا!" اور وہ تحقیق بلند مقام رکھتی ہے کہ خاص الخاص میں سے بھی کسی کسی کو یہ بلند مقام حاصل ہوتا ہے اور وہ نبی پاک کے اتباع

ہی سے سرفراز ہوتے ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور چونکہ آں عزیز کی روشن بیان زبان سے یہ بعید نہیں کہ اس نے مبتدیوں کے سادہ دماغوں میں مسئلے کے سمجھانے کے لیے اس قسم کی باتیں دماغ میں ڈال دی ہوں، اس لیے چند باتیں جو بزرگوں کی طرف سے امانت ہیں، حق کی تلاش کرنے والوں کے لیے بیان کی جاتی ہیں۔

جان لینا چاہیئے کہ وجود میں آنے سے قبل ہر مختار و مجبور اللہ تعالےٰ کے علم، ارادے اور قدرت کی وجہ سے اس کی ذات، صفات اور کمالات کی بدولت معلوم و مقدور تھا، سب کچھ اللہ تعالےٰ کے اختیار میں تھا، اور یہ سب کچھ مرتبہ خارج میں اس کے اسماء کے حسن کمال کے اظہار کے لیے ہے۔ لیکن اسے اس کے اظہار اور اس حکمتِ بالغہ میں کوئی فائدہ نہیں تھا۔ چنانچہ ان معلومات، مرادات اور مقدورات میں سے بعض اپنے مقام پر مخصوص لطایف کی صفات کی مظہر ہیں اور بعض صفات قہریت کی مظہریت۔ ان دونوں صفات میں سے ہر صفت اپنے مخصوص مظاہر کی صورت اختیار کرتی ہے۔ اور چونکہ ان عالی شان مرتبوں میں ظہور کے لیے وہ تمام مظاہر میں کامل تر اور قوی تر ہے اور اس لم یزل کی تمام صفات کے ظہور کے بغیر اس کی مظہریت کی مکمل تحقیق نہیں ہو سکتی، اس لیے وہ اعلیٰ علم وارادت اور قدرتِ ازلی کے مرتبہ میں اپنی موجودیت سے پہلے ہی وجود، حیات، علم، ارادت اور قدرت اور سمع و بصر وغیرہ کی صفات سے لائق و موصوف تھا۔ اور معلوم، مراد اور مقدور بن گیا، جیسا کہ صفتِ اختیار سے اور اس بلند درجہ میں موجود و حیّ، عالم و مرید، قادر و سمیع اور بصیر وغیرہ کے نام سے موسوم ہوا بغیر اس کے کہ موجود ہوں یا خارج اور اسی طرح اسم مختار سے اور چونکہ موجودیت کے بعد جو کچھ ان کی طرف سے ان کی بدولت ان کے اندر ظاہر و پیدا ہے خواہ وہ ان کی ذات و صفات ہوں، خواہ افعال و آثار: کسی کمی و بیشی کے

بغیر وہی ظہور پہلے مرتبہ کا ہے' اس لیے اس مرتبہ میں بھی ان اسما کے مسمی اور ان صفات کے موصوف انہی مخصوص صفات کے ساتھ سامنے آئے ہیں۔ بغیر کسی کمی یا بیشی کے اور وہ دوسری تمام مخلوقات میں سے زیادہ مختار اور زیادہ صریح ہے اس لیے ذی علم اور صاحب عقل پر لازم و واجب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اسے جس نام اور جس صفتِ موجودیّت سے قبل مسمّی اور موصوف کیا ہے، اور اپنے ناموں اور صفتوں میں تصرّف کرنے والا بنایا اور اُس کی اس مرتبہ علم وارادہ میں استعداد بخشی اور اس نے قبول کرنے سے انکار نہ کیا اور اُسے قبول کر لیا؛ جیسا کہ اس آیت کریمہ میں آیا ہے کہ "ہم نے اپنی امانت پہاڑوں ... " اُسے اپنی استعداد کے مرتبہ سے آگاہی دی گئی ہے اسلیئے اُسے چاہیے کہ موجودیّت کے بعد بھی اس مرتبہ میں اپنے آپ کو اپنی ان تمام خامیوں اور خوبیوں کو جاننے اور اپنے آپ کو اپنی خواہشات کا غلام بنا کر طبعی ناموں سے موسُوم نہ کرے اور اپنے آپ کو جاہل و مجبُور قرار نہ دے اور جان لے کہ دنیا کی تخلیق، صرف اللہ تعالےٰ کی جمالی اور جلالی صفات کے کمالات کے حسُن کے اظہار کے لیے ہے اور ہر صفت اپنے قدیم اور ازلی تقاضے کے مطابق اس بات کی متقاضی ہے کہ مخصُوص خارجی مظاہر میں جلوہ گر ہو۔ اور اس کے تقاضے میں ہر خارجی مظہر کو مخصوص نام سے موسُوم اور ذاتی اور فعلی صفت سے موصُوف کیا گیا ہے اور چونکہ انسان کو تمام دوسرے مظاہر کی نسبت زیادہ مکمّل اور زیادہ عُمدہ مظہر کے لیے مقرر کیا گیا ہے، اس لیے اگر ہر اسم کے حسُنِ کمال کے ظہور کا ثمرہ مظہر میں پیدا نہ ہو سکے اور اس معاملے میں اگر مظہر میں ویسی تمیز اور علم پیدا نہ ہو، تو اس مظہر کے حق میں مکمّل مظہریت کس طرح ثابت و محقّق ہو گی۔ اس لئے صفاتِ جمالی کا پھل مظہر کے راحت و آرام میں ظاہر ہوتا ہے اور اس صفت کو ازل میں ثواب کا نام دیا گیا ہے اور جلالی صفات کا پھل درد اور رنج ہے۔ اور اس کو عذاب کا نام دیا گیا ہے اور اس علمی امتیاز کا وجُود تمیز حقیقی اور علم قدیمی کی صفت

سے ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی تمیز اس کے قدیمی علم سے اختیار کی صفت کے بغیر واجبی نہیں ہے اس لیے کون وحدوث کے اختیار کو واجبی اور ازلی اختیار کے ظہور کے لیے ایک معلوم مرتبے کے مطابق خارجی وجود عطا کیا گیا ہے تاکہ دوسری ہر شان کے مظاہر سے الگ ظاہر ہو اور اپنی جنس سے فعلِ اختیاری کے سبب جو اگرچہ کوئی ہے، الگ تمیز حاصل کرلے اور خبیث وطیّب کی تمیز اسی بات کی دلیل ہے اور چونکہ خبیث کو طیب سے پہچاننا امر و نہی کے ظہور کے بغیر نہیں ہو سکتا، اس لیے وہ اس معلومیت اور مقدوریت کے مرتبے میں امر و نہی کے لیے جس کا اُسے حکم دیا جاتا اور منع کیا جاتا ہے، خارجی وجود کے مرتبہ میں اُسی طرح مأمور اور مُنہی ہے اور امر و نہی کے ظہور کے سبب اپنے اندر کمالِ امتیاز پیدا کر لیتا ہے تاکہ جہالت سے نکل آئے اور ظہور کامل کے لائق بن جائے۔

میرے عزیز! لوگوں میں مسئلہ اختیار کے معاملے میں جو شبہ وانکار پایا جاتا ہے، وہ بھی ان کے اختیار سے اس مرتبۂ معلوم میں اللہ تعالیٰ کے اختیارِ حقیقی کے کمالات کے ظہور سے معلوم ومقدور رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے اپنے کمالاتِ علمی کے اظہار کے لیے جو صفاتِ جمالی کا خاصہ ہے۔ انہیں مکرم ومعزز نہیں بنایا اور یہ بھی ان کی حقیقی استعداد کی نااہلی کی وجہ سے ہے۔ اگرچہ یہ بات بعض کے حق میں دائمی اور بعض کے حق میں وقتی ہوتی ہے اور چونکہ انہیں مرتبۂ امکان اور مرتبۂ وجوب کے درمیان اتنی قوتِ تمیز نہیں دی گئی جتنی کہ چاہیے تھی۔ اور انہیں ظاہر ہونے اور ظاہر کرنے والے کے درمیان تحقیق کرنے کی لیاقت نہیں دی گئی، اس لیے وہ کہتے ہیں کہ چونکہ وہ اپنے ہر فعل، قول، اسم اور صفت میں مصروف، اور اللہ کی قدرت واختیار کے ماتحت ہوتے ہیں، اس لیے ہم اپنے حق میں مختار و قادر کا نام، اور اختیار وقدرت کی صفت کس طرح مان لیں، کیونکہ کسی فعل وقول میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے

تعلیم دی، جو اس مہربان ذات کے لائق ہے، اور اسے کثیف اوہام کے گرداب سے بغیر اپنے آپ کو مستقل اور فاعل پالیں، تو پھر البتہ اس فعل و قول میں اختیار کی صفت ہم میں مانی جاسکتی ہے اور چونکہ ایسا نہیں، اس لیے اختیار میں نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ اپنے بے انتہا فضل سے اگر اُن کے حق میں ازلی ارادہ سے مخصوص اوقات میں کوئی مقدر شئے ----- ان کے سینے میں ڈال دے، تاکہ وہ جان لیں کہ ہم اور جو کچھ ہم میں پیدا و ظاہر ہے وہ ممکن ہے، ہماری ذات سے، ہماری صفت سے ہمارے فعل سے، اور ممکن اس کو کہتے ہیں جس کا ذات و صفات اور افعال کی حیثیت سے ہونا اور نہ ہونا واجب الوجود کے زیر اختیار ہو۔ اور حق تعالےٰ کے سوا اور کچھ واجب نہیں، اس لیے اگر ذات ہمارا وجود ہے کہ اس سے ہمارا وجود موسوم ہے اور اگر سُننا، دیکھنا، جاننا اور ارادہ کرنا ہماری صفات ہیں، جن کی بدولت ہم سُننے والے دیکھنے والے، جاننے والے اور ارادہ کرنے والے ہیں، تو ہونے اور نہ ہونے میں ہم پُوری طرح واجب الوجود کے سمع، بصر، علم اور ارادہ کے محتاج ہیں۔ جس طرح ہماری اختیار کی صفت کہ چاہیں تو لیں، چاہیں تو چھوڑ دیں، اس درجہ میں ہے کہ اس کی بدولت ہم تمام دیگر مخلوق سے اپنے آپ کو الگ شمار کرتے ہیں اور اس صفتِ اختیار کے لیے ہم واجب حقیقی کے محتاج ہیں۔ اور اختیار اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، جو واجب قدیم ہے، ازلی اور لم یزلی ہے، جو غیر، تغیر، اور تبدیلی کی شرکت سے پاک ہے۔ اور اللہ تعالےٰ مختار کل ہے۔ اور جو اختیار ہماری صفت ہے، وہ ممکن اور حادث (مٹ جانے والا) ہے۔ وہ فانی اور ہلاک ہونے والا ہے اور ہر آن اپنے بغیر اور اپنے ساتھ ہے۔ اور اختیارِ واجب سے کسی طرح شرکت کی بُو نہیں رکھتا۔ اور ہم شرکت کی آرزو کس طرح کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے تخلیق کائنات میں اپنے حُسن اور کمال کا اظہار کرکے اپنی حکمتِ بالغہ سے مخلوقات کو اپنی ذات اور صفات کا مظہر بنایا ہے۔ اگر ہم اپنے لیے مستقل اختیار، تلاش کریں، تو یہ اللہ تعالےٰ کی جناب میں ناموافقت کا اظہار کرنا ہے

ہوئے احاطہ میں لے سے، جبکہ ایک کامل اور مکمل عارف، جس کا میں نے اُوپر ذکر کیا ہے، جب جہالت کی پستی سے حقیقی علم کے درجے تک پہنچتا ہے، تو جان لیتا ہے کہ مُنعم حقیقی لیے دعوٰئے کمال کرنا، اور اس کے کمال میں کمی تلاش کرنا ہے۔ اور یہ بالکل نادانی ہے۔ اور اس عقیدے کو اس نادان کا اختیار کرنا، اللہ تعالیٰ کے اسم مختار کی وجہ سے قہر کی تجلّی ہے۔

میرے عزیز! اگر تو دیکھے، تو تُو پائے گا کہ تیرے مَولا نے تجھے فاعل مختار کہا ہے، چنانچہ آیت کریمہ "عمل کرو، جیسا تم چاہتے ہو" سے یہ ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرکے تُو اپنے آپ کو غیر مجبور اور غیر مختار قرار دے رہا ہے، تو یہ مخالفت خود تیرے اختیار کی کھُلی دلیل ہے، کیونکہ اگر تو مختار نہ ہوتا، تو یقیناً جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تیری زبان سے بھی کمی بیشی کے بغیر وہی کچھ نکلتا۔ اور جان لے کہ اختیار سے انکار کرنا بذاتِ خود اختیار ہے اور اختیار سے انکار کرنا اسی اختیارِ حقیقی کے ظہور کا مظہر ہے۔ اور صفتِ جلالی کے حُسنِ کمال کی جلوہ گری ازل سے ہے۔ یہ کوئی نئی شے نہیں۔ اور نہ ہی کوئی مزید۔ جب تو اس کو دیکھ لے گا تو پھر قدر و صبر کے کنوئیں سے باہر نکل آئے گا۔ اور اہلِ حق کی خصوصیت سے مخصوص ہو جائے گا۔ اے ہمارے ربّ اپنی رحمت عطا کر، بے شک تو بے حد عطا کرنے والا ہے۔

مکتوب : ۱۹

باکمال اور حقیقت آشنا میاں شیخ محمد فاضل جیوؒ کے نام، اس بارے میں لکھا گیا کہ اپنے روزمرّہ کے علم پر نظر رکھ کر اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے دُور سمجھ کر، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے باز نہیں رہنا چاہیے اور ترقّی درجات کی خواہش کرنی چاہیے، اور شہود کے مرتبے سے ترقّی کی آرزو کر کے خلوت کے مقام کو حاصل کرنا چاہیے۔

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے انسان کو اس وصف و توصیف کی

نے اسے خاص نعمت سے نوازا ہے ، اور اسے اپنی صفات، کی حقیقت کے مظہر کی، اپنے علم قدیمی کے ذریعے تعلیم دی ہے، جو پوری طرح محیط ہے ، اور پھر وہ انہی اوصاف سے متصف ہوتا ہے جس کی اُسے علم اور حمد سے تعلیم دی گئی ہے تو اس قدیم ذات نکالا ، اور اپنی تعلیم کے ذریعے حق عرفان کی شناخت کرائی اور اوصاف قدیم سے اپنے آپ کو موصوف کیا جو احاطۂ کاملہ کے سبب متفقہ طور پر مسلم ہے ۔پس انسان کے لیے اللہ سبحانہ نے تعلیم کے ساتھ اسے بیان کیا اور اس کے علم کی مظہریت علم لدنی سے ہوئی، جو اصلی اور قدیمی ہے ۔ یہ بات اس اَمر سے خالی نہیں کہ انسان نے علم کا اطاعت سے احاطہ کیا ہے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے " وہ لوگ علم سے میرا احاطہ نہیں کر سکتے" یعنی مخلوق کے عام علم سے ، جو اللہ تعالےٰ کی مظہریت سے عاری ہے اور عام علم کے ساتھ اسے اپنے اوصاف سے استغنا زیادہ محبوب ہے ، اور اس کی ذات کا تقاضا ہے، کہ ہم اس کی توصیف انہی اوصاف سے کریں ، جو اس نے ہمیں سکھائے ہیں ، اور اس کی تعریف حمد حقیقی سے کریں ، جیسا کہ ہم نے اُسے وصفِ قدیمی سے متصف کیا ہے ، جب یہ تحقق ہو گیا ، تو ثابت ہو گیا کہ وہ عالمِ عارف ، عام ، وہمی اور خیالی علم سے ملنے والے وصف سے ترقی کر گیا ہے اور تعلیمی و قدیمی وصف کے درجے پر جا پہنچا ہے ۔ پس وہ عارف عجیب ہے ، جس نے اس دوسرے عالی مرتبے کو ترک کر دیا ، جو اُسے محض فضیلت کی وجہ سے حاصل ہوا تھا ۔ اور پھر وہ اپنے متروک ادنےٰ مقام میں گر گیا پھر وہ اس کی طرف دیکھے گا اور گمان کرے گا کہ اس کا نفس محرُوم ہے اور وہ پُرانے ذاتی اوصاف تک نہیں پہنچ سکتا ۔ یہ ربّ کی تعلیم کی عدم تحدیث ہے اور اس کے اس قول کی صریح مخالفت ہے کہ " پس تو اپنے رب کی نعمتوں کی تحدیث کر" آپ کو معلوم ہو کہ اس مکتوب کے عین لکھتے وقت مجھے یہ خیال آیا کہ وہ عارف ، صرف وہمی اور رسمی عارف تھا ، اور اس کی نظر عالی مرتبے کی وہمی طور پر مقلد تھی ۔ لیکن اس کا مقام مرتبے میں اسفل تھا ۔ پس یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کو حقیقی وصف تک نہ پہنچنے

کے لائق ہے۔ وہ ذات اللہ کی ہے، جو ظاہر اور غنی ہے اور جسے غنا محبوب ہے۔ اس کے غنا کا تقاضا ہے کہ وہ ظاہر ہو، اور یہ باطنِ حقیقی ہے، اس کی یہ باطنی کیفیت اور شہود سے منزّہ، محبوب چیز ہے۔ اس کے کمالات کا اظہار اس کے شہود کے اعلےٰ مقامات کا تقاضا کرتا ہے، تاکہ اس کے دوست جان لیں کہ انہیں اسمِ باطن کے ساتھ مشاہدہ کرایا جارہا ہے اگر اللہ چاہتا، تو انہیں ہدایت پر جمع کر دیتا، لیکن ایک خاص مدت تک انہیں مہلت دی جارہی ہے اور پھر اس کے ہاں حقیقی غائب کا اطلاق عدم مترادفات پر مبنی ہے، جس کا تقرر کیا گیا ہے محققین کے نزدیک کیا اس کی کوئی نقل یا خبر ہے؟ پھر کاملین مکملین کے ہاں یہ واضح ہو چکا ہے، کہ طالب کی نظر میں تمام ظلّی مرتبوں کا ارتفاع عرفانِ شہودی تک ہے، جس کا حصول خروج کی بجائے لطیفہ روحیہ سے ہے اور اس معروفِ ظاہری سے ہے، جو حضورِ سرّی میں نورِ اوّل ہے۔ پس حضور سے خروج، غایت التصور میں دخول کی انتہا ہے، اور وہ خدائے تعالیٰ کی ذات ہے۔

حاشیہ: وہ لوگ یہ کہتے ہیں، کہ جو احدیّت اضافات سے مجرّد ہے، معلوم نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ انہوں نے گمان کر لیا، کہ اس (احدیت) کی بارگاہ تک کسی شخص کی رسائی وحدتِ احدیّت کے تعیّنات کے ظہور کے لباس کے سوا کسی اور طرح نہیں ہو سکتی۔ یہ ظہور مرتبۂ مقیدہ میں ہوتا ہے۔ عارف کی حضوری، مرتبۂ مقیّدہ سے آگے نہیں ہوتی اور ان کا یہ قیاس اللہ سے غافل ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اصل بات یہ نہیں، کیونکہ عین ممکن ہے کہ اصحابِ معرفت کیلئے یہ ایک ایسا آئینہ ہو، جس کے ذریعے حقیقی حضوری کا علم حاصل ہو جائے اور ایسی حقیقی تعلیم سے وہ عارف، اللہ کی ذاتِ جامعِ حقیقی سے بلا حجاب واصل ہو جائے، تاکہ اس کا اسم اُس عارف کے آئینے میں پوری طرح واضح ہو جائے۔ گویا یہ اس کے محبوب کا ظہور ہے، اور ازل کا مقتضیٰ ہے۔ پس عارفِ اوّل، مرتبۂ ظلال والوں میں سے ہے اور یہ اسمِ باطن کا مقتضیٰ ہے اور عارفِ ثانی جو عارفِ کامل اور عالم مکمل ہے۔ اور فی الواقع علمِ باری تعالیٰ کا مظہر ہے، مرتبۂ اصلیہ میں سے، اور ذاتِ جامعِ قدیم تک اس کے فضل سے پہنچنے والوں میں سے ہے۔ یہ اس کے اسمِ ظاہر کا مقتضیٰ ہے۔

مکتوب : ۲۰ (الف) سوال

میاں عبدالکریم وزیرآبادیؒ کی طرف سے چند سوالات کی تحقیق میں :۔

حقائق و معارف سے آگاہی رکھنے والے، اور تصوف وکمالات میں دسترس رکھنے والے اور محققین کے سردار اور عظمت پناہ میاں محمد جانؒ اور حاجی الحرمین شیخ محمد طاہر جیوؒ خدا کرے ہمیشہ مسندِ ارشاد پر قائم رہیں اور خلقِ خدا کو فیض بخشتے رہیں۔

یہ عریضہ عبدالکریم وزیرآبادی کی طرف سے ہے، جو نیازمندانہ سلام کے بعد آپ کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ آپ سے ملنے کا شوق بے حد و نہایت ہے لیکن ملاقات وقت پر منحصر ہے جب بھی اللہ تعالےٰ نصیب فرما دے۔ امید ہے کہ آپ اپنی یاد سے خوش فرماتے رہیں گے، اور اپنی عافیت کے حالات سے اطلاع دیتے رہیں گے کہ اس بات میں فقیر کی سربلندی ہے۔

عرض یہ ہے کہ بعض عزیزوں نے سوال کیا ہے کہ تکوین (تخلیق) کی صفت، صفات سے مشروط ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ صفات سے غیر مشروط ہے۔ اور ماہرین کا مسلک بھی یہی ہے کہ صفات سے غیر مشروط ہے۔ اس لیے اس کا بذاتِ خود ظہور مشکوک ہے کیونکہ فرض کیا، اگر باری تعالےٰ کی حقیقی صفات میں سے کوئی ایک صفت سلب کر لیں۔ مثال کے طور پر اگر صفتِ قدرت سلب کر لیں، تو اس سے عجز لازم آتا ہے۔ اسی طرح اگر تکوین کی صفت سلب کر لی جائے۔ تو کیا نقیض پیدا ہوگا؟

مزید یہ کہ تجددِ امثال میں حضرت پیر دستگیر حضرت جیوؒ نے لکھا ہے کہ تغیرِ مطلق ہے اور عدم مقید، اور نفس منبع ابدی ہے۔ اس موقع پر سائل سوال کرتا ہے کہ اگر عالم ایک ہی آن میں معدوم اور موجود بھی ہو سکتا ہے، تو جہاں تک عرضِ دنیا کا تعلق ہے، اس میں تو کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا، لیکن جہاں تک جوہرِ عالم کا سوال ہے، یہ سوال تشنۂ جواب رہتا ہے اگر اسی طرح کا ایک اور عالم اسی وقت پیدا کر لیا جائے، تو

غیرِ فاعل پر فعل کی جزا لازم آتی ہے اور اگر جوہر اوّل کو وہی پیدا کرتا ہے تو اس سے تحصیلِ حاصل لازم ہوگی (یعنی حاصل شدہ کو حاصل کرنا ہوگا)۔ امید ہے کہ ان سوالات کا جواب ایسی زبان میں لکھیں، جو عوام کی سمجھ میں آ سکے۔

اور یہ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وہ ہر روز ایک نئی شان میں ہوتا ہے حق تعالےٰ ہمیشہ مصروف ہے اور اس کی صفات میں تعطیل جائز نہیں، جب یہ دنیا نہیں تھی، تو حق تعالےٰ کیا کر رہا تھا؟ اگر اس کے ذاتی و صفاتی کمالات کے ظہور سے پہلے تعطیل صفاتؔ کی تفصیل تھی، تو یہ جائز نہیں کیونکہ اس سے نقص لازم آتا ہے اور اللہ ایسی بات سے پاک ہے اگر وہ کسی کام میں لگا ہوا تھا، تو اس سے عالم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے۔ تسلی بخش جواب عطا فرمائیں۔

مکتوب : ۲۰ (ب) جواب

عبدالکریم وزیر آبادیؒ کے سوالات کے جواب میں مسئلہ تجدید امثال کے بارے میں تحریر کیا گیا۔

سب تعریف اس کے لیے ہے، جس کے لیے تمام عظمت و کبریائی ہے جس نے آدم کو تمام اسماء سکھائے اور درود ہو نبی کریمؐ پر، اس کی آل اور تمام اصحاب پر۔ اس فقیر کی طرف سے سلامِ غائبانہ عرض ہے۔ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ جو سوال درج تھے، ان کا مطالعہ کیا۔ اگرچہ یہ احقر نادانِ محض ہے، اور اس بات کی بساط نہیں رکھتا کہ اتنے اعلےٰ مضامین کے جوابات دے سکے، لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب اور اولیا کے ذریعے جو تعلیم دی ہے اور اپنے دین کے بھائیوں کو بتانے کا حکم دیا ہے، اور وہ اُس کی ضروری امانت ہے، اس لیے جواب تحریر ہے۔

پہلے سوال کا جواب یہ ہے، جیسا کہ معلوم ہے خلق کو خالق نے پیدا کیا ہے اور حق تعالےٰ کا تعلق عالم حدوث و امکان سے نہیں، بلکہ وجوب و قدم سے ہے اور اس

مرتبہ میں کیا عالم اور کیا صُور و امثال۔ وہ بے کیفی سے معلوم ہیں اور یہ شبہ معلوم و موجود کے
کے درمیان تفریق نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ حق تعالےٰ کے علم حضوری کو خلق کے علم حضوری
پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ دونوں کے درمیان بہت فرق ہے علم حصولی میں کسی
شے کی صورت کا حصول ذہن میں ہوتا ہے، جب کہ علم حضوری میں خود نفس شے کا نفوذ
شے کے بغیر حاضر ہوتا ہے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ تکوین فعلِ حقیقی کی صفات میں سے ہے فعل
حدوثی کی صفات میں سے نہیں، جیسا کہ شیخ ابوالحسن اشعریؒ اور معتزلہ نے قیاس کیا
ہے اور وہ تفرقہ جس کی ہر صفت اس کی ذات کی ضد سے موصوف نہ ہو، حقیقی ہے
اور وہ صفت جس کی ذات ضد سے موصوف ہو، فعلی ہے اور شیخ ابوالحسن اشعریؒ
بھی اسے تسلیم کرتے ہیں، لیکن لازم آتا ہے کہ کلام میں ارادے کی صفت حقیقی نہ ہو،
کیونکہ ذات ان کی ضد سے موصوف ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اللہ
تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، تنگی نہیں چاہتا اور اسی طرح "اللہ ان سے کلام نہیں
کرتا اور نہ ان کو پاک کرتا ہے اور ان کے واسطے سخت عذاب ہے" اور اگر شبہ دور نہ
ہو تو عقیدۂ حافظیہ، اس کے حواشی اور علم کلام کی دوسری کتابوں کی طرف رجوع کریں۔
میرے مخدوم! تمام صفات حقیقی ہیں اور جیسا کہ پیرِ دستگیرؒ نے بیان فرمایا ہے،
صفاتِ فعلی اور صفاتِ ذاتی ہیں، باوجود اس کے کہ سب حقیقی ہیں۔ فرق یہ
ہے کہ صفات ذاتیہ کا ظہور قدیم ہے اور صفاتِ فعلیہ کا ظہور حادث ہے، اور تمام
ذاتی اور فعلی صفات بذاتِ خود قدیم ہیں۔ اور صفاتِ فعلیہ کا ظہور حدوث ہے کیونکہ
یہ ان کی خصوصیت کہی جاتی ہے، لیکن ظہور تبعی میں جو صفات ذاتی کے تابع ہے،
یہ قدیم ہے کیونکہ ان کے درمیان "لا ھُو" اور "لا غیرہٗ" کی نسبت ہے۔ اور یہ
بات بہت کم سے سُنی جاتی ہے اور اس کی واقفیت کا دار و مدار ان کی اصطلاحات
کے جاننے پر ہے۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ تجدّدِ امثال کا مطلب یہ ہے کہ ہر مخلوق خواہ اس کا تعلق جوہر سے ہو یا عرض سے، ہر لحظہ اور ہر آن متغیر ہے یہ تغیر ظاہر میں بھی ہے اور باطن میں بھی، یعنی ذات میں بھی اور صفات میں بھی۔ اور حدوثِ عالم پر علماء کی یہی دلیل ہے، اگرچہ وہ تجدّد کے قائل نہیں اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد "ہر شئے ہلاک ہوجانے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے" اس پر دلیل قوی ہے۔ اس لیے یہ ہلاکت تمام مخلوقات کے لیے، کیا جوہر میں کیا عرض میں بلکہ ذات پر لازمی طور پر ہر لحظہ واقع ہوتی رہتی ہے، اور اگر اس آن میں عین ہلاکت میں اس عطا کردہ وجود کی وجہ سے معزز و مکرم نہ ہوں تو محض عدم میں چلے جائیں گے، اور اللہ سبحانہ تعالےٰ کے اقتدار کے کیا کہنے۔ ایسی فوری ہلاکت کے باوجود بعض کا ظہور نہیں کیا اور بعض کو ابدی طور پر ظہور بخشا۔ جیسا کہ عقیدہ شریعت میں مقرر ہے، آٹھ چیزیں فنا نہیں ہوتیں۔ اور اس کا مطلب یہ ہے، جسے حضرت جیو" نے تغیر مطلق اور عدم مقیّد کہا ہے اور نفس کو جو جزوِ ابدی کہا گیا ہے، تو وہ اس معنی میں نہیں کہ عالم اس واحد میں سے عدم مطلق میں چلا جائے گا۔ اور اس کے بعد پھر اسی مثل میں وجود میں آئے گا۔ کیونکہ یہ خلافِ واقع اور قابلِ اعتراض ہے اور اگر بعض صوفیہ کے کلام میں لفظ عدم آیا بھی ہے تو اس سے ان کی مراد یہی تغیر مطلق ہوگا۔ نیز یہ بات صوفیہ اور اشاعرہ کا جواب ہے۔ چونکہ صوفیہ عدم مطلق کے قائل ہیں، ان کے لیے جواب عدم مقید کا ہے یعنی عدمیت مقید ہے، اعراض سے اور تغیر مطلق، اشاعرہ کا جواب ہے، جو جوہر کے بغیر تجدید اعراض کے قائل ہیں یعنی تغیر کی حیثیت سے تجدد جوہر اور عرض میں شامل ہے کیونکہ جوہر و عرض سب دائرہ امکان میں داخل ہیں۔ اور ہر ممکن حادث ہے اور اس کے حدوث کی دلیل اس کا تغیر ہے۔ اس بات کو سمجھیے ا

چوتھے سوال کا جواب ...... کہ وہ ہر روز نئی شان میں ہوتا ہے" اس معنی میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذاتی صفات اپنے متعلقات کے ساتھ ہر وقت کام

میں لگی رہتی ہیں اور صفات فعلی میں جو تعطیل آتی ہے' اضطراری نہیں بلکہ اختیاری ہے۔ اگر صفاتِ منفی کو جو صفاتِ ذاتی کی بدولت ہیں، غور سے دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ سوجان کے بدلے میں بھی سستی ہیں چونکہ ہم حق تعالیٰ کو اس کی تقسیم کی بدولت حال، ماضی اور مستقبل سے منزہ جانتے ہیں' اس لیے تعطیل[1] کو جسے ہم زمانہ مستقبل سے پاک جانتے ہیں' کیوں نہ درمیان سے نکال دیں۔ پس غور کیجیے۔ سلامتی ہے اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

مکتوب : ۲۱

دنیا میں اللہ تعالےٰ کی رؤیت کے عدم وقوع کے بیان میں' سوائے رسولِ کریم کے دنیا کے اندر بیداری کی حالت میں سر کی آنکھوں سے اللہ تعالےٰ کے دیدار کے جواز کے بارے میں اہلِ سنت والجماعت کے چاروں مذاہب متفق ہیں' اس پر اللہ کا شکر ہے لیکن معتزلہ اس جواز کے منکر ہیں، کیا دنیا میں اور کیا آخرت میں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی رؤیت کے وقوع کے بارے میں دنیا میں ہی سر کی آنکھوں سے دیکھ لینے کے متعلق مذاہبِ اربعہ میں سے کوئی شخص انبیاء و اولیا کے دیکھ لینے کا قائل نہیں لیکن سردارِ انبیا کے بارے میں صحابۂ کرام کے درمیان اختلاف ہے حضرت عائشہؓ اور کئی دوسرے صحابہ دنیا میں رؤیت بصری کے قطعاً نہ ہونے کے قائل ہیں۔ نہ شب معراج میں اور نہ کسی اور موقع پر۔ بعض صحابہ آنحضرت کے شبِ معراج اور ایک اور موقعہ پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت بصری کے قائل ہیں، ان دونوں گروہوں میں بھی اختلاف قیاس کی وجہ سے نہیں بلکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے۔

---

[1] "لا هو" اور "لا غیرہ" میں، اس سے نفیاً تعطیل کا مفہوم برآمد نہیں ہوتا۔ میرے محترم اس سے آگاہ ہونا چاہیئے یہ ایک بہت باریک بات ہے۔

حضرت عائشہؓ اور بعض صحابہ نے آنحضرت کے معراج سے واپس آنے کے بعد ان سے پوچھا. کیا آپ نے اپنے رتب کو دیکھا ؟ یعنی کیا آپ نے معراج کی رات اپنے رتب کو دیکھا۔ انھوں نے کہا اللہ نور ہے، پس میں اسے کیسے دیکھ سکتا ؟ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اللہ کو دل کی آنکھ سے دیکھا۔ بعض دوسروں نے پوچھا. کیا آپ نے معراج کی رات اللہ تعالےٰ کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ نورانی ہے، میں نے اسے دیکھا۔ اور ایک بار یا دو بار دیکھنے میں بھی اختلاف ہے. لیکن زیادہ تر اتفاق اس کے خلاف ہے جضرت امام اعظمؒ نے فرمایا کہ احتیاط کا تقاضا ہے کہ چشم سر سے معراج کی رات یا کسی اور وقت رؤیت کے وقوع یا عدم وقوع کے بارے میں خاموشی اختیار کروں اور کچھ نہ کہوں. اور اس بات کا علم اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دوں. اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ اصحابِ کبار میں سے اور بزرگ مجتہدین میں سے کوئی بھی دنیا میں اپنے طور پر رؤیتِ بصری کا قائل نہیں، اور کسی کو بھی کمال کے باوجود دنیا میں یہ چیز حاصل نہیں کیونکہ انبیاء کا پہلا قدم اولیا کی انتہا ہے، اس زمانہ کے بعض جاہلوںؔ کا عجیب حال ہے کہ آنحضرت کے حق میں ایک بار بھی رؤیت ثابت نہ ہونے کے باوجود، اپنے اور اپنے تابعین کے حق میں رؤیت کا دعویٰ کرتے ہیں، حالانکہ وہ نتائج اخذ کرنا بھی نہیں جانتے، اور پھر بھی ہر گھڑی اور ہر زمانے میں

لہ - میرے عزیز، یہ جاہل کہنے والے بے دلیل دعوے کرتے ہیں، کیونکہ عین دعوے کرتے ہوئے تین احادیث کا ذکر کرتے ہیں اور ان سے بے کھٹکے قوتِ ظلماتی کی خاطر لذت اندوز ہوتے ہیں، حالانکہ رویت کے وقت بہشت کی نعمتیں فراموش ہو جائیں گی، جیسا کہ قصیدۂ امالی میں کہا گیا ہے "جب وہ اسے دیکھیں گے، تو تمام نعمتوں کو بھول جائیں گے"

بے توقف اس رؤیت کے قائل ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ بغیر رؤیت کے ایمان مکمل نہیں ہوتا، بلکہ ناقص رہتا ہے، ان کی یہ بات رؤیت کی بات سے بھی زیادہ سخت ہے۔ کیونکہ ان کی اس بات سے لازم آتا ہے کہ ان کا ایمان اس شخص کے ایمان سے بھی عالی ہو، جس کے حق میں "لَنْ تَرَانِیْ" کا واضح خطاب آیا ہے۔ اور یہ صاف کفر ہے۔ وہ گمراہ ہیں اور گمراہ کرتے ہیں۔ وہ شیطان کی جماعت ہیں۔ خبردار! بے شک وہ شیطان کی جماعت ہیں، وہی خسارے میں ہیں، اور یہ جو بعض اولیا کی طرف سے رؤیت کی بات ہوئی ہے، وہ خفیہ رؤیت ہے، رؤیتِ بصری نہیں، کیونکہ یہ گمان اہلِ سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہے اور ان کے حق میں ایسا کہنا انتہا درجہ کی بدگمانی ہے ایک قصیدہٴ منظوم میں کہا گیا ہے: ترجمہ:

(۱) جس شخص نے یہ کہا کہ اس نے دنیا میں آنکھوں سے اللہ تعالےٰ کو دیکھا ہے، وہ زندیق ہے۔ اس نے سرکشی کی اور غرور کیا۔

(۲) اس نے اللہ کی کتاب اور تمام رسولوں کی مخالفت کی، اور وہ شرعِ شریف سے بھٹک گیا۔ اور دور ہو گیا۔

(۳) جس شخص نے بھی ایسا کہا، قیامت کے دن وہ روسیاہ ہو گا۔[1]

تفسیر بیضاوی میں اس آیت کریمہ "لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ......" کی شرح دیکھ لی جائے کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔ اس تفسیر سے یہ بات تحقیق تک پہنچ گئی کہ وہ جو بعض نادانوں نے تفسیر بیضاوی میں سے "اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ" کے معنی سے رؤیتِ بصری مراد لی ہے، وہ ان کی محض نادانی ہے۔ اور یہ

---

[1] اور یہ وہ شخص ہے جس کی شان میں کہا گیا ہے کہ اس دن بعض چہرے سفید ہوں گے، اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے

نادانی تفسیر کی عبارت نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے ہے۔ اور دنیا کے اندر رؤیتِ الٰہی کے بارے میں عقیدے کی وضاحت کے لیے کُتبِ حدیث میں سے معتبر اسناد کے ساتھ حسب ذیل عبارتیں پیش کی جاتی ہیں :۔

فصل اوّل

حضرت جریرؓ ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ بے شک تم جلد ہی اپنے رب کو کُھلم کُھلا دیکھ سکو گے، ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تم عنقریب اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے، جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اور اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی دقت نہیں ہو گی۔ اس لیے اگر تم سے ہو سکے۔ تو سُورج کے نکلنے سے پہلے اور سورج کے غروب ہو جانے سے پہلے کی نماز کو فراموش نہ کر دینا۔ پس انہیں ادا کرو۔ اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی، وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا (سُورج کے طلُوع اور سُورج کے غروب سے پہلے اپنے ربّ کی حمد بیان کرو) متفق علیہ۔

اور حضرت صہیبؓ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب جنتی لوگ جنّت میں داخل ہوں گے، تو اللہ تعالےٰ اُن سے فرمائے گا: "کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں مزید انعام سے نوازوں" وہ عرض کریں گے: "کیا آپ نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں بنا دیا؟ کیا آپ نے ہمیں جنّت میں داخل نہیں فرما دیا؟ اور کیا آپ نے ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دی"؟ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ اس موقع پر پردہ اٹھا دیا جائے گا۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کے روئے مبارک کو دیکھیں گے اور جو کچھ بھی انہیں دیا گیا ہو گا۔ اس میں سب سے زیادہ محبُوب انہیں اپنے رب کو دیکھنا ہو گا اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی" لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا

الحُسنیٰ وَزِیَادَۃٌ" (صحیح مسلم)

فصلِ ثانی

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، آپ نے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ادنےٰ ترین جنتی کی قدر و منزلت یہ ہو گی، کہ جنت میں اپنی جگہ سے ایک ہزار برس کی مسافت تک اپنے باغوں، اپنی عورتوں، اپنی نعمتوں، اپنے خدمت گاروں اور اپنے تختوں کو دیکھ سکے گا، اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک گرامی قدر وہ ہو گا، جو صبح و شام اپنے رب کی ذات کو دیکھے گا۔ پھر آنحضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی "وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاظِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ" (اسے احمد اور ترمذی نے روایت کیا)

حضرت ابو رزین العقیلیؓ سے روایت ہے، آپ نے کہا کہ میں نے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا ہم قیامت کے دِن اپنے رب کو خلوت میں دیکھ سکیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ "ہاں"۔ ابو رزینؓ نے کہا، میں نے عرض کیا کہ کیا اس کی مخلوق میں اس کی کوئی نشانی ہے؟ حضور نے فرمایا۔ اے ابو رزینؓ کیا تم میں سے ہر ایک چودھویں کے چاند کو روک ٹوک کے بغیر نہیں دیکھ سکتا۔ ابو رزینؓ نے کہا کہ "ہاں"، حضور نے فرمایا کہ چاند اللہ تعالےٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے اور اللہ تعالےٰ بزرگ و برتر ہے (روایت ابو داؤد)

فصلِ ثالث

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا تھا؟ (روایت مسلم) ابن عباسؓ نے آیت مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ۝ "نظر نے جو کچھ دیکھا، دل نے اس میں جھوٹ نہ ملایا۔

اور ایک بار پھر اُس نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اترتے ہوئے دیکھا) کے متعلق فرمایا۔ کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کو اپنے دل کی آنکھوں سے دو دفعہ دیکھا (روایت مُسلم) اور ترمذی کی روایت ہے کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ کو دیکھا اور عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا اللہ تعالےٰ نے نہیں فرمایا "اُسے بینائیاں نہیں پاسکتیں، مگر وہ بینائیوں کو پالیتا ہے" اس پر ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا افسوس ہے تم پر۔ یہ اُس وقت ہے، جب اللہ تعالےٰ اپنے ذاتی نُور سے تجلّی فرمائے گا۔ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔

حضرت شعبیؒ سے روایت ہے کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ حضرت کعبؓ سے میدانِ عرفات میں ملے اور انہوں نے حضرت کعبؓ سے ایک بات پوچھی انہوں نے زور سے اللہ اکبر کہا، جس سے پہاڑ گونج اٹھے۔ حضرت ابنِ عباسؓ نے کہا کہ ہم بنی ہاشم ہیں حضرت کعبؓ نے کہا، کہ اللہ تعالےٰ نے رؤیت اور کلام کو حضرت محمدؐ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو دفعہ اللہ تعالےٰ سے کلام کیا اور حضرت محمدؐ نے دو دفعہ اللہ تعالےٰ کو دیکھا۔ حضرت مسروقؒ نے کہا کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا: کیا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ کو دیکھا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ تم نے ایسی بات کہہ دی ہے، جس سے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں، میں نے کہا ذرا ٹھہریئے اور پھر میں نے اس آیت کی تلاوت کی "لقد رأى من آيات ربه الكبرىٰ اُس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کدھر بھٹکے جا رہے ہو۔ وہ تو جبریل علیہ السلام تھے (جن کو حضور نے دیکھا) جو کوئی تم سے کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب

کو دیکھا یا کوئی ایسی چیز چھپائی جس کے اعلان کرنے کا حکم تھا یا یہ کہ حضور پانچ چیزوں کو جانتے تھے جیسا کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے" صرف وہی جانتا ہے، قیامت کب ہوگی، اور یہ کہ بارش کب ہوگی...... الخ" تو اس نے حضور پر بہتان باندھا۔ اس آیت سے مُراد یہ ہے کہ حضورؐ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا۔ حضورؐ نے جبرئیل کو اس کی اصل صورت میں دو بار دیکھا۔ ایک دفعہ سدرۃ المنتہٰی کے پاس اور ایک دفعہ اجیاد (جگہ کا نام) میں۔ ان کے چھ سو پر تھے، جنھوں نے سارے افقِ آسماں کو روک رکھا تھا۔ (اسے ترمذی، بخاری اور مسلم نے کچھ اضافے اور فرق کے ساتھ روایت کیا، اُن کی روایت میں یوں آیا ہے۔ حضرت مسروق" کہتے ہیں، کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اگر حضور نے اپنے ربّ کو نہیں دیکھا، تو پھر اس آیت "ثُمَّ دَنٰا، فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (پھر قریب آیا، اور اوپر معلّق ہوگیا یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا) کا کیا مطلب ہے" آپ نے فرمایا، "وہ جبرئیل علیہ السلام تھے، جو انسانی شکل میں آیا کرتے تھے۔ اور اس دفعہ وہ اپنی اصل صورت میں آئے اور سارے افق پر چھا گئے۔"

اللہ تعالٰے کے قول فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی، اور" مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی" اور" لَقَدْ رَاٰی مِنْ آیَاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی" کے بارے میں حضرت ابن مسعودؓ نے کہا کہ ان سب میں مراد یہ ہے کہ حضورؐ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا جن کے چھ سو پر تھے۔ (متفق علیہ) اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے" مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی" سے متعلق کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ایک سبز جوڑے میں دیکھا اور اس نے زمین و آسمان کے درمیان سارے افق کو بھر دیا تھا۔ اور ایک روایت ترمذی اور بخاری میں ہے، کہ اللہ تعالٰے کے قول

لَقَدْ رَاٰی مِنْ آیَاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی کے متعلق ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز رفرف کو دیکھا جس نے اُفقِ آسماں کو روک رکھا تھا۔

حضرت مالک بن انس رضؓ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول "اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ" سے کیا مراد ہے؟ آپ سے کہا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد اپنے رب کے ثواب کو دیکھنا ہے۔ حضرت مالک رضؓ نے کہا کہ یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں۔ بھلا وہ کفار کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کیا مراد لیں گے "کَلَّآ اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ" (اس دن وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محرُوم ہوں گے) حضرت مالک رضؓ نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے۔ نیز فرمایا کہ اگر مومن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکیں گے، تو پھر اللہ تعالیٰ کفار کو یہ عار کیوں دیتا ہے کہ اس دن وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم ہوں گے (اسے شرح السنّۃ میں روایت کیا گیا)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جس وقت اہل جنّت اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے، اس وقت اچانک ان پر اللہ کا نُور چھا جائے گا۔ وہ اپنا سر اٹھا کر دیکھیں گے، کہ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "اے اہل جنّت السلام علیکم" یہ اللہ تعالیٰ کے قول "سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ" کا مطلب ہے۔ حضُور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھے گا اور وہ اس کی طرف دیکھیں گے۔ جب تک وہ اس کی طرف دیکھتے رہیں گے، وہ کسی اور نعمت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے۔ اور صرف اس کا نُور باقی رہ جائے گا (روایت ماجہ)

مکتوب : ۲۲

بعض بزرگ مشائخ کے اقوال کی تحقیق میں، جیساکہ "میرا یہ قدم تمام اولیا کی گردن پر ہے" تحریر کیا گیا۔

پاک ہے اللہ تعالےٰ اور سب تعریف اسی کے لیے ہے۔ اس نے اپنے مقبول بندوں کے حق میں کتنا فضل فرمایا کہ ان کو اپنے اخلاق کے نمونہ پر پیدا فرمایا، جیساکہ اس نے اپنے کلام مبارک میں، آیاتِ محکمہ اور آیاتِ متشابہہ دونوں میں فرمایا۔ اسی طرح اس نے انبیاء علیہ السلام اور اولیاء کرام رح کو بھی کلماتِ محکمہ اور کلماتِ متشابہ سے الہام پذیر فرمایا، تاکہ اہلِ صفا اور اہل کجی ایک کسوٹی سے متشابہہ آیات کو پہچان لیں، جیساکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "... لیکن جن کے دلوں میں کجی ہے وہ آیاتِ متشابہ کی کھوج میں لگے رہتے ہیں"

سوال بعض اولیاء کلمۂ عینیت اور ہمہ اوست کے قائل ہیں۔ اور بعض لوائے (پرچم) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی پرے اپنا "لوا" رکھنے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور حضرت ایشانؒ کی طرف سے بھی ایک بات کہی جاتی ہے کہ میں نے اپنا مقام حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام سے بھی بلندی پر پایا اور حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف سے بھی یہ کلمہ مشہور ہے کہ میرا یہ قدم اللہ کے تمام ولیوں کی گردن کے اوپر ہے۔ کیا آپ اس قسم کی مثالوں کو متشابہات میں سے گنتے ہیں، یا محکمات میں سے ؟

جواب۔ یہ تمام اقوال تشابہات میں سے ہیں کیونکہ تاویل کے بغیر یا سیدھی طرح مان لینے سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

سوال۔ اگر کوئی شخص ان اقوال کے ظاہر پر تاویل کے بغیر اعتقاد لے آئے، تو کیا خرابی واقع ہو گی ؟

جواب۔ ان دونوں قولوں میں سے پہلے قول پر کفر لازم ہے کیونکہ پہلے قول کے ظاہر سے ناحق کو حق کہا گیا معلوم ہوتا ہے، جبکہ دوسرے قول میں اپنے آپ کو خاتم الانبیا محمدؐ سے بھی اعلٰے تر سمجھنا ظاہر ہوتا ہے اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔ اور دوسری دو باتوں پر عقیدہ رکھنے والا ان کے معانی کے لحاظ سے بدعت میں مبتلا ہے۔ کیونکہ پہلی بات کے ظاہر سے، جو حضرت ایشانؒ سے منسوب ہے، ان کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر بزرگی ظاہر ہوتی ہے، جبکہ دوسرے قول سے جو حضرت غوث الثقلین شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف منسوب ہے۔ تمام صحابہ (اور اگر صحابہ کو صدر اول کا دیکھا ہوا کہیں، کہ وہ اس بیان سے مستثنیٰ ہیں، نو کم از کم) امام مہدی پر تو بزرگی کا ادعا ظاہر ہوتا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ حدیث پاک، اور اجماع جمہور کے مطابق امام مہدی کو صحابۂ کرام کے بعد تمام اولیا پر قیامت تک بزرگی حاصل ہے یہ ایک طے شدہ اور مسلّمہ امر ہے۔ اس لیے یہ بات مسلّمہ امر کے خلاف ہے۔ اور بدعت اور گمراہی ہے۔

میرے عزیز۔ حضرت غوث اعظمؒ اپنے اوپر امام مہدی کی فضیلت کو برا نہیں سمجھتے، اور جب وہ برا نہیں سمجھتے، تو پھر برائی کیسے کریں گے، کیونکہ عالم کو علم اللّدنی کی تعلیم محض اللہ کے فضل سے ہے۔ اور احادیث کے مطابق ایسا عالم بھی امام مہدی کی فضیلت کو اپنے اوپر روا سمجھتا ہے۔

سوال۔ اگر ان بزرگوں کا ماننے والا کوئی شخص ان چاروں باتوں کا قائل ہو۔ اور عبارت کے ظاہر پر عقیدہ رکھتا ہو۔ اور اس کو فرطِ محبت کا نام دے، تو اس کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟

جواب یہ فرطِ محبت کی وجہ سے نہیں، بلکہ فرطِ حرص و ہوا سے ہے۔ اور اپنے پیر کی مخالفت کرنا، اس سے بدی کرنا ہے، اور اس بات میں ان کی ناراضگی ظاہر ہے۔

مشکل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی طرح، پیروکاروں کے عقیدوں سے خود پیشوا بھی زیرِ عتاب آجاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا "کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ تعالےٰ کے علاوہ خدا مانو......" تو متبوع (جن کی پیروی کی جاتی ہے) سجدہ میں گر کر نجات چاہیں گے۔ اور کہیں گے "تیری ذات پاک ہے، ہم نے انہیں تیرے اس حکم کے سوا کچھ نہیں کہا، کہ اللہ کی عبادت کرو، جو ہمارا اور تمہارا ربّ ہے۔" اس لیے ہر پیروکار پر لازم ہے، کہ ان کی اطاعت کرے اور ایمان لائے، اور اس کے پیشوا حق پر ہیں۔ جو کچھ وہ کہیں، اس پر ایمان لائے، اور اس میں کوئی باطل دخل نہیں دے سکتا یا پھر ایسی دلیل دے، جو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دے۔

سوال۔ چونکہ ایسی باتوں کے ماننے سے چھٹکارا نا ذونادر ہی ہوتا ہے، اس لیے ان چاروں اقوال سے جو کچھ مقصود ہے، ان کی تاویل بیان فرمائیں۔

جواب۔ ہم جیسے کم علم رکھنے والوں کی کیا بساط ہے کہ اپنی طرف سے ان متشابہ اقوال میں دخل اندازی کریں، لیکن ہمارے عزیزوں نے ان اقوال کے بارے میں جو کچھ کہا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کے اس حکم کے مطابق کہ "اپنے ربّ کی نعمت کا اعتراف کرو" کچھ عرض کرتا ہوں۔ اسے غور و فکر سے سنیئے۔ جب عینیّت کی بات ماننے والے نے یہ جان لیا کہ دو عدموں کے درمیان غیر کا وجود اس طرح ہے جس طرح دو خونوں کے درمیان خرابی کو پاک کرنا ہے اور یہ بات کہنے والا تمام داخلی اور خارجی تعلقات کا منکر ہے اور حقیقت میں وہ کلمہ طیبہ کے معنی سے چھٹکارا پاکر یہ چاہتا ہے کہ توحید کی حقیقت کے متعلق بات کرے۔ وہ دیکھتا ہے کہ علم کا وجود، جو غیر کی نفی کرنے میں تمیز رکھتا ہے۔ باقی ہے اس لیے وہ کلمہ طیبہ کی حقیقت میں پناہ تلاش کرتا ہے۔ تاکہ علم کی دوئی بھی ختم ہو جائے اور موجودِ حقیقی کی مدد سے علم بھی عالم کے ساتھ صحرائے

نیستی سے نکل جائے۔ پس جب شہود کے لواحق میں سے کوئی شاہد باقی نہیں رہتا اور مشہودِ حقیقی اور اس کی صفات میں سوائے شہود کے، کوئی علم اور تمیز باقی نہیں رہتی، تو پھر اس کی تحقیق کیجیے۔ اور جب صورِ حقیقی پھونکا جاتا ہے تو اس کے سوا ہر شئے مٹ جاتی ہے "لا" کا لفظ بھی اسی طرح ہر شئے کو مٹا دیتا ہے، جس طرح اسرائیل صور پھونکنے کے بعد کوئی شے باقی نہیں رہتی تو پھر اللہ تعالیٰ شہود کے تمام لواحق کے سامنے "کلمہ ہمہ اوست" سے کلام کرتا ہے، یعنی جب اس کے سوا کوئی باقی نہیں رہتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جس روز صور پھونکا جائے گا، تو پھر اللہ کے سوا کوئی باقی نہیں رہے گا۔ صور اور صاحب صور (اسرافیل) سمیت سب کچھ مٹ جائے گا۔ تو پھر وہ بلاواسطہ، بلامظہر، اور بلامخاطب کلام کرے گا۔ "آج خدائے واحد القہّار کے سوا کون بادشاہ ہے"۔ پس جب یہ تحقیق ہو گئی، تو یہ دونوں طرح ثابت ہے۔ یہ قولِ حق ہے اور کسی غیر کی شرکت کے بغیر سوائے پہلی مظہریت کے اس کا کلام ہے۔

جہاں تک "لوائے فرق لوائے محمد" کا تعلق ہے۔ یہاں "لوا" سے مراد پیش رو (آگے آگے چلنے والا) ہے۔ جیسا کہ معراج میں حضرت جبرئیلؑ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیش رو تھے۔ اس لیے پیش رو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فوقیت نہیں رکھتا اور اگر کہا جائے کہ آنحضرت کی پیش روی میں تمام دنیا شریک ہے، تو اس دعوٰے کرنے والے کی خصوصیت کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ عوام آنحضرت کے بے شمار سایوں کے وسیلوں کی نسبت سے پیچھے پیچھے چلنے والے ہیں، جبکہ بات کہنے والا ان سایوں کو قطع کر کے آگے نکل گیا ہے اسلئے وہ پیچھے چلنے والا نہیں رہا بلکہ آگے آگے چلنے والا ہے۔ دونوں میں فرق صاف ظاہر ہے۔

اور حضرت ایشانؒ کا قول کہ میں اپنا مقام حضرت صدیقِ اکبرؓ کے مقام سے بھی

بلند پاتا ہوں۔ اس معنی میں ہے کہ جب انہوں نے اولیائے طریقت کے قدموں سے اپنی استعداد کے مطابق عروج کا مرتبہ حاصل کر لیا، تو صحابہ کرام کے زیرِ قدمی ہونے کی صفت پائی۔ اور جہاں یہ زیرِ قدمی ختم ہوتی ہے وہاں حضرت صدیق اکبرؓ کی زیرِ قدمی شروع ہوتی ہے اور چونکہ حضرت ایشانؒ نے اپنی استعداد کے مطابق اس زیرِ قدمی سے نصیب حاصل کیا ہے۔ اور پھر اس زیرِ قدمی میں اگر حضرت صدیق اکبرؓ کے کمالات کی بدولت وہ کسی خاص مقام پر متمکن ہو گئے، تو انہوں نے اس صاحب قدم اور ترقی کی استعداد رکھنے والے کو آنحضرت کے قدموں میں لا ڈالا۔ اور چونکہ ہر زیرِ قدمی کو اس صاحبِ قدم کی قوتِ استعداد کے طفیل اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے خاص مقام عطا کیا ہوا ہے، اس لیے حضرت صدیقؓ نے بھی اپنی قوتِ ہدایت سے حضرت ایشانؒ کو ان کے رُشد و ہدایت قبول کرنے کی اہلیت کی وجہ سے (اپنے زیرِ قدم کو) مقامِ خاص عطا فرمایا اور اس طرح انہوں نے حضرت رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیرِ قدمی میں استعداد کے مطابق خاص مقام پایا ہے۔ اس لیے عروج میں یہ تمام مقامات جو ہر زیرِ قدمی میں حضرت ایشانؒ کو عطا کیے گئے تھے، حضرت ایشانؒ کے نام سے بحال ہیں اور انہی کی ملکیت میں ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک کو دوسرے پر برتری اور فوقیت حاصل ہوتی ہے، اسی طرح صحابہ کرام میں بھی فوقیت واولیّت مسلّم ہے۔ چنانچہ اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت ایشانؒ کے قول میں بلا تردد بعض باتیں چھوٹ گئی ہیں یعنی وہ مقام جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھ کو عطا کیا ہے، اس مقام کے نیچے ہے، جو حضرت سرور کائنات کی زیرِ قدمی نے ہم کو عطا فرمایا ہے اور یہ بات ظاہر ہے، کسی سے پوشیدہ نہیں۔

میرے عزیز! حضرت ایشانؒ کا یہ قول کہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پس رو (پیچھے چلنے والا) ہوں، بلا وہم خلافتِ مذکورہ کے معنی کو پیش کرتا ہے۔

اُب میں حضرت غوث الثقلینؒ کے قول کا مطلب بیان کرتا ہوں، میں اللہ سے مدد مانگتا ہوں، تاکہ کسی غلطی میں نہ پڑ جاؤں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت حمادؒ حضرت غوث الثقلینؒ کے ہم عصر تھے حضرت غوثؒ اس وقت ابھی چھوٹی عمر کے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بچہ اپنے وقت کے تمام اولیاء پر فضیلت رکھے گا۔ نیز حضرت غوثؒ کی وفات کے ایک مدت بعد حضرت شیخ فریدؒ سے اس قول کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں بھی اس وقت موجود ہوتا، تو ان کے قدموں کو اپنی آنکھوں پر رکھتا۔ بزرگوں کے ان دو اقوال سے معلوم ہوا کہ اُن کے قدم اس وقت کے اولیاء اللہ کی گردنوں پر تھے، بعد کے اولیا کی گردنوں پر نہیں۔ اور حضرت پیر دستگیر بنوریؒ نے اس قول کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی ولی کو قطبیت اور غوثیت کے دونوں مراتب پر بیک وقت فائز نہیں کیا گیا۔ چونکہ ان کو ان دونوں مرتبوں پر ایک ہی وقت میں فائز کیا گیا، چنانچہ یہ ان کی خصوصیت تھی۔ اس لیے اگر یہ کہوں کہ وہ قطب اور غوث، جن کو آپ کی وفات کے بعد قطب یا غوث کا مرتبہ الگ الگ بخشا گیا، اُن کے قدموں کے تلے ہیں، تو جائز ہے، اور یہ کہنا بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان مناصب پر حضرت غوثؒ کی رُوح کے طفیل فائز کیا ہے، اور ان کی زیر قدمی دوسروں کے لیے غوثیت کا مرتبہ رکھتی ہے اور جو غوثیت کے مرتبہ سے آگے نکل گیا، وہ امامت کے مرتبے سے جا ملا۔ وہ اس زیر قدمی سے باہر ہے، اور یہ جائز ہے کہ اس مرتبہ پر جو غوثیت سے اُوپر ہے، ان کے برابر ہو جائے۔ سبحان اللہ کتنی کم اندیشی ہے کہ عروج کے مراتب، غوثیت تک محدود کرتے ہیں، امامت کا مرتبہ غوثیت کے رتبہ سے اُوپر ہے اور خلافت کا مرتبہ امامت کے مرتبہ سے اُوپر ہے۔ اُسے محدود کرنا جہالت ہے۔

میرے عزیز! وہ حضرت غوثؒ سے مخاطب ہیں نہ کہ امام یا خلیفہ سے۔ حضرت امام مہدی، امامت اور خلافت، دونوں پر فائز ہیں، جو کہ مرتبۂ غوثیت سے اُوپر

ہیں۔ اور خلافت و امامت دو ایسے مرتبے ہیں جو جلی اور خفی ہیں اور سر ولی جو اصحاب کرام اور حضرت امام مہدی کے علاوہ ہے اور غوثیت کے مرتبہ سے بلند ہو گیا، وہ امامت یا خلافت کے کمالات تک پہنچ گیا۔ وہ امامتِ خفی یا خلافتِ خفی تک پہنچا ہے اور خلافتِ جلی صرف صحابۂ کرامؓ کی خصوصیت ہے۔ اور ان کے بعد حضرت امام مہدی کا حصّہ ہے، اس لیے سمجھنا چاہیے کہ جس وقت کوئی ولی خلافتِ خفی سے بہرہ مند ہوتا ہے، تو وہ اس شخص سے جو غوثیت کے مرتبہ پر فائز ہے، خواہ اس میں دو مناصب جمع ہو گئے ہوں۔ یعنی قطبیت اور غوثیّت، پھر بھی اعلیٰ و برتر ہے۔ خلیفۂ جلی، خلفائے راشدین سے نسبت رکھتا ہے اور اُن کی فضیلت احادیث میں ثبت ہے۔ اُن کا کیا بیان کیا جائے اور کون ہے، جو ان کی گہرائی کو پائے؟

میرے عزیز! حضرت غوثؓ کا یہ قول کہ اگلوں کے سُورج ڈوب گئے اور ہمارا سُورج ہمیشہ بلند افق پر رہے گا اور کبھی نہیں ڈُوبے گا، اُن لوگوں کے بارے میں ہے، جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ اور جو لوگ ان کے بعد آئیں گے اور آئے ہیں، ان کی خبر نہیں دیتے اور یہ جائز بلکہ واقعہ ہے کہ بعض آنے والوں کے سُورج بھی غرُوب نہیں ہوں گے۔ اور آخری سُورج خاتم الانبیا کی سنّت پر خاتم الولایت ہو گا اور اُسے تمام توابع پر بزرگی اور فضیلت حاصل ہو گی ظاہر ہے کہ تمام اولیاء کا خاتم امام مہدی ہے اور سوائے صحابۂ کرامؓ کے، جس کسی نے خود کو امام مہدی پر فضیلت دی، تو اُس نے صاف صاف غلطی کی۔ اس پر واجب ہے کہ وہ توبہ کرے اور عقیدہ سلف کی طرف لوٹ آئے۔

مکتوب : ۲۳

مومنوں کی اقسام کی تحقیق میں۔

مومن چار قسم کے ہوتے ہیں (۱) منحرف (۲) مقید (۳) متوجہ (۴) سالک۔

منحرف وہ ہے جو محبوب تک پہنچنے والا اور حاضر سے ملنے والا ہو۔

مقید وہ ہے، جو غفلت کے حجاب میں پڑ کر گناہ میں مبتلا ہو گیا ہو اور قید میں پڑ گیا ہو۔ اُس کا علاج ندامت اور اللہ تعالےٰ سے توبہ کرنا ہے۔ جب تک توبہ کی قبولیت کے آثار پیدا نہ ہوں، اُس کے حق میں دُوسرے تمام کلمات سے زیادہ نفع بخش استغفار ہے۔ جب توبہ قبول ہو جائے اور اللہ کا خاص فضل رہبری کرے، تو پھر منزل طے کرنے کی طرف متوجہ ہو گا۔ اس دوران اس شخص کو توجہ کی بنا پر سالک کہا جائے گا۔ اور جب راہ کے پردے مثلاً شہوت اور خواہش ہوں، جن کا تعلق جھوٹے خدا سے ہو، تو ان دونوں سے تعلق وحدت خدائے حقیقی کے انوار کے ظہور کو روکتا ہے۔ اس کا علاج کلمہ طیبہ کی تکرار (وِرد) ہے۔ جب تک خواہش و شہوت کی رکاوٹوں کے دُور ہونے کے آثار یقینی نہ ہو جائیں، کلمہ طیبہ کی تکرار بالخصوص اس کے پہلے جز یعنی لا اِلٰہ الاّ اللہ کی تکرار اس کے حق میں شفا بخش اور کافی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے خصوصی فضل کے بعد جب مذکورہ بالا رکاوٹیں دُور ہو جائیں گی، تو وہ محبوب تک پہنچنے والا ہو جائے گا۔ اگرچہ بعض لوگ یہ منزل طے کر لیتے ہیں، لیکن وہ مجلسِ خاص کی دربانی پر ہی رہ جاتے ہیں اور انہوں نے صاحبِ خانہ سے واقفیت پیدا نہیں کی ہوتی۔ اس مقام پر اس شخص کو کلمہ کی صورت کی ضرورت کم پڑے گی، بلکہ اس کو نفع پہنچانے اور پردہ اٹھانے کے لیے لفظ اللہ زیادہ کام آئے گا، کیونکہ یہ اسم معظّم ہے اور اللہ تعالےٰ کی، جو محبوب حقیقی ہے، تمام صفات کا مجموعہ ہے۔ جب اللہ تعالےٰ کی حقیقی محبت مدد کرے گی اور اس لفظِ معظّم کی تکرار اسم کو یاد کرے گی، تو اس اسم کی یادداشت اسے اس اسم کے مسمیٰ سے

واقف کر دیگی۔ اور پھر آناً فاناً شہود و حضور کے مرتبے اس صاحب ولایت پر کھل جائیں گے۔ اس موقعہ پر اس واصلِ حاضر کا کلام کے ذریعے بولنا اور لفظ کو ادا کرنا، اگرچہ وہ لفظ اللہ ہی ہو، مسمّٰی کے حضور میں بے ادبی سمجھا جاتا ہے، سوائے اس کے کہ اُسے ایسا کرنے کا حکم دیا جائے۔ اس مقام پر شہود کا مطالعہ اس خاص شخص کو ایسے مقام پر پہنچا دے گا، جہاں اُس کی آنکھوں میں متعدد خارجی اور باطنی اشیا کا ظہور و شہود سوائے اس واحد حقیقی کے وُجود کے کچھ نہیں ہوگا۔ چونکہ متعدد اشیا نے ظلی کی موجُودات، وجُودِ حقیقی کے سوا کوئی ثبوت و قیام نہیں رکھتیں، اس لیے ہر وہ وجُود جو اپنی بقا کے لیے دُوسرے کا محتاج ہو۔ درحقیقت اپنا اطلاق صُورت پر کرتا ہے۔ وجُودِ حقیقی پر نہیں کرتا۔ اس لیے اگر ساڑں کے تمام مراتب میں وجُود ہے، تو وہ اُس موجُودِ حقیقی کا ظہور ہے۔ اگر ثبوت نفی ہے، تو اسی ثابت نفس الامری کا ظہُور ہے۔ اس لیے یہ عارف اس مرتبہ پر پہنچ کر ان مظاہر کے اندر سوائے وجُودِ واحد کے اور کچھ نہیں پاتا۔ اور یہ باطنی دید "ہمہ اوست" (سب کچھ وہی ہے) کہلاتی ہے اور اس کے باطن پر واضح ہو جاتی ہے اور بعض اوقات باطن میں اس نسبت کے ظہُور کے غلبہ کی وجہ سے یہی کلمہ اس کی زبان پر آجاتا ہے اور چونکہ وہ ظاہر ہیں، اس سایہ کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا اس لیے کُفر کے سایہ سے وجُود کی نفی شمار کرتا ہے، اور نہیں جانتا کہ سایہ نُورِ وجُودِ حقیقی کی نسبت کی نفی سے گواہ ہے اگرچہ کوئی عقل مند ظلِ کی ظلمت سے انکار نہیں کرتا لیکن جو اصل کی حقیقت ہے، اُس کی نسبت سایہ کی طرف اصل میں سایہ کی شرکت سمجھتا ہے، اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "اس کے حکم میں کوئی شریک نہیں"۔

میرے عزیز ظل (سایہ) کچھ نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ اپنے کمالاتِ ذاتی کے ظہور سے ظلی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، لیکن کوئی حلول یا اتحاد نہیں ہوتا۔

اور چونکہ وجودِ حقیقی، جو اصل ہے، کا سایہ میں ظہور دو مرتبوں میں ہے، ایک علمِ حقیقی کے کمالات سے فیضِ کمال کے ظہور کے بغیر۔ لہٰذا وہ سایہ، جو ظہورِ علمی سے فیض یاب نہیں ہوتا اور وجودِ ظلّی کی ہستی کی حقیقت سے آگاہی نہیں رکھتا نیز وجودِ صُوری کو وُجودِ حقیقی سمجھتا ہے، اس کا نام ظابین (دو ہم زلف) رکھا گیا ہے اور دوسرے کو چونکہ علمی ظہور سے نوازا گیا ہے، اس لیے اسے سایہ میں وجُودِ حقیقی کے مشاہدہ سے سرفراز کیا گیا ہے۔ یہ ہے اربابِ شہُود کی کثرت میں وحدتِ وجود۔ اور وحدتِ وجود کے دو مرتبے ہیں۔ پہلا مظاہرِ کثیرہ میں مشاہدۂ وحدت، اس کو کثرت میں وحدتِ وجود کہتے ہیں۔ اس مرتبہ کا مالک ظلیّت (سایہ پن) کے درجے سے ترقی نہیں کرتا اگر مثال کے طور پر درمیان میں سے ظِلّ کو دور کر دیں، تو وہ محجُوب ہو جائے گا، اس وصل کو جعلی وصل کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ ظاہر بینی کی منزل سے آگے نکل گیا ہو، اور اُسے راہِ حقیقت مل گئی ہو، لیکن ظلیّت کے لباس کے بغیر اسے اصل تک راستہ نہیں ملتا۔ اس لیے کہ ابھی اس کا کام نامکمل ہے اور ظلیّت کی حُجّت درمیان میں حائل ہے اور جب اللہ تعالےٰ کا خاص فضل رہبری کریگا، اور اسے کھینچ کر قبولیت تک پہنچا دے گا، تو اس شخص کا معاملہ اصلی علمِ لدُنی کے ذریعے دوسری طرح کا ہوگا۔ اور وہ ظلیّت سے نکل کر وحدتِ وجود سے کثرت کی طرف تحقیق کرے گا۔ اور اگرچہ یہ دونوں ظِلّ سے وجودِ حقیقی کی نفی میں اتفاق کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ کثرت میں صاحب وحدتِ وجود مُظہر کی قید میں ہوتا ہے، اس لیے وہ غلبۂ ظہُور کی وجہ سے مَظہَر در مُظہِر کو عین مُظہِر سمجھتا ہے اور ظہُور کے غلبہ کی شدت کی وجہ سے مَظہَر کو مُظہِر نہیں سمجھتا، کیونکہ مَظہَر کو عین مُظہِر جاننا غیر کو وجُود کی حقیقت میں شریک جاننا ہے اور کثرت میں واصلِ وجُودِ وحدت سایوں کی کثرت کے باوجود، وجُودِ حقیقی کی حقیقت کو مراتبِ ظلال سے ماورا پاتا

ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے وجُود کی حقیقت اپنے کمالات کے ظہور کی وجہ سے تمام مظاہرِ بے قید" میں" ایک قسم کی قید کے اطلاق سے ظاہر ہے اور اس عارف کے زمانے میں مطلق حقیقی کے علم کا مظہر بلاشبہ ظلیت ہوگا اور یہ اللہ کا فضل ہے ، وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے ۔ اور اتنی تشریح و توضیح کے باوجود اگر کوئی شبہ ہے، تو وہ اس مسئلہ کی گہرائی کی وجہ سے ہے ، جو دلیل کے اُٹھ جانے پر موقوف ہے ۔

مکتوب : ۲۴

میاں الہ دینؒ کے نام جو طریقۂ قادریہ میں ہیں ۔

میں شیطانِ مردُود سے پناہ مانگتا ہوں ۔ اور " اپنے دل میں اپنے اللہ کو یاد کر! گڑگڑا کر، اور چھپ کر صبح اور شام بغیر اس کے کہ آواز بلند ہو۔"

سعادت مند اور عزیز بھائی میاں الہ دینؒ ۔ فقیرانہ سلام کے بعد عرض ہے کہ ایک عزیز سے سُنا تھا کہ آپ مراقبہ اور سکُوت کے بارے میں شک و شبہ رکھتے ہیں ، حالانکہ یہ طریقہ فقرا کو اولیا اللہ سے اور ان کو اصحابِ رسول سے اور صحابہ کرامؓ کو خود رسُول مقبُول صلی اللہ علیہ وسلّم سے ملا ہے ۔ امید ہے کہ عزیز کا یہ شک و شبہ استفسار کی غرض سے ہوگا ، انکار کی غرض سے نہیں ۔ کیونکہ اس امر کا انکار بہت بڑی مصیبت ہے ۔ چنانچہ فقرا کے اس طریقۂ مراقبہ و سکُوت کے بارے میں چند باتیں لکھی جاتی ہیں ۔ ممکن ہے کہ ان سے آپ کے شکُوک و شبہات دُور ہو جائیں ۔

معلوم ہونا چاہیے کہ ایمان کے دو رُکن ہیں ۔ تصدیق اور اقرار ۔ اصلی اور دائمی رکن تصدیق ہے اور اقرار عارضی اور وقتی رُکن ہے ۔ اور یہ تصدیق کی

شاخ[1] ہے۔ اقرار ساری عمر میں ایک بار کافی ہے۔ بلکہ بعض جگہ قوتِ گفتار کے باوجود اگر جان کا خطرہ ہو یا تصدیق کے باوجود اقرار کا اظہار نہ بھی ہو، تو یہ پھر بھی ایمان کے منافی نہیں، چنانچہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان دونوں ارکان کے کئی متعلقات اور توابع ہیں اور وہ جو ذکرِ قلبی ہے، وہ تکرار، یادداشت، حضوری، دائم آگاہی غم، فکر، خضوع وخشوع کی بدولت ہے، اور یہ دل کی خاصیت ہے۔ اور تصدیق کے متعلقات اور توابع میں سے ہے اور وہ جو زبان کے ذکر کی بدولت الفاظ تسبیح، تہلیل، نماز، تلاوت قرآن وحدیث وغیرہ، دین کے ظاہری علوم کا پڑھنا ہے، وہ اقرار کے متعلقات وتوابع میں سے ہے۔ اس لیے مومن کو اصلی رکن یعنی تصدیق سے کسی وقت بھی گریز نہیں۔ بلکہ اگر خانۂ دل ایک لمحہ کے لیے بھی تصدیق سے خالی ہو جائے، تو کفر پیدا ہو جاتا ہے اور ایمان اٹھ جاتا ہے اسی طرح تصدیق کے متعلقات وتوابع کے بغیر ایک لحظہ کے لیے بھی نہیں رہا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم ہر وقت غم وفکر اور خشوع وخضوع میں

---

[1] جب کوئی شخص رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سامنے اسلام قبول کرتا تھا، تو حدیث پاک کہ "اللہ اور بندے کے درمیان ستر ہزار حجاب ہیں" کے بموجب ایمان لاتے ہی وہ تمام پردے اٹھ جاتے تھے۔ رسولِ کریم کے بعد جو ظاہری علوم اور باطنی اسرار کے جاننے والے تھے، ان کے توابع روزِ قیامت تک اتنے بلند استعداد ہیں کہ بعض صرف تعلیم سے ہی اہل انکشاف بن جاتے تھے۔ اور بعض کو ریاضت اور توجہ کی ضرورت ہوتی تھی، اسی لیے طریقۂ سلوک شرع کے مطابق مقرر کیا گیا، تاکہ پراگندہ نہ ہو جائیں اور آنکھیں بند کرنا۔ کان بند کرنا اور گوشہ نشینی اختیار کرنا مقرر کیا گیا۔ اے صاحب تمیز! غور سے دیکھ ان میں کون سی بات شرع کے خلاف ہے۔

ہوتے تھے، اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ اس وقت میرے ساتھ ہوتا ہے جب کوئی مقرب فرشتہ یا کوئی اور نبی وہاں نہیں آ سکتا" آپ نے یہ بھی فرمایا "میری آنکھ سوتی ہے لیکن میرا دل نہیں سوتا" اور اسی قسم کی متواتر اور مشہور احادیث موجود ہیں جو حضور کے باطنی ذکر و فکر کی وضاحت کرتی ہیں۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا یہ قول کہ "میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے" چشمۂ باطنی سے جوش مار کر ابھرا ہے۔ اور دوسرے اولیا اللہ کے بارے میں کہاں تک بیان کروں کیونکہ کاغذ تنگ ہے۔ اور اتنی تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتا۔

اور اقرار رکن فرعی ہے اور یہ تصدیق کی شاخ ہے چونکہ یہ عارضی و وقتی ہے، دائمی نہیں، اس لیے اس کے متعلقات بھی وقتی اور عارضی ہیں، جیسا کہ نماز وغیرہ کہ بعض حالات میں ان کا ادا کرنا ممنوع ہے جیسا کہ جنابت کے وقت، بیت الخلا میں یا جماع کے وقت، اور استنجا کے وقت، برہنگی کی حالت میں اور پیشہ ورانہ بات چیت کرتے وقت، اقرار کے ان متعلقات کے ادا کرنے کو ممنوع فرمایا گیا۔ اس لیے دانا آدمی کو چاہیے کہ حقیقتِ کار پر نظر کرے، اور جان لے کہ وہ ذکر اور حضوری، جو صبح و شام چاہیے، ایسا ذکر ہے کہ تصدیق کی طرح ہم اس سے ایک لحظہ کے لیے بھی غافل نہیں رہ سکتے اور یہ ہماری ذات پر لازم ہے اور چونکہ یہ بات علمائے ظاہر کے درس کے ذریعے ہاتھ نہیں آ سکتی، کیونکہ وہ شرع ظاہر کے وارث ہیں اور تکرار لسانی کے لیے وقت مقرر کیے گئے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ علمائے باطن کا دامن مضبوطی سے پکڑیں، جو فقرا ہیں، اور شرع کی باطنی حقیقت کے وارث اور دائمی اور حقیقی حضوری سے بہرہ یاب ہیں، جیسا کہ اولیائے کرام کی سنت ہے۔ تاکہ ان سے فیض یاب ہوں۔ اور میں بعض اہل جہر کے ذکر کے متعلق بات نہیں کرتا، جو مدعا تک پہنچنے کی خبر نہیں دیتا کیونکہ زبان کا ذکر لقلقہ (سخت آواز) ہے۔ قلب کا ذکر وسوسہ (زیور کی جھنکار)

ہے۔ اور روح کا ذکر خوشی و مسرّت ہے۔ یہ اصُول اولیا کا مقرّر کردہ ہے۔ لیکن جس شخص کو دل اور روح کا ذکر حاصل نہ ہو، اس کے لیے ضرُوری ہے کہ زبان کا ہی ذکر کرے اور طلب کرتا رہے، حتیٰ کہ اسے باطنی ذکر بھی نصیب ہو جائے۔

مکتُوب : ۲۵

نُورِ محمدی کے اظہار کے بارے میں۔

سب تعریف اس کے لیے ہے، جس نے نُورِ محمدی کی تخلیق کی۔ اس نے ارادہ کیا، اور اُسے الہامی علم کے مرتبے میں تعینِ اوّل کہا اور اُسے الوحدت کا نام دیا اور وحدتِ حقیقی میں نورِ محمدی کے تمام متضمّنات شامل ہیں اور اسے تعیّنِ ثانی کا نام دیا گیا ہے، اور یہ اصطلاح نُزُلاتِ خمسہ والوں کی رکھی ہوئی ہے۔

ہمارے شیخ المشائخ شیخ آدم نے فرمایا کہ حقیقتِ محمدی ایک جامع ذات ہے، جو ہر قسم کے زوال سے پاک اور منزّہ ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ حقیقت کا اطلاق کئی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہاں حقیقت سے مراد مبداءِ فیض ہے۔ وہ حقیقت نہیں، جو جنس اور نوع سے مرکب ہوتی ہے کہ اس پر اعتراض کیا جا سکے۔ چونکہ اس بات کی تحقیق بالمشافہ طویل گفتگو کی متقاضی ہے، اس لیے اسے آپ کی حاضری پر اٹھا رکھا جاتا ہے۔

فقیر کو ان دنوں سے جب کہ مکمل جلاب لیا تھا، اب تک پیٹ میں مروڑ اٹھتا ہے اور ہر روز آٹھ سے لے کر دس تک دست آ رہے ہیں۔ آپ کے یہاں آ جانے کے بعد مفصّل بات کی جائے گی۔ ابیات۔

چونکہ بے رنگی اسیرِ رنگ شد موسیٰ با موسیٰ اندر جنگ شد
چوں بہ بے رنگی رسی، کاں داشتی موسیٰ و فرعون دارند آشتی

(ترجمہ) چونکہ بے رنگی، رنگ کی قید میں آگئی، اس لیے موسیٰ، موسیٰ کے ساتھ لڑ پڑا جب تو بے رنگی تک پہنچ جائے گا، تو موسیٰ اور فرعون کے درمیان آشتی ہو جائے گی۔

یہاں بے رنگی سے مراد وہ مرتبہ اطلاق ہے، جس کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ رنگ سے مراد مظاہر کی کثرت ہے، اور اسیر ہونے سے مراد نور آفتاب بہ حدت سے آبگینوں میں روشنی کا انعکاس ہے اور موسیٰ سے موسیٰ کا جنگ کرنا ایک نبی کی شریعت کا دوسرے نبی کے ہاتھوں منسوخ کیا جانا ہے۔ اور بے رنگی کا حصول ہدایت کی طرف رجوع کرنا ہے اور موسیٰ و فرعون کا صلح کرنا، ظاہری مقابلے کا ختم ہونا اور ذمہ داری کی بساط کا اُٹھ جانا اور رنگا رنگ کے مختلف آبگینوں کو ختم کر دینا ہے، کیونکہ وہ کثرتِ اعداد کا سبب ہے۔ مندرجہ بالا ابیات کی یہ شرح میر محمد رضا عفی عنہٗ نے کی ہے۔

لیکن فقیر یہ کہتا ہے کہ جو کچھ مخدومی میر محمد رضاؒ نے مذکورہ بالا اشعار کی شرح میں کہا ہے، اگرچہ بہت پاکیزہ اور خوبصورت ہے، لیکن یہ مطلب شیخ فانی کی مناسبت سے معلوم ہوتا ہے، کیونکہ صاحبِ فنا کے لیے ظاہری کمزوری اور تقییدات کے مرتبے ہیں۔ حتیٰ کہ علم فنا بھی جب فانی شخص میں باقی رہ جائے، تو پھر بھی انھوں نے اس کے حق میں آدھی فنا ثابت کی ہے۔ اس لیے میر مرحوم نے ان اشعار کی شرح میں بیرنگی تک پہنچنے کو اضمحلال کا پابند ہونا ایک عارف کی نظر سے کہا ہے۔ عارف کا تعین کیا ہے اور غیر عارف کا تعین کیا؟ اس معنی میں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ بیرنگی کا اسیر ہو جانے کی وجہ سے آفتاب کے نور سے بے شمار آبگینوں کے انعکاس سے جو مراد لی گئی ہے۔ اس میں دو شبہات پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ آبگینہ میں منعکس ہوتا ہے، اس کی

حقیقت تو بیان کر دی گئی ہے، لیکن خود آبگینہ کی حقیقت کے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا، کہ آیا وہ مستقل ہے یا نورِ آفتاب کا پرتو ہے۔ دوسرا یہ کہ بیرنگی تک پہنچنے کو ہر لحاظ سے سالک کا اضمحلال بیان کیا گیا ہے، اور پھر اس مقام پر حضرت موسیٰؑ کی فرعون کے ساتھ صلح قرار دی گئی ہے اور صورت یہ ہے کہ اس مقام پر ان دونوں کا نام و نشاں بطورِ ذات تصور میں نہیں لایا جا سکتا، کیونکہ اس مرتبہ پر نام کا ثبوت پیش کرنا اضمحلال کے منافی ہے۔ اس لیے صلح جو اُن کی صفت ہے، اسے ثابت نہ کرنے کے بغیر ان کی ذات تحقیق شدہ نہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ موسیٰ کی موسیٰ سے جنگ کرنے سے مراد دوسری شریعت کو منسوخ کرنا ہے۔ اور چونکہ جنگ مخالفت کا تقاضا ہے اور ناسخ و منسوخ کی وجہ سے کسی ایک کو دوسرے سے کوئی مخالفت نہیں ہوتی، بلکہ منسوخ خود اپنے وقت پر منسوخ کرنے والے کا محبوب ہوتا ہے، اس لیے جنگ کی تحقیق میں شبہ ہے۔ المختصر مذکورہ بالا اشعار کے معانی کسی شخصِ باقی کی شان کے شایاں ہیں، ایسا شخص جو باقی کامل ہو۔ تحقیق کے مطابق اللہ تعالےٰ ہی ازلی اور باقی اور جمال و جلال کی صفات سے موصوف ہے اور ان دونوں عظیم صفات میں ہر صفت اپنے ظہور کے اقتضا کے باوجود، بالخصوص اپنی خصوصیت کے لحاظ سے، کسی دوسری صفت کے ظہور کی مقتضی ہے، اور ظہورِ ازلی کے وقت ہرگز ایک دوسرے کی مخالف نہیں تھی۔ جیسا کہ لَا ھُوَ اور لَا غیرُہٗ سے ظاہر ہے۔

حضرت مولانا رومؒ کے مذکورہ بالا[1] اشعار کی شرح بعض عزیزوں نے۔ یوں

---

[1] اسبیرنگ کہنا اسی بات کی دلیل ہے ورنہ اس کا اطلاق عالمِ ارواح اور حق تعالےٰ پر کیسے کیا جا سکتا ہے، اور کون کر سکتا ہے رُوح نہ سرخ ہے نہ سفید اور نہ سیاہ و زرد، وہ مجہول الکیف ہے اور حق تعالےٰ لے کیف ہے۔ پس اسے سمجھئے۔

کی ہے کہ بے رنگی سے مرتبۂ اطلاق، اور رنگ سے مرتبۂ تقیید اور اسیر ہونے سے مختلف مراتب میں ظہور رانعکاس مراد ہے اور تقیید میں صلح کو محال سمجھا ہے۔ لیکن اس عاجز کے دل میں یہ خیال ڈالا گیا ہے کہ بیرنگی سے مراد ان کا شرعی تکالیف سے مبرا ہونا اور مرغوبات طبیعت کی طرف عدم میلان ہے اور یہ دونوں عالم ارواح کے مرتبہ سے متعلق ہیں۔ اور وہ بھی اس وقت جب کہ ابھی انہوں نے جسمانی تعلق اختیار نہیں کیا تھا۔ کیونکہ ارواح کی حیثیت سے سب کی آپس میں صلح ہے۔ اور جنگ کی وجہ شریعت کی پابندیاں اور طبعی مرغوبات سے تعلق رکھتا ہے، جن کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ اور جب ہر ایک روح جسم میں اسیر ہو جاتی ہے اور طبعی مرغوبات کی طرف مائل اور شریعت کی پابندیوں کی مکلف ہو گئی، تو اس وقت لطف کے مظاہر اُن کے قبول و اختیار میں ظاہر ہوئے۔ اور قہر کے مظاہر اُن سے مُنہ پھیر لینے کے سبب واقع ہوئے۔ چنانچہ ہر مَظہر کو اپنے مُظہر کا حق ادا کرنے میں ایک دوسرے سے جنگ پیش آئی۔ جیسا کہ فرعون سے حضرت موسےٰؑ کو، اور کبھی حضرت موسےٰؑ کو حضرت خضرؑ سے رضائے حق کے خلاف کام کرنے پر جنگ کی صورت پیدا ہوئی، لیکن چونکہ وہ فی الواقع جنگ نہ تھی، اس لیے اُسی مجلس کے اندر جنگ صلح میں تبدیل ہو گئی، اور بہت سے علوم کے حصول کا سبب بن گئی جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "اُن کی برائیاں نیکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں"۔ غرض یہ کہ جب صاحب صفا کو جو صفات لطیفہ کا مَظہر ہے، اس جسمانی مرتبہ سے روح اور علم کا

لہ اس دنیا کا تقاضا ہے کہ اسیر رنگ ہو، اسی لیے بھائی بھائی کے ساتھ لڑتا ہے۔ خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہوں جیسا کہ حضرت موسےٰؑ نے حضرت ہارونؑ کے ساتھ کیا۔ چنانچہ ہارون نے کہا: "اے میرے ماں جائے، مجھے میری داڑھی اور سر سے نہ پکڑ۔"

عُروج حاصل ہوا، اور وہ روح کے اعلےٰ مراتب تک جا پہنچا، اور شریعت کی پابندیوں کو، جو جسم کے تعلق کی وجہ سے تھیں اس نے وہاں نہ پایا، اور لڑائی کرنے کو اپنی ہمت سے زیادہ پایا، تو وہ صلح کرنے پر مائل ہوکر، اور جنگ سے فارغ ہوکر حقیقی مطلوب کی طرف متوجہ ہوا، اور اس جنگ کا، جو جسم کے تعلق کی خاطر صرف اللہ تعالےٰ کی خاطر واقع ہوئی تھی، ثمرہ حاصل کر لیا۔ اور اس کے برعکس فرعون جو صاحبِ ظلمت تھا، اللہ تعالےٰ کی صفاتِ قہر کا مظہر تھا اور اس کی جنگ محض کینہ کی وجہ سے تھی، چنانچہ وہ مطلوبِ حقیقی تک نہ پہنچ سکا۔ اور آخر کار مبتلائے عذاب ہوا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اور اُن کا آخری ٹھکانہ دوزخ ہے" اور چونکہ اس کی جنگ شریعت کے احکام کی حقیقت سے ناواقفی کی وجہ سے تھی اور جب اُسے تکالیف کی حقیقت کا علم ہو گیا، تو پرانی جنگ پر نادم ہو کر صُلح کی طرف مائل ہو گیا، لیکن چونکہ اس کی جنگ شیطنت کی وجہ سے تھی، اس لیے خوف زدہ ہو کر صُلح اختیار کرنے کے وقت وہ قہر کے ظہور کے ثمرات سے، جو عذاب اور دوزخ کی آگ ہے، ممتاز ہو گیا، اور عین عالمِ تمیز میں خباثت کو پاکیزگی سے جدا کر لیا۔ سبحان اللہ۔ پالنے والے کا یہ کیا کمال ہے، کہ عین جنگ میں ہر ایک مظہر دوسرے سے ممتاز تھا۔ اور عین صُلح میں دونوں مظاہر، جو صلح کے تقاضے کے مطابق تھے، ظہور پذیر ہوئے۔ نیز انہوں نے ان دونوں کمالات کے ظہور کے نتیجے میں تمیز پیدا کر لی۔ اللہ خبیث اور طیب میں تمیز کرتا ہے۔ یہ عجب کاروبار ہے

بعض عزیزوں نے نقش بندی طریقے کو رنگ سے تعبیر کیا ہے اور آشتی کو اس میں ناممکن سمجھا ہے۔ اور اس تحقیق میں جس کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے، جنگ کے بعد پابندی کی حیثیت سے صُلح ظاہر ہوتی ہے۔

مکتوب : ۲۶

آیت کریمہ "آسمانوں اور زمین میں ہے، جو کچھ ہے، وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے" کے معنی کے بیان میں۔

میرے معنوی بھائی حافظ عیسٰیؒ کو فقیرانہ سلام۔ اللہ کی تسبیح کرنے والوں میں جمادات، نباتات اور حیوانات ہیں۔ اور انسان بھی اس لازمی تسبیح میں ان کے ساتھ شریک ہے، کیونکہ وہ ان تینوں مراتب میں بھی برابر کا شریک ہے، اور یہ تسبیح ان میں سے ہر ایک کے لیے لازمی ہے۔ انسانی تسبیح جو انسان کامل کا خاصّہ ہے، ہمتِ کامل سے ہوتی ہے، اور ان میں اوامر پر چلنے اور نواہی سے بچنے پر، جو انسان کامل کا خاصّہ ہے، انحصار ہوتا ہے اور اس مخصوص تسبیح کو مومنوں بلکہ کامل انسانوں کا خاصّہ سمجھا جاتا ہے اور اسے اعلیٰ درجات اور مثبت نیک اعمال کا تقاضا گردانا جاتا ہے اور اس نیک جماعت کی تسبیح کو اللہ تعالےٰ کی صفاتِ لطیفہ کے انوار کا مظہر پہچانتے ہیں۔ اور کافر، جو حیوانوں کی طرح بلکہ ان سے گئے گزرے ہیں، اس تسبیح سے محروم ہیں اور حیوانوں سے تشبیہ دیئے جانے کی وجہ سے وہ انسانوں کے سے ناموں اور رسموں کے باوجود انسانیت کے دائرۂ قواعد سے مکمل طور پر الگ ہیں اور چونکہ ان کی تسبیح، صفاتِ قہر کے کمالات کے ظہور، اور ان صفات کے حکم سے عدم انحراف کی وجہ سے ہے، ان میں سے ہر فرد کی تسبیح، صفاتِ لطیفہ کی مظہریت کی مناسبت اور مطابقت سے ہر لحاظ سے معدوم ہوتی ہے۔ لہٰذا اعمالِ حسنہ خواہ وہ صُورتاً ہوں، صفاتِ لطیفہ کے ظہور سے، جو امانت کی طرح ہیں، اس موقع پر تصویری طور پر ظہور میں آتے ہیں۔ اس وقت جبکہ پوشیدہ حقیقی مناسبت صفاتِ قہریہ میں ظاہر ہوتی ہے، تو صاحب امانت اپنی امانت کو ان لوگوں سے واپس لے لیتا ہے۔ اور امانت کی یہی واپسی جو احاطۂ اعمال

کے نام سے موسُوم ہوتی ہے اور انسانی صورت کی یہ جماعت انسانِ حقیقی کے درمیان برزخ ہوتی ہے اور انسان کے علاوہ باقی تین صفات یعنی جمادات، نباتات اور حیوانات کے درمیان بھی برزخ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صفاتِ قہر کی یہ پابندی، اُس صفتِ اختیار سے ہے، جو انسان میں پائی جاتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ دل میں صفتِ قہریہ کی فرماں برداری کے باوجُود، وہ آخرت کے درجات سے محرُوم اور بے بہرہ ہیں اور ان اصناف میں شامل ہیں جن کے بارے میں حق تعالےٰ نے یہ کہا ہے کہ "وہ جانوروں کی طرح ہیں" لیکن چونکہ باقی تین اصناف درجات کی بلندی سے محرُومی کی طرح عذاب سے بھی محفوظ ہیں۔ اور یہ برزخیہ جماعت، عذاب سے محفُوظ ہونے کی کوئی مناسبت نہیں رکھتی اور وہ اس مقام سے بہت دُور ہے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا، کہ "ان کا رستہ اِس سے بھی بُرا ہے"

جان لینا چاہیے کہ چونکہ صفاتِ قہریہ کے کمالاتِ تسبیح خاص کے اقتضا سے اپنے مخصوص مظاہر کی وجہ سے ان کے اعمالِ حسنہ کو سلب کرتے ہیں۔ ان کی استعداد کا تقاضا اس سلبِ توجہ سے اپنے مظاہر کو عذاب کے درکات میں ڈالنا چاہتا ہے، اس لیے اس جماعت کی اپنے ربّ کے احکام کو قبُول کرنے کی استعداد محض تسبیح اور اس کے امر کی اطاعت سے ہے، اور یہ نہ سمجھئے کہ ہر تسبیح کرنے والے کی تسبیح، بہت بڑے اجر کا تقاضا کرتی ہے۔ نہیں، بلکہ مخلُوق کے بعض افراد کی تخلیق صرف اطاعت کے لیے ہے، بعض صرف صفاتِ لطیفہ کی اطاعت کے لیے اور بعض دوسرے صفاتِ قہر کی فرماں برداری کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ جنّت کے درجات، صفاتِ لطیفہ کی اطاعت کرنیوالوں کیلئے اور دوزخ کے طبقات، صفاتِ قہریہ کے متّبعین کے لیے ہیں کہ وہ سب اپنی تسبیح کے عوض میں اجر کے طلب گار

ہیں۔ اس بات سے آگاہ رہیے، کہ مظاہرِ قہریہ، دل میں اطاعت کرنے کی وجہ سے درجات کا تقاضا کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے مربی کا محبوب طبقاتِ دوزخ کا مقتضی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ تسبیح کے دائرے سے باہر نکل جاتے ہیں، اور مربی کی مخالفت کرتے ہیں۔ عاقل کو اشارہ ہی کافی ہے۔

من ترا کیستم، ہمیں حمد است تو منی نیستم، ہمیں حمد است

میں کس لیے تیرا ہوں، صرف اس حمد کے لیے، اور تو میرے لیے اور کچھ نہیں، صرف اس حمد کے لیے۔

مکتوب : ۲۷

نمازی کی اپنے رب سے مناجات کرنے کی تحقیق میں۔

شروع اللہ کے نام سے، جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ نماز میں کلامِ حقیقی سے کلام کرنے والا وہی ہے، اور وہی نماز ادا کرنے والے میں ظاہر ہوتا ہے۔ نیاز مندانہ سلام کے بعد عرض ہے کہ فقیر کو خدشہ تھا کہ نماز گزار اپنے رب کے عذاب سے نجات پاتا ہے، اور جب میں نے نماز گزار کی قرأت پر نظر ڈالی۔ تو ثناء و فاتحہ کو مناجات کے معنی میں پایا، لیکن بعض سورتوں میں دیکھا، کہ آیات، مناجات کے معنی رکھتی ہیں۔ مثلاً "ربنا آمنا" وغیرہ صاف صاف مناجات ہیں۔ لیکن اس کے برعکس "قل ھو اللہ احد" اور "قل یاایھا الکافرون" جیسی سورتیں نماز کی حالت میں نماز گزار کی مناجات سے کیا مناسبت رکھتی ہیں؟ اسی طرح وہ سورتیں اور آیتیں جو فرعون اور ابلیس کے قصوں کی خبر دیتی ہیں۔ اس لیے مناجات کرنے والے کے لیے اس قسم کی مناجات کس طرح مناسب ہے، اور اس قسم کے قصے تفرقہ پیدا کرتے ہیں۔ اس لیے اس طرح حضوریِ قلب کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس خدشہ کو دُور کرنے اور قرأت کے معنی کی تحقیق میں بمطابق "اِقرا....." جو کچھ اس فقیر پر ظاہر ہوا ہے، اس کو ظاہر کرتا ہوں اور یہ صرف آپ کی آواز کی اصلاح کے لیے ہے۔ "جب نمازی ارادہ کرتا ہے کہ وہ اس حکم کی تشریح کرے، جس کا مناجات میں اسے حکم دیا گیا ہے، تو پھر عالم علم کے حصول کی قوت کی طرف دیکھتا ہے اور اس میں بہت نقصان پاتا ہے۔ جب اُسے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی ملجا و ماوا نہیں، پھر وہ بلند آواز سے پکارتا ہے، اور اللہ اکبر کہتا ہے: اے اللہ تو سب سے بڑا ہے، یہ مناجات ہی میرا سرمایہ ہے اور پھر اللہ تکبیر کے ساتھ اس کی حمد کو سنتا ہے، اس کی مناجات کا پتہ، قدیمی اور حقیقی کتاب میں سے سُورہ فاتحہ کے ذریعے ملتا ہے۔ اسے پوشیدہ الہام کے ذریعے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ مناجاتِ تعلیمی میں حضورِ قلب کے ساتھ حاضر رہے۔ چنانچہ نمازی کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے یہ سُننے کے بعد، نماز کی حفاظت کی طرف متوجہ رہے اور جب فاتحہ ختم ہو جائے، اور نمازی نے اس کے معانی کی حفاظت کر لی ہو، اور اپنی مناجات کا آغاز پھر فاتحہ سے کرنے کا ارادہ کر لیا ہو، تو اس سے فاتحہ کی تکرار ہو گی، جو ممنوع ہے۔ اس مقام پر نمازی کے لیے مناسب ہے کہ مولائے حقیقی کی طرف اپنے علم کے ساتھ توجہ کرے اور اسے آمین کے لفظ سے یاد کرے اور اس کے معانی میں کلامِ حقیقی یعنی فاتحہ کے جُملہ معانی شامل ہیں اور پھر نمازی الہامی تعلیم کے ساتھ آمین پڑھتا ہے اور اللہ کے حضور میں حمد و ثنا کے بعد اپنے مقصد کی التجا کرتا ہے اور یہ مقصد صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت ہے۔ پھر وہ غور کرتا ہے تو اللہ تبارک کو غنی اور عظیم پاتا ہے، اور پھر عاجزی کے ساتھ خاموش ہو جاتا ہے۔ گویا اسے جواب مل گیا ہو، اور اللہ نے اس کی التجا کو دلی دعا کی بدولت قبول کر لیا ہو۔ پھر وہ قدیمی کلام مثلاً قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یا قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ"

یا دوسری سورتیں اور آیات پڑھنا ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے، جس کے ساتھ وہ کلام کرتا اور سنتا ہے اور حضورِ قلب کے ساتھ حاضر رہتا ہے اور اس سے اور اس کے بعد اپنے اعمال کی اصلاح کرتا ہے۔ اور ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ نمازی یہ جانتا ہے کہ مناجات کے لفظ سے مراد "آمین" اور "فاتحہ" ہے۔ جو اللہ کا کلام ہے اور مناجات کی تعلیم کے طور پر اس سے کلام کرتا ہے اور پھر صراطِ مستقیم کی وضاحت کے لیے، قرآن مجید کے ساتھ کلام کرتا ہے اور نمازی یہ دیکھے گا کہ وہ اللہ سے دو طرح کلام کرتا ہے۔ کلامِ حقیقی ہے جس میں نمازی کی طرف سے سوائے "آمین" کے اور کچھ نہیں، یا الہامِ خفی ہے، اور دونوں بار اور ساری قرأت میں حضورِ سرّی کے ساتھ حصول اور تقید کے بغیر متکلمِ حقیقی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور ولایتِ خاص الخاص سے اس کی شان کے مطابق استفادہ کرتا ہے۔

مکتوب : ۲۸

نمازِ جمعہ کے فریضہ کے بارے میں حقائق آگاہ جناب محمد اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

اوّل و آخر تمام تعریف صرف اللہ تعالےٰ کے لیے ہے اور یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ ہمارے پیرومرشد شیخ المشائخ حضرت آدمؒ نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ نمازِ جمعہ قطعی طور پر فرض ہے اور علماء نے اس کی شرائط میں اختلاف کیا ہے مجھے اللہ تعالےٰ کی تعلیمات کے بارے میں انتظار تھا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے صحیح تحقیق حاصل ہو جائے۔ اگر اللہ تعالےٰ کسی بہانہ کے بغیر یہ تحقیق والہام فرما دیں، تو اس پر عمل کروں۔ لیکن اس انتظار کے باوجود میں طرفین میں سے ایک طریق کار پر عمل کیا کرتا تھا۔ اچانک اللہ تعالےٰ کے محض فضل

سے کسی بہانہ کے بغیر میں نے سرورِ عالم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو تین دفعہ کسی شک و شبہ کے بغیر خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے کمال شفقت سے فرمایا کہ نمازِ جمعہ میں شک کرنا شیطانی وسوسہ ہے۔ اس طرح اللہ تعالےٰ نے میری دُعا قبُول فرمائی۔

اس کے بعد میرے دل میں آیا کہ چونکہ اولیائے امت کی تحقیق اور کشف، ظنّی اور قیاسی ہے، اس نے اسے شرع کے ترازو پر بھی تولنا چاہیے۔ جب فقہی مسائل پر گہرا غور کیا، تو کئی روائتیں بزرگوں کی طرف سے ایسی ملیں، جو میرے الہام کے مطابق نکل آئیں۔ چنانچہ ہمارے عُلماء پر یہ اختلاف پوشیدہ نہیں، اگرچہ انہوں نے دونوں کو مرجُوع سمجھ کر اس بات کو ختم کر دیا ہوا تھا۔ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس طرح ہدایت بخشی۔ پس ہمارے دوستوں اور مخلصوں کو چاہیے کہ جُمعہ کی نماز میں کوئی شک نہ کیا کریں اور اطمینانِ قلب سے اللہ تعالےٰ کی طرف سے عاید کردہ فرض کو ادا کریں۔ الہام شدہ حقیقت اس فقیر پر اس طرح واضح ہوئی کہ اس کے بعد بات کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ یہ بزرگانِ عظام پر اظہارِ حق کے لیے ہے، بعض مسائل کے معاملے میں وہ اسمِ ہادی کی صفت کا مظہر ہے۔ اور بعض میں صفتِ اسمِ دلیل کا مظہر ہے۔ کیونکہ پہلے ظہور کے ساتھ سید ھا راستہ عطا کرتے ہیں اور دوسرے ظہور میں ان تمام بزرگوں کے اعمال میں اعتدال نظر آتا ہے اور دونوں کامل صفتوں کا ظہور پوری طرح ثابت ہو جاتا ہے اور خلافت کا معاملہ آیت کریمہ " اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً " زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں) خلیفۂ حقیقی حضرت محمد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت سے واضح ہوتا ہے، اور ذاتی استعداد جو حفظِ مرتبہ کے مطابق ہے، کے باوجود صلاحیت سے بہرہ وری ان کی اطاعت سے رونما ہوتی ہے۔ اس لیے اس بات میں کوئی شک نہیں

کہ ہر اختلافی مسئلہ میں ایک پہلو اسم ہادی کا مظہر ہے اور دوسرا پہلو صفت اسم دلیل کا مظہر ہے اور ان دونوں اسمائے مبارک میں سے ایک کی خصوصیت اسم ستار کے ظہور کی بدولت حالات کی پردہ پوشی ہے، سوائے اس کے جو اولیا پر کشف کر دیا گیا، یا جیسا کہ علما پر قیاس کے ذریعے ظاہر کر دیا گیا۔ جب اس تحقیق کا پتہ چل گیا، تو اب نمازِ جمعہ کے اختلاف کی طرف نگاہ دوڑائیے۔ جب اس مرتبہ کے ولی کامل کے کشف سے، جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہو۔ اور جسے اللہ تعالےٰ نے قبول کیا ہو، اُن کی بات اور روایت کا صراط مستقیم پر ہونا تحقیق شدہ اور مدلل ہے، تو وہ پیروی کے لائق اور مناسب تر ہے۔ یا وہ اقوال جو دیکھنے میں علمائے ظاہر کے قیاس سے اس قابل ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے ارادہ سے اُن کا اجر عطا کیا جائے، اگر اس کشف کے انوار جو بہت واضح ہیں، ان کی نظروں میں اپنے ہی نُور میں محجُوب ہو گئے ہیں اور نُورِ بصیرت کی کمزوری سے انہیں معلوم نہیں ہوتے، تو پھر یہ لائق اور مناسب تر ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو، جب کہ ستارِ حقیقی نے، ان حق کے قاصدوں اور سچے مجتہدین کے قول پر پردہ ڈالا ہو گا، اور ان کی وفات کے بعد وہ لوگ، جو ان سے نسبت رکھنے کے بعد بھی ان کی پیروی نہیں کرتے، اگر اس مسئلہ میں ان کی متابعت نہیں کریں گے، تو سعادت کی چمکدار دلیل اس شخص کو حاصل ہو گی، جو اس نادرِ روزگار کے برحق کشف کو بے تردد اختیار کر لے گا۔ اور دوسری طرف کے قول کو مختلف اقوال میں سے سمجھ بوجھ کر ظاہری ادب کی خاطر کسی شک وشبہ کے بغیر نمازِ جمعہ کو نیتِ عام اور دلی خلوص کے ساتھ بطورِ عبادت ادا کرے گا۔ یہ نماز عوام کی نماز کی طرح نہیں ہو گی۔ بلکہ ان کا معاملہ شک وشبہ کے بغیر ہو گا۔ اور ان کے کام کاج میں دلی اطمینان ہو گا۔ اور کشف کے ذریعے ثابت شدہ

بات روحانیت پرستوں کی عین رضا کے مطابق ہے۔ یہ عین حق ہے اور ان کے بارے میں حقیقی ادب چاہیے، یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے، اُسے دیتا ہے۔

مکتوب : ۲۹

جناب محمد اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

درود و سلام کے بعد خاکسار عبدالنبیؒ کی طرف سے اپنے معنوی سعادت آثار بھائی محمد اشرفؒ کے نام، جو جب بھی یاد آئے، اس دُعا کے قابل ہے" اے ہمارے اللہ، اس کو اپنے افضل بندوں میں سے اشرف بنا، کیونکہ شرف فرشتوں کے لیے ہے، اور فضل انسانوں کے لیے" سلام فقیرانہ کے بعد عرض ہے کہ سعادتمند میاں غلام رسولؒ کو جو ایک دل پذیر کیفیت کے حامل ہیں، استخارہ کیے بغیر طریقۂ احسنیہ میں داخل کر لیا گیا ہے، اور اسمِ ذات سے واقف کر کے درویشی نام بھی رکھ دیا ہے۔ حق تعالےٰ اسے سعادت مند کرے، اچھا ہے کہ اُسے اپنی صحبت میں تربیت دیں، تاکہ اس راہ کی لذت حاصل کرے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ اس ماہ کے آخر میں نفی و اثبات سے مطلع کریں۔ اور تمام دوستوں اور حال پوچھنے والوں کو سلام و اکرام۔

مکتوب : ۳۰

جناب محمد اشرفؒ کے نام جو نقد کرمنا بنی آدم وحملناھم فی البرّ والبحر و رزقناھم من الطیبات وفضلناھم علیٰ کثیر ممّن خلقنا تفضیلا" (ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی، اور اُسے بحر و بر میں اٹھایا اور ہم نے اسے پاکیزہ

اشیاء سے رزق دیا اور ہم نے اسے اپنی تمام مخلوقات پر فضیلت عطا کی" کی خلعت سے مشرف ہوں۔ نیاز مند عبد النبیؐ" دعائے غائبانہ اور توجہ مربیانہ کا امید وار ہے۔

فقیر از سلام کے بعد عرض ہے کہ آپ سے ملاقات ہوئے کئی ماہ کا عرصہ گزر چلا ہے۔ اگر فرصت میسر ہو، تو اس عاجز کو کمال تکلیف کے بغیر ملاقات سے نوازیں۔ اور بڑی امید یہ رکھتا ہوں، کہ دنیا و مافیہا کو فانی اور ہلاکت پذیر سمجھ کر اپنے آپ کو، اپنے آپ کے سپرد نہ کریں اور اس شیرینی کو جو باطن کا خزانہ اور اصل مراد ہے۔ ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ اور جب ظاہر ہی باطن کے مطابق ہو جائے، تو توقع رکھنی چاہیے۔ کہ دل کی برکت سے بات کرنا، کھانا کھانا اور سونا بھی باطنی نسبت سے مرتبۂ بدنی پر ظاہر ہوگا۔ اور خداوند تعالےٰ اپنے فضل و کرم اور مظہریت کی نظر کو ذراتِ کائنات سے الگ نہیں کرے گا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گویائی اور سکوت بھی فکر و نظر کے ساتھ عبرت کے لیے تھی۔ اور اس عریضہ کے حامل کو اس سے پہلے ہی تعلیم کی خاطر آپ کے سپرد کیا ہوا ہے۔ یقین ہے کہ آپ نے وقت کی ضرورت کے مطابق اس کو تعلیم دی ہوگی اور اس اثنا میں روحانی صحبت کے حصول کے بعد اطلاع دیں گے اور اسی طرح دوسرے لطائف سے بھی بتدریج واقف کرائیں گے۔ نیز اپنے دوستوں کو اپنے تقویٰ اور ہمت سے نصیحت فرمائیں گے۔ اور کم گوئی، اور کم خوری کی تعلیم دیں گے۔ اے ہمارے ربّ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہمیں اچھائی عطا فرما!

مکتوب : ۱۳۱

اشرف الاخوان محمد اشرفؒ کے نام، خدا کرے کہ بہترین وقت اور بہترین زمانہ، بہترین عزیز کے شاملِ حال رہے۔ میرے عزیز۔ وقت کو غنیمت سمجھئے، اس

پاس سے خود کو بلند کیجیے، لمحاتِ زندگی کی حفاظت کیجیے، تاکہ کوئی وقت بھی غفلت میں صرف نہ ہو اور ہمارا کام عبادت میں کوشش کرنا ہے۔ رزق کے بارے میں تشویش کرنا اور غم کھانا، دانا کا کام نہیں، کیونکہ زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں، جس کا رزق اللہ تعالےٰ کے ذمہ نہ ہو۔ چونکہ ہر ذی جان کا رزق، اس حیوانات کو زندہ کرنے والے نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے اور بڑا پکّا وعدہ کیا ہے، اس لیے وہ شخص بے حد احمق ہو گا، جس کو اس بارے میں شک وشبہ ہو۔ آپ کے کام کا تعلق بے شبہ محکم و مضبوط ہے، لیکن کام بہت زیادہ ہے۔ جب تک زندگی باقی ہے، ترقی کا امیدوار رہنا چاہیے اور یہ ترقی تشبیہ سے تنزیہ کی طرف نہیں، بلکہ تنزیہ میں ترقی ہے۔ آدمی وہ ہوتا ہے جو دنیا کو فانی سمجھ کر ایک جَو کے بدلے میں بھی نہ خریدے۔ سعادت مند میاں علی محمدؒ یہاں موجود ہیں۔ انہوں نے اسم ذات سُنا تھا۔ چاہیے کہ انہیں نفی و اثبات کی تعلیم دی جائے۔ اور وعظ و نصیحت، اور مزید فوائد سے بہرہ مند کیا جائے۔ آپ کم گو بنیں، اور اپنے دوستوں کو بھی کم گوئی کی تعلیم دیا کریں۔ نیز کبھی کبھی اس عاجز کو بھی یاد کر لیا کریں۔ فقیر کے لیے لازم ہے کہ اپنی ذات کو سمجھے، اور اپنے عقیدت مندوں کو فقر کا خواہش مند بنائے، تاکہ ان کی برکت سے وہ بھی مقبولوں کے سلسلے میں اکٹھے ہو جائیں۔ سلامتی ہے اس شخص کے لیے جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

مکتوب : ۳۲

محمد اشرف جیو سلمہ اللہ تعالےٰ کے نام۔

نیازمندانہ سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ میرے عزیز! ولایت میں اصلی اور ظلّی مراتب کی تحقیق کے بارے میں آپ کی تحریر بہت خُوب ہے، لیکن ان تحریر شدہ

تمام مراتب کا مقصد، ابھی مخصوص دائرہ کے اندر ہے اور ولایت و نبوت کے مرتبہ کی حقیقت اس سے زیادہ ہے، اور تعلیم پر موقوف ہے مگر جو اس کے نور سے معطر ہے، اس مرتبہ کی بشارت سے فیض یاب ہوگا۔ اس لحاظ سے خود ہی احتیاط کا اہتمام کرنا چاہیے اور وہ جو واسطہ کے دور کرنے کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ تو میرے عزیز واسطہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک واسطۂ تعلیم، جو مشیت الحجاب (حجاب چاہنا) ہے، دوسرا واسطۂ طفیل جو مرتفع الحجاب (حجاب اٹھانا) ہے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے اور اولیا اور انبیا کی جسمانی اور روحانی تعلیم کے نور سے سالک کی نورانی استعداد قوت و وسعت پیدا کرلیتی ہے اور اس کے اندر اللہ تعالے سے علمِ لدنی حاصل کرنے کی قابلیت پیدا ہوجاتی ہے، تو اس وقت جائز ہوجاتا ہے کہ جسمانی اور روحانی تعلیم کے بغیر اللہ تعالے سے علوم کی تعلیم حاصل کرے۔ لیکن اس کی دو شرطیں ہیں؛ ایک یہ کہ کسی وقت بھی روحانی تعلیم سے فارغ نہ ہو، خواہ اسے کوئی مرتبہ ملے یا نہ ملے۔ دوسرا یہ کہ کسی وقت بھی واسطۂ طفیل کو قطع نہ کیا جائے۔ جو کوئی اس کو قطع کرے گا، وہ عدمِ قربت کا نشان ہوگا۔ سبحان اللہ۔ بعض لوگ رفعِ واسطہ کو ہی کمال سمجھتے ہیں۔ حالانکہ صورت اس کے برعکس ہے۔ بعض اولیا، کا نفیِ واسطہ کے قابل ہونا، اس واسطہ سے مراد ہے، جو واسطۂ تعلیم ہے۔ سلام آپ پر اور آپ کے ہم نشینوں پر مفصل بھی اور مجمل بھی۔

مکتوب : ۳۳

محمد اشرف جیوؒ کے نام لکھا گیا۔

جو میری راہ پر چلا وہ میرا بیٹا ہے اور جو میری راہ پر نہ چلا وہ میری اولاد

میں سے نہیں۔

اللہ تعالےٰ آپ کو اسراف سے سلامتی میں رکھے۔ اوراق کے مسودوں پر پر جس طرح کی عبارت لکھی ہوئی تھی، اگرچہ لکھنے والے کے لیے فرحت بخش تھی؛ لیکن یہ اسراف میں داخل ہے۔ اس کے معانی کو مختصر یا مفصل طور پر باطن کے صفحہ پر لکھیں، اور رات اور دن کے عمل کے وقت کام میں لائیں، تاکہ اس کا نتیجہ برآمد ہو، راقم کو حاضری کا مشتاق سمجھیں۔

مکتوب : ۳۴

میاں محمد اشرف جیوؒ کے نام۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، سعادت کی شرف اندوزی اشرف کے نصیب میں ہو اور اللہ غفور کی یاد سے وہ غرور کی زیادتی سے محفوظ و مسرور رہے اگرچہ درمیان میں فاصلہ بہت ہے، لیکن جاناں درجان، کے مصداق وہ قریب اور پوشیدہ ہے۔ صورت کی دوری، نقصان کی صورت نہیں۔ اس سے محبت میں کمی نہیں آتی۔ بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ جام محبت پئیں۔ قطعہ

تو اُو نشوی ولے اگر جہد کنی   جائے برسی کز تو توئی برخیزد

(ترجمہ) تو وہ تو نہیں بن سکتا؛ لیکن اگر تو کوشش کرے، تو تو ایسی جگہ پہنچ جائے گا کہ تو اپنے آپ سے الگ ہو جائے گا۔

چنداں برو ایں رہ کہ دوئی برخیزد   ور ہست دوئی؛ براہ روی برخیزد

(ترجمہ) اس راہ پر اتنا چلتا جا کہ غیریت ختم ہو جائے۔ اگر کوئی غیریت ہوئی بھی، تو راستہ طے کرنے سے ختم ہو جائے گی۔

اللہ تعالےٰ سچی محبت کو صدق کی حقیقت سے بہرہ مند کرے کہ حقیقی فنا و بقا اُسی میں جمع ہے۔ اور آں عزیز (مکتوب الیہ) کے رواں رواں کو مطلوب کے

شہود کے غلبہ سے مضمحل اور معدوم کر دے۔ اور دنیا کے ننگ و ناموس کی بجائے بے رنگی اور بے نامی کی خلعت پہنائے جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے ؎

از ننگ چہ پرسی کہ مرا نام ز ننگ است　　وز نام چہ پرسی کہ مرا ننگ ز نام است

ترجمہ: مجھ سے شرم کے بارے میں کیا پوچھتے ہو کہ میری شہرت شرم سے ہے اور شہرت کے بارے میں کیا پوچھتے ہو کہ مجھے شہرت سے شرم آتی ہے۔

اور ظاہری و باطنی متعلقات کو آنعزیز سے متفق کرے، کیونکہ جب دو[۲] دل متفق ہو جائیں تو پھر پہاڑ کو بھی توڑ سکتے ہیں۔ میرے عزیز، لوگ بے نامی کو نام دیتے ہیں اور بے ننگی کو ننگ پکارتے ہیں۔ تمام لوگ تم سے حال اور مال میں جدا ہیں۔ ایک دوسرے پر کوئی اعتماد نہیں رکھتے، سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے جنی کہ اپنے آپ سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں، بلکہ ان کی کوئی غرض اور مراد باقی نہیں رہتی اس کی محبت میں ذاتی محبت معلوم ہوتی ہے۔

اور تم نے اپنے خط میں جو واقعہ تحریر کیا تھا، بہت اچھا ہے الحمدللہ۔ اللہ کا شکر بجالاؤ۔ کیونکہ بزرگوں نے اس نعمت کو بڑی محنت کے بعد حاصل کیا ہے، اس خاندان میں ریاضتِ شاقہ کے عوض میں پیر و مرشد اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مضبوط اعتقاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگرچہ ریاضت اور مجاہدہ کے بغیر کام جیسا کہ چاہیے، مستور رکھا گیا ہے لیکن وہ ریاضت جو نبی پاک کی پیروی میں کی جائے وہ "ریاضت کی ماں" ہے۔ کیا لکھوں، خدا کے سپرد کیا۔ خدا کے سپرد کیا، خدا کے سپرد کیا، امیدوار ہوں کہ حق تعالیٰ تمہارے جیسے مخلص جوانوں کی برکت سے اس ناکارہ عاجز کی بھی مغفرت فرما دے۔ اور اس گناہگار کو بھی سعادت مندی سے بہرہ مند کرے۔ کیونکہ اپنے جیسا اور کوئی خراب اور گناہگار

نظر نہیں آتا، اس لیے شفاعت کرنے والا بھی کوئی کامل ہونا چاہیے۔

مکتوب : ۳۵

میاں محمد اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے پاک نام سے۔ دُور و نزدیک کے تمام دوستوں کے کام کاج خدائے تعالےٰ کے سپرد ہیں بلکہ سپرد کہنے کی بھی ضرورت نہیں، کیونکہ سب اُسی کا ظہور ہے، بلکہ اپنے مفصّل مظاہر کی بدولت وہی ظاہر و حاکم ہے۔ اس عاجز دُعاگو عبدالغنیؒ کے سلامِ فقیرانہ کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ چونکہ کافی مدّت سے آں عزیز کی طرف سے کسی جسمانی اور رُوحانی اطلاع سے سعادت حاصل نہیں ہوئی تھی، اس لیے عین تنہائی کے وقت بھی آنکھوں میں آنسو تھے اور دل درد سے معمور تھا۔ حق تعالےٰ اس عاجز کو ان عزیزوں کے پرنُور چہروں کی زیارت سے مشرّف کرے۔ مجھے توقع ہے کہ عزیز روزی کمانے کے تفکرات میں اتنے مشغول نہیں ہو جائیں گے کہ عبدیّت کا طریقہ ہی ختم ہو جائے۔ بلکہ آخرت کی عمارات کے طلب کرنے میں لگے رہیں گے اور مصلحت کے مطابق کوئی پیشہ اختیار کریں گے۔ اور اختیار کرنے میں اپنے آپ کو فارغ رکھیں گے۔ آپ پر اور آپ کے ہم نشینوں پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے رحمت نازل ہو۔

مکتوب : ۳۶

میاں محمد اشرفؒ کے نام۔

قوم کا شریف ترین آدمی وہ ہے، جو اس میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ برادرِ مشفق، سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ میاں مکمّلؒ اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ رخصت

ہو گئے۔ اگر زندگی باقی رہی، تو پھر کسی وقت آنے کا ارادہ فرمائیں گے۔ زندگی کے دن بڑی تفرع وزاری سے بسر کرتے ہیں۔ اور جناب شیخ صاحب میاں محمد فاضل جیؒو کی خدمت میں جواباً خط لکھا گیا۔ دن گزر رہے ہیں اور دعائے خیر کرتے ہیں۔

مکتوب : ۳۷

میاں محمد اشرفؒ کے نام۔

صدق کا ایک ذرہ ہزاروں برس کی عبادت پر بھاری ہے، میدانِ خیال مثال کے اعتبار سے وسیع ہے۔ لیکن سچے دوستوں کے اوصاف کی گنجائش نہیں رکھتا۔ کاغذ کا صفحہ عجز سے بھرا پڑا ہے قطعہ ؎

خواہم ز تو تُو خود نباشی باحق باشی، ز خود تراشی

(ترجمہ) میں چاہتا ہوں کہ تو اپنے آپ میں نہ رہے۔ تو حق کے ساتھ مل جائے اور اپنے آپ سے کٹ جائے۔

ہر چیز کہ رہزنِ طریق است ہستی است کہ راندۂ ہر فریق ہست

(ترجمہ) ہر وہ شے جو طریقت کی رہزن ہے، ایسی ہستی ہے، جو ہر طرف سے دھتکاری جاری ہے۔

میرے عزیز! سیاہ انار تو مل جاتا ہے، لیکن سبز کہ انگوری نہیں ملتا۔ اگر وہاں سے قیمتاً مل جائے، تو لے لیں۔

میری طرف سے سلام اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے فضل و محبت۔ میرے عزیز! یہ آخری نسبت حقیقت میں فنا و بقا کی جگہ ہے۔ لوگ اس میں اس طرح مشغول رہتے ہیں کہ اپنے اور اپنے سوا کا ذرہ ذرہ سوائے اللہ تعالیٰ کے عرفانی شہود کے ظہور کے۔ بے تکلف اور بے تاویل کوئی اور شئے سمجھ میں نہیں آتی۔ اور اس

مرتبہ کی حقیقت اس کے حکم کے ماننے اور اس کی منع کردہ شئے سے بچنے میں ہے. بلکہ مُباح اُمور کا کرنا بھی گناہ ہے۔ اس گروہ کے نزدیک نیکوں کی نیکیاں مقربین کی برائیاں مشہور ہیں۔ برکت کے ساتھ رہیں، بیس دن تک اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں، اس کے بعد اختیار ہے

مکتُوب : ۳۸

میاں محمدؐ اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

"اشرف العرب اور افضل العجم کی اطاعت کی جائے"۔ سلام فقیرانہ ملاحظہ فرمائیں، چونکہ بڑی مدت ہوئی کہ آپ سے جسمانی ملاقات نہیں ہوئی۔ اور یہ عاجز حقوقِ دینی کی پابندی کی وجہ سے متعلقہ لوگوں کی خدمت میں لگا ہوا ہے، اس لیے اگر آپ قوتِ اخلاص کی رہنمائی میں تھوڑا بہت صحبت کے شرف سے بہرہ ور فرمائیں، تو زہے نصیب! اگرچہ ایسا کہنا ہے تو بے ادبی، لیکن میں معذور ہوں۔

مکتُوب : ۳۹

میاں محمدؐ اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

"اور اپنے رَب کو گڑگڑا کر اور چھپ کر یاد کر"۔ اپنے وقت کو اہلِ حرص و ہوا کی صحبت میں بات چیت میں ضائع نہ کریں۔ کسی بات کو اللہ کے ذِکر سے بہتر نہ سمجھیں، خواہ یہ ذِکر تکلیف سے ہی کیوں نہ ہو۔ اپنا تمام وقت اسی فکر و غم میں صرف کریں۔ اور اس بات کا دھیان رکھیں کہ کسی اور کام سے خوشی کا راستہ نہ کھلے، اگرچہ یہ فعل عرفان، عبادت کے ساتھ ہی ہو، سوائے مُنعم کی تعریف کے۔ اگرچہ

نعمت کا اظہار کرنا خود کو اور دوسروں کو بھی فرحت بخشتا ہے، لیکن وہ فرحت اور ہی شے ہے، جس کی تعلیم نبی پاکؐ نے دی ہے اور تعریف اور شے ہے کیونکہ کہا گیا ہے کہ الحمد للہ کہو۔ چاہیے کہ امورِ باطنی میں سے کسی امر کے ارتکاب کے وقت خشوع کی حقیقت سے، جو فنا ہے، غافل نہ ہو۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ طریقہ احسنیہ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت نفس کو قلب سے جدا کرنا ہے اگر یہ نہیں ہے، تو نفس قلب سے جدا نہیں۔ اور وہ کام میں اپنا حصہ وصول کرے گا۔ تمہارا رب تمہیں ہدایت دے گا۔

مکتوب: ۴۰

میاں محمدؒ اشرفؒ کے نام

بزرگ ترین بھائی پیٹ کی بھوک[۱]، بدن کی عریانی اور مکر کی تیرگی سے سیراب ہو کر اپنے متعلقین بلکہ تمام مسلمانوں کو کھانا کھلانے، تن ڈھانکنے، اور پانی پلانے سے دریغ نہیں کرتے۔ عزیز مکملؒ کے بارے میں آپ کا شکائیت آمیز رقعہ ملا جس میں لکھا تھا کہ آں عزیز کھانا کم کھاتا اور لباس وغیرہ مختصر پہنتا ہے۔ حیرت ہوئی کہ آپ جیسے دانا اور محرم نے کھانے اور کپڑے کی کمی کے بارے میں لکھا ہے، گویا لباس پہننا اور سیر ہو کر کھانا ہی اُس مخلص کو پسند ہے۔ اے عقل مند! ایسی باتوں سے چمٹا نہیں کرتے۔ والسلام۔

---

[۱] حاشیہ: جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اپنے پیٹوں کو بھوکا رکھو۔ اپنے بدنوں کو ڈھانپو، اور اپنے بزرگوں کی اطاعت کرو جو اپنے رب کی عاجزی سے اطاعت کرتے ہیں۔

مکتوب : ۴۱

میاں محمد مکمل کے نام۔ تخلیقِ نور کی اولیت کی تحقیق اور روحِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں۔

اسے برخوردار! ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اپنے نور اور روح کی تخلیق میں تمام پیغمبروں پر مقدم ہیں، اس لیے ان تمام مراتب میں بھی وہ ان کے سردار ہیں۔ اور چونکہ پیرو کار کا ہر کام خواہ وہ وجودی ہو یا فعلی، اپنے سردار کی طرف رجوع کرتا ہے، اور خواہ وہ رجوع جلی ہو، جس کا تعلق فعلِ اختیاری سے ہے، خواہ رجوع خفی سے، جس کا تعلق فعلِ اضطراری سے ہے۔ اس لیے اگرچہ عالمِ ارواح کو تکلیفِ شرعی کا مرتبہ حاصل نہیں، لیکن تعلیم حاصل کرنے کے لیے، جس کی اس مرتبہ میں ضرورت ہے، اسے معلم کی ضرورت ہے اور اس مرتبہ میں معلم ہی ان کا سردار ہے اور وہ روحِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ نبی کے معنی خبر دینے والے کے ہیں۔ اور معلم بھی خبر دینے والا ہوتا ہے چونکہ عالمِ ارواح میں اس کا مطلب درست ہے، ، عالمِ اجسام میں جو نبی بھی ظاہر ہوا، وہ اُن کے ظہور کا پیش رو ہے اور تمام تعلیم کا منشا اُن کی حقیقت ہے۔ مصائب کے وقت صبر و قناعت ضروری ہے اور عین وصل کی حالت میں مصائب آتے ہیں۔ اس لیے ان دونوں کا ایک وقت میں جمع ہو جانا درست ہے۔ والسلام۔

مکتوب : ۴۲ (الف) سوال

میاں محمد مکمل کی طرف سے سوال

خاکِ پا مکمل، فیض مآب کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ افعالِ عزیمت پر استقامت کی اور افعالِ رخصت سے پرہیز کی تعلیم ضروری ہے۔ اسی طرح

ایفائے وعدہ کی تعلیم، جو بندے اور اللہ کے درمیان، جو اس عاجز سے وقوع میں آئے۔ نقوشِ ملامت کی تعلیم سے دِل کی تختی پر ان کا نقش جاگزیں نہیں ہوتا اور ملامت سے غم میں اضافہ نہیں ہوتا۔ حفظِ اوقات کی تعلیم بزرگوں کا قول ہے۔ بہترین عمل حال کی حفاظت کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حقوق کی ادائیگی بھی ہے، جیسے والدین کی خدمت (اللہ تعالےٰ انہیں سلامت رکھے) کم کھانے، کم بولنے اور کم سونے کی تعلیم کس طرح میسر ہو اور اس کے اعلےٰ نتائج کی ترغیب دینے اور ان کی زیادتی پر ڈرانے کی تعلیم کس طرح ہو، اوقات کو معیشت میں کس طرح صرف کرے۔ اور اگر اس ضمن میں کوئی پریشانی آجائے، تو اس کا کیا علاج کرے؟ مُبتدی اور متوسط کی تعلیم کے لیے گوشہ نشینی بہتر ہے یا محفل کی رسم و رہ سے آگاہی بھی لوگوں کے لیے بید کے بغیر بھی اجتناب کی تعلیم مناسب ہے، یا نہیں؟

مکتُوب: ۴۲ (ب) جواب

میاں محمّد مکمّلؒ کی طرف جواب

عزیزِ من! اللہ تعالےٰ سے ہمیشہ آگاہ رہنا، اور نفس کا فنا ہونا، جو پہلی جڑ ہے، دو وجُوہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ؎

بے فنائے کُل و بے جذبِ قوی   کے حریمِ وصل را محرم شوی

(ترجمہ) مکمل طور پر فنا ہونے اور جذبۂ قوی کے بغیر تو حریمِ وصل سے کس طرح واقف ہو سکتا ہے؟

عزیمت یہ ہے کہ صرف انتہائی ضرُورت کے وقت کسب (کمانے) سے تعلق پیدا کرے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہٗ نے فرمایا ہے۔ "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" (یہ وہ لوگ ہیں جنہیں خرید و فروخت، اللہ کے ذکر سے غافل

نہیں کرتی) اور اگر ایسی مشکل پیش آجائے ، تو اس مشکل کو بھی اللہ کے ظہورات میں سے ایک ظہور سمجھے ، اور اسے دور کرنے میں اللہ تعالےٰ ہی سے مدد مانگے ۔ اگر مبتدی ہو یا متوسط ، تو پیر کی صحبت کے سوا تنہائی بہتر ہے ۔ اس شخص کا احتساب زبان سے یا حق تعالےٰ کی درگاہ میں دعا سے کرنا چاہیے ۔

سوال ۔ جس وقت سالک کو عوارض کی وجہ سے یا عوارض کے بغیر قبض ہو جائے ، اور حق سبحانہٗ سے جو پرانا تعلق تھا ، زوال پذیر ہو جائے ، تو اس کا کیا علاج ؟

فائدہ : آپ کے دونوں خطوط مل گئے ہیں ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

جواب ۔ اس کا علاج اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع ہے ، ندامت کے طریقے سے ، اور اس بات کی تحقیق سے ، جسے تو نہیں سمجھتا ، الگ رہنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، جب میرے دل پر کسی جذبہ کا غلبہ ہوتا ہے ، تو میں سو بار اور دوسری روایت کے مطابق ستر بار استغفار کرتا ہوں ۔

سوال ۔ اللہ کے نام پر کوئی شے ، کمال صنعت سے اللہ کی بنائی ہوئی شے محروم کے پاس اللہ کی خاطر ایک کا سہ ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو اپنے ذاتی و صفاتی کمالات کے اظہار کے لیے پیدا کیا ، اور محض اپنی کمال مہربانی سے نوازا ۔ اگر کوئی ازل سے محروم ہے ، تو اس کا کوئی علاج نہیں ۔ اور یہ اس کی مرضی ہے ۔ اللہ تعالےٰ تمہیں دونوں جہانوں میں اس کی اچھی جزا دے ۔

جواب ۔ وہ محروم نہیں ، اللہ تعالےٰ کا حکم یہی ہے ، کیونکہ اس کے نزدیک ہر شے کی مقدار عالم غیب میں مقرر ہے ۔ اللہ تعالےٰ کی تقدیر پر ہر حالت میں شاکر و صابر رہنا چاہیے اور اس اثنا میں جو کچھ اور جتنا کچھ مل جائے ، اس پر شکر کرنا چاہیے اور جو کچھ مستقبل میں پیش آنے والا ہے ، اس پر بھی صبر کرنا چاہیے اور شک کرنا ابلیس کی طرف سے وسوسہ اندازی ہے ۔ اللہ تعالےٰ تمہیں معاف کرے ۔ صحبت یافتہ

فقیر دل جمعی سے اپنے کمال و تکمیل کے کام میں مشغول رہتے ہیں، اور اس طرف دھیان نہیں کرتے. والسلام

مکتوب : ۴۳

میاں محمدؐ اشرفؒ کے نام طلب عتاب کے بارے میں سوال.

آناں[1] کہ خاک را بنظر کیمیا کنند   آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

(ترجمہ کیا ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ جو ایک نظر سے خاک کو اکسیر بنا دیتے ہیں، ہماری طرف بھی ایک نظر کریں.)

یک نظر فرما کہ مستثنیٰ شوم ز ابنائے جنس   سگ کہ شد منظور نجم الدینؒ، سگاں را سرور است

(ترجمہ) مجھ پر ایک نظر ڈالیے تاکہ میں ابنائے جنس سے مستثنیٰ ہو جاؤں وہ کتا جو نجم الدینؒ کو پسند آگیا، کتوں کا سردار بن گیا

خاک شو خاک، تا بر دید گل   کہ بجز خاک نیست مظہر گل

ترجمہ۔ مٹی ہو جا مٹی، تاکہ پھول اُگیں، سوائے مٹی کے مظہر گل کہیں اور نہیں.

حق تعالےٰ اُں عزیز کے باطن کی خرابی کو اور زیادہ کرے، تاکہ اس میں جو گزشتہ آبادی و معموری تھی، وہ ختم ہو جائے. اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے تاکہ وہ بقا کے مظہر کے لائق ہو جائے. میرے عزیز! مٹی چونکہ مٹی ہے، اس لیے مخلوقات میں سب سے افضل و اعلےٰ ہے. جب یہ کیمیا ہو گئی، تو حقیقت بدل گئی، اس نے شرف حاصل

---

[1] سائل، صاحب نظر سے رحمت کی نظر چاہتا ہے تاکہ اس مرتبہ کو پہنچ جائے کہ خاک کو کیمیا بنا سکے نہ کہ اپنے آپ کو کہ خاکی ہونے کی وجہ سے جو آخری مکمل مرتبے پر ہے، سونے میں بدلنے کی آرزو کرے۔

کر لیا اور فضیلت چمک اٹھی۔

اور مٹی سے یہ عام مٹی قیاس نہ کیجئے۔ بلکہ اس سے مراد معروف قابلیت ہے، جو نورِ اوّل کے مرتبہ میں تمام لا انتہا قابلیتوں کی سرتاج ہے۔ اور اس سردار اور صفتِ انسانیت رکھنے والے تمام تابعینِ برگزیدہ کا خاصہ اور واجب الوجود کی صفات کا جامع مظہر ہے۔ اور مٹی ہونے سے مراد اصل سے مل جانا ہے اور وہ پیوستگی کی دلیل کے بغیر خود بخود اصل سے قطع نسبت اور اضافے رکھنا تھا۔ اور اب اللہ تعالےٰ کی صفاتِ ذاتی کے کمالات کے ظہور سے نسبت رکھنا، محبوبی طریقہ پر چلنا ہے۔ جب ایسا ہو گیا تو پھر مکمل فنا[1] حاصل ہو گئی۔ ایسی حالت میں مستثنیٰ کون اور استثنا کس کے لیے ہے؟ عزیزِ من! اگرچہ یہ دو اشعار بظاہر کمال کو ظاہر کرتے ہیں، لیکن جو مطلب اوپر بیان کیا گیا ہے، اس کو دیکھئے۔ تو معلوم ہو گا کہ معاملہ برعکس ہے اور کامل کو اس جنگ طلبی سے بچنا ضروری ہے۔ حق تعالےٰ اس کی حقیقت سے باخبر کرے اور حسد کو نکال دے۔

کہاں تک لکھوں کہ کاغذ چھوٹا ہے اور قلم کا فیض بے انتہا۔ والسلام والاکرام بہتر یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو نمازِ جمعہ شہر کی مسجد میں ادا کریں۔ اور اگر آپ کے قصبہ کی مسجد گنجائش رکھتی ہے، تو قاضی کی اجازت سے شہر کی شرط پوری ہو

---

[1] اعلیٰ درجہ کی فنا حاصل ہونا استثناء ہے حضرت سلیمان ؑ نے کہا (رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ) ترجمہ (اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو تو ہی بہت بڑا عطا کرنے والا ہے) اور یہ استثناء شرک و نفاق و بدعت کے شرکا سے بچے اور ظاہری اور باطنی کرخفی (پوشیدہ) بلکہ اخفیٰ (پوشیدہ ترین) ہے۔

جاتی ہے۔

مکتوب : ۴۴

میاں اللہ داد کے نام، جنہیں پیراہن، چادر اور مسواک دی گئی اور جنہوں نے حضرت جیو کے خادموں کے لیے ٹوپیاں بھجوائیں۔

اللہ تعالےٰ نے میاں اللہ داد کو جو فطرتاً نیک اور پرہیزگار ہیں، پرانے پیراہن کی جگہ جو رسمی پرہیزگاری کا نشان ہے - اور ظاہری صورت سے ہٹا کر جو فیض پہنچانے کا عام طریقہ ہے ایک ایسی نئی نورانی قمیض عطا کرے، جو تنہائی و دانائی کی حقیقت سے بُنی ہوئی ہو اور صرف خاص الخاص اولیا ہی اس قابل ہیں کہ انہیں نوازا جائے۔ اور ابتدائی مراحل سے ترقی دی جائے، اور انہیں چادرِ عصمت عطا کرکے اور استغفار کی مسواک سے سرفراز کرکے حقیقتِ کلمہ کا زر و مال بخشے، کیونکہ نفس اسی کی برکت سے مطیع ہے، اور کثرت کی اجناس کی بجائے اسے وحدت کی نقدی سے مالا مال کرے، اور دو ٹوپیوں سے یعنی 'مجبی' اور 'مجبوبی' کے کمالات سے آراستہ و پیراستہ کرکے معزز و مکرم ٹھہرائے اور لفظ و معنی سے ترقی دے کر مطلوبِ حقیقی کے حضور میں، جو بے کم و کیف ہے اور چھ جہات اور انعام کے ثمرے سے دُور ہے، ہمیشہ کامل امداد سے اُن کے باطن کو اپنی توجہ سے حاضر رکھے اور کائنات کے ہر ذرے کو دل کی نظر سے اللہ تعالےٰ کی ذاتی صفات کی قابلیتوں کے ایسے مظاہر بنائے، جو ابھی ظاہر نہیں ہوئے، اور اصلی بشریت تک ہر شئے بے حجاب ہو جائے اور کامل فنا حاصل ہو جائے حتیٰ کہ نہ تو کوئی نام رہے نہ نشان، جو کچھ دکھائے، خدا خود دکھائے اور جو کچھ بتائے وہ خود بتائے اور اس قدر توجہ دی جائے کہ توجہ کرنے والا اور توجہ لینے والا ایک ہی رنگ میں رنگے جائیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ترقی ملے اور

اصلی نیستی اور پوشیدہ نجات مل جائے۔ اس کے بارے میں لکھا جانا چاہیے اور سالکِ منزل تفصیل سے اجمال کی طرف مضبوط ہونا ہے۔

عزیزمن! اہلِ غفلت کی صحبت سے بچنا چاہیے، بالخصوص ایسے شخص سے، جو اس طریقۂ کار کا انکار کرے۔ ایسے شخص کو دشمن سمجھنا چاہیے، اگرچہ بظاہر وہ تمہارے ساتھ دوستی میں شکّر کی طرح ہو، لیکن حقیقت میں وہ زہرِ قاتل ہوگا اور آخری بات کے متعلق جو تمہارے رخصت ہونے سے پہلے تمہیں کہی گئی تھی، پوری پوری کوشش کریں، تاکہ ہمیشگی کا مُلک ظاہر ہو اور اس کا نتیجہ برآمد ہو۔

اور یہ عجیب بات ہے کہ عزیز نے اطلاع کا جو پرچہ بھجوایا ہے اس میں جسمانی مرض کا تو ذکر کیا گیا ہے، لیکن باطنی صحت اور کیفیت پوشیدہ کا، جو آپ سے مطلوب تھی، کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ میرے عزیز! ابھی بہت کام باقی ہے۔ آپ کمرِ ہمت باندھ کر رات دن مراقبہ میں گزاریں اور لوگوں کی تعریف سے دھوکہ نہ کھائیں اور کسی مصیبت میں نہ پڑ جائیں۔ اور تم جو ایک فقیر ہو، تم سے فقیری کام کے سوا کسی امیری کام کی ضرورت نہیں۔ جس جگہ بھی رہو، اپنے طریقے کے آدمیوں کے ساتھ رہو، کیونکہ ایسے لوگوں کی صحبت نور بخش بھی ہے اور نورانی بھی، رہیں کسی جگہ، مطلب کام سے ہے۔ اگر کہیں یاد کا موقع مل جائے، تو دعائے مشفقانہ میں یاد رکھیں، اور دو سادہ سی باتیں اپنے ہاتھ سے لکھ کر یا کسی عزیز سے لکھوا کر حقیقتِ حال سے آگاہ کرتے رہیں۔ تم جہاں بھی رہو، اللہ تمہارے ساتھ ہو۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ (سلامتی ہے اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی)

مکتوب : ۴۵

اسفند یارؒ کے نام لکھا گیا۔

اے کعبۂ مراد کے طالب، اے سعادت کے پُرخطر راہ کے راہی، اے میرے عزیز، جس اندیشہ نے بیس سال سے پرورش پائی ہو۔ اور ابھی تک اس کی جگہ خیال نے نہ لی ہو، وہ اچانک اپنے وطنِ مالوف کو کس طرح چھوڑ سکتا ہے البتہ اتنا ہے۔ کہ چونکہ ذکر کے نُور کو پکڑ لیا گیا ہے، امید ہے کہ اگر ریاضت اور مجاہدے کو جاری رکھا گیا، تو تمام خطرات دُور ہو جائیں گے۔ اور اس راہ میں گھڑی روز، ماہ، سال کو کوئی حیثیت نہیں دینی چاہیے، بلکہ ہمت بلند رکھنی چاہیے اور ساری زندگی کو مقصدِ حقیقی کی طرف ایک گھڑی سمجھ کر مراقبہ و مجاہدہ کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ اگر ہزار سال کی کاوش کے بعد بھی اصل مقصد حاصل ہو جائے، تو عتاب کی نسبت غنیمت ہے، یوں سمجھو کہ ایک گھڑی میں کعبۂ مقصود تک پہنچ گئے۔ ذرا اولیا اللہ کی حکایات کے حالات پر نظر دوڑائیے، تو پتہ چلے گا کہ اس میں بیسیوں برس بلکہ عمریں گزر گئیں۔ بے شک پراگندہ خیالات ہجوم کریں، کمربستہ رہنا چاہیے اور خوف نہیں کھانا چاہیے، کیونکہ اللہ کے فضل سے حق کے لیے ایک گھڑی بھی ضائع نہیں جاتی، بلکہ فائدہ بخشتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ذاتی نام کے نقش کی طرف پُوری ہمت سے توجہ دینی چاہیے اور نفی و اثبات میں لگے رہنا چاہیے تاکہ پراگندہ خیالات کا خس و خاشاک، جل کر خاک ہو جائے۔ اولیا اللہ کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ بس ایک پل میں کعبۂ مقصود سے واقف کرا دیں اور اصل منزلِ مقصود تک پہنچا دیں، لیکن چونکہ مخلوقات میں سے افضل ترین انسان کے متعلق بھی اللہ تعالےٰ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ منزل تک بتدریج پہنچایا گیا ہے، اس لیے اولیا اللہ کے گروہ کو بھی کہ نبی پاکؐ کے پیروکار ہیں، مشقت و محنت میں ڈالا گیا ہے اور یہ مشقت جو دشمن کو دُور کرنے میں صرف کی جاتی ہے، درحقیقت عاشقوں کے لیے راحت و لذت ہے، تم پر جسے حُکم دیا گیا ہے۔ اور تمہاری اولاد پر سلام اور

اگر خدا توفیق دے، تو بہتر یہ ہے کہ تہجد کی نماز کے بعد حضرت جی کا درود الحاح وزاری سے پڑھیں۔ اگر اس وقت موقع نہ ملے، تو اشراق کے بعد یا کسی اور وقت پڑھ لیا کریں۔

مکتوب: ۴۶

میاں محمد صادقؒ کے نام لکھا گیا۔

اے ہمارے اللہ! ہمیں سچا ایمان اور یقین عطا فرما کہ اس کے بعد کفر نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ ایمان و یقین سے بہرہ ور کرے، تاکہ اس کے بعد کفر نہ ہو۔ پس ہر یقین جو اس کی قید میں متعین ہے اور کمال تک نہیں پہنچا، اس کا انجام کفر ہے۔ اس سے آگے کی طرف ترقی کرنے کی کوشش کی جانی چاہیئے۔ جس یقین کی تلقین کی گئی ہے اس پر پورا یقین ہے، کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں اس کی خبر دی ہے۔ الغرض جو مرتبۂ یقین میں مقید ہو جاتا ہے، اور یقین کی قید میں ہے، اس کی نفی کرنے میں دریغ نہ کریں اور اُسے کاٹنے میں غم نہ کھائیں۔ حتیٰ کہ غیر مقید اور غیر مُدرک کے مُتعین ہونے کا یقین ہو جائے۔ الغرض چونکہ تمہیں یہ امتیاز دیا گیا ہے، اس لیے اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لاؤ۔ اور ترقیات کے امیدوار رہو اور اس حمد کی حقیقت، اگر اس کے لائق نہیں، تو اس کی نفی کرنے میں سخت محنت سے کام لو، حتیٰ کہ "حق آگیا اور باطل مٹ گیا"، کے مرتبہ پر پہنچ جاؤ۔ والسلام والاکرام۔

مکتوب: ۴۷

میاں محمد قاسم ساکن سیام کے نام لکھا گیا۔

بوالہوس گر لافِ شفقت می زند، باور مکن، اے سرت گردم محبت انسانِ دیگر است

(ترجمہ) اگر بوالہوس تمہارے عشق کا دعوٰے کرے، تو یقین نہ کرنا۔ میں تم پر قربان جاؤں، محبت کی علامت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔

دنیا کا طریق کار عجیب ہے، مثلاً لوگوں نے سنا ہے کہ حضرت ابراہیم ادہم کتنے صاحبِ کمال تھے، اور اُن کا شیشۂ دل ہوس کے زنگ سے کس قدر پاک تھا۔ لوگوں کو ان کے درجے کی کتنی ہوس ہے، لیکن اُن کی طرح تعلقات کو ترک کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ حق کے ماسوا دوسرے تعلقات میں گرفتار ہونے کے باوجود ان درجات کے خواہش مند ہیں، جو صرف ماسوا کی نفی کرنے ہی سے مل سکتے ہیں۔ بے شک جو محبت وہم کی وجہ سے ہوتی ہے، وہ وہم کی قوت رکھتی ہے، اور قوتِ وہمی کو تعلقات پر رتی بھر غلبہ میسّر نہیں۔

میرے عزیز! آپ نے اپنے مراسلے میں جو اس ہیچ مداں، گمراہ و جاہل کے بارے میں تعریف کی ہے، میں اس کے قابل نہیں بخدا ہرگز قابل نہیں، ہرگز نہیں۔ کچھ نہ جاننے کے باوجود عقیدت مند اور ملنے والا سوائے سچا جاننے کے اور کچھ نہیں چاہتا، کیونکہ اس نے حق کی طلب کی ہوتی ہے، اور اپنے آپ کو آناً فاناً راہِ حق میں پاکر حالتِ قبض کو اپنی استعداد کی قابلیت سمجھ لیتا ہے۔ اور بسط کو مرشد کی توجہ کے نور سے تعبیر کرتا ہے، لیکن حکم کے مطابق ریاضت و مجاہدہ کی بدولت جیسے خوب کیا گیا ہو۔ اگر میرے نصیب میں مرشد کی زندگی میں کچھ میسّر ہو، تو بہت بہتر، ورنہ بظاہر عبادت گزار ہوں اور ممکن ہے طالبوں اور مجاہدوں کے گروہ میں شمار کرلیا جاؤں۔ اور اگر کوئی اتنا باہمت ہو، تو اس سے بہتر کیا ہے، کہ اس کے باطن کی زمین شفقت و رحمت کے پانی سے تازہ و سیراب رکھی جائے اور وہ امانت جو عزیزوں کی طرف سے پہنچی ہے، اسے پہنچا دی جائے۔

عزیزِ من۔ اس معاملے میں بہت کوشش کی گئی، لیکن چونکہ اکثر اس کے اہل نہیں تھے، اس لیے چھوڑ دیے گئے۔ آپ کو اور آپ کے ہم نشینوں کو سلام۔

مکتوب : ۴۸

اپنے بھائی حافظ عیسیٰؒ کے نام۔

میرے بھائی حافظ عیسیٰؒ! عرفانِ حقیقی سے بہرہ ور ہوں۔ تحریر کیا گیا تھا کہ حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، اس لئے میں نے خلق کو پیدا کیا، تاکہ وہ پہچانے" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالےٰ کی پہچان ہے۔ اس لیے یہ بات اس شخص کے حق میں بلاشبہ صادق آتی ہے جسے معرفت نصیب ہوگئی ہو، کسی دوسرے کے حق میں کس طرح ہوسکتی ہے۔ میرے سعادت اطوار بھائی معرفت کے دو درجے ہیں، معرفتِ اختیاری اور معرفتِ اضطراری۔ معرفت اضطراری دنیا کی ہر مخلوق کو اس کی پیدائش ہی سے ودلیعت کی گئی ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ "جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اللہ کی تسبیح کرتی ہے" اسی مفہوم کو ظاہر کرتی ہے۔ معرفتِ اختیاری کے دو درجے ہیں، ایک معرفتِ عام اور دوسری معرفتِ خاص۔ معرفتِ عام دنیا کے تمام ذی عقل انسانوں کو ملی ہوئی ہے اور اس میں کفّار بھی شامل ہیں، اگرچہ وہ انبیا کی طرف مائل نہیں ہوتے اور ان کی تعلیمات کو انہوں نے قبول نہیں کیا۔ چنانچہ آیت کریمہ "کہو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری اطاعت کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا" سے واضح ہے لیکن چونکہ خلقت کی تخلیق کا مقصد اللہ پاک کی معرفت ہے، اس لیے اس کے قبول

ہونے یا نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ معرفتِ خاص کے مزید دو درجے ہیں:
ایک معرفتِ خاص دوسری معرفتِ اخص معرفتِ خاص، توحید، ذات وصفات
اور تمام احکام شریعت کو قبول کرنا، (اس طرح کہ اُن میں کوئی شک وشبہ نہ ہو،)
احکام کو ماننا اور نواہی سے بچنا ہے، خواہ پوری طرح ممکن ہو یا نہ ہو، یہ معرفتِ عام
ایمان لانے والوں کے نصیب میں ہے اور معرفتِ اخص اس شخص کے نصیب
میں ہے، جسے شریعت کے تمام احکام کی پیروی کے طفیل، عمل اور پرہیز کی قوت
بخشی گئی ہے اور ایسے لوگ خاص ہوتے ہیں۔ وہ انبیا علیہم السلام اور اولیائے کرام
کہلاتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے، اور اللہ بڑا فضل
کرنے والا ہے۔

مکتوب ۴۹:

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

اے سعادت شعار! وہ جو لکھا گیا تھا کہ جس وقت رُوح سارے جسم
پر محیط ہوتی ہے، اس وقت جو افعال وہ بدن کے متعلق کرتی ہے، ان کی وجہ کیا
ہے؟ اُس کا جواب یہ ہے کہ ہر فعل جو کسی صورت میں واقع ہوتا ہے، خواہ وہ حرکت
ہو یا سکون، چلنا ہو یا ٹھہرنا، چونکہ مظاہر دیکھنے میں اس کا تعلق بدن سے ہوتا ہے،
اور روح کا معاملہ اگرچہ وہ بہت عالی ہے، لیکن مخفی ہے، اس لیے ان حالات میں
افعال کے بدن کے متعلق ہونے کے سوا، کوئی چارہ نہیں اور چونکہ جسم کے متعلق
تمام افعال کا واقع ہونا رُوح کی وجہ سے ہے، اس لیے سلوک کے بعد جب جسم پر
معنی کا اظہار ہوتا ہے، تو اس کی نسبت رُوح سے ہوتی ہے، بلکہ جب اسے ترقی ملتی
ہے، تو افعال کی نسبت رُوح سے ختم ہو کر فاعلِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ سے ہو جاتی ہے۔
اور روح بیچوں نہیں، بلکہ بیچوں نما ہے، اور مجہول الکیف ہے۔ اس لیے اس میں

فی الحقیقت "کیفیت و چوں" ہے، لہٰذا حقیقی بیچوں کے درمیان، جو معدوم الکیف ہے، اور 'بیچوں نما' کے درمیان، جو مجہول الکیف ہے، فرق ظاہر ہے، کیونکہ جس میں 'چوں' ہے خواہ وہ مجہول ہی کیوں نہ ہو، پابندی کے مرتبے میں ہے۔ اور جو شے پابند ہے، وہ حادث اور محتاج ہے، اور آیت کریمہ "جن لوگوں نے کفر کیا، وہ طاغوت کے دوست ہیں، انہیں نور سے نکال کر اندھیرے کی طرف لے جاتے ہیں"، میں کفار کے اخراج کی نسبت، طاغوت کے اندھیرے کی طرف ایسی ہی ہے جیسی کہ فعل کی نسبت سبب سے ہے، چونکہ طاغوت ہی کفار کے اندھیروں کا سبب بنا ہے اس لیے فعل کی نسبت طاغوت کی طرف کی گئی ہے۔ فی الحقیقت کفار کے اخراج کی نسبت، اللہ تعالےٰ کی صفتِ قہر کے نور سے ہے، کیونکہ طاغوت اس کا سبب بنا ہے، اور چونکہ معرفتِ عام جو کفار کو حاصل ہے، صفتِ قہر کے ظہور کی وجہ سے ہے، اس لیے کفار مجبوراً ولایتِ حق سے محروم ہیں۔ کیونکہ ولایتِ حق خاص اہلِ معرفت کا حصّہ ہے، جو صفاتِ لطیفہ کا مظہر ہے۔ قہر کے مظاہر کو ولایتِ حق سے کیا کام؟ قہر کی صفات کا ظہور، مظہر پر ظہور کا تقاضا ہے، نہ کہ ولایتِ حق کا تقاضا۔ ولایتِ حق صفاتِ لطیفہ کے ظہور کی بدولت ہے۔ کفار کے حصے میں ولایتِ حقیقی میں سے کچھ نہیں، بلکہ ان کے حصے میں ولایتِ طاغوت ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں آیا ہے۔

مکتوب: ۵۰

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

فقیرانہ سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ سالک کے کام کی ابتدا اللہ تعالےٰ کے ذکر سے لذت پانے سے ہے، اور اس کے کام کی انتہا اس کا مشاہدہ ہے۔

اور یہ ابتدا (بدائت) وانتہا (نہایت) صوفیائے وجودیہ کی اصطلاحات ہیں۔
ہدایتِ کار، ولایتِ اخص میں، جو ملاءِ اعلیٰ کی ولایت ہے، مطلوب و مذکور کی طلب نایافت ہے۔ اور نہایتِ کار حصولِ نایافت ہے۔ اگر سالک اس سے ترقی کر جائے، تو اس کی ہدایت علمِ حضوری سے ہے اور اس کی نہایت حضور در حضور میں ہے۔ اور حضورِ علمی اس مرتبہ کا وسط ہے۔ اور یہ تینوں آخری مرتبے ولایتِ خاص الخواص میں حاصل ہوتے ہیں، بحثییت ہدایت، وسط، اور نہایت کے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ ولایت کے ان تینوں مرتبوں کی تحقیق، جن کا یہاں ذکر ہوا، پیرِ دستگیر حضرت بنوریؒ کی تحقیق و اصطلاح کے مطابق ہیں اور اس مختصر کی تفصیل بھی ہے جس کے لیے طویل شرح درکار ہے۔ اور ولایتِ خاصّہ، ولایتِ اخص اور ولایتِ خاص الخواص میں فرق یہ ہے کہ ولایتِ خاصّہ میں مطلوبہ یافت موجود ہے، ولایت اخص میں یافت مفقود و غیر معدوم اور ولایتِ خاص الخواص میں "حقیقتِ نایافت" موجود ہے اور نفسِ یافت معدوم، اور حقِ نہایت اس مقام پر متحقق و ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ ولایتِ خاصّہ کے مرتبے کی یافت، جو علم کا پل ہے، حجابِ اکبر ہے، کہ سالک شہود کی لذات کے گرداب میں پھنس کر حقیقتِ مطلوبہ سے حجاب میں ہوتا ہے اور جب اس مرتبہ سے ترقی پا جاتا ہے، تو حجاب اُٹھ جاتا ہے، اور اگر تو غور کرے تو معلوم ہوگا کہ نایافتِ مطلوب بھی، جو مرتبۂ اخص میں مطلوب ہے، علم ہے، جو حقیقتِ نایافت کے مرتبے کا حجاب ہے۔ اور سالک نایافت کی لذت میں ترقی سے دور رہے (حجاب میں ہے) اور چونکہ ان دونوں مرتبوں میں علمِ حصولی ہے، اس لیے مجبوراً مرتبۂ علمِ حضوری کے لیے حجاب ہے اور ان دو مرتبوں کے بعد، مرتبۂ خاص الخواص ہے۔ چونکہ اس مرتبے کا اہل، علمِ حضوری سے بہرہ ور ہے، اس لیے وہ حجاب

سے منزّہ اور دُور ہے۔ چنانچہ اس آخری مرتبہ میں جب حقیقت 'ایمان بالغیب'
پر پہنچ جاتی ہے اور ہر مومن کے علم کی ابتدا ہی 'ایمان بالغیب' سے ہے، تو گویا
عین انتہا میں اس مناسبت سے رجُوع 'ایمان بالغیب' کی طرف ہوتا ہے جیسا
کہ عام مومن پر ظاہر ہوا ہو۔ نیز یہ ابتدا کی طرف رجُوع (رجوع الی البدایت) ہے۔
یعنی ابتدا میں تعلّقاتِ دنیا کی چاشنی تھی۔ درمیان (وسط) میں یہ تعلقِ چاشنی بھی
ٹوٹ گیا اور سوائے اللہ تعالےٰ کے ہر شے فراموش ہوگئی اس کے بعد نہایت کو
پہنچ کر مذکورہ تعلق پھر تازہ ہوگیا اس تعلّق کا بیان مرتبۂ عالی میں ہے۔ چنانچہ اگر
معرفت و توحید سے مراد تصوّف کی معرفت و توحید ہے، جو ولایتِ خاص کی خصوصیت
ہے، تو انبیا علیہ السلام کا دامن اس قسم کی معرفت کی گرد سے پاک ہے، کیونکہ صُوفیا
کی معرفت و توحید کی دُنیا خیال و وہم ہے۔ اس عالی شان جماعت کے مرتبۂ ولایت
میں اس کی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ یہ وہم و خیال کی تراش ہے کہ مغلوب الحال
ناظر اشیا کو اس حال میں معدُوم سمجھتا ہے۔ ہم اس موجودیت کے عالم میں
اسے معدُوم نہیں سمجھتے، لیکن اللہ تعالےٰ کی قدرت سے اس امرِ موجُود کے معدُوم
ہو جانے کو محال نہیں سمجھتے۔ چنانچہ کمال کی بدولت انبیاء علیہم السّلام کو "حضُور در حضُور"
کا وہ مرتبہ میسر ہے، کہ ان کے کمالات بھی اللہ تعالےٰ کے کمالات کی طرح لا انتہا ہیں، ان
کی ترقّی سے مراد ہر لحظہ اور ہر آن نئے نئے انعامات کا ظہُور ہے۔ چنانچہ حدیث
میں ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر لحظہ اور ہمیشہ ترقّیِ درجات حاصل ہے۔
اور یہ ترقّی نہ شہُود کی حضُوری سے ہے اور نہ تنزیہ تک تشبیہ کی بدولت، بلکہ
یہ ایسی ترقّی ہے، جو ہر ایک کے بیان سے باہر ہے۔ اس ترقّی کی حقیقت کو اس
کا اہل ہی جانتا ہے۔ دوسرا اس سے کیا سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ "ظلم اور جہالت" جو
ولایتِ خاصّہ کا حصّہ ہے، اور شے ہے اور اخص اور خاص الخواص کے مرتبے میں

وہ اور ہے۔ ہر ایک اپنے سے نیچے کی تعریف کرتا ہے اور اپنے سے اوپر کی مذمت۔
یہ باتیں تنگیٔ کاغذ کی وجہ سے محض اشارات ہیں۔ پس اے سالکِ راہ! جن مرتبوں کو میں نے بیان کیا ہے، انہیں جان لے! ذکر کی تعلیم کا حصول زندگی میں، خواہ روحانی تربیت سے ہو، یا جسمانی تربیت سے، اکثر کیلئے مراتب کی تکمیل کیلئے کامل مرشد کی تعلیم کے ذریعے ضروری ہے۔ بلکہ اس کی موت کے بعد بھی خواہ یہ روحانی تعلیم ہو یا اس کی زندگی میں ہی جسمانی تعلیم اور اللہ سبحانہ قادرِ مطلق ہے کہ وہ اس کے برعکس ظاہر کر دے۔ لیکن زیادہ تر یہی طریقہ ہے۔ جس کا ذکر کیا گیا پس سمجھ لینا چاہیے کہ ابتدا میں طلب ہوتی ہے۔ درمیان میں درد اور انتہا میں عشق۔ اور اس انتہا کو حقیقی انتہا نہ سمجھا جائے، کیونکہ انتہائے حقیقی سے عشق قاصر ہے۔ وہاں معاملہ عشق عالی و فاخر سے پرے ہے۔ چنانچہ جہاں تک عشق کا تعلق ہے وہ مرتبۂ حقیقی بہت بلند ہے۔ نیز اس اصطلاح سے، کہ "طالب فانی ہے اور مطلوب رفیع الشان"، مراد اسکا مرتبۂ حقیقی ہے، جو اس مقام پر حقیقتِ نفس الامری کی حیثیت سے جلوہ گر ہوتا ہے دیکھنے والے کو اس مقام پر اختیار نہیں رہتا کہ اس کے ثبوت کی نفی میں اختیار رکھتا ہو۔ ہاں اختیار اس وقت تک ہے، جب تک اس کی نسبت کا سبب وہم و خیال ہو، اور یہ مرتبہ بہت بلند ہے، کیونکہ یہی حقیقتِ نماز ہے یہاں وسوسوں کا گزر نہیں ہوتا۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ جس پر مہربانی کرنا چاہے اُسے نوازتا ہے۔

فائدہ: جو نور، خیال کی گرفت میں آجائے، وہ مخلوق ہے۔ قابلِ نفی ہے، یعنی ہر اس نور کو جو حساب و تخیل کے دائرے میں آجائے، اسے مخلوق سمجھنا چاہیے۔ چنانچہ ہر لطیفہ کا نور، جو عالمِ خیال میں شکل پذیر ہو کر سرخ، زرد، سفید، یا بنفشی دکھائی دے، وہ اس لطیفہ کے تزکیہ و صفا کی علامت ہے، یہ نہیں کہ سالک

اس رنگ کی طرف رغبت کرے اور اس کو اپنا معبود بنا لے۔ ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اس طریقۂ احسنیہ کے سالک کا ارادہ، خواہ وہ مبتدی ہو، خواہ متوسط، یہ ہوتا ہے کہ اپنے ایمان میں اُس بے کیف حقیقی کی ذات کے سوا کسی کو جگہ نہ دے۔ اور جو کچھ محسوس ہو، اُسے قابلِ نفی سمجھے، خواہ وہ حس خیالی محسوس ہو یا حسِ ظاہری، جیسا کہ دیکھنے اور سننے کی حسیں ہیں، اور پھر یہاں سے عین مُضغۂ دل کی طرف توجّہ کے عالم میں ذاتِ بے کیف میں یقین رکھے اور مُضغہ والفاظ کو مرتبۂ بے کیف کے حصُول کا وسیلہ سمجھے، اسی طرح اگر لطائف کا نُور شکل پذیر ہو، تو اسے وسیلۂ ترقی سمجھنا چاہیئے، نہ کہ عین مقصود۔ اللہ اس سے وسیلۂ ترقی محفوظ رکھے۔

مکتوب : ۵۱

آپ نے جو سوال کیا ہے وہ بے ربط عبارت میں لکھا ہے۔ ہم پہلے سوال کی عبارت کو صاف اور مربُوط کریں گے اور اس کے بعد جواب لکھیں گے۔ انشاء اللہ۔ سوال کی ترتیب یہ ہے :۔

سوال۔ لطائفِ خمسہ، لطافت کا درجہ رکھتے ہیں۔ چاہیے کہ کام کی ابتدا میں جسمانی ظُلمات پر غلبہ حاصل کرلیں، مگر صورت یہ ہے کہ مغلوب و مخفی، جسمانی ظُلمتوں پر غالب آجاتے ہیں، لیکن سلُوک اور مشقت کے بعد اُن پر غلبہ اور صفائی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب ہر مرتبۂ لطیفہ، خواہ وہ ارواح سے تعلق رکھتا ہو، خواہ لطائف سے، جب عناصر کی قید میں آجاتا ہے، تو اس پر جسم کا حکم نافذ ہوجاتا ہے اور نُورانی خصوصیت پوشیدہ ہوجاتی ہے اور اس میں حکمتِ خداوندی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے

سلوک کے مراتب کی تعلیم اپنے چیدہ چیدہ بندوں کو خود دی ہے۔ تاکہ سلوک کی ترتیب جذبۂ غیبی کے ظہور کی بدولت ان مقید لطائف میں سے ہر ایک کو ظلمت کی قید سے نکال کر اصلی خصوصیت تک، جو نورانی ہے اور صفا ہے، پہنچا کر اپنا حصّہ وصول کرے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

فائدہ: ۔ اسم ذات کی تعلیم سے پہلے، جب سالک کو تمیز نہیں ہوتی اس کا تمام وجود وسوسوں کی گزرگاہ ہوتا ہے، اور عین اس حالت میں وہ خیالات سے محظوظ ہوتا ہے۔ لیکن جب اسے اسم ذات کی تعلیم مل گئی ہو، اور اس نے یہ ارادہ کر لیا ہو کہ اس اسم کے سوا دل میں اور کوئی خیال نہ آنے دے گا اور صورت یہ ہو کہ پہلے ہی دل میں بے شمار وسوسے ہوں اور اس اثنا میں جب اسم ذات کی وحدت خانۂ دل میں داخل ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دل اسم ذات کا گھر ہے، تو وہ وسوسے جنہوں نے خانۂ دل کو بری طرح اپنی گرفت میں لیا ہوا ہوتا ہے، فوراً حرکت میں آجاتے ہیں۔ اگر جذبہ، وسوسے کی مزاحمت سے فارغ ہو جائے، تو جذبہ غلبہ حاصل کر لیتا ہے، اور اچانک تمام وسوسے دل سے باہر نکل جاتے ہیں۔ اور سالک جذبے کی مدد سے وسوسوں کی مزاحمت سے فارغ ہو جاتا ہے اگر جذبہ غالب نہ آئے، تو سالک کا کام رک جاتا ہے، اور جب وسوسے، صاحب دل کو دل میں آنے سے منع کر دیتے ہیں، تو سالک کو اس حالت میں وسوسوں کے لشکر سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے سالک کو چاہیے کہ اسم ذات کی وحدت کی قوت سے وسوسوں کے لشکر کی اکثریت سے گھبرا نہ جائے اور اس بات کا تہیّہ کرلے، کہ اسم ذات جو دل کے گھر کا مالک ہے، دل میں اپنی جگہ بنائے۔ اور وسوسوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اس

وقت تک کوشش کرتا رہے، جب تک وہ وسوسے دُور نہ ہو جائیں سلوک کے معنی یہی ہیں۔ اس لیے اس بارے میں غم نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اُن وسوسوں کو دُور کرنے کے لیے بہادروں کی طرح کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

فائدہ:۔ عالمِ مثال میں قلب کا رنگ کسی وقت سالک کو سُرخ نظر آتا ہے۔ غالباً پہلی بار سالک اس طرح کے سُرخ رنگ کو پسند کرے گا۔ اور اگر ذکر غلبہ کرے، تو وہ آواز پیدا کرے گا۔ اور رنگ سُرخ، جو ضروری نہیں، ختم ہو جائے گا۔

فائدہ:۔ اسم ذات اگرچہ چند حروف سے مرکب ہے اور حروف مخلوق ہیں، لیکن ایک مُبتدی کے لیے ذاتِ حقیقی کی یاد ان حرُوف کی ترکیب کے بغیر مشکل ہے اس لیے بولتے وقت یہ حادث لفظ اپنے سامنے مسمّٰی کو رکھتا ہے اور وہی اس اسم کی طرف رہنمائی کرتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں لَا کی مد کو ناف سے پیشانی تک کھینچنا چاہیے اور وہاں سے الٰہ کے کلمے کو دائیں طرف لانا چاہیے اور وہاں سے کلمہ لاالٰہ کی مدّ کو کھینچ کر قلب پر ضرب لگانی چاہیے اور پھر اس میں اضافہ کرتے جانا چاہیے، حتیٰ کہ ایک سانس میں اکیس ضربیں لگ جائیں، لیکن آہستہ آہستہ اور یہ سب حبس دم کی حالت میں ہوں۔ شروع میں یہ تین بار اور مسلسل ہونی چاہییں اور اگر اس سے زیادہ لگ جائیں، تو وہ بھی درست ہیں۔

فائدہ:۔ عالمِ مثال میں یہ جو زرد یا سُرخ یا کوئی اور تصوّر میں آتا ہے، وہ محض مصفا ہوتا ہے کیونکہ وہ رنگِ خارجی سے باہر ہے۔ اُسے نُور قرار دینا چاہیے یا خیال۔ اگر وہ قبلۂ نُور کی طرف سے ہے، تو وہ بھی عبادت ہے اور اگر خیال کے زُمرہ میں ہے، تو وہ سابقہ خیالات سے متعلق ہو گا۔ اس وقت خیال کی نفی کی مزید

ہے اور وہ نُور، جو اللہ سبحانہٗ کی ذات سے مختص ہے، وہ مُنزّہ ہے، وہ بشر کے حیطۂ تصور میں کس طرح آسکتا ہے. اگر سالک کو اس نُورِ منزّہ سے کچھ حصّہ حاصل ہے، تو وہ اس کا پَرتو ہے، اور یہ تصور ہے، پس اسے سمجھیے۔

فائدہ:۔ جو کوئی محو ہوگیا، اُس حالت میں اس کا ہر فعل عُذر کے درجے میں داخل ہے۔ اس پر کوئی مواخذہ (پکڑ) نہیں لیکن ابھی یہ محویت وفنا جس میں سالک ناپسندیدہ اُمور کا مرتکب ہو جاتا ہے، مرتبۂ اصلی میں داخل نہیں، اور نقصان دِہ ہے[1]

فائدہ:۔ سُلوک محبت کے شروع میں ہے، اور عشق غلبۂ محبت کا نام ہے[2]

فائدہ:۔ جن باتوں سے روکا گیا ہے، اُن سے بچنا چاہیے، کیونکہ ان کی نیرنگی دل میں خلل پیدا کرتی ہے۔ اور آیت کریمہ "اللہ کی خفیہ تدبیر پر ایمان لاؤ" اسی معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

فائدہ: نیند کو مَوت کی بہن اس معنی میں کہا گیا ہے کہ بس ظاہری تعلق کٹ جاتا ہے، نہ کہ مَوت کی طرح باطنی تعلق بھی، بلکہ باطن میں معاملہ اور ہوتا ہے (حاشیہ۔ اگر سوتے میں ایک نماز فوت ہو جائے اور آدمی مر جائے، تو آدمی سے اس نماز کی باز پُرس نہیں ہوگی) سالکوں کا طریقہ گاہے بسط یعنی کشائش ذوق ہے اور گاہے قبض یعنی تفرقہ۔ اس صورت میں غم نہیں کرنا چاہیے اور کام میں مشغول رہنا چاہیے والسلام۔

---

[1] ترتیبِ جمال کی قابلیت رکھنے والا مودب ہے اور ترتیبِ جلال کی قابلیت رکھنے والا گستاخ ہے۔

[2] اگر وہ ردّ نہ کرے تو جائز ہے، بلکہ ناز ہے۔ اس بات سے باز آ، کہ قصہ طویل ہے۔

باسم سبحانہٗ۔ بندے کے لیے پروردگارِ عالم کا ذکر دو طرح سے واجب ہے۔ایک ذکر لباس کے ساتھ ہے اور دوسرا لباس کے بغیر۔لباس کے ساتھ، ذکر مُبتدی اور متوسط کا خاصّہ ہے لیکن جہاں تک ذِکر بے لباس کا تعلق ہے، بے لباس کو انجذاب کے غلبہ سے مغلوب ہو کر (جو اسم الدلیل کی تربیت سے پیدا ہوتا ہے) سالک عین لباس سمجھتا ہے، یہ صاحب تشبیہ کا ذِکر ہے۔خواہ وہ مُبتدی ہو یا متوسط۔اگر اللہ تعالےٰ کی حفاظت میں اسم 'ہادی' کی تربیت سے لباس کو صاحب لباس کے وصول کا ذریعہ پایا ہے اور لباس کے تعلق کے باوجود اس کا باطن، صاحب لباس سے تنزیہ کی بدولت آگاہی رکھتا ہے اور لباس کو ذریعۂ وصول کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا تو وہ صاحبِ تنزیہ ہے، اگرچہ دونوں کے معاملے میں وصلِ مُتلبّس (وصل بحالت لباس) سے چھٹکارا نہیں پایا ہوتا لیکن اوّل وثانی دونوں کے درمیان بہت فرق ہے۔اوّل کی صاحب لباس سے آشنائی اضطراری اور ضمنی ہے، جب کہ دوسرے کے ساتھ یہ معاملہ اختیاری اور کھُلم کھُلا ہے۔اسی بات سے حضراتِ نقش بندی کے کمالِ استعداد کا اندازہ لگا لینا چاہیے کہ ابتدا و توسط میں ہی فراغت سے پہلے معنی و الفاظ کے لباس کی عین ضرُورت کے وقت لباس سے عاری ہوتے ہیں۔یہ ہوشیاری کا مرتبہ ہے۔ان دونوں کے درمیان فرق صاف ظاہر ہے۔اور صاحب تشبیہ کو اگرچہ یہ شے ضمنی طور پر حاصل ہوتی ہے، لیکن اس طرح کہ گویا اُسے خدائی تدبیر سے امکانِ امن حاصل ہے، کیونکہ یہ اسم الدلیل کی تربیت کے حساب سے ہے۔اور صاحبِ تنزیہ کا مُربّی چونکہ اسم الہادی ہے، اس لیے امن کی ظلمت کو اپنے مربّی کے نُور سے جو اسم ہادی ہے، دُور کر کے وہ خوف کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

فائدہ: البتہ وہ خوف اچھا اور لازم ہے جو آخر کار "لاخوفٌ عَلَیھِم" کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے۔اس لیے 'اذکیا' پر واجب ہے کہ چونکہ آیت کریمہ" اس کے چہرے

کے سوا ہر شئے ہلاک ہو جانے والی ہے" کے مطابق ہر مخلوق کی ہلاکت ایک یقینی امر ہے، اسلئے ہلاک کرنیوالے کے حکم کو عین قدیم شئے، جو لم یزال و لم یزل ہے۔ نہ سمجھے اور اگر کہا جائے کہ ہالک کے حکم کو، جو معدوم کی طرح ہے، نظر انداز کر کے اسے عین کہا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ عینیت کی نسبت، طرفین کے ملاحظہ کے بغیر یقینی نہیں ہوتی۔ چنانچہ جس وقت طرفِ ثانی نے عدم نسبت کا مرتبہ پایا، تو اس کی عینیت، امرِ موہوم کی بدولت منفی ہو گئی۔ چنانچہ وہی واحد حقیقی ہے، جو عینیت میں اس کے سوا کوئی شریک نہیں رکھتا۔ ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک (خاک کو عالمِ پاک سے کیا نسبت) دو صورتیں ہیں، یا تو وہ غیر حق کو پا لیتا ہے یا نہیں پاتا۔ اگر پا لیتا ہے، تو ہالک لم یزل کی کی عینیت محض جھوٹ ہے اور اگر نہیں پاتا، تو اس وقت عینیت کی نسبت عقل کے قاعدہ کے خلاف ہے پس سمجھئے۔ والسلام والاکرام۔

سوال ۔ حدیثِ قدسی میں مضغہ کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور قلب، جو لطیفہ نور ہے کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب ۔ اگر مرتبۂ ادنےٰ سے مرتبۂ اعلےٰ کی طرف جایا جائے، تو پہلے مرتبۂ ادنےٰ کا ذکر ضروری ہے، لیکن اگر اعلےٰ سے ادنےٰ کی طرف بیان کیا جائے، تو اعلےٰ کا ذکر پہلے آئے گا۔

سوال ۔ جس وقت اصل لطیفہ کی کیفیت معلوم نہ ہو، اور اس لطیفہ کی قابلیات کے معانی کے ظہور سے بہرہ وری ہو، تو اس وقت ناظرِ مضغہ اور انوارِ قلبی کا منظور، جیسا کہ لکھنے میں آیا ہے، کس طرح واقع ہوتا ہے؟

جواب ۔ ناظر کے دو مرتبے ہیں، اگر حجاب کی وجہ سے ناظر ہے، تو جب تک درمیان میں حجاب ہے، ایسے ناظر کی بہرہ وری کو منظورِ ظلّی کہا جاتا ہے، اور اگر لباس شاہد کے بغیر، بے واسطہ شہود ہے، تو اس بہرہ وری کو وصلِ اصلی کہتے ہیں۔

سوال ۔ حضرت پیرِ دستگیرؒ نے فرمایا ہے نفس، روح اور جسم سے پیدا ہوتا ہے اِس قول کی مفصل تحقیق بیان فرمائیں؟

جواب ۔ اللہ سبحانہٗ نے جسم کو عناصرِ اربعہ سے تخلیق فرمایا ہے اور روح کو اپنی حکمتِ بالغہ سے ، زندہ ، عالم ، بینا اور سمیع بنایا ، لیکن جسم کا مرتبہ رُوح سے مُتمیّز رکھا اور ان دونوں کے درمیان ایک برزخ ہے ، جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے ۔ اور عنصرِ خاص کا تقاضا ظلمت و کدورت ہے جو کفر و معصیت کا منبع ہے اور روح کے مرتبہ کی مناسبت نور و صفا سے ہے ، جو اطمینان و اطاعت کا سبب ہے ۔ ان دونوں میں سے ہر ایک پیدائش کے مرتبے میں ایک خاص خصوصیت رکھتا ہے اور ان دونوں کی تخلیق کی غرض ترکیبِ وجود کے بعد اختیاری ہے اور یہ نور و ظلمت کے مجموعہ اتحاد پر مبنی ہے ۔ لہٰذا قدرتِ کاملہ نے جسم میں سے عناصر کی تیرگی کو بلندی بخشی ، اور رُوح میں سے لطائفِ نُورانی کو نزول بخشا ، اور برزخیت کے مرتبہ میں ان دونوں کو جمع کر کے ایک ہیئتِ متحدہ پیدا کی ، اور اس کو ایمان و طاعت ، اور کفر و معاصی کا مجموعہ بنا دیا ، اور اسے مجبوری کی حبس صُورت سے نکال کر اختیار کی صفت سے موصُوف کیا اور اس کا نام نفس رکھا ۔ یہی وجہ ہے کہ جیسا کہ آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے نفس نے امانت کو اُٹھانا قبول کر لیا اور دوسروں کی طرح انکار نہ کیا اور اللہ تعالےٰ کے جمال و جلال کے کمالات کا مظہر بن گیا اور اللہ کے فضل کی طرح ، جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔ چونکہ اس تحقیق کے لیے تفصیل کی ضرورت تھی ، اس لیے اتنے ضروری بیان پر ہی اکتفا کیا گیا ہے ۔ انشاء اللہ کسی اور جگہ زیادہ باریک فہم کے لیے پھر بیان کیا جائے گا ۔ والسلام ۔

مکتوب : ۵۲

ایک عزیز کے نام۔

باسمِ سبحانہٗ، جان لیجیے کہ حدیثِ قدسی میں جن پانچ لطائف کا ذکر آیا ہے، ان میں سے ہر لطیفہ، صفا کے بعد ایک ولایت سے بہرہ ور ہے اور یہ ولایات پانچ ہیں، یعنی ولایت عامہ[1]، ولایتِ خاصہ[2]، ولایت اخص[3]، ولایت خاص الخواص[4] اور ولایتِ اخص الخواص[5] لطیفۂ قلبی اپنی ابتدا اور وسط میں ولایت عامہ سے بہرہ یاب ہے اور جو ولایت اولیاء کا سایہ ہے، اسے ولایتِ خاصہ کہا جاتا ہے اور پھر لطیفۂ قلبی کے آخر اور لطیفۂ روحی کی ابتدا اور وسط میں ولایت خاصہ کا حصہ ہے اسے ولایتِ صُغریٰ کہتے ہیں۔ اور پھر لطیفۂ روحی کے آخر اور لطیفۂ سِرّی کی ابتدا اور وسط میں ملاءِ علےٰ کے کمالات سے جو بہرہ حاصل ہے، اُسے ولایتِ اخص کہتے ہیں اور بعض اکابر کے نزدیک اس کا نام ولایتِ عُلیا ہے۔ اور لطیفۂ سِرّی کے آخر اور لطیفۂ خفی کی ابتدا اور اوسط میں ولایتِ انبیا کے کمالات کا حِصّہ ہے۔ اسے بعض محقق، ولایت کُبریٰ کا نام دیتے ہیں اور لطیفۂ خفی کے آخر اور لطیفۂ اخفی کی ابتدا اور وسط میں نبوتِ انبیا کے کمالات کا حِصّہ ہے، اولیا اللہ کی استعداد کے مطابق اور لطیفۂ اخفی کے آخر میں خاص نفسِ ولایت و نبوت انبیا کا حصول ہے اور اس پر صاحبانِ نبوت اپنے اپنے مراتب کے مطابق جاگزیں ہیں۔

مکتوب : ۵۳

ایک عزیز کے نام۔

چوں کہ بے رنگی اسیرِ رنگ شد　　　موسیٰؑ باموسیٰؑ در جنگ شد

چوں بہ بے رنگی رسی کا نداشتی　　　موسیٰؑ و فرعون دارند آشتی

ترجمہ۔ جس وقت بے رنگی رنگ میں قید ہو گئی، تو موسیٰؑ اور موسیٰؑ کے درمیان جنگ

چھڑ گئی۔ لیکن جس وقت بے رنگی ملی، تو صورت یہ ہوئی کہ موسےٰ اور فرعون کے درمیان بھی صلح ہو گئی۔

بیرنگی سے مراد مرتبۂ اطلاق ہے کہ اس میں تعین کی گنجائش نہیں، اور رنگ سے مراد مظاہر کی تعداد اور تعینات کی کثرت ہے اور اسیر[1] ہونے سے مراد آفتابِ وحدت کے نور کا بے شمار آبگینوں میں منعکس ہونا ہے اور موسیٰ کے موسیٰ سے جنگ کرنے سے مراد ایک پیغمبر کی شریعت کا دوسرے پیغمبر کے ہاتھوں منسوخ ہونا ہے، اور بے رنگی کے پا لینے سے مراد آخر کار ہدایت کی طرف رجوع کرنا ہے اور موسیٰ و فرعون کی صلح سے مراد متقابل صورتوں کا اضمحلال، تخصی تعین اور تکلیف کو ختم کرنا، اور مختلف رنگوں کے آبگینوں کو جو کثرت اعداد کا باعث ہیں۔ ختم کر دینا ہے (شرح میر محمد رضا عفی عنہٗ)،

فقیر (شیخ عبدالنبیؒ) یہ کہتا ہے کہ جو کچھ مخدومی میر رضاؒ نے مذکورہ بالا اشعار کی شرح میں فرمایا ہے۔ بہت پاکیزہ اور عمدہ ہے۔ لیکن یہ مطلب ایک فانی انسان کے لیے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ صاحبِ فنا کا کمزور ہونا ظاہر ہے اور وہ مراتب کی قید میں ہوتا ہے، حتیٰ کہ اگر کسی فانی شخص میں علمِ فنا، کمال حاصل کر لیتا ہے، تو بھی اُسکے حق میں فنا ثابت نہیں ہوتی۔ لہذا بیرنگی تک پہنچ کر میر مرحوم نے ابیات کی شرح میں عارف کی نظر سے تعینات کے اضمحلال میں مقید کیا ہے۔ عارف اور غیر عارف کے تعین میں کوئی فرق نہیں۔ اس معنی پر چند سوال پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ اسیر بے رنگی

---

[1] اسیر رنگ کہنا عالم ارواح کی طرف اشارہ کرتا ہے نہ کہ حق کی طرف حق تعالےٰ کو کون اسیر کر سکتا ہے اور روح نہ سُرخ و سفید نہ سیاہ و زرد۔ بلکہ مجہول الکیف ہے، جیسے کہ حق تعالےٰ بے کیف ہے۔

ہونے سے آفتاب کے نور سے بے شمار آبگینوں کا انعکاس مراد لیا ہے۔ اس مقام پر دو شبے وارد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ آبگینہ میں منعکس ہے، اس کی حقیقت بیان کی گئی ہے، لیکن آبگینہ کی حقیقت کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا کہ آیا وہ مستقل بنفسہ ہے یا آفتاب کے نور کا پرتو، دوسرا یہ کہ بے رنگی تک پہنچنے کو ہر لحاظ سے سالک کا اضمحلال کہا گیا ہے، حالانکہ وہاں ان دونوں کے نام و نشان کا تصور بھی نہیں، کیونکہ اس مقام پر صُلح کا ثبوت اضمحلال کے منافی ہے، اس لیے آشتی و صُلح، جو ان کی صفت ہے، ان کی ذات کے ثابت رکھنے کے بغیر متحقق نہیں۔

دُوسرا سوال یہ ہے کہ موسیٰ کی موسیٰ سے جنگ سے مراد، ایک شریعت کی تنسیخ دوسری شریعت کے ذریعے ہے۔ اور چونکہ جنگ مخالفت کے تقاضے کی وجہ سے ہے، اور کسی نبی کو دوسرے نبی سے ناسخ و منسوخ کی بنا پر مخالفت نہیں ہے، اور مخالفت کی تو بات ہی الگ رہی، منسوخ خود کسی وقت ناسخ کا محبوب رہا ہوتا ہے۔ اس لیے جنگ کی تحقیق میں کوئی کسر باقی ہے۔ چنانچہ ان مذکورہ اشعار کے معانی کی تحقیق ان کی شان کے مطابق حضرات کامل نے یوں کی ہے کہ اللہ تعالےٰ ازلی و باقی ہے اور جمال و جلال کی صفات سے موصوف ہے۔ ان دونوں صفات میں سے ہر صفت، اپنے ظہور کا تقاضا اور اپنی خصوصیتِ خاص کی وجہ سے دوسری صفت کے ظہورِ خاص کا تقاضا کرتی ہے اور ہرگز اس کے ظہورِ ازلی کی مخالف نہیں، چنانچہ "لاھُو" اور "لاغیرہٗ" اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اور اسی طرح ہر ظاہر کا ظہور اپنی ظاہری موافقت کی وجہ سے کسی خاص وقت میں کسی دوسرے ظاہر کے ظہور کا مُنکر یا مخالف نہیں، اور چونکہ نفس الواقع اس کے معانی اللہ تعالےٰ کے علمِ حقیقی میں ہیں، اس لیے باقیِ کامل نے جب اس حقیقتِ بے رنگی کو پالیا، اور رنگوں کو بے رنگی کے مخالف نہ پایا اور عین حالتِ شعور میں اس

اس نے اس کے مظہر دبقا کو علمِ حقیقی کے مطابق تلاش کیا، تو مظہریت کاملہ کے ایک مظہر کے ساتھ سوائے صلح و آشتی کے کسی اور حالت میں نہیں پایا. لیکن جب باقی ہوا نے، جس نے فنا کا راستہ نہیں پایا، اور جو بے رنگی کی حقیقت سے بہرہ ور نہیں ہوا، اور جس نے بے رنگی کو مختلف رنگوں میں مخفی رکھا، بصیرت کی صفت کی بدولت اس بات کو سمجھ لیا، تو یہ پوشیدگی وہ مرتبہ نہیں رکھتی۔ وہ گویا اسیری کے ارادے کو اطلاق و بے رنگی کا مرتبہ دیتا ہے، اور یہ اُن اہلِ ہوا کی مذمت اور تذلیل میں پہلے مصرع میں کہا گیا ہے یعنی کہ جب بے رنگی اسیرِ رنگ ہو گئی. اور یہ نہیں کہا گیا کہ حقیقت، نفس الامری کی نسبت سے بے رنگی کے مرتبے میں اسیرِ رنگ ہو گئی.

اللہ تعالےٰ بزرگ ہے، وہ مرتبہ عشق ہے اور یہ بہت بڑا مرتبہ ہے. اللہ ہی ہے اور اس کے ساتھ کسی شئے کا وجود نہیں اور شروع سے اب تک اس کی یہی حالت ہے بھلا مقید کو اتنی قدرت کہاں، کہ مطلق اُس میں قید ہو جائے. مطلق مقید کو گھیرنے والا۔ اور اسیری گھرنے کے بغیر ثابت نہیں ہوتی. چنانچہ مذکورہ اشعار کے معانی شخصِ باقی کی شان کے مطابق ہیں، یعنی چونکہ محجوب کی نظر میں مطلق حقیقی کا علم عدم مظہریت کی وجہ سے بے رنگی کے مرتبے میں مختلف رنگوں میں پوشیدہ ہے، اس لیے وہ حضرت موسیٰؑ کو دوسرے حضرت موسیٰؑ سے شریعتوں کی صورتوں میں اختلاف کی وجہ سے حالت جنگ میں پاتا ہے، کیونکہ حقیقت کے اِدراک سے پہلے مختلف رنگوں کی صُورت، جنگ سے مشابہت رکھتی ہے، لیکن حقیقت کے اِدراک کے بعد مرتبۂ فنا سے مرتبۂ بقا پر ترقی پا جانے کے بعد جب اسے حقیقت کا علم ہوتا ہے، تو اُسے پتہ چلتا ہے کہ صفات و شیون کا ہر مرتبہ اپنے ظہُورِ خاص کا مقتضی ہے اور چونکہ صفات کی آپس میں "لا ھُوَ" و "لا غیرُہٗ" کی نسبت تصدیق شدہ ہے، اس لیے ایک خصوصیتِ خاص کا ظہُور دوسری کے لیے محبُوب ہے اور مختلف انواع کے

ظہورات کے باوجود کوئی ظہور اپنے متبوع کے مخالف نہیں، اور بے رنگی کے مرتبہ کے تقاضے کے مطابق ان میں سے کسی ایک میں بھی آشتی کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور آشتی کیسے نہیں ہو گی، جب کہ تمام واحد حقیقی کی ذات کے ظہورات ہیں اور شرکت کی ان میں گنجائش نہیں، اور چونکہ جنگ شرکت کا تقاضا ہے، اس لیے اللہ تعالٰے کی لاشریکی نے مظاہر کی ذات میں آشتی کے سوا اور کچھ پیدا نہیں فرمایا ہے۔ بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است (ترجمہ:- اپنی بات اسی پر ختم کرتا ہوں کیونکہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے)

فائدہ:- معلوم ہونا چاہیے کہ تجلی کے چار درجے ہیں، آثاری[1]، فعلی[2]، صفاتی[3] اور ذاتی[4]۔ تجلی آثاری میں سالک کا فعل، حق کے فعل کے آثار کے غلبہ کی وجہ سے مضمحل ہو جاتا ہے اور اپنے فعل کے آثار کو حق کے فعل کے آثار سمجھتا ہے اس طرح تجلی فعلی میں اپنے افعال کو مغلوب پا کر عین افعالِ حق سمجھتا ہے، یہی حالت تجلی صفاتی کی ہے کہ وہ اپنی صفات کو حق کی صفات سمجھنے لگ جاتا ہے اور جب وہ تجلی ذاتی سے بہرہ ور ہوتا ہے، تو حق کے آئینے میں اپنی صورت کو دیکھتا ہے اور تجلیات کی یہ تفصیل اس مرتبہ کے متوسطین کی حیثیت سے ہے اور انتہا کو پہنچے ہوؤں کی تفصیل دوسری طرح ہے اور وہ ان لوگوں پر مخفی نہیں۔

فائدہ:- ہر تجلی، اللہ سبحانہ کی صفاتِ ذاتی کے کمالات میں سے ایک کمال ہے، لیکن اگر تجلی بسط و صفا کے وجود کے لیے ہے، تو وہ تجلی، نافع۔ فائض اور معطی کے اسما کے کمالات میں سے ایک کمال ہے اور اگر تجلی وجودِ قبض کے لیے ہے، تو اس تجلی کو قابض و مانع کے نام کے کمالات میں سے ایک کمال سمجھنا چاہیے۔ پہلے ظہور کے بعد عجز، حمد اور ثنا ضروری ہے۔ دوسرے ظہور کے بعد استغفار و تضرع کرنا چاہیے دلوں کا قبض، نفوس کے بسط میں ہے، اور دلوں کا بسط نفوس کے قبض میں

ہے، اس لیے اگر عین قبض میں استغفار و تضرع ہو جائے تو پھر بسط و صفا کی منزل شروع ہو جاتی ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے، اسے دیتا ہے۔

فائدہ: - وجود کا اطلاق دو درجے رکھتا ہے، واجب الوجود اور ممکن الوجود۔ واجب الوجود وہ ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو اور کسی اور کا محتاج نہ ہو، ممکن الوجود وہ ہے جس کا وجود و عدم اپنی ذات سے نہ ہو۔ بلکہ دوسرے کی وجہ سے ہو۔ اور یہ شریعت کے مقررہ عقاید ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ واجب تعالیٰ پر وجود کا اطلاق اپنی ذات میں ازل سے ابد تک ثابت ہے۔ اس لیے واجب تعالیٰ کا وجود حقیقی ہے، اضافی و اعتباری نہیں، جو کسی دوسرے کے اعتبار سے ہو اور ممکن پر وجود کا اطلاق اس معنی میں ہے کہ اس کا ثبوت عدم کی طرف لے جاتا ہے اور اس سے کئی معنی پھوٹتے ہیں، یہ وجود حقیقی کے فیضِ وجودی کی بدولت وجود میں آتا ہے اور وجودِ حقیقی کی نسبت سے اس کے وجود کو فیضِ وجودی کہتے ہیں۔ چنانچہ وجودِ ممکن حقیقی نہیں یعنی اس کا وجود اپنی ذات سے نہیں، اس لیے یہ اعتباری اور اضافی ہے۔ الغرض صوفیہ کی اصطلاح میں حقیقتِ وجود کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے، جو اپنی ذات کی بدولت قائم ہے، اور وجودِ اضافی و اعتباری کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جس نے دوسرے کے فیضِ اعتبار سے وجود پایا ہو۔ پس اسے سمجھئے اور پیچھے نہ رہ جائیے۔ اگر شک باقی رہ جائے، جانیئے، انشاء اللہ دور ہو جائے گا۔

فائدہ: - جو سالک غیر حقیقی مقاصد کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس میں نفی کی تاثیر کی علامت، فساد اور حسد اور اسی قسم کی، دوسری بری صفات کو دفع کر دیتی ہے۔ اگر سالک کی ذات سے یہ بری صفات مضمحل ہو جائیں، تو عوام کی دشمنی اور حسد سے سالک کی ذات کو نقصان نہیں ہوتا۔ کیونکہ عوام سالک کے کھانے پینے اور سونے کو اپنے کھانے، پینے اور سونے پر قیاس کر کے مخالفت پیدا کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ کہتے

ہیں" یہ کیسا رسول ہے، جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے"۔ چاہیے کہ تمام بُری صفات کو مختصراً نفی کی زد میں لے آیا جائے اور اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں، کیونکہ مراقبہ میں "اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ" (بے شک میں اللہ ہوں) "تمہارا رب ہوں" کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالےٰ کے کلام کے ظہور کا لطائف کی صورت میں ظاہر ہونا مان لیجئے۔ اور اپنے آپ کو حق سبحانہٗ کے کلام کے مظہر کے سوا اور کچھ نہ جانئے۔ ان کلماتِ مقدمہ کا ظہور، پہلے پہل اخفیٰ پر، پھر اخفیٰ سے خفی پر اور پھر خفی سے رُوح کے سِرّ میں ہوتا ہے اور اس کے بعد قلب پر، پس لطیفہ کو پانے والا، اپنی استطاعت کے مطابق پاتا ہے، کوئی تو مرتبہ اخفیٰ میں پاتا ہے اور کوئی اپنی استطاعت کے مطابق نچلے درجوں میں پاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی توفیق شاملِ حال ہو۔ وہ اللہ پاک ہے۔ وجودِ اعتباری کے معنیٰ کی حقیقت یہ ہے کہ وجود اور شے ہے، اور موجود اور شے۔ اور دونوں چیزیں حقیقی ہیں۔ وجودِ اعتباری کا مطلب کسی شے کے موجود ہونے پر غیر کے وجود کا اضافہ ہے اس لیے وجودِ اعتباری جس کا موجودِ اضافی پر اطلاق کیا جاتا ہے، لفظ "ہونے" کے اطلاق سے ہے اور لفظ "ہونے" سے عبارت ہے۔ یہ مصدری معانی ہیں۔ اور جب یہ ظاہر ہے کہ وجود اور موجود کے درمیان "ہونا" کا لفظ اعتباری ہے، حقیقی نہیں، تو حقیقت بالآخر وجودِ اعتباری کے موجود ہونے کی عبارت سے اس طرح معتبر ہوتی ہے کہ اس کے اعتبار کے بغیر یہ ایک ایسا نام ہے، جو بے معنیٰ ہے اور ایک ایسا لفظ ہے، جو اپنے وجود کے ثبوت کے لیے کوئی شے نہیں۔ پس ایسی شے جو اپنے ثبوت کی محتاج ہو، محض اس لحاظ سے کہ اس کا نام بھی اپنے اعتبار سے قائم نہ کہ اس حقیقت زائدہ سے، جس میں حقیقت کی کوئی بُو ہو، ہر لحاظ سے ناقابلِ اعتماد ہے۔ چونکہ حقیقت کے علاوہ تمام چیزیں ممکنات میں سے ہیں، اس لیے ظلیت کے مرتبہ کے حساب سے احتیاج میں غرق ہیں۔ اور اصل کی مدد کے بغیر اپنی کوئی حقیقت

نہیں رکھتیں اِس لیے مجبوراً ان کی اس ذاتی ضرورت کو فنا دعدم سے تعبیر کر کے انہیں معدوم وفانی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ جس کا اپنا کچھ نہ ہو، وہ فی الحقیقت معدوم و فانی ہے "وہی اوّل ہے وہی آخر، وہی ظاہر ہے وہی باطن اور اسے ہر شے کا علم ہے"۔ اِس آیت کریمہ کی تشریح رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں یوں وارد ہوئی ہے، رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے ہمارے اللہ تو سب سے اوّل ہے، اور تجھ سے پہلے کوئی شے نہ تھی تو سب سے آخر ہے اور تیرے بعد کوئی شے نہیں۔ تو ظاہر ہے اور تجھ سے اوپر کوئی شے نہیں، اور تو باطن ہے اور تجھ سے پرے کوئی شے نہیں"۔

فائدہ:۔ اللہ پاک ہے۔ میں نے دونوں جہانوں کے خیالات کو اپنے دل سے اس طرح دھو دیا ہے ع کر شُد بر تختۂ زریں زیک نقطہ دو خط پیدا (کہ سنہری تختے پر ایک نقطے سے دو خط پیدا ہو گئے)

فائدہ:۔ اہلِ تصوف کی اصطلاح میں توحید خالص کو تمثیل کے انداز میں نقطہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، نیز ان کی اصطلاح میں کیا مرتبۂ وجوب اور کیا مرتبۂ امکان سوائے توحیدِ خالص کے اور کوئی شے نہیں۔ چنانچہ جب تمثیل کے انداز میں نقطہ کا بیان کرتے ہیں اور نقطہ کی سیر سے مراد خط کا وجود ہے، تو توحیدِ خالص کے ظہور کو، کیا مرتبۂ وجوب اور کیا مرتبۂ امکان، سیر سے تعبیر کرتے ہیں اور مرتبہ وجوب کو خطِ اوّل سے اور مرتبہ امکان کو خطِ ثانی سے بیان کرتے ہیں۔ جب یہ بات طے ہو گئی۔ تو پھر سالک نے تخیل کے مرتبوں کو، جس وقت اعداد و شمار سے خالی ہو کر دیکھا۔ تو وہ اپنے دیدۂ بصیرت کے سوا مضمحل ہو گیا، اور پھر کیا مرتبۂ وجوب اور کیا مرتبۂ امکان، اس وقت اس کی آنکھوں میں سوائے توحیدِ خالص کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ جان جاتا ہے کہ وہ خود ہی ہے، جس نے اپنے آپ کو ان مراتب پر جلوہ گر دیکھا ہے۔ اور اس سے پہلے

لائے سے مرتبۂ وجوب و حدوث سے مرتبۂ امکان میں وہ کثرت کا نظارہ کرتا تھا اور حقیقت سے غافل تھا۔ اِس زمانے میں وہ حقیقت سے باخبر ہوا۔ اور آدمی کثرت کے مراتب پوشیدہ کی سیر کرتا اور اسرارِ غیب کے ظہور کا مشاہدہ کرتا ہے۔

فائدہ: یہ ان لوگوں کی تحقیق ہے، جو ذات کے مرتبے سے، اضافی چیزوں کو گرا دیتے ہیں خواہ یہ اضافت اجمالی ہو، کیونکہ وہ اُسکو وحدت کا نام دیتے ہیں اور یقین اوّل کہتے ہیں اور خواہ اضافت تفصیلی ہو کہ اس کو یقینِ ثانی اور واحدیت کہتے ہیں اور ان مراتب کے ظہور کو علم کے مرتبے میں جانتے ہیں۔ حضراتِ انبیا کے کمالاتِ ولایت کے محققین، ان کی جامع الصفات ذات کو وحدتِ حقیقی میں شمار کرتے ہیں اور دونوں مراتب کو اعداد و شمار کے بغیر اور تقدیم و تاخیر کو صرفِ نظر کر کے وحدت میں صرف خارجی مظاہر سمجھتے ہیں یعنی علم اللدنی کی تعلیم کی بدولت۔ صفاتِ ذاتیہ کے کمالات کو، جو صفات کے تقاضے ہیں اور غیب والغیب کے مرتبہ میں ہیں، علم ظہور کے مرتبہ میں جانتے ہیں اور اُس ظہور کو ارادت و قدرت کے مرتبۂ علم میں معلوم و مراد اور مقدورِ ازلی کا نام دیتے ہیں اور اس ظہور کو ظہورِ ازلی و ابدی بھی کہتے ہیں جیسا کہ کہا گیا کہ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا" اور جب صفات کے تقاضوں کو علومِ ظہور کے مرتبہ میں ظہور کے باوجود موجودیتِ خارجی کے مرتبہ میں محجوب و مقرر فرمایا، تو جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے کہا "پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں، چنانچہ میں نے خلقت کو پیدا کیا تاکہ وہ پہچانے" ان تمام معلومات اور ازلی مرادات کو ممکن الوجود کے خارجی مرتبہ میں ظاہر کیا اور اس کا نام عالمِ امر اور عالمِ خلق رکھا۔ جب ذات و صفات مع اپنے غیب اور غیب الغیب کے تقاضوں کے اپنی حقیقی جمعیت کے ساتھ ازلی ہے اور مرتبۂ وجوب اس کے ضمن میں ہے، تو اس مقام پر سیر کے اطلاق کو، جو تفصیل و اجمال کا مقتضی ہے، جائز نہیں رکھتے۔ چنانچہ صفات کی مقتضیات کی جامعیت کو جو غیب الغیب

محض ہے، ایک نقطہ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے ظہور کو جو عالمِ امر اور عالمِ خلق کے مراتب پر واضح ہوا، دو خطوط میں بیان کرتے ہیں چنانچہ جب سالک ظلیت کے مرتبہ سے عروج کی طرف جاتا ہے اور معلومات کے ظہور سے وہ جس مرتبہ میں تشبیہاً مبتلا ہوا تھا اس سے ترقی کر جاتا ہے، اور نقطہ معلومات کو معدوم الکیفیت تک پہنچ کر علمِ اصلی کے ذریعے حاصل کر لیتا ہے تو دونوں جہانوں کے مراتب مفصلہ کو، جو دو خطوں کی طرح ہیں، ظہورِ معلومات اور غیب الغیب کی ازلی مرادات میں پا لیتا ہے۔ یہ شعر یہاں تک کی خبر دیتا ہے، اور اس سے پہلے خاموش ہے۔ کیونکہ اس شعر کے مالک کا مقام متوسط معلوم ہوتا ہے اور جب غیب کے فضلِ اخص سے مرتبۂ معلومات سے، جو علمِ حضوری کا مقدمہ ہے، ترقی پا کر علم کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے، تو اس مقام پر حضورِ علمی متحقق ہے اور علم کا مرتبہ معلوم کے مرتبے سے اوپر ہے، اس لیے ضروری ہے کہ مرتبۂ علم میں علمِ حضوری ہو اور محض علم اور معلوم کچھ بھی نہیں اور چونکہ علم، عالم سے زیادہ نہیں اس لیے جامع کمالاتِ ذات اس مقام پر خود حاضر ہے یہ حضور در حضور کا وہ مقام ہے، جس کی خبر حضرت پیر و دستگیر حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مصنفات" میں دی ہے۔

"اے اللہ اگر ہم نے کوئی بھول کی ہو، یا غلطی کی ہو تو اس پر گرفت نہ فرما" میں نے اپنی ناقص عقل کے مطابق کچھ باتیں کہی ہیں، انہیں سمجھئے۔

فائدہ:۔ اللہ کے پاک نام سے۔ ذات وصفات سے جس شئے کا تصور پیدا ہوتا ہے، وہ لطیفۂ خیال کے صفا سے مغلوب ہوتا ہے۔ اگر تصور کردہ شئے شرعِ شریف کے سانچے کے مطابق نہیں، تو یہ خیال، لطیفۂ نفس کا پیش کار ہے اور اگر شرعِ شریف کے مطابق ہے، تو خیال لطیفۂ قلبی سے مستفیض ہے۔ پہلے خیال کا نتیجہ کفر، بدعت

اور اسلام سے محرومی ہے اور اسی طرح دوسرے معائف کا قیاس کر لیں۔

فائدہ :۔ رباعی۔

ہر جا کہ وجود کردہ سیر است اے دل! دانی بیقیں کہ محض خیر است ، اے دل!
چوں شر نہ عدم بود ، عدم غیر وجود پس شر ہمہ مقتضائے غیر است اے دل!

(ترجمہ :۔ اے دل جس جگہ بھی وجود نے سیر کی ہے یقین رکھ کر ، وہ محض خیر و نیکی ہے۔ چونکہ شر عدم اور عدم غیر وجود سے ہے ، اس لیے شر غیر کا مقتضیٰ ہے۔)

ان اشعار کے معانی کا خلاصہ یہ ہے کہ موجودات میں سے جو موجود شئے اللہ کی مرضی سے موافقت رکھتی ہے اور اس کی موافقت امرِ وجودی سے ہے ، اس کا وجود سراسر خیر ہے ، اور جو موجود شئے اللہ کی مرضی سے موافقت نہیں رکھتی اور چونکہ عدم موافقت ، امرِ عدمی ہے ، اس لیے عدم موافقت کی وجہ سے وہ سراسر شر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خیر امرِ وجود کا لازمی تقاضا اور شر امر عدمی کا مقتضا ہے ، اور خیر و شر کا پیدا کرنے والا اللہ سبحانہ ہی ہے ؎

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار ہر ورقے دفتریست ، معرفتِ کردگار

(ترجمہ صاحب ہوش کی نگاہ میں سبز درختوں کا ایک ایک پتہ اللہ تعالٰی کی معرفت کا دفتر ہے)

ہر پتے سے معرفت کی خبر دو طرح سے ملتی ہے ، یا تو استدلال سے ، یا کشف سے۔ چنانچہ جو شخص ان میں سے کسی طرح معرفت کی خبر نہیں رکھتا ، وہ غفلت میں پڑا ہے ، اور یہ جو انسان اور جن کو خاص عبادت کے لیے مخصوص کیا گیا ہے وہ عبادتِ اختیاری ہے ورنہ یوں تو ہر مخلوق کو عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے ، لیکن وہ عبادتِ اضطراری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عبادت اور اس کے وصف کی تشریح نہیں کی گئی۔

فائدہ :۔ جو مرید اپنے باطن میں اکثر اوقات راسخ العقیدہ ہونا چاہیے ، اس کے

لیے ضرورت کے وقت ظاہری خدمت بھی ضروری ہے اور اگر بلا ضرورت میسر نہ ہو سکے، تو اس سے عقیدے میں نقصان اور کمی پیدا نہیں ہوتی۔ والسلام۔

فائدہ:۔ ایک عزیز نے کہا کہ مخلوق بات میں نہیں سماتی اور بات میں اس کی قیمت نہیں پڑتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مخلوق کی بات میں قیمت نہیں پڑتی۔ اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ مخلوق کی خرید کے لیے زر کی ضرورت ہے اور یہاں بلے زر سخن کی کیا قدر و قیمت، دوسرا یہ کہ سخن کا مرتبہ بلند ہے اور وہ مخلوق، جو غیر حق سے مراد ہے، مرتبۂ ادنیٰ رکھتی ہے اور اعلیٰ شئے کو ادنےٰ شے پر خرچ کرنا نادانوں کا کام ہے۔ رہی یہ تحقیق کہ مخلوق (مکوّن) سخن میں نہیں سما سکتی، تو اس میں شک و شبہ ہے، کہ آیا عزیز مذکور اپنے کلام میں مذکورہ مخلوق کی عدم گنجائش کا ذکر کرتا ہے، یا غیر مذکور مخلوق کی عدم گنجائش کا ذکر کرتا ہے۔ پہلی حالت میں ظاہر ہے کہ کلام میں گنجائش ہے۔ دوسری حالت میں، جو غیر مذکور ہے، ذکر کے بغیر اس کی نفی کرنا درست نہیں ہے۔ یہ ذکر خواہ زبانی ہو یا نیت میں ہو۔ اگر یہ زبان سے ہوا، تو اس سے مراد اصل حقیقت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جس وقت میں لفظِ مخلوق کو اپنے مفہوم تک پہنچا دیتا ہوں، تو وہی عینِ حقیقت ہے، اور سوال کرنے والے کا غالباً مطلب بھی یہی ہے کیونکہ کسی لفظ کا بیان اس کے معانی کی اطلاع دیتا ہے، یعنی اس لفظ کے ذکر سے حقیقت تک پہنچا جاتا ہے۔ اگر یہ صورت ہے تو پھر درست جواب حاصل نہ ہوا، بجز اس کے کہ یہ کہوں کہ عزیز کی مراد حضورِ حقیقی کی طرف نسبت کی ترغیب دینا ہے، کیونکہ وہ وصلِ عریاں اور وصلِ نومیدی ہے، تاکہ وصل سے مرتبۂ عالی کی طرف ترقی کا میلان پیدا ہو، اور لباسِ عمر کی قید سے رہائی نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ہدایت دے اور تمہیں منزلِ حقیقی تک پہنچائے۔

فائدہ:۔ موجود کی دو قسمیں ہیں۔ ایک واجب الوجود دوسری ممکن الوجود، ممکن الوجود

مزید دو حصوں میں قابلِ تقسیم ہے۔ اوّل یہ کہ جوہر ہو۔ اور اس کی پانچ اقسام ہیں۔ جسم[1] ہیولیٰ[2]، صورت[3]، عقل[4] اور نفس[5]، دوسرا حصہ عرض ہے۔ اور اس کی نو[9] قسمیں ہیں کم[1]، کیف[2]، این[3]، متی[4]، فعل[5]، انفعال[6]، ملک[7]، اضافت[8] اور وضع[9]۔ اور واجب اس سے پاک ہے۔

فائدہ: صانع کے وجود کو ثابت کرنے کا انحصار دو طریقوں پر ہے، ایک عقل ہے، دوسرا ریاضت ہے، اور عقل سے ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں، وہ جو دلائلِ عقلی سے اور انبیاء علیہم السلام کی سنت و سیرت سے شہادت لاکر ثابت کرتے ہیں۔ انہیں متکلمین کہتے ہیں، اور وہ جو صرف دلائل عقلی سے انبیا کی پیروی کے بغیر ثابت کرتے ہیں۔ انہیں حکماء اور مشائین کہتے ہیں، اور وہ جو ریاضت اور انبیا کی پیروی کے ساتھ ثابت کرتے ہیں، انہیں صوفیاء کہتے ہیں اور وہ جو صرف ریاضت سے انبیا کی پیروی کے بغیر پیدا کرنے والے کو ثابت کرتے ہیں، انہیں اشراقیں کہتے ہیں (حاشیۂ مُلّا کا ترجمہ مواقف کی شرح پر ہے)

فائدہ: ۔ گمان چار قسم کا ہوتا ہے، پہلی قسم مامور بہ، اور یہ نیک گمان ہے اللہ تعالےٰ اور مومنوں کی نسبت، اور حدیث میں آیا ہے کہ نیک گمان ایمان کا حصہ ہے۔ دوسری قسم حرام گمان کی ہے اور یہ خدا اور مومنوں کی طرف بدگمانی ہے تیسری قسم "مندوب الیہ" کی ہے اور یہ امورِ اجتہادیہ میں گمانِ غالب سے کام لینا ہے۔ چوتھی قسم مباح کی ہے اور یہ وہ گمان ہے، جو دنیا اور تلاشِ معاش کی مختلف صورتوں میں ہوتا ہے۔ اس میں بدگمانی اکثر سلامتی کا سبب اور بڑے بڑے کاموں کے انتظام میں مفید ہوتی ہے، اور اسے اچھی صورت میں شمار کیا گیا ہے۔ رباعی

آنکس کو لوائے عیب افراختہ است   اُو از تنِ مرداں غذا ساختہ است
وانکس کہ بعیبِ خلق پرداختہ است   زانست کہ عیبِ خویش نشناختہ است

فرد: بدنفس مباش، بدگماں باش   وز فتنہ ومکر در اماں باش

ترجمہ (رباعی) جس شخص نے عیب جوئی کا پرچم بلند کیا ہوا ہے، اس نے لوگوں کی آواز کو اپنی غذا بنایا ہوا ہے۔

اور جس شخص نے خلقت کی عیب جوئی میں اپنے آپ کو مشغول کر لیا ہے، وہ اس لیے ہے کہ اس نے اپنے عیب کو نہیں پہچانا۔

فرد۔ بدنفس مت بن، بدگمان بے شک بن،   اور اس طرح فتنہ و مکر سے اماں میں رہ

فائدہ:۔ حکم کے دو مرتبے ہیں، ایک ایجابی اور دوسرا ایجادی۔ حکم ایجابی وہ ہے، جو واجب قرار دیا گیا ہو۔ بندوں کو کہہ دیا گیا ہو کہ فلاں کام کرو۔ چنانچہ حکم ایجابی میں اگر کسی بندے سے حکم کے خلاف بات ہو جائے، تو ممکن ہے، اور حکم ایجادی یہ ہے کہ کسی شے کو موجود ہونے کا حکم دیا جائے۔ اس کے خلاف ممکن نہیں، اس کو بھی حکم کہتے ہیں۔

فائدہ: جان لو، کہ نیکی رضا و محبت اور اللہ تعالےٰ کے امر، ارادے اور قضا و حکم سے ہے۔ اور بدی اس کے حکم و ارادت و قضا سے ہے، نہ کہ رضا و محبت و امر سے، اور رضا و محبت کی بہ نفی متعدی ہے، لازمی نہیں۔

فائدہ:۔ جان لو کہ اللہ کے نام کے چار حروف[1] ہیں۔ الف کی حقیقت سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باخبر ہیں۔ پہلے لام کی حقیقت سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ، باخبر ہیں اور دوسری لام سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ باخبر ہیں اور ہائے (ہ) کی ایک آنکھ سے حضرت داؤد اور دوسری آنکھ سے حضرت عیسیٰ روح اللہ واقف ہیں، ہمارے نبیؐ اور دوسرے انبیا پر صلوات و تسلیمات۔

---

[1] یہ حضرت شیخ آدم بنوریؒ کی تحقیق ہے۔

فائدہ: حیرت کے دو مرتبے ہیں: ایک حیرتِ مقبول اور دوسری حیرتِ مردُود، حیرتِ مقبول یہ ہے کہ اپنے باطنی حواس کو ادراک کے ممکنہ حاصلات سے خالی رکھے، اور تمام حواس کو تصوری حاصلات سے خالی پانے کے لیے جتنا زیادہ غور کرے، کچھ نہ پائے اور اس نہ پانے کو پانے کی حقیقت سمجھے، اور حقیقت نہ پانے کو ہی قُرب و معیت سمجھے۔ حیرتِ مردُود یہ ہے کہ حواس باطنی کے خلاء سے مضطرب اور پریشان ہو جائے۔ محبُوب کے قُرب سے دُور ہو جائے اور اس کی ہمراہی سے اپنے آپ کو محرُوم کرلے۔

فائدہ: شرح امالی میں کہا گیا ہے کہ بعض گُمراہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ دنیا میں اس طرح ہے، جس طرح گھاس کے اندر تری۔ اس یقین سے کُفر لازم آتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کو نہ زمانے کے اندر کہا جا سکتا ہے اور نہ باہر۔ دونوں باتیں کُفر ہیں کیونکہ کسی جگہ کو خدائے تعالےٰ سے نسبت دنیا کُفر ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ جب عرش، کرسی، آسمان زمین، آدمی اور پری، کچھ بھی نہ تھا۔ خدا تھا، اس کی کوئی جگہ نہ تھی۔ وہ کسی چیز میں نہیں تھا اور کسی چیز کے اُوپر نہیں تھا اور اب بھی اسی طرح بے مکاں اور بے جگہ ہے اور کسی چیز میں نہیں ہے۔ بات ختم ہوئی۔

سوال: یہ جو کہا جا سکتا ہے کہ خدا نہ عالم کے اندر ہے نہ باہر، تو یہ بات دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا یہ کہ وہ اندر بھی ہے اور باہر بھی ہے یا کہ تیسرا مرتبہ بیان کریں کہ وہ اندر اور باہر سے پرے ہے، لیکن یہ تو وہی پہلی بات ہے یعنی جس وقت میں نے اسے پرے کہا، تو یہ بھی باہر ہی کی ایک قسم ہے، اور پھر یہ کہ مصنف نے خود اس سے پیشتر فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ تمام مخلُوقات سے پہلے تھا اب جب کہ اور مخلوق بھی پیدا ہو چکی ہے، وہ اسی طرح ہے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عالم سے باہر ہے اور یہ بات دونوں باتوں کی ضد ہے۔

جواب :- اہلِ سنّت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نہ عالم سے باہر ہے نہ اندر۔ اور اس تحقیق کی دو وجوہ ہیں :-

اوّل یہ کہ جس کو عالم کے اندر اور باہر کہتے ہیں۔ اور اس نام سے پکارتے ہیں، وہ تمام عالم سے ہے۔ پس اگر اللہ تعالےٰ کو عالم میں کہوں، تو وہ عالم میں مقیّد ہو جائے گا اور اگر عالم سے باہر کہوں، خواہ اس باہر کو عالم سے باہر سمجھوں، تو کیسے ؟ کیونکہ وہ عالم سے باہر نہیں، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ پس یہ بات بھی کہی جائے گی کہ اللہ تعالےٰ عالم میں ہے اور اللہ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ پس صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو موجود و ثابت کہوں اور یہی عقیدہ رکھوں لیکن اسے اندر یا باہر نہ کہوں، کیونکہ یہ دونوں حالتیں حادث ہیں۔ دوئم یہ کہ بالکل اندر کہنا اللہ تعالےٰ کی شان کے شایاں نہیں، اور باہر کہنے کے دو مرتبے ہیں: ایک یہ کہ ایک حد سے دوسری حد تک تجاوز کرنا۔ دوسرا ایک مرتبے سے دوسرے مرتبے سے غیریت اور دوئی رکھنا۔ اگر پہلے معنی کا اللہ تعالےٰ پر اطلاق کروں، تو یہ کفر ہے۔ کیونکہ اس کی جناب میں حدود کی گنجائش نہیں، اور اگر دوسرے معنی میں کہوں، تو یہ درست ہے کیونکہ وجوب کا مرتبہ امکان کے مرتبے سے پرے ہے۔ اور یہ خود ایمان ہے اور اس کی ضد کفر ہے پس نہ پہلا نصف مراد ہے نہ دوسرا نصف۔ کیونکہ دوسرے کے بارے میں خود کہا گیا ہے کہ جس جگہ خدا ہوگا، عالم نہیں ہوگا۔

فائدہ :- اہلِ بصیرت کے نزدیک کوئی اسم اپنے مسمّٰی کے بغیر نہیں ہوتا سمجھنا چاہیے کہ اسم کے تین مرتبے ہیں (۱) مرتبۂ لفظی، (۲) مرتبۂ وصفی اور (۳) مرتبۂ ذاتی جسے مرتبۂ علمی بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ اسم مرتبۂ لفظی کے اعتبار سے مسمّٰی کے بغیر ہے اور مرتبۂ وصفی کے لحاظ سے نہ عین مسمّٰی ہے نہ اس کے بغیر۔ جیسا کہ صفات کی نسبت کی تحقیق میں ہم اس سے پہلے مکتوبات میں بیان کر چکے ہیں اور مرتبۂ ذاتی یا مرتبۂ علمی کے اعتبار سے اسم

عین مسمّٰی ہے اور ہم مقتول اجل کے مقطوع ہیں۔

فائدہ:۔ جو شخص کسی کے ہاتھوں مارا جاتا ہے۔ اس کی اجل کا وقت کم نہیں ہوتا۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے اس کے لیے جو مہلت لکھی ہوتی ہے، اس میں کمی نہیں ہوئی ہوتی۔ اس کی موت وقت مقررہ پر ہی ہوتی ہے اور جب کسی شخص کی موت آجاتی ہے۔ تو اس میں اتنی کمی وبیشی بھی نہیں ہوتی جتنی کہ ایک چیونٹی کے قدم اٹھانے اور رکھنے میں ہوتی ہے۔ اس میں کوئی آگے پیچھے نہیں ہوتا، بلکہ وہ یقیناً اُسی گھڑی میں وفات پائے گا۔ لیکن گمراہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر وہ فلاں کے ہاتھوں نہ مارا جاتا، تو کچھ اور مدت زندہ رہ جاتا۔ اُن کی یہ بات کفر ہے۔

سوال۔ جب موت کا مقررہ وقت کم نہیں ہوتا، تو پھر اس کو قتل کرنے والا قابلِ عذاب کیوں ہوتا ہے؟

جواب۔ جب کسی شخص کا مقررہ وقت آجاتا ہے، تو اللہ تعالےٰ اُسے یقیناً موت دے دے گا۔ لیکن بندے پر واجب ہے، کہ جب اس کی اجل آجائے تو قتل نہ کرے، کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کی ملکیت ہے اس ملکیت میں تصرف بھی اللہ تعالےٰ ہی کا ہے اور چونکہ بندہ فاعلِ مختار ہے، اپنے اختیار سے خونِ ناحق کرنا جس کا کرنا اس پر واجب نہ تھا، لائقِ عذاب ہو جاتا ہے۔ اس کی شرح کا علم خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

سوال:۔ چونکہ تمام مخلوقات کی اجل اللہ تعالےٰ کے ارادے اور تقدیر سے ہے، اور بلاشک وشبہ اپنے وقت سے تجاوز نہیں کرتی، اسی طرح فاعل کی حرکات و سکنات بھی خواہ اختیاری ہوں یا غیر اختیاری، اللہ تعالےٰ کی مرضی اور تقدیر سے ہیں، اور مقررہ حرکات وسکنات کی حد سے بڑھنا بھی گویا خدا کی تقدیر اور اس کے ارادے کے ظہور کے مطابق ہے، یہ دونوں باتیں آپس میں متضاد ہیں۔ اس لیے

ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اس کا عذاب قاتل پر ہو، کیونکہ اگرچہ اس کی حرکت اختیاری ہے، تاہم مقتول کی اجل اللہ تعالیٰ کی مشیّت اور ارادے سے ہے۔

جواب: اس کی دو وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ افعال کی صورت کے مطابق اور دوسری وجہ حقیقت کے بموجب ہونا ہے۔ صُورت کے مطابق یہ ہے کہ جو کچھ ہے، وہ خدا کے ارادے اور قضا کی وجہ سے ہے۔ لیکن فاعل کی دو (۲) حیثیتیں ہیں، یا تو فعلِ منظور کا وقت خود امر و نہی رکھتا ہے اور اس فعل کے مطابق ظہور کرتا ہے، یا یہ کہ اسے منظور نہیں ہوتا۔ اگر منظور ہے، تو اس کے حق میں ارادہ و تقدیر، مع تقدیرِ فعلی اس پر تقدیرِ ثواب مقرّر کیا گیا ہے۔ اگر منظور نہیں تو عذاب کی تقدیر اور امر و نہی کا ظہور قضا و قدر کے ظہور میں توقف کا جواز نہیں، بلکہ اس لیے ہے کہ خبیث طیب سے جُدا ہو جائے۔ اور بموجب حقیقت یہ ہے کہ عالم کی تخلیق یا تو صفاتِ جمال کے ظہور کی بدولت ہے، یا صفاتِ جلال کے ظہور کی بدولت۔ جس کی تخلیق صفاتِ جمالیہ کے ظہور کی بدولت ہے۔ چنانچہ اس کے افعال اللہ کی مرضی اور حکم سے مقرّر کیے گئے ہیں، جن میں کوئی تجاوز نہیں ہوتا۔ اسی طرح جو کچھ ثواب و درجات سے ہوتا ہے، وہ یہی صفاتِ جمالیہ کے ظہور کی بدولت اس کے حق میں عطا کیا گیا ہوتا ہے جس کی تخلیق اس کی صفاتِ جلالیہ کے ظہور سے ہوتی ہے، جیسا کہ اس کے افعال کا ظہور صفتِ رضا کے خلاف ظہور میں ہوتا ہے۔ اس طرح جو کچھ عذاب اور طبقاتِ جہنم ہوتے ہیں، وہ یہی صفاتِ جلالیہ کے ظہور کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ پس جب سوال کرنے والے کو معلوم ہو گیا کہ حرکت اور غیر حرکت، جو کچھ بھی ہے، وہ خدائی تقدیر ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ عذاب و ثواب کو بھی ازل سے مقرّر کردہ سمجھے۔ اس پر ناک بھوں نہ چڑھائے اور بغض نہ رکھے۔

فائدہ: رُباعی:

روزی فلک ہر آئینہ بر ما جفا کند — دز دوستانِ ہم دمِ مارا جدا کند
آسان کنی اَز مرگ خدایا ہر آں کسے — کیں نسخہ من بخواند مارا دعا کند

(ترجمہ) بے شک آسمان ہم پر کسی دن ظلم کرتا ہے۔ ہمیں اپنے عزیز دوستوں سے جدا کر دیتا ہے۔ اے خدا اس شخص کی موت آسان کر دے، جو میری یہ کتاب پڑھے اور میرے لیے دعا کرے۔

آسمانوں اور ستاروں کے آثار کی نسبت دو طرح کی ہے: ایک یہ کہ اس بات کا اعتقاد کر لیا جائے کہ یہ حقیقی موثر ہیں۔ یہ کفر ہے۔ اگر یہ اعتقاد رکھے کہ مؤثرِ حقیقی تو اللہ تعالےٰ ہے۔ یہ تو اللہ تعالےٰ کے اسما کے احکام کے ظہور کے وسیلے ہیں اور ان میں سے کوئی اسما و صفات کے تقاضوں سے تجاوز نہیں کرتا، تو یہ ایمان ہے۔ پس اس رباعی کے مُصنّف کی مراد آسمان کے افعال کی نسبت دُوسری قسم کی ہے۔ پہلی قسم کی نہیں۔ اور چونکہ اس قسم کے وہم انگیز اطلاقات بیں غیر شرعی معانی بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اولیا اللہ نے اسی قسم کے اطلاقات کو جن سے وہم پیدا ہوتا ہے، ترک کر دیا ہوا ہے، اور دوسروں کو بھی منع فرمایا ہے۔

فائدہ:۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "اے لوگو اگر میں چاہوں، تو تم کو دُور کر دوں اور تمہاری جگہ اَوروں کو لے آؤں"

سوال: اس آیت سے یہ مفہُوم پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس مخلُوق کو ختم کر دیں اور اس کی جگہ اور مخلُوق کو لایا جائے۔ تو درست ہو گا۔ اور صُورت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو اپنی قدرت اور ارادے سے معلُوم ہے کہ جو مخلوق اس وقت دنیا میں موجود ہے، ان میں سے بعض کے لیے ابدی ثواب و عذاب مقرّر ہے اور اس مرتبۂ ابدیت کے زوال سے محفوظ ہیں۔ جو ان کے حق میں ثابت ہو چکا ہے۔ اس لیے اگر مذکورہ بالا آیت کریمہ کے مطابق اس کو ختم کر دیا جائے اور اس کی جگہ دوسری مخلُوق کو

پیدا کر دیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ابدی عذاب و ثواب کا معاملہ نہ کیا جائے تو پھر مقدور، مراد، اور ارادے میں نقصان کا اظہار ہوتا ہے اور یہ بات لائقِ عقیدہ نہیں۔

جواب۔ خدائے قُدّوس کا مرتبہ اس کی قدرت اور ارادے کی صفات سے ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اسے دو کاموں کی تصحیح کرنے کی قدرت اور ایک کام کی تخصیص کے ارادے کی طاقت بھی ہے اس لیے اگر دو کاموں کی تصحیح کی قدرت کے باوجود جو ثابت ہے، اور ایک کام کی تخصیص کے، جو قدرتِ کاملہ سے ہو جائے اور صفاتِ افعالی کے ظہورات کی وجہ سے خالقیت وغیرہ ہے، وہی کام وجود میں لایا جاتا ہے اور ان سے ابدی معاملے کا سلوک کیا جاتا ہے، تو دونوں کاموں کی تصحیح میں جس کے لیے اس کی قدرت ثابت ہے، کیا نقصان پیدا ہوتا ہے اور اس تحقیق مذکور کے بعد جو ارادۂ خاص کی صفت سے ظاہر ہوئی، اگر ہم قدرتِ کاملہ کو جو دونوں کاموں کی تصحیح سے ظاہر ہے، ظاہر کریں، تو کیا خوف پیدا ہوگا، بلکہ یہ تو اللہ تعالےٰ کا کمال ہوگا کہ ایک طرف کی تخصیص میں اس کی طاقت کے معاملے میں کوئی زوال نہیں آتا۔ چنانچہ ابدی معاملے کو ان اشخاص پر مرتب کرنے سے مرادِ حق سبحانہ وتعالےٰ کے ارادے اور علم کو معلوم کرنا ہے، نیز قدرتِ کاملہ کی خصوصیت کا ثبوت ہے۔ کہ دو کاموں کی تصحیح سے اس کی شان ظاہر ہے اور اس سے اللہ تعالےٰ کے ارادے اور علم کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لیے اس میں زوال کہاں؟ پس سمجھئے۔

ما کہ واپس ماندۂ ذرّاتِ وئیم اُو دو عالم آفتابی فی ائیم

(ترجمہ) ہم جو پیچھے رہ گئے ہیں، اس کے ذرات ہیں، وہ دونوں جہانوں کا آفتاب ہے اور ہم اس کے اندر ہیں۔

بعض اشعار میں حق تعالےٰ کو آفتاب سے تشبیہ دی گئی ہے اور مخلوقات کو ذرات سے۔ اور حالت یہ ہے کہ آفتاب تقیید و احتیاج کے مرتبے میں ہے اور تمام

ذرات اپنے آپ میں مستقل۔ اس پر سوال وارد ہوتا ہے اول یہ کہ مقید کو مطلق سے کس طرح تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ دوئم یہ کہ ذرات جو مستقل بالذات ہیں، مخلوقات سے جو فناپذیر ہیں، کیا نسبت رکھتے ہیں، کہ ان سے تشبیہ دی جائے۔

فائدہ: مثال سے محدود کرنا مقصود نہیں، بلکہ اس مثال سے آفتاب کی اپنی روشنی اور اس روشنی کے بغیر ذرّوں کا پوشیدہ رہنا مراد ہے چنانچہ نورِ مطلق کے وجود کا فیض جب عدم کی ظلمت پر اپنا پرتو ڈالتا ہے اور ان کو عدم کے پردے سے وجود میں لاتا ہے، تو وہ اس طرح ہے، جیسے آفتاب کی روشنی، کہ ذرّوں کو پوشیدگی کے مرتبے سے، جو عدم کے برابر ہے، ظہور میں لاتی ہے اور یہ تشبیہ کم نظروں کو سمجھانے کے لیے ہے، جن کی نظروں میں آفتاب کا معاملہ بہت واضح ہے، ان کے لیے آفتاب کی روشنی سے ذرّوں کا ظاہر ہونا زیادہ قابلِ فہم ہے اور ان کی نظروں سے حقیقی معاملہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ مخلوقات کو فیض پہنچانے کی ضرورت کی بات، اُن کی سمجھ سے بہت دُور ہے۔ لہٰذا ایسے لوگ کسی ظاہری مخلوق شے سے کسی پوشیدہ شے کی تحقیق کرتے ہیں اور اس طرح تسلی پا لیتے ہیں۔

فائدہ: سوال۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے "لبیک" بعید ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں؟

جواب: لبیک کے معنی ہیں، میں تیری خدمت میں حاضر ہوں اور اس معنی سے لازم آتا ہے کہ کلام کرنے والا اپنی رضا کا اظہار کرے اور جس سے بات کی جائے، اس کی مرضی طلب کی جائے۔ اس سے اس لفظ کے معنی مخلوقات کے درمیان منصورہ لازم ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی نسبت ایسی بات درست نہیں۔

فائدہ: ۔ تسمیہ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کی آیت ذات وصفات وکمالات کے مراتب کو جمع کرتی ہے۔

سوال: تسمیہ حروفِ تہجّی کے چند حروف سے مُرکّب ہے وہ محدود ہے اور حادث۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات اپنے تمام مراتب کے ساتھ قدیم ہے اور حدود سے منزّہ ہے اس لیے آیت تسمیہ کس طرح اس قدر عالی مرتبہ اور قدیم ہو سکتی ہے؟

جواب: اچھی طرح جان لیجئے کہ تسمیہ کے دو مرتبے ہیں۔ ایک مرتبہ تلفظ کا اور ایک مرتبہ ذات وصفات وکمالات کی حقیقت کا جیسا کہ ہم کہتے ہیں۔ مرتبہ تلفظ بھی حقیقت رکھتا ہے۔ بس جب ایسا جان لیا گیا تو سمجھ لیجئے کہ تلفظ کا مرتبہ جو تسمیہ سے ثابت ہے، ذات وصفات وکمالات کے مرتبے کا جامع ہے، اور مرتبہ حقیقت بھی جو تسمیہ سے ثابت ہے، اسی طرح ذات وصفات وکمالات کی حقیقت پر مشتمل ہے۔

فائدہ: جس جگہ کوئی وجود ہے، وہاں خدا کے لُطف کا ظہور ہے۔ اور جہاں وجود نہیں، وہاں خدا کے قہر کا ظہور ہے۔

فائدہ: شرعی عقیدہ یہ ہے کہ ہم خدائے تعالیٰ کو شے اور ذات تو کہتے ہیں لیکن تمام ۶ سمتوں سے پاک۔

سوال: یہ عقیدہ اور اس عقیدے کو بے تردد ماننا، ہر اہل ایمان کے لیے لازم وواجب ہے خواہ وہ اس تفصیل کی تحقیق کو جانے، یا نہ جانے۔ لیکن خواص کے لیے تفصیل ناگزیر ہے۔ اس لئے بیان کرنا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ ایک وجود رکھتا ہے۔ تو پھر سمتوں کی نفی کرنا دو باتوں سے خالی نہیں۔ یا تو یہ ہے کہ وہ وجود اتنی وسعت رکھتا ہے کہ اس کے عرض وطول کا سلسلہ لاانتہا ہے یا یہ کہ اس کی انتہا ہے۔ ان دونوں صورتوں پر اعتراض وارد ہوتا ہے، پہلی صورت پر یہ اعتراض ہے کہ اگرچہ اس کی کوئی انتہا نہیں لیکن اس کے مرتبۂ وجود کی وجہ سے سمتوں کا ہونا تو لازم ہے، کیونکہ وجود کی حیثیت خود اس مرتبہ کی متقاضی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں اور دُوسری صورت پر اعتراض تو ظاہر ہے۔

جواب: واجب کے وجود کی تحقیق تعقل کی وجہ سے ہے یا معقول کی وجہ سے۔ اور طریق تعقل کے معنی ہیں وجوب کے مرتبہ کو تحقیق سے طلب کرنا، غور کرنا، اور فکر اعتبار کرنا، جبکہ تعقل کسی شے اور ادراک کا مقتضی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان دونوں باتوں سے منزہ ہے چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اس کی ذات کے بارے میں سوچ بچار نہ کرو محقق اس تحقیق میں ناکام رہتا ہے اور وجوب کے مرتبہ کی حقیقت جاننے سے دور بلکہ بہت ہی دور رہتا ہے، جیسا کہ فلسفی حکما چونکہ سائل کا سوال تعقل کے پہلو سے ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے مرتبہ تنزیہ کی تحقیق چھ جہات سے کرنا درست نہیں اور وجوب کے مرتبہ کی تحقیق پر غور کرنا، مراتب جہات میں ہے چونکہ جہات میں تصور و ادراک کرنا جائز ہے، جیسا کہ حدیث مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور کرو اس لیے سمجھ لینا چاہیے کہ بات کرنے والا اہل ایمان ہے اور عقل سلیم رکھتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں ازلی قدیم، اور موجود ہے اس کی ذات کے سوا باقی سب کچھ مخلوق اور حادث ہے اور ہر مخلوق بے شک و شبہ عدم سے نکلی ہوئی ہے اس لیے ۶ جہات کو میں عین حق کہتا ہوں، یا غیر حق، صاف صاف ممتنع ہے اس لیے لازم ہے کہ اسے غیر حق کہوں۔ اور جیسا کہ ہم اوپر تحقیق کر چکے ہیں، جو غیر حق ہے وہ مخلوق اور حادث ہے اور ہر مخلوق شے عدم سے وجود میں آئی ہے۔ اس لیے لازماً ۶ جہات بھی عدم سے وجود میں آئی ہیں۔ اس لیے جو کچھ عدم سے وجود میں آیا ہو اس کو مرتبہ قدیم میں ثابت کرنا غیر معقول ہے اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے اور جہت و مکان وغیرہ سب عدم سے وجود میں آئے ہیں۔ پس بات ثابت ہو گئی۔ سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جس نے ہمیں اس بات کی ہدایت بخشی اور اگر اللہ، جس نے ہماری طرف رسول بھیجے، ہمیں ہدایت نہ

بخشتا، تو ہم ہدایت نہ پا سکتے۔

مکتوب ۵۴:

فنا فی الشیخ کی ترغیب کے بارے میں تحریر کیا گیا۔

عظمت و کبریائی اسی[1] کے لیے ہے، اللہ جل شانہٗ حضرت مولوی صاحبؒ کو اپنی خاص بلکہ خاص الخاص دولتِ بندگی سے سرفراز کرے تاکہ مولائی اور مولا کے ساتھ نام میں بھی شرکت پیدا نہ ہو۔ لفظ مولا کے دو معنی ہیں اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں، مولائی کے معنی بندگی کے بھی ہیں۔ اسی لحاظ سے مولانا رومؒ نے، خدا اُن کے راز کو پاک کرے، فرمایا ہے ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم　　　تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

ترجمہ: مولوی رومیؒ کو اس وقت تک ملک روم کی سرداری نہ ملی جب تک وہ شمس تبریز کا غلام نہ بن گیا۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی خاص الخاص بندگی، بندے کے لیے فنا فی الشیخ کے اندر پوشیدہ ہے، یہ جوہر بہت نایاب ہے اور بہت کم لوگوں میں یہ جوہر رکھا گیا ہے۔ اور اگر اکثر مریدوں میں اطاعتِ شیخ یعنی فنا فی الشیخ کی استعداد پائی جاتی ہے، تو وہ اس لیے ہے کہ انہیں امامت حاصل ہو، اور لوگوں میں حکمرانی مل جائے۔ اور یہ شرکِ خفی ہے، اللہ سبحانہٗ ہمیں اس سے بچائے۔

آپ کے مکتوب گرامی کے آنے سے اس فقیر کو جمعیتِ خاطر نصیب ہوئی اور آپ کی طرف سے یاد آوری اس گنہ گار کے لیے تعریف کا باعث بنی۔ میرے عزیز

---

[1] : کبریائی میری چادر ہے۔ عظمت میرا تہ بند ہے۔ جس کسی نے ان دونوں میں سے کوئی شئے چھیننے کی کوشش کی، میں اسے عذاب دوں گا۔

کہ نیستی مطلوب ہے اور وہ اپنے شیخ کی اطاعت میں اسی کو اپنا مقصود قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا نیستی اور شے ہے۔ اور فنائے حقیقی اور شے ہے۔ ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ میری طرف سے دعا ہے قبولیت اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے۔ مخصوص اوقات میں اپنی دعاؤں میں ہمیں یاد رکھیں۔ اور ظاہری رابطہ میں بھی کہ ہمارے درمیان ہے، یاد کرتے رہیں۔ والسلام والاکرام۔

مکتوب: ۵۵

فضیلت مآب مشیخت پناہ شیخ محمد اکرم جیو کی خدمت میں لکھا گیا۔

وہ جو چاہتا ہے، اپنی قوت سے کرتا ہے، کیونکہ وہ قوی و عزیز ہے۔ وہ اپنی حکمت سے جیسا چاہتا ہے، تدبیر کرتا ہے، کیونکہ وہ باخبر حکمت والا ہے۔ جب وہ کچھ کرتا ہے، تو اس کے بارے میں مت پوچھو، کیونکہ وہ اپنے ملک میں حکم چلاتا ہے اور ہر شے کو حکمت سے بناتا ہے اس لیے مالک حقیقی اور حکیم قدیمی سے اس بارے میں کوئی سوال نہ ہو۔ عاشقوں کے دل محبوبوں کے ہجرت کر جانے سے زلزلۂ فراق سے متزلزل و حیران ہیں۔ اللہ سبحانہ، تعالٰی نے وصل اور ہجر کے بارے میں جو کچھ تخلیق کیا ہے، اسے ماننا پڑتا ہے۔

صدق دل سے محبت کرنے والے، خلوص نیت رکھنے والے، گہرے حقائق سے جو طریقہ احسنیہ کے علوم کے ہیں، واقفیت رکھنے والے اور صاحب شریعت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے علوم میں فضیلت رکھنے والے میرے بھائی کو جو آیت کریمہ "اللہ تعالٰی کے نزدیک تم میں سے زیادہ شرف والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہے" کے کلام کے زیور سے آراستہ ہے۔ اللہ تعالٰی اس کو کمال تقویٰ کے زیور سے آراستہ کرے اور اس تجلی سے

جو صاحبِ طریقۂ احسنیہ نے نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کی ہے۔ اس پر بہترین سلام۔

سلامِ فقیرانہ کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ آپ کے خط سے، جو اخلاص کے معنی کے موتیوں اور خصوصیت کے گوہروں سے بھر پور تھا خیریتِ حال معلوم ہوئی اور فرقت زدہ دلوں نے راحت پائی۔ گویا آدھی ملاقات میسر ہو گئی۔ لیکن اس بات پر تعجب ہوا کہ زیارتِ حرمین شریفین سے اتنے سال تک فوائدِ معانی حاصل کیے، لیکن ان حقائقِ اصلی کے بارے میں، جو ان مقاماتِ متبرک سے حاصل ہوئے، ایک رتی بھی قلم کے سپرد نہیں کیے۔ اگرچہ قلم حقائق کی تصویر کشی سے عاجز ہے، لیکن عظمتِ شان کے باوجود اس عبارت میں بھی اس کے ظہور کا کچھ بیان ہے اور اسے جاننے والے تصویرِ قلمی کے مطالعے سے ظاہری تصویر کے بغیر حقائق معلوم کر لیتے ہیں۔

جس وقت اللہ تعالےٰ کا کلام اپنی پوری آزادی کے باوجود، ہمارے حافظے میں، ہماری تقریریں، ہماری قرأت میں اور ہمارے مکتوب کی کتابت میں، بے حلول اور قید ہوتا ہے اور اس کی آزادی کے باوجود تحقیق کرنے والا اس سے صرف فائدہ حاصل کرتا ہے، اس کے بیان سے تحقیق شدہ معلوم حقائق، لکھے ہوئے معلوم و متحقق بیان کی طرح یقیناً نہیں ہوتے۔ اس لیے یقیناً لکھے معلوم کردہ حقائق بے مکتوب بھی ہوتے ہوں گے۔ اور اس حکم کے مصداق کہ "ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے،" دونوں اطراف کی تحقیق، دونوں طرف کے آئینہ میں ظاہر ہوتی ہے اور ہر طرف کی تحقیق قابلِ شکر اور قابلِ اصلاح ہوتی ہے۔

عزیز باتمیز، صاحبِ فضیلت و کمالات، عالی مرتبہ شیخ نعمت اللہ ملقب بہ سلیمان، جنہوں نے کئی ماہ سے طریقۂ احسنیہ کی کئی ضروری کتب کے مطالعہ سے فضیلت حاصل کی ہے۔ وہ حرمین شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اپنی

مُلاقات اور آپ کے پُرخلوص مَراسلے کے مطالعہ کے بعد وہ بڑی محبت سے پیش آئے، اس مُلاقات کے بعد حاجیوں کے طریقہ کی ضرُوریات کا ذکر ہُوا۔ جن کی وضاحت سے انھوں نے کوئی دریغ نہ کیا، وہ بڑی خوش خُلقی سے بات چیت سے لوگوں کو مائل کرتے ہیں۔ تاکہ اُن کی صحبت کا شکریہ ادا کیا جائے۔

مکتُوب : ۵۶

جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضوُر میں ایک عرضداشت۔

شروع کرتا ہوں، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ اس کی تعریف کرتے ہوئے جس نے اپنا بھید[1] انسان کی حقیقت کے ساتھ ظاہر کیا اور اس پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے، جو اللہ کے نوُر سے ہے، اور جس کے نوُر سے اللہ تعالےٰ نے دونوں جہانوں کو پیدا کیا۔ اے لوگو! اس ذات پر صلوٰۃ وسلام پڑھو۔ اے میرے اللہ! اس ذات پر صلوٰۃ وسلام بھیج۔ اس کی بزرگی میں اضافہ کر۔ اسے اپنی نعمتوں سے مالا مال کر۔ اسے برکتیں دے، جو عرب وعجم کا سب سے زیادہ سعادت مند ہے، امامِ کعبہ وحرم ہے، علم وحکمت کا منبع ہے، خُلق واحسان اور سخاوت وکرم کی کان ہے، جو عرش ولوح کا مظہر ہے، جو کلامِ قدیم کا ترجمان اور معلّم ہے۔ جو ہمارا سید، ہمارا رہبر، ہمارا شفیع ہے، جس کا نام محمّد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ صلوٰۃ وسلام ہو تم پر اے احمد۔ اے اللہ کے حبیب، تم پر صلوٰۃ وسلام۔ اے حمید، تم پر صلوٰۃ وسلام، اے اللہ کی دلیل، تم پر صلوٰۃ وسلام، اے اللہ کے برگزیدہ حامد، تم پر صلوٰۃ وسلام، اے اللہ کے دوست محمُود، تم پر صلوٰۃ وسلام۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں۔

اے اللہ کے رسُول تم پر صلوٰۃ و سلام۔

اے مخلوق میں سے سب سے زیادہ فیاض، دنیا کے عطیّہ میں سے مجھ پر مہربانی فرما، اس دنیائے حوادث میں آپؐ کا وجود ہی کافی ہے۔ مجھ پر ٹوٹ پڑنے والے حوادث آپؐ پر اللہ کے عطا کردہ علم کی بدولت ظاہر ہیں۔ آپؐ کا یہ گناہگار غلام عبدالنبیؒ جو جنّت کی آرزو میں مستغرق ہے، عاصی اور شکستہ پا ہے۔ آپؐ کے قدموں اور آپؐ کے روضۂ مبارک کی زیارت سے اب تک محرُوم ہے، جو سب سے زیادہ خسارہ پانے والا اور سب سے بڑا گناہگار ہے، وہ اپنے احوال کی عین حالت گناہ میں، التماس والتجا کرتا ہے کیونکہ آپؐ کا علم سب سے زیادہ وسیع اور آپؐ کا خُلق سب سے زیادہ بسیط ہے۔

میرا دینی بھائی نعمت اللہ المعرُوف بہ سلیمانؒ اپنے کمال کے ذریعے زیارتِ حرمین الشریفین کا ارادہ رکھتا ہے، چنانچہ جب اسے حرم شریف کی زیارت حاصل ہو جائے، تو اسے آپؐ کے کمالِ کرم سے اُمید ہے، اس کی نظر آپؐ کے لطفِ کریمانہ پر ہے، تاکہ وہ ان دونوں وسیلوں کے طفیل حرم کعبہ کے جوار میں مقیم ہو اور وہاں قیام کرنے کے ثمرات سے بہرہ یاب ہو، اور اس سے زیادہ کی التجا سوئے ادب ہے۔

مکتُوب : ۵۷

روضۂ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خادم کے نام۔

شروع کرتا ہوں، اللہ کے نام سے، جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ فقیر حقیر عاصی عبدالنبیؒ کی طرف سے تسلیمات کے بعد جناب افضل الفضلا، حرم شریف کی برکات سے معمُور کی خدمت میں معرُوض ہے، اور ان برکات میں سے یہ ضعیف و نحیف، حضُورِ قلب

اور آداب حرم کے ساتھ حاضر ہے اور مہربانیوں اور بزرگوں کے ظہور کے مظہر اور ہمارے سید اور اشرف الاشراف سے فیض کا خواستگار ہے اور اپنے احوال کے ساتھ التماس کرتا ہے کہ یہ فقیر ولایت ہند میں مقیم ہے اور کثرتِ عوارض اور ظاہری جسم کی تنگ و دَو کے باوجود شرفِ زیارت کے مرتبۂ عالی سے اب تک محروم ہے اور قاصر ہے۔ اور اُمید رکھتا ہے کہ اس جسمِ ظاہر کے ساتھ یہ شرف بھی کسی وقت حاصل ہو جائے گا۔ پس آپ کے حضور میں التماس ہے کہ میرے حق میں دُعا کریں، کہ میں اپنے مقصود کو جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں، حاصل کر لوں۔

نیز میرا بھائی نعمت اللہ عرف سلیمانؒ اپنے کمال کی بدولت، حرمین الشریفین کی زیارت کے ارادے کے ساتھ حاضر ہو رہا ہے۔ پس جب اسے اپنا مقصود مل جائے اور اللہ کے فضل سے شرفِ زیارت سے باریاب ہو جائے، تو آپ کے علم و کرم سے اُمید رکھتا ہے کہ وہ آپ کی اعلےٰ ہمسائگی میں قیام کرے اور ان دونوں برکتوں یعنی علم اور کرم سے استفادہ کرے، جیسا کہ کسی اہلِ کمال نے کہا ہے ؎

(ترجمہ) میں دونوں جہانوں کے غنی کے ہاتھوں سے لینے کی التماس نہیں کرتا بجز اس کے کہ میں اُسے پکڑتا ہوں، جو نیکی اور ہمت والا اور سب سے بڑا سہارا ہے۔

پس جب ذریعہ مل گیا، تو طویل کلام ختم ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ کے حبیب پر درود و سلام۔

مکتوب : ۵۸

جناب پیر دستگیر مُلہم بطریقۂ احسنیہ کی خدمت میں لکھا گیا۔

شروع کرتا ہوں، اللہ کے نام سے، جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ اس عالی مرتبہ کی خدمت میں، جس نے وہ طریقۂ احسنیہ معلوم کیا، جو محبت اور محبوبیت کے درجات سے ملاقات

کرتا ہے۔ اے اللہ ہم اس کی تعریف کس طرح کریں، جب کہ تو نے اسے قطب الاقطاب کے لقب سے مخاطب کیا ہے اور جو غموں کو دُور کرنے والا ہے۔

سلام کے بعد یہ فقیر حقیر عبد النبیؒ عرض کرتا ہے کہ اپنے ظاہری اور پوشیدہ گناہوں کی شامت سے ابھی تک حضرت پیر دستگیرؒ کی زیارت کے شرف سے محروم ہوں۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ اس گناہگار کے حق میں توجّہ کریمانہ فرمائیں گے، تاکہ رُوحانی مدد سے اس گناہگار کو توبۂ نصوح میسّر ہوجائے اور تمام ظاہری اور پوشیدہ گناہوں سے زندگی کے آخری لمحات تک آپ کی توجہ کی بدولت محفوظ رہوں۔ اور توجہ مستقیم کے ذریعے جہاں تک فطری استعداد کا تعلق ہے، چہرے کی سیاہی کو دھو کر آپ کی زیارت کا شرف حاصل کروں۔

میرے دینی بھائی نعمت اللہ الملقّب بہ سلیمانؒ صحیح عقائدِ شرعیہ سے آراستہ ہو کر حرمین شریفین کی زیارت کے لیے روانہ ہو گئے۔ امید ہے کہ وہ روضۂ مبارک کے سامنے جاتے ہی ولایتِ حقیقی سے شرف یاب ہو جائیں گے اور قیاس و گمان کے حجابات اٹھ جائیں گے اور اس گنہگار کی طرف سے اِذنِ مسلسل کی برکت سے وہ طریقۂ احسنیہ میں داخل ہو کر نسبتِ تعلیمی کی طرف متوجہ ہو جائیں گے اور اُمید ہے کہ وہ خُدّامِ خاص میں جگہ پالیں گے۔ اور انہیں خاص خصوصیت حاصل ہو جائے گی۔

مکتوب : ۵۹

فضیلت مآب شیخ مُوسیٰؒ ساکن ہوشیار پور کے نام۔

جناب فضیلت مآب شیخ موسےٰ جیوؒ، فقیر عبد النبیؒ کی طرف سے سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ قرآنِ مجید اور حدیثِ قُدسی کے الفاظ کی قُربت کے مراتب میں،

جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں درج ہے، فرق بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن اس فقیر نے اپنے قدسی اسرار عزیزوں سے جو کچھ بروئے تحقیق پایا، وہ یہ ہے: اول یہ کہ حدیثِ قدسی اللہ تعالیٰ کے کلام کے کمالات میں سے ایک کمال ہے، معنوی طور پر بھی اور لفظی طور پر بھی۔ لیکن معنوی طور پر حضرت جبرئیلؑ پر، یا لفظاً حضراتِ انبیا پر القا ہوتا ہے اور پھر ان معانی کو الفاظ کے تصوری لباس کے مطابق ان بزرگوں کی جماعت کے قلوب پر الہام کے طور پر نازل کیا جاتا ہے، اور وہاں سے زبان کے الفاظ کے لباس میں ان کے علاوہ پر بھی ظہور میں آتا ہے یعنی فرشتے سے انبیا پر اور انبیاؑ سے امت پر۔ اس طرح ظاہر ہوا کہ حدیثِ قدسی کو کسی غیر کے واسطے کے بغیر القا کیا جاتا ہے۔ جس میں خصوصی اسرار کو انبیا کے قلوب اور زبان پر معنوی طور پر ایک لباس میں ظاہر کیا جاتا ہے اور قرآن مجید جو آسمانی کتابوں کو جمع کرنے والا ہے اور احادیثِ قدسیہ، اس حکم کے مطابق کہ "کتابِ مبین میں رطب و یابس نہیں"، جامعیتِ کلام کے اعتبار سے ذات، صفات، اور کمالات سے معنوی اور لفظی طور پر اسرار و بیان سے باہر ہیں، اور حکمتِ بالغہ اور صانع حقیقی کی صنعت سے، ہماری صنعت کی شرکت اور ہمارے خیالات کے تصرف کے بغیر، نوری الفاظ کے لباس میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ تھوڑا تھوڑا کر کے ضرورت کے مطابق حضرت جبرائیل کو سنائے گئے؛ جیسا کہ کہا گیا ہے "جبرئیل نے آواز سنی۔ اللہ کا کلام اور جو کچھ اللہ نے چاہا" آخر تک ـــــ، وہی نورانی الفاظ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان کے مظہر الفاظ کے لباس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے، اور اس میں جبرئیلؑ کا کوئی تصرف نہ تھا، سوائے اس کے کہ انہوں نے ظاہر کیے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کو کسی قسم کے تصرف کے بغیر جسمانی زبان کے ذریعے امت کو پڑھ کر سنائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نور سے، صاحبانِ بصیرت پر ان دونوں

کے مرتبہ کا فرق ظاہر ہوگیا اور چونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد مرتبہ حقیقی میں اللہ تعالیٰ کے کلام کو سُننے کی تھی، اور تمام مراتب کو جمع کرنے والی تھی، اس لیے کسی قسم کے لباس کے بغیر نفسِ مُدّعا وغیرہ کو دُنیاوی حد کے لباس میں اپنے سُننے کے مرتبے کے مطابق، اس بے لباس کو جس کے متعلق قرآن مجید میں اشارہ کیا گیا ہے " اور کسی بشر کے لیے نہیں کہ وہ اللہ سے کلام کرے، سوائے وحی کے یا پردے کے پیچھے سے ..... الخ" سُنا۔ چنانچہ اس اِستماع کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ تھے، اور اللہ سبحانہٗ کے فضل سے وہ اپنے اصل مرتبہ تک، جو عرش سے اُوپر ہے، عرُوج کرتے ہیں، اور وہاں سے اپنے بلند مرتبے کو، جو نُورِ محمدی کا مرتبہ ہے، پہنچ کر ایسے مرتبے پر پہنچتے ہیں کہ لامکان بلکہ کل مکان، ان کے کمالات کے ظہُور کی وجہ سے دُوسرے مرتبے پر ہوتا ہے اور اس کے بعد ان کی حقیقی استعداد اللہ تعالےٰ کے فضلِ محض سے ظہُور فرماتی ہے، اور اللہ سبحانہٗ نے انہیں اپنے کلامِ پاک سے بغیر کسی وسیلے کے فیض یاب فرمایا، پس برکتیں دینے والے ربّ ارباب نے اپنے قابلِ سماع کلام کو اس دُنیاوی لباس سے عرُوج بخشا، اور اس مرتبۂ عالیہ پر، جو تمام مخلوقات کی تخلیق کے آغاز میں تھا، پہنچا دیا۔ اور چونکہ اللہ تعالےٰ کے کلام کا یہ مرتبہ اس کی ذات سے الگ نہیں، اس لیے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ کی ذات کو کیفیت اور جہت کے بغیر دیکھا اور اللہ تعالےٰ سے لفظ اور آواز کے بغیر کلام کیا۔ اور یہ بیان اس مرتبے کے بارے میں ہے، جس کے متعلق مُحب بیان نہیں کرتا۔

مکتوب : ۶۰

سوال : اللہ دِیْن کی طرف سے عرض کیا گیا :-

قطعہ

اے فخرِ بشر کہ در بلا ہا مددی — وز خُلقِ حسن شفیعِ ہر نیک و بدی
در چاہ ضلالتم پریشاں حالم — فریاد رسا بِگیر دستم بیدی

ترجمہ :۔ اے فخرِ بشر، تو ہی مصائب میں مددگار ہے، تو اپنے نیک اخلاق سے ہر اچھے اور بُرے کی شفاعت کرنے والا ہے میں پریشاں حال گمراہی کے گڑھے میں پڑا ہوں، اے فریاد کو پہنچنے والے مجھے ہاتھوں ہاتھ پکڑ لے۔

اگرچہ یہ حقیر شخص رتی بھر قابلیت نہیں رکھتا لیکن پھر بھی کریموں کے لیے مدد کرنا مشکل نہیں۔

جواب : اب جب کہ تم فقیروں کی صحبت میں پہنچ گئے ہو، سرِ تسلیم خم کر دو۔ ذکر و تسبیح میں مشغول رہا کرو۔ جو کچھ تمہارے نصیب میں ہے، اپنے وقت پر ظاہر ہو جائے گا۔ کام یہی ہے کہ اپنی ذات کو درمیان سے خارج کر دو۔

مکتوب : ۶۱

اللہ دینؒ کے نام لکھا گیا۔

تمام تعریف اُسی واحد اللہ کے لیے ہے۔ میرا بھائی اللہ دینؒ تکمیلِ دیں کے لیے کمر بستہ رہتا ہے اور تلخی کی تیزگی سے جو حالتِ یقین میں پوشیدہ ہوتی ہے اور ظہورِ بسط میں، جو آرام و دل جمعی کا سبب ہوتا ہے، تاخیر کی وجہ سے پریشان نہیں ہوتا۔ محبت کرنے والے کو آرام و لذت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اور اگر لذت و آرام مل بھی جاتے، تو سالک کو اس استعدادِ ضعیف کو ضبط میں رکھنے کے لیے تسلی دیتے ہیں قبضِ محمود جلال کا حجرہ ہے جو بارگاہ کے آخر میں ہے اور واصل کو ہر قسم کی جمعیت و آرام سے، جو سالک کی تسلی کے لیے ظہورِ جمال ہے، سے ہٹا کر آخر کار مکمل خلوت سے

ہم کنار کرتی ہے، اور حیرت اور بے چینی میں مبتلا کر دیتی ہے جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے ؎

بدرد و یقین پردہ ہا را خیال　　　نماند سرا پردہ الا جلال

ترجمہ:۔ دردِ و یقین کی بدولت خیال کے پردوں کے لیے سوائے جلال کے کوئی بارگاہ نہیں رہتی۔

میں اس بات کو ذرا زیادہ وضاحت سے بتاتا ہوں کہ فیضِ محمود انتہائے نہایت کی حقیقت کا ظہور ہے اور بسیطِ بلندی، متوسط یافت کا آغاز ہوتا ہے ع بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا (ترجمہ) فرق دیکھیے کہ کہاں سے کہاں تک ہے)"۔"ہر نہایت اپنے آغاز کی طرف لوٹتی ہے" کا مطلب یہی ہے۔ جب تک سالک کو لذت و جمعیت حاصل رہتی ہے، اُسے فنا سے کوئی غرض نہیں ہوتی، اگر فنا ہو بھی، تو وہ محض خیالی ہوتی ہے، کیونکہ بشریت کا تتمہ اس کی بغل میں ہوتا ہے اور فنائے حقیقی میں بشریت کا معدوم ہو جانا موجود ہوتا ہے، جو جلال کی سطوتوں سے نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ پس سبحان اللہ۔ اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا، کہ محبت کرنے والے کے لیے حقیقی جمعیت خاطر اسی جمعیت میں ہے اور وہ حیرت و سرگردانی ہے۔ جس نے چکھا نہیں اُس نے سمجھا نہیں۔

فائدہ: اے سعادت مند النفی و اثبات کے بارے میں تحقیق کی خاطر لکھا گیا ہے، اس عبارت کو سمجھ کر اس پر عمل کر ؎

"تا بجاروب لا نروبی راہ　　　نرسی در سرائے الا اللہ

ترجمہ: جب تک تو راستے کو "لا" کے جھاڑو سے صاف نہیں کرے گا، الا اللہ کے گھر تک نہیں پہنچ سکے گا۔

لفظ "لا" سے نفس کے مقام سے، جو زیرِ ناف ہے، خیالات کے گرد و غبار

کو، جو جھوٹے خدا ہیں، دائیں بائیں سے سمیٹ کر، اور اس میں ضمناً جو خباثتِ نفس داخل ہو گئی ہو، جس نے دل اور رُوح کو اپنا محکوم بنا لیا ہو، اُسے اکٹھا کر کے راز کے مقام پر، جو سینہ ہے، راز کے سامنے جو تمام مراتب کا سردار ہے، حاضر کر کے، وہاں سے خفی اور اخفی کے مقامات تک جو علے الترتیب پیشانی اور دماغ ہیں، لے جا کر "لا" کے جھاڑو کے نیچے، جھوٹے خداؤں سے جو کچھ جمع ہو چکا ہو، دائیں طرف مُنہ کر کے پشت کی طرف پھینک کر دستِ ہمّت کو توحید کے الف سے مضبُوط کر کے، "اثبات" کے الف سے دل پر شدّت کی ہیبت سے، لام کے ساتھ ملا کر ضرب لگانی چاہیئے۔ چونکہ ایک دفعہ کی جا رُوب کشی سے، یعنی بار بار کرنے کے بغیر، کام مکمّل اور راہ صاف نہیں ہوتا، اس لیے حبسِ دم کو، جو مختلف خداؤں کے ذرّات کو، ضبط کر کے جھاڑو کی زد میں لانے والا ہوتا ہے، اختیار کر کے بار بار اس کی ورزش کرنی چاہیئے، حتیٰ کہ یا تو کام مکمل ہو جائے، یا جان نکل جائے، اور شہادت حاصل ہو جائے۔

میرے عزیز! لکڑی کا جھاڑو تو محض عارضی گرد و غبار کو سمیٹتا ہے، لیکن اگر اصل غُبار کو، جو ذرّاتِ زمین پر مشتمل ہے، اٹھانا ہو، تو اس کے لیے طویل عُمر چاہیئے، اور پھر یہ لکڑی کا جھاڑو تھوڑی سی مدت میں ہی پرانا ہو کر ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ اس سے معلُوم ہوا کہ جب تک سالک کو عطا کردہ جسم نہیں دیا جاتا، اس وقت تک اصل بشریّت کے غبارِ غم سے رہائی نہیں ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ اصل بشریت کا زوال، عطا کردہ وجُود کے سپُرد کرنے کے بعد ہے اور وہ ولایتِ انبیا کا مرتبہ ہے۔ ان پر درُود و سلام۔ اللہ کا فضل چاہیئے تا کہ وہ کمال کا دروازہ کھول دے۔ عجیب زمانہ آیا ہے کہ نفی و اثبات کا رستہ جسے گزشتہ دور کے بزرگ پندرہ بلکہ بیس سال تک طے کرتے رہتے تھے۔ اس زمانے میں اس سے ایک ماہ کے اندر ہی بعض

کے دماغ میں خلل پیدا ہو جاتا ہے اور بعض کی ہمت حیلہ گری کی طرف راغب ہو جاتی ہے اور نفی و اثبات کو ایک فالتو کام سمجھ کر ان کے لیے اس سے تعلق پیدا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ مبتدی، متوسط، اور منتہی کا ایمان ہی نفی و اثبات سے ہے اللہ کسی شخص پر اس کی ہمت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، اس کے فضل کی اُمید، بغیر کسی بہانہ کے رکھنی چاہیے اور طاقت کے مطابق کوشش کرتے جانا چاہیے۔

فضیلت مآب شیخ بدرالدینؒ اور فقرا کی تمام جماعت کو اور فقیر زادوں کو اس احقر کی طرف سے سلام و دعا کہیں، تاکہ ' بے حیثیتی ' سے ' حیثیت ' کی حالت میں آجائے۔

مکتوب : ۶۲

حقائق و معارف سے آگاہ حاجی محمد امینؒ کے نام۔

حمد و صلوٰۃ اور سلام کے بعد جامع علوم حاجی صاحبؒ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کے مکتوب شریف کے ملنے سے عزت افزائی ہوئی۔ اس مکتوب نے دقیق نکات سے مطلع کیا۔ حضرت مجددؒ کے ایک مکتوب کے بعض معانی کی تحقیق کے بارے میں استفسار کیا گیا ہے۔

وصولِ نظری اور وصولِ قدمی میں فرق پوچھا گیا ہے۔ مجھ جیسے کم فہم اشخاص کو اتنی ہمت کہاں، کہ اپنے خط میں ان دونوں کے درمیان، جو فرق ہے، اُسے بیان کروں۔ اور اس بیان کی شرح کروں۔ لیکن ضرورت کے ماتحت اپنی ناقص سمجھ کے مطابق عرض کیے دیتا ہوں۔

یہ بات واضح ہے، کہ ' سلوکِ صوفیہ ' سے مراد ' علمی حرکت ' ہے، زمین یا آسمان

کے فاصلے طے کرنا نہیں، کیونکہ "بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، خواہ ہم کہیں بھی ہوں"۔ اور علمی حرکت سے مراد علم کو تاریکی کے بعض ان پردوں سے نکالنا ہے، جو علم کے ساتھ پیدا ہو جاتے ہیں، اور اس تک رسائی کرنا ہے، کیونکہ اس کے وسیلے میں "اصل زعم" (قیاس اصلی) حائل ہوتا ہے۔ لیکن تیرگی کے پردوں کو چاک کرنے والے نورِ علمی کے دو درجے ہیں، ایک یہ کہ کیا یہ شخص اس مرتبہ کا اہل ہے کہ وہاں اقامت کر سکے؟ دوسرا یہ کہ استعدادِ عالی کے مالک کو بغیر اس کے کہ ابھی اُسے اس مرتبہ سے نکل جانے کی قوت عطا ہو، اس پر اس مرتبے کے اُوپر سے جلوہ دکھاتے ہیں اور اس کے فوراً بعد یا کچھ عرصہ بعد اسے پھر پہلے مرتبے میں لے جاتے ہیں اور اس سے چھپ جاتے ہیں یا اس سے تھوڑی سی آگاہی رکھتے ہیں، حتیٰ کہ یہی آگاہی اسے کھینچ کر اُوپر لے جاتی ہے، چنانچہ وہ وصولِ مقامی جس کا یہ شخص اہل اور جس میں قیام کرتا ہو، وصولِ قدمی ہے اور جس وصولِ مقامی کو اس نے جلوہ کے ذریعے دیکھا ہو، وصولِ نظری ہے۔ چنانچہ معلوم ہونا چاہیے کہ عروج کے مراتب میں جب تیرگی کے پردوں کو پوری طرح دُور کرنا حاصل ہو جائے اور کسی تیرگی کے شائبہ کے بغیر اصل الاصول تک رسائی ہو جائے، تو اس عرصہ میں وصولِ نظری سے جو عروج کے وقت حاصل ہو جائے فارغ ہو جائے، وصولِ نظری کیلئے جو نزول کے مراتب میں رونما ہو، تیار ہو جائے۔ پہلے وصولِ نظری میں "من اللہ اللہ کی طرف سیر ہے اور دوسرے وصولِ نظری میں اللہ سے اللہ تک کی سیر اشیا کے اندر ظہور فرمانی ہے۔ اس لیے اصحابِ عروج میں اسی نسبت سے فرق ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اصحابِ نزول آپس میں فرق پیدا کرتے ہیں جیسا کہ ان مراتب والوں پر مخفی نہیں، پس خواہ بہ نظری اول ہو خواہ نظری ثانی، اس کا حامل دُور سے جلوہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ صاحب قدم حق الیقین کا مالک ہوتا ہے، اگرچہ

وہ نبی ہو۔ اور صاحبِ نظر عین الیقین یا علم الیقین کا مالک ہوتا ہے اور صاحبِ عُروج کو حقیقی حق الیقین کا حصُول تمام تیرگیوں کو دُور کرنے کے بعد متحقق ہوتا ہے، اور صاحبِ نزُول کو حق الیقین کا حصُول اس ساری جہالت کے دُور ہونے کے بعد ہوتا ہے، جو حقائقِ اشیا کی تفصیل میں حائل ہوتی ہے۔ چنانچہ پہلا، کمال کے حساب سے ولایتِ انبیا میں رکھی ہے اور دوسرا، کمال کے حساب سے نبوّتِ انبیا میں اکمل ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

مکتوب : ۶۳

حضرت پیر دستگیرؒ کے ارشادِ الہامی کی تحقیق میں۔

حضرت پیر دستگیر بنوریؒ کے الہامی ارشادات کی تحقیق میں، جن کے کمالات کے نُور کی بدولت قصبۂ بنور، پُرنور ہے اور جہاں کے نُور کی وجہ سے انشا اللہ اطرافِ عالم، قیامت تک منوّر اور مسرّت آمیز رہیں گے۔ اور اس کی سرُور آوری پر مجھے بھی فخر ہے، بلکہ ہر اس کو ہے، جو حُور و قصُور کا وارث ہے۔ نفس، بدن کی روح سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی انسانی رُوح، عالمِ ارواح میں اپنی انتہائی لطافت کے ساتھ موجود تھی۔ اور جو کچھ اس کی نُورانی قابلیتوں کا تقاضا تھا، ان کی انتہائی پوشیدہ لطائف کی بدولت عناصرِ اربعہ عرش کے نیچے غیر مفصلہ پیدا تھے اور ان کی تیرہ اور مفصلہ جنبیات کی وجہ سے کمالات کا ظہور مخفیہ تھا، اور ان دونوں مرتبوں کی تخلیق یعنی رُوح اور عنصر، اللہ تعالےٰ کی حکمتِ بالغہ سے حق سبحانہ وتعالےٰ کے مراتب کے ظہور اور جلوہ گری کے لیے تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے پہلے عنصرِ مجمّل کو آسمانِ دنیا کے نیچے الگ کیا اور جب ہر رُوح کے خاص بدن کو ان عناصرِ اربعہ سے ترتیب دے لیا، تو روحِ مذکور کو بڑے اعزاز سے ایک معیّن

وقت پر اس بدن کے اندر پھونکا۔ ان دونوں مرتبوں یعنی روح اور بدن کے اجتماع کے بعد، اس میں ایسی قابلیتیں پیدا ہوتی ہیں جو نور کو گھٹاتی اور جسم کی تیرہ حیثیات کو بڑھاتی ہیں، چنانچہ انہیں عالمِ برزخ میں ظہور بخشا گیا اور چونکہ صرف اپنے مرتبہ کی جدائی اور تنہائی کی وجہ سے ان کی خصوصیت کا خاص ظہور تھا اور ایک کو دوسرے سے کوئی سروکار نہ تھا اور ان دونوں مرتبوں کی تخلیق میں حکمتِ بالغہ کے تقاضوں کا ظہور، جو ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے کے لیے تھا، ان دونوں کے امتزاج کی ترکیب کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا، اس لیے ان دونوں یعنی روحانی قابلیتوں اور جسمانی قابلیتوں کے ظہور سے عین برزخیت میں چاند کی طرح ایک واحد صورت میں ان دونوں مرتبوں یعنی مرتبۂ روح اور مرتبۂ بدن سے ایک تیسرا عالم پیدا کیا گیا اور اس کا نام نفس رکھا گیا۔ یعنی ذاتِ مقدس کا مظہرِ کامل جس میں جمالی قابلیتیں ہیں، جو نورانی مخلوقات کی موجودگی کا باعث ہیں، اور جلالی قابلیتیں بھی جو تیرگی کی حیثیات کا مظہر ہیں۔ چونکہ بدن کے مکان کے اندر روح بالکل پوشیدہ ہوتی ہے، اس لیے اس کی قابلیتوں کا ظہور بھی پوشیدہ ہوتا ہے اور بدن کی حیثیت غالب ہوتی ہے۔ جب تک اس کا یہ استکبار دور نہیں ہو جاتا۔ نفس کفر کرنے اور حکم دینے میں لگا رہتا ہے اور جب اللہ تعالےٰ کے فضلِ عام سے نورِ جمال یعنی صفاتِ لطیفہ کا ظہور ہوتا ہے، تو پھر تیسرا حصہ یعنی انانیت و ... زوال پذیر ہو جاتا ہے اور نورِ ایمانی سے مومن کا سینہ کھل جاتا ہے اور نفس کے اس مقام کو ملامت سے یاد کیا جاتا ہے۔ (یعنی نفس امارہ۔ نفس لوامہ بن جاتا ہے اور دنیاوی خواہشات رکھنے کی بجائے گناہوں پر ملامت کرتا ہے)۔ اور جب اللہ تعالےٰ اپنے کرم سے اس ظہورِ عام کے بعد، ظہورِ خاص سے اُسے حقیقتِ انسانی کی خلعت پہناتا ہے اور جو کچھ جاننے کے قابل ہے اُسے بتاتا ہے۔ اور اس کے

باقی دو حصّوں کی پرورش کی جاتی ہے، تو اُس وقت نفس کو نفسِ مُلہمہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ مرتبہ ولایتِ اولیا تک کا ہو سکتا ہے اور چونکہ اولیائے امّت کو اپنے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی و اطاعت میں نبی کی ولایتِ معصُومہ کے کمالات میں سے حصّہ حاصل ہوتا ہے، اگرچہ حصّہ ملنے کے بعد وہ نہ تو معصُوم ہو گا اور نہ معصُوم جیسا، اس لئے اللہ تعالےٰ، سنّت کی پُوری پُوری پیروی کرنے کے طفیل، اُسے نُور سے منوّر اور پُر کر دیتا ہے اس مقام پر اس ازلی نیک بخت کو نفسِ مُطمئنّہ کہتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے اے نفسِ مُطمئنّہ! اپنے ربّ کی طرف اس طرح لوٹ کہ تُو ربّ سے راضی ہو اور ربّ تجھ سے راضی ہو۔

میرے عزیز! اس وقت یہ نادرِ زمانہ، نفسِ لطیفہ قابلِ تعریف و مدح ہو گا، کیونکہ جاہلیت کے وقت تمام رُوحانی لطائف پر اَسمائے قہریہ کے مظہر کے قریب ہونے کی وجہ سے عناصر کو غلبہ حاصل تھا، اس وصل کے عالم میں دُوریاں دُور ہو تی جاتی ہیں۔ ایسے وقت میں کمال اطمینان کے بعد اسمائے لطیفہ کا مکمل مظہر ہونے کی بدولت، جو اس کی تخلیق کا مقصُود ہے، وہ ذاتِ مقدّس سے واصل ہو جائے گا۔ اور اس پر قُربتوں کا دروازہ کُھل جائے گا۔ اس مقام پر اس حدیث کا مفہُوم سمجھنا چاہیئے کہ تمہارے جاہلیت کے نیک، اسلام کے بھی نیک ہوں گے ۔ اگر غور کیا جائے!

مکتُوب: ۶۴

حاجی الحرمین حاجی محمّد امینؒ کے نام۔

حاجی الحرمین الشریفین حاجی محمّد امینؒ کی خدمت میں سلام کے بعد عرض ہے۔
میں نے ایک سابقہ مکتوب میں لکھا ہے کہ کلمۂ صاحبِ نظر، حق الیقین نہیں، بلکہ

میں نے صاحبِ قدم اہل حق الیقین، صاحبِ نظر اہلِ عین الیقین یا اہل علم الیقین لکھا ہے اور چونکہ صاحبِ نظر کے لیے تتمۂ سلوک باقی ہوتا ہے اور عین الیقین اور علم الیقین والے دونوں راہ میں ہوتے ہیں اس لیے لاچار وہ ان دونوں میں سے ایک ہوگا۔ اور اس کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور وہ جو حضرت مجددؒ نے مکتوب میں لکھا ہے، برحق لکھا ہے اور اہلِ تحقیق کے نزدیک یہ ایک اصول ہے کہ سالک کو عروج کی راہ میں جو تفاصیل پیش آتی ہیں، اور جب وہ تیرگیوں سے گزر کر اصل تک پہنچ جاتا ہے، تو ایسے مقام پر حق، حق کی طرف ترقی کرتا ہوا بڑھتا ہے۔ اگرچہ اس کی ابتدا سلوک یا جذبہ سے ہوتی ہے لیکن جذبہ وسلوک کے مرحلے طے کرنے کے بعد حق تک پہنچ جاتا ہے، جبکہ ترقی کا تتمہ ابھی باقی ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ شروع اصل میں ہوتا ہے اور سلوک وجذبہ کو روک کر حق سے ابتدا کرتا ہے، حالانکہ اس جگہ تک پہنچنے کے لیے سلوک وجذبہ طے کیا ہوتا ہے۔ پس اس سے جذبہ وسلوک متحقق ہوگیا۔

اور مکتوب مع ہدیہ کے مل گیا، دعا اور فاتحہ پڑھی، توقع ہے کہ اس طرح معانی کی تحقیق اور بزرگوں کی عبارتوں سے آپ بہرہ یاب ہوتے رہیں گے۔ فقیر زادوں اور شیخ موسیٰ جیوؒ کی طرف سے سلام عرض ہے۔

مکتوب: ۶۵

اللہ سبحانہ کے کلام کی تحقیق کے بارے میں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید[1] سات حروف یعنی سات قراتوں

---

[1] معلوم ہونا چاہیے، کہ قرآن مجید کے کلام کے سات مرتبے ہیں تین مرتبے وجوبی، اور چار مرتبے امکانی تین وجوبی مرتبے یہ ہیں۔ وجودِ کلام، نورِ کلام اور ظہورِ کلام لمتکلم پر۔ اور چار امکانی مرتبے یہ ہیں۔ اول نفسِ مدعا، کہ حرف وآواز اگرچہ نورانی ہوں اس کی گنجائش نہیں رکھتے۔ دوم حرف وآوازِ نورانی جیسے حضرت جبرئیلؑ کو حصہ ملا، چنانچہ کہا گیا جبرئیلؑ نے آواز سنی۔۔۔ الخ" یہ دو مرتبے اگرچہ مخلوق ہیں، لیکن ان میں کسی مخلوق کو کوئی تصرف حاصل نہیں۔ سوم حرف وآوازِ روحانی جیسا کہ حضرت جبرئیلؑ کا فرشتوں کی زبان میں بات کرنا جس کی سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کو کوئی اطلاع نہ تھی۔ چہارم حرف وآوازِ جسمانی جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صحابہ کرامؓ سے اپنی طرف سے اضافہ کے ساتھ بیان کرنا۔

پر نازل کیا گیا ہے۔ چنانچہ تمام قاری حضرات کے نزدیک یہ تحقیق شدہ بات ہے اور اس کے معانی بھی سات طرح کے ہیں۔ اور علمائے ظاہر کے مطابق بھی یہ بات پکی ہے اور اہلِ باطن کی دو تحقیقات ہیں سے ایک تحقیق کے مطابق ہے اور ہفت بطن (معنی) کی دوسری تحقیق بھی اہلِ باطن کی ہے اور اس دوسری تحقیق کی تفصیل حضرت پیر بنوری قدس سرہٗ کے نزدیک اس طرح ہے: اللہ تعالےٰ کے کلام کے تین مرتبے ازلی اور قدیمی طور پر درجۂ وجوب میں ہیں، اور ان تینوں مرتبوں کا نام وجودِ کلام، نورِ کلام اور ظہورِ کلام ہے۔ ان تینوں مرتبوں کا متکلم اپنی تمام قابلیتوں کے ساتھ کسی اور کے وجود کے بغیر جانتا ہے۔ اور یہ تینوں مرتبے دوسرے چار مرتبوں کی مظہریت کے ساتھ، جو مخلوق اور محدث ہیں، عالمِ اصل الاصول، عالمِ انوار، عالمِ اجرام اور عالمِ اجسام میں ظاہر ہیں۔ ان میں سے دو مخلوق واسباب کے واسطے کے بغیر مخلوق ہیں۔ ایک نفسِ مدعا ہے جو حرف وصوت کے لباس کے بغیر ہے، نہ نورانی اور نہ غیر نورانی۔ یہ نورِ اول کی مظہریت کے طفیل ہے اور مظہریت اول کے ذریعے وہ تین مرتبے بغیر کسی پردے کے وجوب کے سامنے ہیں، چنانچہ اہلِ صفا پر "القاء سِرّی" (پوشیدہ القا) اس پر گواہ ہے۔ دوسرا نورانی حرف وصوت ہے، جو عالمِ ارواح میں ان مراتبِ وجوب کی جامعیت کا مظہرِ ثانی ہے، جیسے حضرت جبرئیلؑ نے سنا۔ چنانچہ عقیدہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے اللہ کے کلام کو آواز سے سنا یا جیسا اللہ تعالےٰ نے چاہا، مثلاً اہلِ نور کے دل میں بات ڈالنے کی طرح۔ اور کلام کے چار مظاہر میں سے دو مخلوق کے واسطے سے مخلوق ہیں، ان میں سے ایک جسمانی حرف وصوت، جس کا حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ پر ظہور کیا۔ اگرچہ آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کے کلام کا ظہور غیر کے واسطے سے نفسِ مدعا کے بیچ ہے، جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا، اور حدیث کہ "آدم کی بنیاد پانی اور کیچڑ پر رکھی گئی" اس مفہوم پر گواہ ہے اور دوسرے درجہ پر آنحضرت کے جسمانی حرف وصوت

ہیں، جن کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام بلند مراتب کے ساتھ اس کلام کو قیامت تک کے لیے تمام مخلوقات پر ظاہر کیا۔ پس جو کچھ ہمارے پاس محفوظ ہے، وہ مذکورہ بالا مناصر کے طفیل ہے، وہی اللہ تعالےٰ کا کلام ہے۔ کچھ اور نہیں اور اس کا محفوظ ہونا، قاری کی قرأت کے احاطہ سے پاک ہے جس طرح ہمارے احاطہ کے باہر اللہ تعالےٰ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کر بے کم و کاست سمجھنا چاہیے۔ پس سمجھیے۔

مکتوب: ۶۶

"تحیّر فی ذاتِ سواہٗ" کے ضمن میں:

پاک ہے وہ ذات جس کے بارے میں کسی نے سوچ بچار کی، اور وہ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اور پاک ہے وہ جو اپنی ذات کو چھوڑ کر اس کی ذات میں متحیّر ہے۔ یعنی اللہ سبحانہ کی جناب میں عین حالتِ ایمان میں مقام بلند کی "نایافت"۔ تحیّر کے معنی نایافت: (نہ پانا) ہے اس لیے نایافت سے پہلے جس کی آپ کو تعلیم حضوری تھی، اور وہ حضوری ظلی تھی اور "یافت" کے ساتھ جمع تھی اور چونکہ یافت کے معنی، ادراک (پانا) ہے اور ادراک کو اللہ تعالےٰ تک رسائی نہیں، خواہ یہ ادراک خفی ہو۔ اس کے بعد "نایافت" کی تعلیم نفیِ ذات کے لیے ادراک کا احتمال رکھتی ہے، نفیِ حضور کا نہیں، جس وقت سالک نفیِ یافت کی تعلیم کے بعد "نایافت" میں مشغول ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ حضوری کو کم کر دیتا ہے اس وقت پھر حضورِ تعلیم سے گزر کر عین نایافتِ حضور میں جو وصول بشری کا خلاصہ اور اصلیت یا نایافت کے دائرہ میں داخل ہے، شامل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ نایافت۔ آخرت میں رؤیتِ بصری حاصل کرنے کے بعد ثابت ہو جاتی ہے۔ البتہ اس جگہ "یافت" ہے جس کا تعلق تجلی سے ہے، ذاتِ پاک سے نہیں۔ جب ذاتِ پاک

پاک سے تعلق ہوگیا، تو گویا نایافت کو ظاہر کر دیا گیا۔ اس لیے چاہیے کہ عین نایافتِ شہود میں نورِ ایمان کی بدولت اللہ تعالےٰ کی حضوری سے جو حاصل ہونے والی یافت سے پاک ہے۔ بہرہ ور ہو کر غفلت سے احتراز کرے۔

پس تحریر: اگر کوئی شُبہ ہے۔ تو انشا اللہ ملاقات کے بعد روبرُو دُور کر دیا جائے گا۔ مختصر یہ ہے کہ حضوری کی طرف توجّہ کیے بغیر محض "نایافت" میں وقت گزارنا چاہیے، یہاں تک کہ مطلوب کے بغیر توجہ قائم ہو اور حق کی حضوری غالب آجائے۔

مکتوب : ۶۷

میاں عبدالهادیؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

بے غرض دوست کی طرف سے مکتوبِ محبت آمیز نہایت اچھے وقت میں ملا۔ مضمون سے آگاہی ہوئی۔ وبا کے پھیلنے کے متعلق لکھا گیا تھا۔ اور بچوں کی سلامتی مطلوب تھی۔ میرے مشفق! کوئی شئے تقدیر سے بے نیاز نہیں کر سکتی۔ اور موت ہر ایک کو ایک ایسے طریقے سے بہر حال آتی ہے جو مقدر ہو چکا ہو۔ اس کا ٹالنا ممکن نہیں۔ ہاں اگر کم اندیشوں کی تسلی کی خاطر تعویذ یا علاج کرتے ہیں، تو یہ موت کا علاج نہیں، بلکہ وہ تسلی نامہ ہوتا ہے، جو اس کے حال کے لیے ہوتا ہے پوشیدہ امر کے ظہور کو رد کرنے کے لیے نہیں، بلکہ صرف اس لیے کہ غم میں پریشان نہ ہو۔ دانا آدمی کو چونکہ معلوم ہوتا ہے کہ موت کا کوئی علاج نہیں، اس لیے وہ تعویذ طلب نہیں کرتا۔ البتہ بعض امراض کا علاج اللہ نے دوا سے کیا ہے اور موت ہرگز کسی ایک شئے میں نہیں۔ یہ ایک ہی بار ہے۔ بار بار نہیں آتی۔ ہم نے آپ کو اور آپ کے فرزندوں کو خالقِ موت کے سپرد کیا۔ خُدا آپ کو صبر و شکر عطا فرمائے۔

آپ نے چند مسائل کے متعلق لکھا ہے۔ تو میرے مشفق! فرائض ہر حالت میں فرض

ہوتے ہیں، کسی اور کی طرف سے ادا کرنے سے ادا نہیں ہوتے۔ البتہ نوافل جس کسی کے لیے چاہے، وہ اپنا ہو یا بیگانہ، خواہ تمام خواہ آدھے، خواہ تہائی، عطا کرنے کے مطابق پہنچائے جاتے ہیں۔ اور ان کا ثواب پہنچتا ہے۔

وقتی نکاح (متعہ) ہمارے مذہب میں باطل ہے۔

بعض روایات میں دفن کرنے کے بعد راستے سے لوٹ کر کسی چیز سے میت کی امداد کرنا جائز سمجھا گیا ہے۔ لیکن جمہور کا یہ طریقہ نہیں۔

قبروں پر چراغ جلانا بدعت ہے، ہاں اگر کوئی ضرورت پیش آ جائے، تو جائز ہے۔

جس عورت کو ایک یا دو بار پانچ روز یا سات روز کی عادت ہو، اور بعد میں عادت سے تجاوز کر جائے، تو یہ دیکھنا چاہیے، کہ اگر مدتِ حیض اکثر اوقات کم ہو جائے، تو اس صورت میں پہلی عادت ختم ہو جائے گی اور اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور اگر مدتِ حیض اکثر اوقات بڑھ جائے، تو پہلی عادت ہی معتبر رہے گی۔ ایامِ حیض عادت کے مطابق گنے جائیں گے۔ اور زیادتی کے دنوں کی نمازیں قضا ہوں گی اور ان کا ادا کرنا ضروری ہوگا۔ مثلاً عام عادت پانچ دن کی ہے اور بعد میں سات یا آٹھ یا دس دن میں پاک ہو اور پھر یہ عادت بن گئی۔ تو یہ تمام دن ایامِ حیض شمار ہوں گے اور باقی تمام دن ایامِ استحاضہ شمار ہوں گے۔

مُردے کے ساتھ کاغذ لکھ کر رکھنا منع ہے البتہ اگر خشک انگلی سے میت کی پیشانی یا سینہ پر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھنا چاہے، تو یہ برکت کے لیے ہے۔

ولد الزنا کا جنازہ درست ہے۔

ہلال کی رات یا عید وغیرہ کے دن مبارک باد دینے کی تیاری میں غلو کرنا اور اسے لازم کرنا یا جمعہ کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا یہ تمام باتیں ممنوع ہیں اور لوگوں کو اس سے منع کیا گیا ہے ملاحظہ ہو شرح کافی "باب المکروہات"۔

مکتوب : ۶۸

میاں عبدالہادیؒ کے نام

برادرم میاں عبدالہادیؒ کی خدمت میں سلام ۔خط ملا ۔ سفارش لکھ کر دے دی گئی۔

اور عنین (نامرد) کے بارے میں جو مسئلہ پوچھا گیا ، تو عنین وہ ہوتا ہے جو عورت کے قابل نہ ہو ، یا شادی شدہ عورت کے تو قابل ہو ، مگر کسی دوسری عورت کے قابل نہ ہو۔ اس لیے اگر عنین خلوتِ صحیحہ کے بعد عورت کو طلاق دے ، تو اس پر پورے حق مہر کی ادائیگی لازم ہے اور عدت واجب ہو گی اور اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد عورت مجامعت کا انکار کرے ، تو اگر وہ کنواری ہے ، تو دوسری عورتیں اس کا ملاحظہ کریں ، اگر اس کا کنوارپن زائل ہو گیا ہو ، تو پھر مجامعت ثابت ہو گئی اور اگر عورت کنواری نہ ہو ، تو پھر شوہر کی بات یا قسم مانی جائے گی ۔خلوتِ صحیحہ وہ ہے کہ عورت جو مرض سے اور حیض سے پاک ، رمضان کے سوا دوسرے ایام میں اپنے شوہر کے ساتھ کسی خالی مکان میں ، جہاں کوئی دوسرا نہ جا سکتا ہو ، رہے ۔ یہ خلوت حکمِ مجامعت رکھتی ہے اس لیے عدت کے ایام لازمی ہیں ۔

مکتوب : ۶۹

اللہ سبحانہ کی ذات وصفات کے مرتبہ کی تحقیق میں ۔

اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کا مرتبہ اپنے تمام ذاتی اور صفاتی کمالات کے ساتھ ازلی وابدی ہے اور ذاتی وصفاتی شانوں کے کمالات کے اسرار پوشیدہ ہیں اور صرف اللہ تعالےٰ کی بلند ذات کو معلوم ہیں ، اور کوئی شے اس کی ذات سے دور اور اس کی معلومات سے پرے نہیں ۔ اللہ تعالےٰ کے یہ مرتبے مختصر یا تفصیل کے

ساتھ ظہورِ خارجی کے لیے کسی شے کے محتاج نہیں، اور اس کے حُسن کا تقاضا اس کی ہر صفت اور ہر شان کے بارے میں عالم و بصیر ہے، لیکن چونکہ ہر صفت کا حُسن اپنی ظاہریت کے باوجود، خارجی ظہور کے تقاضا کرنے کی حد تک اللہ سبحانہ کے علم میں ہے، اور ہر صفت کے حسن کا یہ تقاضا ظہورِ اظہر کا مقتضیٰ کہلاتا ہے، اس لیے اپنے انتہائی استغنا کے باوجود، اس نے ذاتی و صفاتی شانوں کے اقتضا کے مطابق اپنے خارجی اور عدم سے وجود میں آنے والے مرتبے کو اس عالمِ شہود میں ظاہر کیا۔

جاننا چاہیے کہ اللہ سبحانہ کی صفات کے دو مرتبے (پہلو) ہیں۔ ایک لطیفہ اور دوسرا قہریہ۔ حُسنِ صفاتِ لطیفہ کے تقاضے کے مطابق، اس کے مظاہر دنیا میں ظاہر ہوئے۔ چنانچہ اس دنیا میں ایمان و اطاعت اور اوامر کی تعمیل اور نواہی کے اجتناب میں سے جو کچھ ہے، وہ سب حُسنِ صفاتِ لطیفہ کا ظہور ہے اور اس ظہور کی جزا آخرت میں جنت الفردوس میں مستقل قیام اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا ہے، اور اس مقام کی تمام نعمتوں میں افضل و اعلیٰ نعمت، اللہ سبحانہ کا دیدار ہے۔

اسی طرح حُسنِ صفاتِ قہریہ کے مظاہر بھی اللہ تعالےٰ نے دنیا میں پیدا کیے ہیں، چنانچہ جو کچھ کفر اور گناہ اور اللہ کے حکم کی نافرمانی وغیرہ دنیا میں ہے، وہ سب حُسنِ صفاتِ قہریہ کا ظہور ہے اور اس ظہور کی جزا کے مراتب آخرت میں جہنّم میں مستقل ٹھکانہ اور طرح طرح کے عذاب ہیں، اور ان میں سے سب سے بڑا عذاب اللہ سبحانہٗ کے دیدار سے محرومی ہے۔

اے عقل مند باخبر دار۔ اگر تو اس ذاتِ پاک کی صفاتِ لطیفہ کے حُسن کمالات کے کا مظہر ہے، تو اس معرفت کو عرفاں کی نظر سے دیکھے گا اور قدم کو شریعت کے سیدھے راستے پر رکھے گا، ورنہ عین معرفت میں استقامت کے بغیر ظہورِ قہریہ کے سیدھے

راستے پر اپنے آپ کو الحاد کے گرداب میں پائے گا۔

الغرض ملحد صفاتِ قہریہ کا ظہور ہے اور عارف صفات لطیفہ کا ظہور۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے ربّ کی تربیت سے ہٹنے کا چارہ نہیں اور اس سیاہ جنون کے ثمرات سے خلاصی نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات، اس فیض بخشی اور عدم اور مظاہر کے قریب ہونے کے باوجود مظہر میں حلول کرنے سے پاک اور مبرّا ہے پس اسے سمجھئے۔

فائدہ:۔ رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس نے اپنے اللہ کو پہچان لیا اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں، یعنی اسے معرفت میں کسی شے کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔

فائدہ:۔ تیرے دو دانتوں کے اوپر تیرے دو فرشتوں (کرامًا کاتبین) کی نشست گاہ ہے، تیری زبان اُن دونوں کا قلم ہے اور تیری تھوک ان کی سیاہی، چنانچہ وہ پوری حکمت سے تیری زبان اور تیری تھوک سے تیرے اچھے اور بُرے اعمال لکھتے ہیں۔ ان میں سے تیری کوئی شے نہیں۔ اور تو نے فرشتوں کے قد وقامت کے بارے میں سُنا ہوگا، لیکن اس عظمت وجلال کے باوجود تیرے دو دانتوں کی تنگ جگہ میں انہوں نے اپنا ٹھکانہ بنایا ہوا ہے، اور تجھے کچھ محسوس نہیں ہوتا۔

چنانچہ ان لوگوں پر حیرت ہے، جو اس آیت کے مفہوم "حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ" (حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گزر جائے) کو اللہ تعالےٰ کی قدرت سے بعید سمجھتے ہیں، اور عقلی محال کو خدائی محال قرار دیتے ہیں۔

اے مومنِ سُنّی، آگاہ رہ کہ ہم بندوں کے ساتھ قبر، عذاب اور حساب اتنا نازک اور پوشیدہ ہے کہ حساب وعذاب کا معاملہ عام انسانوں کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اور حساب کے معاملہ میں قبر کی زندگی اسی طرح ہے، جس طرح دنیاوی زندگی میں بیداری ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی مُردہ شخص کی قبر پر کوئی جانور بیٹھ جائے تو صاحب

قبر جانتا ہے کہ وہ جانور نر ہے یا مادہ جو لوگ قبر کے معاملے کو ایک محسوس معاملہ نہیں پاتے، وہ فطری جہالت سے لاچار ہو کر اس معاملہ کو خواب کی طرح خیال کر لیتے ہیں، اور اس عقیدے کی وجہ سے اہلِ سنت والجماعت کے مذہب سے دُور ہو جاتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ انہیں معلوم نہیں ہم اس جہل مرکب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ گمراہ کرے، اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔

مسئلہ: حمل خواہ لونڈی کا ہو یا شریف خاتون کا، جب تک اس میں جان نہ پڑے، اس کا ضائع کیا جانا جائز ہے۔ لیکن جب اس میں جان پڑ جائے، تو پھر اس کو ضائع کرنا منع ہے۔ لیکن اس زمانے میں بعض علما نے کہا ہے کہ یہ فساد کا زمانہ ہے۔ اکثر اولاد بدکار ہوتی ہے اگر جان پڑنے کے بعد بھی حمل ضائع کر دیا جائے تو جائز ہے لیکن پہلی بات پر ہی عمل کرنا چاہیے یعنی جان پڑنے کے بعد ضائع نہیں کرنا چاہیے، اگر کسی دوسرے کی لونڈی سے نکاح کیا ہے، تو حمل کا ضائع کرنا بالکل درست نہیں، خواہ اس میں ابھی جان نہ پڑی ہو۔

مسئلہ: کسی شے کا جو وزن میں برابر ہو، ہاتھوں ہاتھ اُدھار لینا دینا جائز ہے۔ لیکن اس وعدے کے ساتھ کہ دو ماہ کے بعد اس سے اعلیٰ ادا کروں گا درست نہیں، کیونکہ یہ سُود ہے۔ الغرض ایک جنس میں زیادتی اور دوسری طرف سے وعدہ، دونوں منع ہیں۔ خواہ وزن میں برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن ایک چیز کا لینا اور دوسری کا وعدہ کرنا ایک ہی جنس میں منع ہے۔ اور دوسری جنس میں ایک طرف سے زیادتی جائز ہے۔ تاہم اُدھار اس وقت جائز نہیں، جب کہ دونوں وزن یا پیمائش میں برابر ہوں۔ اور اگر دونوں غیر جنس ہوں، ایک پیمائش میں اور دوسری وزن میں تو پھر اس طرح کا اُدھار جائز ہے۔

مسئلہ: سوتے وقت اگر قرآن مجید پاؤں کی طرف ہو، اور وہ انسان کے

قد کے برابر بلند ہو۔ تو پھر سونا جائز ہے اور اگر بلندی اس سے کم ہو۔ تو جائز نہیں۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی صاحب ایمان سو یا ہوا اور نماز کا وقت ہو جائے، تو اسے بیدار کرنا جائز ہے، اگر اس کی مرضی معلوم ہو۔ ورنہ اسے بیدار کرنا جائز نہیں۔ اگر اس کی مرضی یا غیر مرضی کا علم نہ ہو، تو اسے آخر وقت تک نہ جگائے۔ اور اس کے بعد اُسے جگا دے۔

مسئلہ:۔ اگر غسل خانہ کی چھت ہو، تو اس میں ننگے بدن ہونا اور غسل کرنا جائز ہے۔ اگر اس کی چھت نہ ہو، تو اختلاف روایت سے مکروہ ہے، البتہ دونوں حالتوں میں بات کرنا منع ہے۔

مسئلہ: اگر سجدہ کے وقت پاؤں کی انگلیوں کا رُخ قبلہ شریف کی طرف نہ ہو، تو ایک روایت سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اس کے عُرف یا ذات کی وجہ سے حقیر جانے اور کہے کہ فلاں جولاہا ہے اور فلاں موچی ہے، تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " وہ نہیں مرا، جو مر گیا، ہاں البتہ وہ مر گیا جس نے موت سے پہلے موت کی آرزو کی۔ اگر وہ نیک ہے، تو وہ اپنی نیکی کی طرف جائے گا، اس لیے اس کی تدفین میں جلدی کی جائے اور اگر وہ گنہ گار ہے، تو بھی جلدی کی جائے، تاکہ اس کے گنہ کم ہوں۔

مکتوب: ۷۰

ایک عزیز کو ان ابیات کے جواب میں لکھا گیا:۔ ؎

چشمِ چشمانہ تواند دید نت　　　　در خیال آرد غم و خندید نت

ترجمہ:۔ ان آنکھوں سے تیری آنکھیں دیکھی جا سکتی ہیں، لیکن پھر اپنے غم اور تیری ہنسی کا خیال آتا ہے۔

من چہ باشم لائقِ ایں وصفِ پاک   عاصیم، حیدران ولا ملجا سواک
میں اس پاک صفت کے لائق کہاں ہوں؟   میں ایک گنہ گار ہوں جس کی پناہ تیرے سوا کہیں نہیں
خاک را برداشتی از زیرِ پائے   خود نہادی بر سرِ گشک علا
تو نے اپنے پاؤں کے نیچے سے مٹی کو اٹھایا   اور پھر اسے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا

نیاز مندانہ سلام اور مطالعۂ مکتوب گرامی کے بعد عرض ہے کہ اس مکتوبِ گرامی کا بیان اس سیہ رُو گنہ گار کے لیے ایک شہادت ہے اور دعا ہے۔ حضرت مولانا رومؒ کے بیت کے معنی خُوب لکھے گئے ہیں لیکن دوسرے مصرع میں صرف تائے (ت) موزوں نہیں معلوم ہوتا۔ ورنہ اس کے معنی بہت عمدہ ہیں اور میرے ناقص ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ پہلا مصرع استفہامیہ انکاری ہے۔ اور جس وقت عاشق نے اپنی آنکھوں سے اپنے جسم کو محروم پایا، تو مجبوراً تسلی کے لیے غم اور خندۂ معشوق کا خیال کیا۔ یعنی اس کی ناراضی اور خوشی کے بارے میں خیال کرتا ہے اس لیے اس کے معنی یہ ہیں کہ اگرچہ میری آنکھوں میں یہ بساط نہیں تاہم ناراضی و رضامندی کا مشاہدہ، جو بیم و رجا کا ثمرہ ہے۔ خیال میں لاتا ہوں تاکہ میں ان دونوں باتوں سے محروم نہ رہوں۔ چنانچہ ایک عزیز نے کہا ہے ؎

از ہرچہ در خیال، خیالِ تو خوشتر است   وز ہرچہ در وصال، وصالِ تو خوشتر است

ترجمہ: جو کچھ بھی میرے خیال میں ہے، اس میں سے تیرا خیال ہی سب سے اچھا ہے۔ اور جو وصال بھی ہے، اس میں تیرا وصال ہی سب سے اچھا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ صحیح کیا ہے۔

مکتوب: ۱۷

صاحبزادہ میاں عبدالمجیدؒ کے نام لکھا گیا۔ ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد — فدائے یک تنِ بیگانہ کاشنا باشد

ترجمہ: سینکڑوں رشتہ دار جو خدا سے بیگانہ ہوں، اس ایک اجنبی پر قربان، جو اللہ سے آشنا ہو۔

اسے برخوردار، عزیز القدر، اس ملک کے لوگ اس طرح قربان و فدا ہیں اور یہاں کے صالح لوگوں کی ایک جماعت دِن رات اللہ کی یاد میں اس طرح معروف ہے، کہ میرا ان سے جُدا ہونا، جان سے جانے کے برابر ہے۔ بہر حال چونکہ دُور رہنے والے رشتہ دار بھی دُنیاداری کی وجہ سے خواہش رکھتے ہیں، اس لیے آنے کے سوا کوئی چارہ نہیں، ایک ذاتی سبب کی وجہ سے پانچ چھ دن کے لیے رُک گیا ہوں۔ لہذا صاحبزادہ کو یہ خط لکھا ہے کہ آپ اتنے دن میرے غریب خانہ کو اپنے مبارک قدموں سے سرفراز کریں۔ اس طرف آنے کا ارادہ نہ کریں، اور آپ کو چاہیے کہ ہر طرح ان کی خدمت میں رہیں۔ اور آداب بجا لائیں۔ اس فقیر میں اتنی طاقت کہاں، کہ تشریف آوری کی خبر سُن کر رُک جاتا، لیکن ایک وجہ سے چند روز رُکنا پڑا ہے۔ انشاءاللہ ان پانچ چھ دِنوں کے بعد خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ شیخ عبدالغنی جیو اور شہر یار جیو اور تمام حاضرینِ مجلس کی طرف سے دعا و سلام۔

مکتوب : ۷۲

میاں محمد فاروق کے نام لکھا گیا۔

گر شود عالم پُر از خوں مالا مال! — کے ترسد اہلِ حق غیر از جلال؟

(ترجمہ) اگر ساری دنیا بھی خون سے لبریز کیوں نہ ہو جائے، اہلِ حق سوائے اللہ کے جلال کے اور کسی سے کہاں ڈرتے ہیں۔ اس قسم کے واقعات کا ظہور اللہ تعالےٰ کے جلال کی تجلیات ہیں۔ جو لوگ اوامر کی پابندی اور نواہی سے پرہیز نہیں کرتے،

ان کی تنبیہ کیلئے اللہ تعالےٰ کے جلال کی ایسی شکلیں ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ تاکہ ان کے ظاہر ہونے کے بعد اگر لوگ توبہ اور ندامت کی طرف رجوع کریں، تو ایسی باتوں کا ظہور اُن کے حق میں جلال کے پردے میں جمال کا ظہور ہوگا، اور معاذاللہ اگر وہ بے ادبی کے طریقے سے باز نہ آئیں اور دنیا اور آخرت کی رسوائی میں مبتلا ہو جائیں، تو اس قسم کے واقعات ان کے حق میں عذاب کی دلیل ہوں گے، جیسا کہ فرعون کے ساتھ ہوا۔

ہمارے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزوں میں سے ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ لوگوں کے پانی خون بن جایا کرتے تھے۔ میں بات کو مختصر کرتا ہوں کہ اس قسم کے واقعات غیب سے کسی واسطہ کے بغیر وقوع پذیر ہوتے ہیں یا جنوں کے ذریعے یعنی جنوں کو اس بات پر لگایا جاتا ہے کہ ان کو بازیچہ اطفال دکھائیں۔ چنانچہ جن لوگوں پر اس طرح کا واقعہ ہو جائے، انہیں چاہیے کہ وہ غسل کرکے تمام اہل خانہ کے ساتھ دل و جان سے توبہ اور ندامت کا اظہار کریں اور غسل اور وضو کے پانی کو کسی برتن میں جمع کرکے جس جگہ خون کے قطرے پائے جائیں، وہاں چھڑکیں اور مغرب کی نماز کے بعد اس گھر میں حضرت پیر دستگیرؒ پر درود بھیجیں اور تین دن تک خشوع و خضوع سے اس کام کو کریں اللہ نے چاہا، تو توبہ کی سچائی کی برکت سے ان آفات سے نجات کی امید ہے اور اگر خالص حلال مال میسر ہو، تو اس کا صدقہ کریں اور جتنی توفیق ہو، فقیروں اور غریبوں میں خیرات کریں اگر اُس شخص نے کسی کا کچھ دینا ہو، تو اسے راضی کرنا پسندیدہ ہے۔

میاں محمد فاروقؒ کہ جس کے نام یہ مکتوب لکھا گیا ہے، چاہیے کہ اپنا وقت اللہ تعالےٰ کے ذکر سے شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے ہاتھ نہ اٹھائے اور لمبی لمبی امیدیں نہ باندھے۔ اور اس حالت میں اللہ تعالےٰ کے ذکر سے جو کچھ میسر ہو، اسے جمعیت دل کے ساتھ یا اس کے بغیر حال اور مستقبل کی جمعیت سمجھے۔ بہت سے لوگ زیادہ کی طلب میں تھوڑے سے بھی محروم ہو جاتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ انہی کی طرح تم بھی

ہو جاؤ اور دونوں طرف سے محرُوم ہو جاؤ۔ تھوڑے کو بہت سمجھو، تاکہ عطا کرنے والے کا شکر ادا ہو سکے۔ اور یہی شُکر، کثیر کے حصُول کا سبب بن جائے۔ اگر یہ دولت ہزار سال میں بھی میسّر ہو، تو پھر بھی غنیمت سمجھو۔

مکتوب: ۷۳

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

مکتوب کے مطالعہ کے بعد سوالات سے آگاہی ہوئی، چونکہ دوسرے اہم مسائل میں سے اہم تر مسئلہ حق تعالےٰ کی ایجاد ہے، اس لیے سب سے پہلے اسی کی تحقیق سے شرُوع کرتا ہوں۔ جاننا چاہیئے کہ مسئلہ ایجاد کی پہچان کا کمال، عذاب پانے والے کافر اور توبہ کرنے والے مومن کے لیے حقائقِ اشیا کی پہچان پر دار و مدار رکھتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ہمارے اللہ ہمیں حقائقِ اشیا اس طرح دِکھا، جس طرح کر دہ ہیں۔ بہت سے مذاہب حقائقِ اشیا کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے قضا و قدر کی تحقیق کی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔ اور ایمان سے ٹُوٹ کر کُفر سے جُڑ گئے ہیں۔ تمہاری یہ ناقص عقل جو عدم ایجاد کو ترجیح دے کر کافر ہو گئی ہے، ایمان سے ٹُوٹ کر کُفر سے جُڑ گئی ہے۔ اس سے توبہ کریں اور تجدیدِ ایمان کریں۔ اور یہ اعتقاد رکھیں کہ اس کی تحقیق دو قسم کی ہے۔ ایک مُجمل اور ایک مفصل۔

مُجمل یہ ہے کہ جان لیں کہ اللہ تعالےٰ حکیمِ مطلق ہے اور اس حکیمِ مطلق کا کام پُوری حکمت سے ہے، وہ ترجیح دیئے جانے سے پاک ہے۔ ایک طرف کو دو طرف پر ترجیح دینا، اس کے اختیار کے ماتحت اور اس کی حکمت کے مطابق ہے۔ اس کا اختیار دوسری طرف کے تابع نہیں، یعنی ترجیح کے دو اطراف میں سے ترجیح شُدہ طرف اس کے اختیار اور ارادے سے ہے، نہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کے ارادے سے قبل ہی وہ ترجیح شُدہ

طرف تھی، اور اختیار اس کے تابع تھا۔ یہ محض کُفر اور واضح جہالت ہے۔

اور یہ کہ اگر عقل بعض دقیق باتوں کو نہیں سمجھ سکتی، تو یہ عقل کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس میں اللہ تعالےٰ کی ایجاد و حکمت کا قصور نہیں، کیونکہ حکمت سے باخبر نہ ہونا ہماری اپنی کوتاہی ہے۔ یہ عجیب بے عقلی ہے کہ انسان خود اپنی عقل کے ناقص ہونے کا قائل ہے لیکن اس کے باوجود اس کی عدم دریافت کو نقصان کا سبب سمجھتا ہے۔ اور ایجاد میں نقصان کی تجویز کو نقصان سے پاک ظاہر کرتا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس مجمل پر ایمان رکھے، کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے کیا ہے، وہی ہونا چاہیئے تھا اور متفرق خیالات کو شیطانوں کے تیر سمجھے، اور ان کے دُور کرنے کی کوشش کرے تاکہ راہِ راست سے نہ ہٹ جائے۔

اور مفصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی ذات، صفات اور شانوں کے ساتھ ازلی اور قدیم ہے، نیز کہ اس کا ارادہ جمال و جلال کی صفات کے کمالات کے حُسن کے ظہُور کے لیے دوسرے درجے میں شہادت ہے، اور اس کے ظہُور کے باوجُود غیب ہونا درجۂ اوّل ہے، یعنی مرتبۂ صفات ہے اور استغنا کے باوجُود اللہ تعالےٰ ظہُورِ شانی سے ازلی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں، چنانچہ میں نے خلق کو پیدا کیا تاکہ وہ مجھے پہچانے۔ پس اللہ تعالےٰ کا ارادہ "لا" سے مخصُوص اور غالب ہو کر قہر کی نازک صفات کے حُسنِ کمالات کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور پھر مغلُوب و معدُوم ہو کر عدم ظہُور کی طرف آیا اور چونکہ جلال کی صفات کا حُسن اس بات کا مقتضی ہے۔ کہ مظہر سے حُسن سلب کر لیا جائے اور جمال کی صفات کا حُسن مظہر کو بخشا جائے۔ اس لیے لاچار ان دونوں کامل صفات کے تقاضے سے، کہ ان کی مخالفت ممکن نہیں، کافر، جلال کی صفات کا مظہر ہے۔ اور چونکہ اس کا وجُود، صفتِ مذکور کے تقاضائے حُسن کے ظہُور کی وجہ سے

ازلی تھا۔ اس لیے سلوک کے حسنِ ایمان کی وجہ سے کفر، مغلوب و معیوب ٹھہرا۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا، تو صفتِ جلال کا حسن ظہور میں نہ آتا، اور یہ بات غیر معقول ہے، کہ کافر کا وجود، حسنِ جلال کے ظہور کے لیے ازلی مراد کے تقاضے کے مطابق ازلی ہوتا اس لیے وہ کون صاحبِ عقل ہے، کہ اس کے ظہور کی نفی تجویز کرتا۔ مختصر بات یہ ہے کہ اگر صفات کے تقاضے کے لحاظ سے بھی نہ دیکھیں، اور عقل کو ہی اپنا حاکم بنا لیں، تو عقلِ سلیم بھی حسنِ صفات کے وجودِ ظہور پر حاکم ہو گی نہ کہ عدمِ ظہور پر۔ پس ہماری رمزوں کو سمجھئے۔ اے بھائی دامن کا غذ تنگ ہے۔ اس لیے مفصل بات کو مجمل انداز سے بیان کیا ہے۔ اگرچہ اس کا سمجھنا مشکل ہے۔ اگر اللہ نے چاہا، تو کسی دوسری ملاقات میں باقی ماندہ شبہ بھی دور ہو جائے گا۔

اضافہ:۔ ذبح اور صدقے کا مسئلہ میں نے لکھ کر بھیج دیا ہے۔ اور ترکہ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت کا مہر شوہر کے ذمہ ہے اور وہ شوہر کا ترکہ فروخت کر کے یا قیمت لگا کر اس میں سے مہر اپنے پاس رکھ لے، تو جائز ہے اور اگر اس کی قیمت مہر سے کم ہو، تو اتنا نقصان عورت کا ہو گا۔ اور اگر مہر شوہر کے ذمہ نہ ہو، اور غلط طور پر شوہر کے ترکے کو بیچ دے، تو بالغ بچے بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے بعد اپنے حصے کی بیع فسخ کر سکتے ہیں، خواہ وہ سب سلامت ہوں یا ہلاک ہو گئے ہوں۔ اور خریدار سے اپنا حصہ لے سکتے ہیں والسلام۔

مکتوب : ۷۴

فضیلت مآب محمد اکرمؒ کے نام۔

مجتبیٰ اکرمؒ۔ اس آیت عظیمہ کے نور سے کہ "اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے"۔ آپ کے لکھے ہوئے شفقت آمیز

خط نے وہاں کے حالات سے مطلع کیا، اور یہاں کے حالات جاننے کی خواہش سے آگاہ کیا۔ میرے عزیز! چند دن کے لیے یہاں بھی بہت سی خرابی دیکھنے میں آئی، چنانچہ بہت سے لوگ اپنے قبیلوں کے ساتھ بے وطن ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ یہ اطلاع محض افواہ تھی۔ بعض لوگ اپنے گھروں کو لوٹ آئے ہیں۔ میں بھی شہر میں آ گیا تھا۔ ابھی تک اکثر لوگ خوف زدہ ہیں، دیکھیں غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ توقع ہے کہ دشمن و دوست کے خلاف جو بھی پیش آئے اسے رضائے خدا سمجھ کر تمام امورِ عبادت میں پورے توکل اور صبر سے کوشش کرتے رہیں کہ دراصل یہی کام ہے اور باقی سب کچھ ہیچ۔ اگر آپ کو موقعہ ملے، تو کسی وقت قدم رنجہ فرمائیں۔

مکتوب : ۷۵

فضیلت مآب محمد اکرمؒ کے نام۔

اللہ کے پاک نام سے، اللہ کے نزدیک سب سے بزرگ وہ ہے، جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ بلند معانی سے لبریز آپ کے مراسلے کی آمد نے دل کو فرحت بخشی، اور سعادتِ ازلی کے آثار سے جو حقیقی اہلِ تقویٰ کا حصّہ اور نبوتِ مصطفویؐ کے کمالات سے بہرہ ور ہیں، کا پتہ دیا۔ اے اللہ! جو مستعدین سے دانائی حاصل کرتے ہیں ان میں اضافہ کر، اور انہیں مرتبہ حق الیقین کے حاملین میں سے بنا۔ میرے عزیز! جو کچھ بلندیِ نسبت کے متعلق لکھا گیا تھا، تو یہ سب کچھ نسبتِ سابقہ کا ماحصل ہے ہر چند سابقہ نسبت درجے کے اعتبار سے زیادہ روشن اور زیادہ کامل نیز زیادہ لطیف اور زیادہ غالب ہے، لیکن چونکہ بعض مستعد حضرات ذاتی مناسبت کی بدولت تنہائی کے مرتبہ سے آگاہی پانے کی وجہ سے تفصیل اور مظہریت کے درجہ سے بالکل قطع تعلق

چاہتے ہیں اور تخلیص کا یہ مرتبہ، مقامِ تفصیل کا محیط و مرکز ہے اور حقیقی مظہریت اس مقام پر بے تامل حاصل ہوتی ہے، اور وہ اپنے آپ کو مکمل طور پر تنہائی کی اس حیثیت کے، جو معلوم ہو چکی ہوتی ہے، اور اس سعادت کے جو مل چکی ہوتی ہے، سپرد کر دیتے ہیں، اور فکر و اندیشہ سے رہائی پا لیتے ہیں، کیونکہ یہ نسبتِ عالی، سابقہ معانی کو اپنے دامن میں لیے ہوتی ہے۔ اور ذاتِ حقیقی کے وصال سے بہرہ اندوز ہو کر لاانتہا قابلیتوں کی مالک بن جاتی ہے، اس لیے سابق مرتبہ، صفات کی پیوستگی سے باخبر ہوتا ہے، کیونکہ معدوم الکیفی کی نسبت حقیقت میں غیریت رکھتی ہے لیکن چونکہ مرتبۂ خلو کے بعض حقائق سے آگاہی دینا ملاقات پر موقوف ہے، اس لیے انشاءاللہ اگلی ملاقات پر ان باریک نکات سے بھی واقفیت دی جائے گی۔ اس لیے چاہیے کہ اپنے آپ کو اسی مختصر حیثیت کے، کہ یہی مرتبۂ خلو ہے، سپرد کر کے اوقات کو اسی طرح مرتب کریں، کہ کوئی وقت بھی اس مقصد سے خالی نہ رہے اور مسلسل ترقی ہوتی رہے اور اعمال کی درستی، اور اخلاق کی بلندی کے لیے انتہا درجے کی احتیاط روا رکھی جائے۔ اور توکل کی کمر مضبوط باندھ کر، اور فقر و فاقہ کو اہلِ طریقت کا خلاصہ جان کر ظاہری اور باطنی نظر کو ہر لحاظ سے اہلِ جہاں سے پوری طرح پاک رکھیں۔ حیف صد حیف اس شخص پر، جو اصل سے ملنے والا ہو، مگر مظہریت، وصولِ صفاتی اور درجۂ تفصیلی اس کے لیے حجاب بن جائیں، اور اللہ تعالےٰ کے بغیر یہ سب تقصیریں اور گناہ ہیں۔

میرے عزیز! یا یہ کوئی کمال نہیں ہے کہ اہلِ صفا ظاہری اعمال کی آراستگی اور تہذیبِ اخلاقی کریں۔ اور ظاہر کی آراستگی اسی بات کی خبر دیتی ہے اگرچہ باطنی کمال کے بغیر ظاہری آراستگی اس کے مشابہ ہوتی ہے۔ لیکن اس کا مقام اور ہے۔ اور اس کا مقام اور۔

اپنے والدِ بزرگوار کی خدمت میں میرا سلام پہنچائیں اور اگر موقع ملے تو تمام اعزہ

کو بھی سلام پہنچائیں۔ میاں پیر محمد کو ایک اسم کی یاد داشت سے واقف کرایا تھا۔ اگر قلتِ صحبت کی وجہ سے کوئی شک رہ گیا ہو تو اس کو جلدی سے پورا کر دیں اور اپنی صحبت کے ذریعے اس پر توجہ کرنے سے دریغ نہ کریں۔ زیادہ وقت تنہائی، خاموشی اور مراقبہ کو دیں اور بہت تھوڑا، بلکہ بہت ہی تھوڑا وقت مسائل ضروری کے بارے میں کلام کریں۔ اکثر باوضو رہیں، کیونکہ ظاہری طہارت باطن سے اتفاق کرتی ہے۔ اور جب صورت یہ ہو جائے، تو معاملہ نورٌ علےٰ نور ہو جاتا ہے۔ والسلام والاکرام

مکتوب: ۷۶

محمد فاروقؒ کے نام لکھا گیا۔

برادرم محمد فاروقؒ خدا کی تائید سے حق و باطل میں فرق کرنے والا بنے۔ انہوں نے ہمارے حضرتِ ایشاںؒ کے چند مبارک کلمات کے بارے میں جو بہت دقیق اور گہری عبارت میں لکھے گئے تھے، اس احقر سے اُن کے معانی کی تحقیق کے لیے تکلیف فرمائی۔ جس سے مجھے سعادت حاصل ہوئی۔ اگرچہ اس حقیر میں اتنی طاقت کہاں، کہ اتنے دقیق اور گہرے کلمات کے معانی میں دخل دے۔ لیکن سوال کرنے والے کو جہاں تک ممکن ہو، جواب دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اس لیے اپنی ناقص سمجھ کے مطابق چونکہ ان کی اصطلاحات سے قدرے واقف ہوں۔ اس لیے ہر کلمہ کے معانی الگ الگ بیان کرتا ہوں، ذرا توجہ سے سنیں۔

لکھتے ہیں کہ حضرت ایشاںؒ نے فرمایا ہے "کہ حق تعالیٰ میرے معاملے میں اتنی غیرت رکھتے ہیں، کہ وہ نہیں چاہتے کہ میری تربیت میں کسی غیر کا واسطہ ہو" اس عبارت سے حضرت سرورِ انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ کی نفی ہوتی ہے، اور یہ ممنوع ہے۔

انہوں نے مہربانی کی۔ اللہ کے فضل نے اس خادم پیرو کار کو پیشوا کی فیض بخشی کے طفیل، اور اُسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کی بدولت اپنے پیشوا کی طرح تعلیم دے کر سرفراز کیا، جیسا کہ مولانا رومیؒ نے فرمایا ہے

ما مریدانیم و شاگردانِ حق　　علم ما از علمِ حق گیرد سبق

(ترجمہ) ہم اللہ تعالیٰ کے مرید اور شاگرد ہیں۔ ہمارا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے سبق لیتا ہے۔

نیز اس دولتِ تعلیم سے وہ اپنے پیشوا کا ساتھی بن گیا اور ساتھی بننے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ برابر ہو گیا، کہ ایسا ہونا معدوم ہے۔ البتہ وہ شرکت، جس سے برابری کا سوال پیدا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص سبق میں شرکت ہے، نہ کہ ایک معلم کی تعلیم میں شرکت۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کی سنتِ ایجاد میں عام و خاص شریک ہیں لیکن مخصوص موجودیت اور خاص تربیت میں وہ باہم شریک نہیں اور پہلی شرکت میں برابری ملحوظ ہے، لیکن دوسری شرکت میں برابری نہیں، سبحان اللہ۔

شیخ عبدالحق دہلویؒ نے، اللہ اُن کی خطا معاف فرمائے، حضرت ایشاںؒ کے قول کی حقیقت پر، جو شرکت سے ظاہر ہوتی ہے، اس گروہ کی اصطلاحات کو نہ جاننے کی وجہ سے اعتراض کیا ہے۔ اور انہوں نے کہا جو کچھ کہا۔

اور یہ جو محبتِ حقیقی کے وصولِ اوّل کو مرکز سے تعبیر کرتے ہیں، تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا کا حصہ ہے اور وصولِ ثانی کو دائرہ نما شکل میں دکھاتے ہیں، جو اصل میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا مقام ہے۔ چنانچہ حضرت ایشاںؒ نے، جو حضرت خاتم الانبیا اور حضرت خلیل اللہ کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔ اسی پیروی کی مناسبت سے اس دائرہ محبت میں راہ پیدا کر لی۔ اور حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، جو عالی مرتبہ ہونے کی وجہ سے مرکز سے وصل کرنے والے، اور مکمل تفصیل میں، مرکز میں اپنا مقام رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ دائرہ کی تفصیلات حاصل کرنے کی طرف توجہ

نہیں رکھتے۔ اس لیے ہمارے حضرت ایشاںؒ کی حیثیتِ تفصیلی سے پیوستگی، جو دائرہ سے عبارت ہے، "جس نے ان کی سُنّت کو روشن کیا، اس کے لیے اجر ہے، اور جس نے اس پر عمل کیا اس کے لیے بھی اجر ہے" کے حکم کے مطابق مرکز کے مجمل کمال کے باوجود، جو خاتم الانبیاء کے لیے ثابت و مسلّم ہے، آنحضرت کی طرف لوٹ کر آتا ہے، اور ضمنی امانت صاحبِ امانت کو پہنچ جاتی ہے۔

نیز حضرت ایشاںؒ کے اس قول کی تحقیق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تفصیلی محبوبیت کا مرتبہ میری بدولت، جو کہ اُن کا کمترین غلام ہوں، حاصل ہوا، محبت کے مرتبے کی تحقیق سے واضح ہو گئی اور اس میں کوئی مشکل نہیں۔ اور چونکہ ولایتِ ظلّی کا مرتبہ شہودِ حق ہے اور جو شہود ہے، وہ وصلِ پوشیدہ اور ظہور کے دائرہ میں داخل ہے اور جب تک شہود سے غائب میں نہیں آتا۔ ظاہرِ حقیقی کا وصول وصلِ یاس سے میسّر نہیں ہوتا۔ اس لیے اربابِ شہود کے لیے ظاہرِ حقیقی کے وصل کو کل پر اٹھا رکھا گیا ہے اور چونکہ ہمارے حضرت ایشاںؒ نے مرتبۂ شہود سے گزر کر مرتبۂ غیب تک، ظاہرِ حقیقی کے مطابق اور علمِ لدنی کی تعلیم سے جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، پہنچنے کا شرف حاصل کر لیا ہے، لہٰذا اصحابِ شہود کے لیے جس شے کی امید آخرت میں ہے، وہ انہیں دُنیا ہی میں حاصل ہے، چنانچہ غیب سے شہود میں آنا ظاہرِ حقیقی سے حجاب میں ہونا ہے، اس لیے واصلانِ غیب کے حق میں بہ معنی لینا محض شرک ہے۔ پس اسے سمجھئے۔

اور وہ جو لکھا ہے کہ حقیقتِ محمدیؐ سے حقیقتِ کعبہ افضل ہے، تو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرتِ کعبہ کی دو حقیقتیں ہیں۔ ایک حقیقت مرتبۂ مخلوق کی ہے اور یہ نُورِ اوّل کی قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے۔ نُورِ اوّل نُورِ محمدیؐ ہے اور دوسری حقیقت مرتبۂ وجوب کی ہے، جو معبودیت یعنی جس کو سجدہ کیا جائے، کی حقیقت ہے۔

اور کعبہ کی یہی حقیقت اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کی مقتضی ہے۔ در آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بھی دو حقیقتیں ہیں، ایک حقیقت مرتبہ مخلوق کی ہے۔ جو نورِ اوّل کی ذات ہے اور تمام قابلیتوں کو جمع کرنے والی ہے اور کعبہ بھی ان قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے اور دوسری حقیقت مرتبۂ وجوب کی ہے، جو ذات کی قابلیت ہے۔ اور علمی اعتبار سے ہے، تاکہ تمام شیون وصفات کو اجمالی طریقے سے جمع کرنے والی بنے، اور یہ قابلیت معبودیت کی قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے۔ چنانچہ ہمارے حضرت ایشاںؒ کا قول فضیلتِ کعبہ کے متعلق دوسری حقیقت ہے نہ کہ پہلی پس اسے سمجھئے۔

اور وہ جو لکھا ہے کہ میری تخلیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی سرشت کے بقیہ میں سے ہے، تو جاننا چاہیے کہ ہر نبی کی حقیقی انسانیت کی تخلیق کا الگ مرتبہ ہے، جس میں اپنے کمال کے تمام تابع حقائق شامل ہیں۔ اور انسانی حقیقت، علمی قابلیت ہے، اس لیے ہر نبی کو اس حقیقت سے ایک مخصوص بلکہ نہایت مخصوص حصہ ملا ہوتا ہے، اور ان کے پیروکاروں کو بھی باقی ماندہ میں سے کچھ حصہ میسر ہوتا ہے۔ اس لیے حضرت ایشاںؒ کا قول بھی آنحضرتؐ کی بقیۂ طینت میں سے حصہ لینے کا مطلب اس فقیر کے نزدیک یہی ہے۔ اور اس کے بارے میں حدیث نبوی بھی ہے: اَكْرِمُوا عَمَّتَكُمْ لِاَنَّهَا مِنْ بَقِيَّتِ طِينَتِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ "بزرگوں کی عزت کرو کیونکہ وہ حضرت آدمؑ کی طینت کے بقیہ میں سے ہیں" مناسبت انسانی کی خبر دیتی ہے اور وہ جو لکھا ہے کہ بعض اولیاء، بعض صحابہ کرام سے، بلکہ کسی ایک انبیاء سے افضل ہیں اور ان کو تمام اولیاء پر شرف حاصل ہے، تو میرے مشفق! یہ تحقیق خبر کے سلسلے میں ہے اور اس کا جواز حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہم السلام سے ظاہر ہے، جو

کسی سے پوشیدہ نہیں۔

اور وہ جو لکھا ہے کہ آنحضرت کے چاروں یاروں میں سے میں ہر ایک کے درجے سے آگے گزر گیا، اور درجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفیاب ہوا۔ اور میں نے اپنے آپ کو اسی رنگ میں رنگا ہوا پایا۔ اس قول کی تحقیق اس طرح ہے، کہ بعض اولیائے کمال کو کسی مقام پر متمکن ہو جانے، استعداد کی فراوانی اور راہِ سلوک کی سیر سے فراغت کے بعد یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ صحابۂ کرام اور انبیائے علیہم السلام کے مقامات کا معائنہ کیا جائے، تاکہ پیروکاروں کے مرتبے کی پستی اور پیشواؤں کے مرتبے کی بلندی کے حقیقی فرق کو معلوم کر کے اس تقلیدی اور سماعی عقیدے کی، جو ان کی نسبت رکھا جاتا ہے، تحقیق کی جائے اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ان بلند مراتب کا معائنہ، ادنےٰ پیروکار کو ان مراتب کی نورانیت کے تھوڑے بہت رنگ سے محروم نہیں رکھے گا اور دریائے اشارہ کے طے کرنے کا مطلب اپنی استعداد کی تنگی کا آنحضرت کی استعداد سے مقابلہ کرنا ہے، جو بے شمار مراتب حاصل کرنے کے بعد بھی مزید ترقی کے خواہاں ہیں، چنانچہ "قُل رَّبِّ زِدنِی عِلمًا" کی آیت اس معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے، سُبحان اللہ کیسی بات کہی ہے کہ اس میں ایسے معنوی اشارے بیان کر دیے گئے ہیں کہ اکثر ظاہر بیں انہیں نہیں سمجھ سکے، بلکہ انہوں نے اس کے برعکس مطلب لیا ہے ؎

بس کنم، خود زیرکاں را ایں بس است (ترجمہ) اسی پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ سمجھ داروں کے لیے یہی کافی ہے۔

مکتوب: ۷۷

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

سب تعریف اللہ کے لیے ہے، جس کی ہر روز ایک نئی شان ہوتی ہے، اور جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ کی کئی شانیں ہیں۔ اور ہر شان ایک مخصوص تعین کو پیدا کرتی ہے، اور تمام تعینات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان میں سے بعض انتہائی ادنٰے ہیں۔ اور یہ مناسب نہیں کہ ان میں سے بعض کو کثیر واسطوں کے بغیر حاصل کر لیا جائے، اور بعض کے لیے یہ مناسب ہے کہ انہیں واسطوں کے بغیر پا لیا جائے اور وہ لوگ جو بغیر وسیلے کے پا لیتے ہیں، وہ انبیا ہیں۔ دوسری قسم میں وہ لوگ ہیں، جو اولیا ہیں اور ان کے درمیان بھی درجات کا فرق ہے بعض ہمیشہ کئی وسائل کے محتاج ہوتے ہیں اور بعض صرف ایک وسیلے کے۔

معلوم ہونا چاہیے، کہ کثیر واسطوں والوں کی ابتدا سلوک سے، اور انتہا جذبے سے ہوتی ہے۔ اور ان کے درمیان بھی بعض میں ابتدا ہی سے فرق ہوتا ہے۔ بعض میں وسط میں اور بعض میں آخر میں۔ جو لوگ ابتدائے جذبہ میں ہوتے ہیں، وہ ولایت خاصہ کے سایہ میں ہوتے ہیں، جسے ولایتِ اولیا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اور بعض محققین کے نزدیک وہ ولایتِ صغریٰ میں ہوتے ہیں۔ اور ابتدا کے لوگوں کے لیے یہ عجب نہیں کہ وہ مسنونہ عبادات میں کوتاہی کریں۔ چنانچہ وہ بظاہر بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں اور احتیاط کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ اور یہ مرتبہ، مراتبِ قیود میں سخت پابند مرتبہ ہے۔

اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالک اس مقام سے رہائی پا کر دربانے جزُ کے ظہور کے ذریعے ولایتِ خاصہ، نفس کے کمالات سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اس مقام پر اگرچہ وہ بدعات کے ارتکاب اور ترکِ نماز سے محفوظ رہے گا۔ لیکن توحید وجودی سے مغلوب ہو جائے گا۔ اور سُکر کے غلبہ کی حالت میں کبھی کبھی فرائض پنجگانہ سے قاصر رہے گا کیونکہ یہ محفوظ صورت ہے۔ اور جب خاص فضل سے بغیر کسی بہانے کے اس سے خلاصی مل جائے گی اور مرتبہ انتہا کو پہنچنے والے تجلّٰہ کا ظہور ہو گا۔ تو وہ

شخص توحیدِ شہودی کا مالک بن جائے گا، اور اہلیتِ نفس سے ولایتِ خاصہ کی بزرگی حاصل کرے گا۔ اور ان دونوں مراتب پر پہنچ کر علمِ مطلق کے کمالات یعنی معلوماتِ ازلی کے ظہور سے، مختلف درجات کے حساب سے آئینہ عرفانیت میں ظاہر ہو گا۔ پس اس کے وصول کا تعلق ولایتِ کامل کے وسط میں محصول الکیفیت کے علم سے اور ولایتِ کامل کے آخر میں مجہول الکیفیت کے علم سے ہو گا۔ اس اثنا میں اس کا علم، ظلی علم لدنی سے جو عرفان کی تعبیر کرنے والا ہے، منسوب ہو گا۔ اور علمِ حضوری اور اصلی علمِ لدنی آئینۂ عرفان میں ظہور نہیں کرے گا اور جب بے حد خاص فضل کا ظہور ہو گا، تو اصلی علم حضوری کے ظہور سے غیب کی معلومات کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ اگرچہ اس مرتبہ پر پہنچ کر معلومِ حصولی اور مجہول الکیفی سے ترقی کر کے اور معلوم سے معدوم الکیف تک۔ جو معلومات کی حقیقت ہے، غیب کی حقیقت پا کر اصل کے مرتبے پر پہنچ جائے گا، لیکن ابھی اس کا علم ادھورا ہو گا۔ چنانچہ اس اثنا میں علمِ حضوری کی ابتدا سے مشرف ہو گا اور یہ ابتدا انبیا کی ولایت ہے۔ اس مرتبہ پر علم کے کمالات میں سے کچھ حصہ میسر ہو جائے گا۔ لیکن ابھی اس حضوری کی حقیقت بہت آگے ہے اور جب اللہ تعالےٰ کا فضل مدد فرمائے گا، تو اللہ کی صفتِ علم تک پہنچ سکے گا اور اس حضوری کو اللہ تعالےٰ کے علم سے حضوریِ ذات پائے گا۔ اس مقام پر علم محض اور معلوم ہیچ ہو گا۔ اس مقام و مرتبہ کو حضوریِ علم کا نام دیتے ہیں اور یہ مرتبہ ولایتِ انبیا کے وسط سے تعلق رکھتا ہے اور جب پتہ چل جائے گا۔ کہ ذات خود علیم ہے، اور علم اس کی ذاتی قابلیت ہے اور ذات پر زائد امر نہیں، تو اس اثنا میں نبوت کے کمالات میں سے وہ کچھ حصہ پا لے گا۔ (ہمارے اور تمام انبیا پر صلوات) اور اس مرتبہ کو حضوری میں حضور کہتے ہیں اور کمالاتِ نبوت اور ولایتِ انبیا میں سے کچھ حصہ پا لینے کے بعد وہ کمال کو پہنچ جائے گا۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

مکتوب : ۷۸

شیخ محمد اکرم درویشؒ کے نام جوان دنوں مکہ معظمہ میں سکونت رکھتے ہیں۔

اے اللہ مجھے متقیوں میں سے آگے بڑھنے والا بنا، کیونکہ ہم نے تیرے ہاں کے متقی لوگوں کو بزرگ مانا ہے۔

اور صلاح پیشہ اور سعادت اندیشہ شخص اپنے مقصود کی طرف کوشش کرنے میں مخلص و صادق ہوتا ہے، اور اس کے صدق کی علامت یہ ہے کہ وہ جس شے کی کوشش کرتا ہے، اسے پالیتا ہے، اور اس کا مقصود کعبۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ ہوتا ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی علامت پُرسکون آبادی اور اس پُرنور دیار میں وفا کا وجود ہے۔ اور اس کی استقامت اور اس کا تقویٰ روز بروز بڑھتا ہے۔ جیسا کہ اہلِ ہدایت شیخ اعظمؒ پر پوشیدہ نہیں۔ اے میرے اللہ! اُسے صراط مستقیم پر قائم رکھ اور اس معاملے میں اس کا اتباع کرنے والوں میں بنا، تاکہ ہم بھی اس کی طرح مقصودِ معرفت تک پہنچ جائیں۔

اے شیخِ قوم! ہم آپ کو السلام علیکم کہتے ہیں، اور اس میں کوئی تکلف اور ریا نہیں۔ اور پھر ہم آپ سے قیام شریف کے اوّل مناسک میں ہمیں یاد رکھنے کی درخواست کرتے ہیں، تاکہ اللہ تعالےٰ ہمیں خواہشات اور گناہوں کے اندھیرے سے نکالے جو اس طویل عمر کے دوران سرزد ہوئے ہیں، اور جن کا کوئی بیان نہیں ہو سکتا۔ اور اللہ سے ان کے عفو کی اُمید رکھتے ہیں۔ کیونکہ اس گنہ گار کا ایک متقی بھائی مقام شریف پر اس کا ذکر کرے گا۔ اور وہ ذکر قبولیت سے خالی نہیں ہوگا۔ اور ہم اس بات کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں کہ اے اللہ! اسے خالص توبہ کرنے والوں میں بنا، اور اس دیارِ امن میں ایمان پر خاتمہ کر۔ اس عریضہ کا حامل، ایک مُخلص درویش قلندر ہے۔ اس نے صرف دلی محبت کی وجہ سے حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا ہے۔ اسے شرفِ ملاقات

بخشش کر دعظ و نصیحت سے سرفراز فرمائیں۔

فائدہ :۔ مرتبۂ ولایتِ خاص میں نایافت مطلوب ہے، اس لیے توجہ معدوم نہیں بلکہ گُم ہے۔ یعنی معمولی سے توجہ ہے، لیکن معلوم نہیں ہوتی۔ جانتا ہے کہ معدوم ہے، اور جب اللہ تعالےٰ کا فضل رہبری کرتا ہے، تو توجہ مفقود یعنی توجۂ خفی پر اطلاع پا لیتا ہے۔ اس وقت سمجھ جاتا ہے کہ ابھی توجہ باقی ہے، اور جب توجہ باقی ہوتی ہے، تو اس کا حصول بھی اللہ کے فضل سے باقی ہوتا ہے۔ ولایتِ انبیا کا آغاز ظہور فرماتا ہے اور توجۂ خفی کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے۔ چنانچہ جب ولایتِ اخص (خاص الخاص) میں علمِ لدنی کی تعلیم سے ابھی بہرہ مند نہیں ہوتا، تو علمِ حصولی، خفی ہوتا ہے، اور علمِ حصولی سے کام ناکمل ہوتا ہے، اور ولایتِ انبیا میں علمِ حصولی ہر لحاظ سے ختم ہو جاتا ہے۔ اور حقیقی علمِ حضوری سے شرف یاب ہوتا ہے، اور مجبوراً توجہ معدوم ہو جاتی ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

میرے عزیز! مفقود و معدوم توجہ کا بیان لکھنا اور کہنا آسان ہے، لیکن اس کی پوشیدہ بصیرت کو اگر اللہ کا فضل بے توجہی کی نسبت بخش دے، تو یہ ایک نادر بات ہے، چنانچہ حضرت پیرِ دستگیر نے فرمایا ہے۔ تنہائی کی متخیلہ بات کو کہنا آسان ہے، لیکن اس تک پہنچنا میرے نزدیک بہت مشکل ہے۔

مکتوب : ۷۹

شیخ عبد الغنیؒ کے نام جو حاجی حرمین الشریفین میاں فیروز شاہؒ کے مخلصین میں سے ہے، لکھا گیا۔

تمام تعریف اللہ کے لیے، جو جہانوں کا پالنے والا ہے اور صلوٰۃ و سلام اس کے حبیب پر، جو اسی شے کا علم رکھتا ہے، جسے اللہ نے دیا ہے۔ سلام اس

کی آل پر اور صحابہ پر جو امت کے بہترین لوگ ہیں جنہوں نے کشف الغطا کے ذریعے حق کو پا لیا۔

میرے مشفق بھائی شیخ عبدالغنیؒ سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ اس حدیث کی تحقیق میں دریافت کیا گیا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں "احمد بلا میم" ہوں اور اس کی شرح میں بعض عزیزوں نے فرمایا ہے کہ جب لفظ احمد سے حرف 'م' کو نکال دیا جائے تو لفظ احد رہ جاتا ہے اور میم حلقہ عبدیت کو ظاہر کرتا ہے، اور ثبوت فراہم کرتا ہے اور جب آنحضرت کی ذاتِ پاک نے اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کر لی اور اضافات و نسبتی سے فارغ ہو گئی۔ تو پھر دوئی نہ رہی، اس وقت سوائے 'احد' کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ عینیت کے قائلوں نے یہی کہا ہے۔ چنانچہ اس معنی میں آنحضرت کو عینیت کے قائلین پر جو اولیائے متاخریں ہیں، کوئی بزرگی نہیں رہتی۔ اور ہمارے طریقہ عالیہ کے بزرگوں نے (خدا ان کے اسرار پاک رکھے) نے بھی اس حدیث کے یہی معنی لکھے ہیں۔

میرے عزیز! اس بے سروسامان کو اتنی طاقت کہاں کہ اس قسم کی عبارت میں جو رموز و اشارات پر مبنی ہے، کوئی دخل دے۔ تاہم میں نے اپنے بزرگوں سے جو کچھ سنا ہے، اور امانت رہ گیا ہے اسے بیان کرتا ہوں۔ معلوم ہونا چاہیے، کہ حضراتِ انبیاءؑ کی ذات مغلوبیت اور عینیت کے مرتبے سے ماورا ہے۔ وہاں صرف صحوِ خالص، عبدیت اور التجا ہے۔ اس لیے جاننا چاہیے کہ اس حدیث کا مطلب صحوِ خالص کے اعتبار سے یہ ہے۔ کہ "میں تمہاری طرح ایک بندہ ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے، کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ اپنے فضل سے غیب کا علم مجھ پر وحی کرتا ہے۔ اس لیے علمِ لدنی کے مخصوص علم کی تعلیم سے میں "احمد بلا میم" ہوں اور میم سے مراد مثل ہے۔ یعنی میں ایسا اللہ کی حمد کرنے والا ہوں جس کی کوئی مثل نہیں، اور جس کا حمد میں کوئی شریک نہیں، بلکہ جو شخص بھی

اللہ کی حمد کرتا ہے، وہ میری حمد کے کمالات میں سے ایک کمال کا ظہور ہوتا ہے۔ اور میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں۔

حاشیہ: ۔ میں احمد بلا میم ہوں یعنی میں اپنی آرزو اور امید سے فارغ ہو چکا ہوں۔ اس وقت میں حق کے ساتھ ہوں۔ اس لیے حق کے ساتھ باقی ہو گیا ہوں۔ اب جو کچھ میں کہتا ہوں، حق کے فرمان کے مطابق کہتا ہوں۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ چنانچہ اللہ کے ساتھ باقی ہوں۔ اس طرح عینیت لازم نہیں آتی۔ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بھی یہی معنی ہیں۔

مکتوب : ۸۰

فضیلت مآب شیخ عبدالغنیؒ کی خدمت میں بعض سوالات کے جوابات میں۔

اول و آخر سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔ سلامتی صرف اس کے لیے ہے جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اس عقیدت مند اور سعادت کیش کی طرف سے جو فقر کی نعمت سے صاحب افتخار ہے، دو خطوط یکے بعد دیگرے وصول ہوئے جن میں بعض امور کی کشائش اور دل جمعی کا حصول شامل تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے روز بروز ترقی عطا فرمائے۔ دوسرے کے عروج میں پہلے کا نقصان پورا ہو۔ اور جو کچھ شرافت کے سایہ سے مطلوب ہے اس کی حقیقت کھل جائے، اور اسے ترقی ملے۔ پہلا واقعہ جس نے دل پر ہجوم کیا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے گناہوں کی عادت پڑ گئی ہے۔ قرآن مجید کی آیت لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دے گا) سے کچھ حصہ عطا کیا ہے اور اس آیت کے آخر میں کہ "جو بعد میں ہونگے" امیدوار ہیں"۔ ایک عمدہ واقعہ ہے، اور یہ جو بھیڑ کو آپ کے سامنے چیر پھاڑ کیا گیا ہے تو اس سے آپ کی مثال حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح ہے۔ وہ شدید تکلیفیں جو آپ کے وجود

پر نازل کی گئیں۔ گویا فدیۂ ذبح پر اکتفا کیا گیا، یہ ایک خوشخبری ہے، لیکن اس انعام کے باوجود ریاضت ومحنت کو عبادت کا لازمی جزو سمجھ کر جہاں تک ممکن ہو بجا لانا چاہیے۔
اس گنہگار کے بارے میں آپ جو اعتقاد رکھتے ہیں وہ ہمارے بزرگوں کے نور نے نیک گمان سرایت کرکے اس فقیر کے ذریعے آپ کے عقیدے میں جگہ پیدا کرلی ہے۔
اس تمام واردات کو ہمارے بزرگوں کی طرف منسوب کریں اور اس فقیر کے واسطہ کو درمیان میں نہ لائیں اور اللہ آپکو اپنی رضا پر چلنے کی توفیق دے اور اسی طرح سے لوگوں کو عجیب وغریب حالات و واردات سے روشناس کرایا جاتا ہے، تاکہ ربط وضبط میں اضافہ ہو۔

مکتوب : ۸۱

میاں اللہ دینؒ کے نام تحریر ہوا

سعادت شعار، قائم خدمت، صاحب ہمت میاں اللہ دین جیو کو فقیر عبدالغنیؒ کی طرف سے سلام۔ ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی صلح ہو چکی تھی چنانچہ سوار دن اور سند قچیوں کو رخصت کر دیا گیا۔ انشاء اللہ تعالےٰ چند روز کے بعد فقیر خود حاضر ہوگا اور شہر کے بزرگوں کی خدمت میں حاضری دے گا۔ اور استفادہ کرے گا۔ آپ اس طرف آنے کی زحمت نہ کریں فقیر وہیں آپ سے ملاقات کرے گا

مکتوب : ۸۲

اس امر کی تحقیق میں کہ ہر شے کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل "سورہ یٰسین" ہے۔

اول و آخر سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔ میرا بھائی میاں اللہ دینؒ، دین مستقیم پر قائم رہے اور راہِ حق کی تلاش میں میرے جیسے پیر کی قید میں نہ رہے۔ کیونکہ اس

کی صحبت میں اس کے کام میں ترقی نہیں ہوگی اور اس طرح کے مقید انسان سے راہِ طریقت کے بزرگ راضی نہیں، ضرورت بہتری کے دن کی ہے نہ کہ اس مریدی کی، جو رسمی، بیکار اور غفلت میں مبتلا ہو۔ خط مع سوال کے ملا۔ میرے بھائی! ہر شے کے دل سے مراد اس شے کا خلاصہ ہے، جس پر جسم اور روح کے تمام مراتب کی ترقی کا انحصار ہو۔ لیکن چونکہ اس خلاصہ کا علم اللہ تعالیٰ کا خاصّہ ہے اس لیے اس پر ہم ایمان لاتے ہیں اور اس کی تعلیم کے بغیر اس کے بیان میں اپنی زبان میں نہیں کھولتے اور جب ہم نے انسان اور دوسرے حیوانات میں دل کو آیتِ قرآنی اور حدیثِ رسُول کی رُو سے جسم کا خلاصہ معلوم کرلیا ہے اور اسی طرح جمادات، نباتات وغیرہ میں دِل کے ہونے پر ایمان لاتے ہیں، کیونکہ ان کا بھی خلاصہ ہوتا ہے اور اس خلاصہ کو دل سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن چونکہ اس قسم کے تمام جسمانی اجزاء کے خلاصہ کی تعلیم نہیں دی گئی، لہٰذا ہم اس پر غور نہیں کرتے اور ایمان لے آتے ہیں۔ جب ہم نے یہ طے کرلیا اور سمجھ لیا کہ قرآن مجید کا خلاصہ سُورۂ یٰسین ہے اور اس سورت کے قرآن کا خلاصہ ہونے کا باعث حدیث یا آیت نہیں، بلکہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ سورۂ یٰسین قرآن کا دل ہے اور ایسا سمجھنے کی وجہ پر ہم غور نہیں کرتے، دوسری بات یہ کہ کلامِ خداوندی، کلام کی ذات اور اس کلامِ مطلق کی برحق آیات کے کمالات کا نام ہے چنانچہ نفسِ کلام کے ساتھ کلام کی نسبت "لاھُو" اور "لاغیرہ" کی نسبت سمجھتے ہیں۔ اس کے باوجود کمالات کو اطاعت پذیر اور کلامِ مطلق کو قابلِ اطاعت سمجھتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ نفوسِ کمالات کو حقیقت کی نظر سے "لاھُو" اور "لاغیرہ" جانتے ہیں اور ظہور کے اعتبار سے بعض کمالات کے ظہور کو قید کے مرتبے میں ظہور کے برابر اور بعض کو بعض پر برتر اور بہتر سمجھتے ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم کسی آیت کو اس وقت تک منسوخ یا فراموش نہیں کرا دیتے، جب تک اس سے بہتر یا ویسی ہی

آیت نازل نہیں کر دیتے۔ یہ فرق آیات کے ظہور میں ہے۔ مثلاً کسی وقت دو بہنوں کا بیک وقت ایک کے نکاح میں ہونا حلال تھا۔ پھر بعد میں حرام ہو گیا۔ اسی طرح دوسرے کمال کا ظہور پہلے کمال کے ظہور سے بہتر ہے۔ اور پہلا کمال اپنے ظہور کے کمال پر بہتر ہونے یا دوسرے کمال سے متفق ہونیکی وجہ سے اس کے ماتحت ہے چنانچہ فضیلت۔ آپ میاں محمد فاضل جیو نے آیات کے ظہور کے بارے میں اُن کی کمی اور بیشی اور افضل یا غیر افضل کے متعلق کہا ہوگا، ان کی حقیقت کے بارے میں نہیں کہا ہوگا۔ کیونکہ آیات کی حقیقت اصل میں "لا ھُوَ" اور "لا غیرہٗ" کی نسبت سے ہے۔ پس اسے سمجھئے۔ فقیر زادوں اور فقرا کی طرف سے سلام۔

مکتوب : ۸۳

صلاح آثار صوفی بلندؒ کے نام، جو حاجی محمد نیر درّؒ کے مخلصین میں سے ہے۔

سعادت شعار صوفی بلند کی ہمت ارجمند ہو۔ جب فقیر کمال فقر کو پہنچ جاتا ہے تو غیرِ حق کی خواہش اس کے پوشیدہ دل میں کانٹوں پر چلنے کے برابر ہوتی ہے، اور انتہائی غنا کا کمال، حقیقی غنی پیدا کرتا ہے، اور اس وقت اس کی استعداد کو کُن فیکون، کے قول کا مظہر بنا دیتا ہے لیکن اس میں یہ صفت اللہ کے حکم کُن کے ظہور کی مقید ہوتی ہے، کیونکہ حق تعالےٰ مطلق ہے۔ اور وہ ہر وقت اور ہر آن اس امر کا حاکم نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ اللہ تعالےٰ کا خاصہ ہے۔ اس معنی میں کہا گیا ہے کہ فقیر وہ ہوتا ہے، جو کسی شئے کو جب کہے ہو جا، تو وہ ہو جائے، اور یہ حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ اپنے آپ سے خالی ہو جائے۔ اور اپنے آپ سے خالی ہونے کے دو مرتبے ہیں، ایک ولایتِ خاص کے مرتبہ میں، جب اللہ کے سوا ہر شئے کو بھلا کر نشۂ محبت سے مغلوب ہوتا ہے، اس وقت امرِ کُن کا ظہور

اس کے وصفِ غنا کی بدولت کائنات کے امور میں تصرف کرتا ہے، لیکن تصرفات میں، تحقیقِ علمی کی رو سے اسے اللہ تعالیٰ کے مراتب سے کوئی نسبت نہیں، جب تک محض توجہ سے علوم کے مراتب مناسب تحقیق کے بعد واضح نہ ہو جائیں اور ظلمت کے لباس سے الگ نہ ہو جائے، کیونکہ امر کن کا مظہر اس مفہوم میں حقیقی متخیلہ کے خالی ہونے پر موقوف ہے، اور ولایتِ خاصہ کے مرتبہ میں خلوئے متخیلہ ایک صورت ہے۔ یہ عرفان ہے علم نہیں اور اس کے پوشیدہ مراتب خیال کے تصرفات سے الگ نہیں چنانچہ حضرت پیر (اللہ ان کے راز کو پاک رکھے) کی بات صحیح ہے کہ خلوتِ متخیلہ ضروری ہے، یعنی علمِ حقیقی میں تصرفات کے حصول کی تحقیق خلوتِ متخیلہ پر موقوف ہے، اور یہ مقام حضراتِ انبیا کے مرتبۂ ولایت میں داخل ہے اور ولایتِ خاصہ کے مرتبے میں سالک کو توجہ سے ملتا ہے۔ یہ بات متحقق ہے۔ اس حالت میں عرفان حاصل ہوتا ہے، اور ولایت اخص کے مرتبے میں صرف نایافت کی طرف توجہ رہ جاتی ہے، اور خاص الخواص کے مرتبے میں نفسِ توجہ معدوم ہے۔ جان لینا چاہیے کہ خلوتِ متخیلہ میں جب خاص الخواص کی ولایت میں علمِ ازلی کی جانب توجہ حاضر ہوتی ہے، تو ایسے شخص کو غالباً صفاتی وصل حاصل ہوتا ہے، اور وہ صاحبِ علم ہوتا ہے، لہذا وہ علمِ حق سے حاضر ہوتا ہے نیز اس کے دل میں کمالات و خلافت کا ظہور ہوتا ہے اور خلافت کے کمالات کے ظہور کی وجہ سے یہ مرتبہ، امامت کا مرتبہ ہوتا ہے ابھی یہ شخص خلافت کے مرتبہ کا امیدوار ہوتا ہے۔ جب وہ اس مرتبے سے ترقی کرے گا اور اخص الخواص کے مرتبہ کو حاصل کرے گا تو اس کی خلوتِ متخیلہ ایک اعلیٰ شان کی مالک ہو گی، اور وہ اللہ کے علم کی بجائے ایمان باللہ کو دیکھنے والا بن جاتا ہے۔ اور خلافت کے منصب پر علم کے ذریعے قائم ہو کر علمِ مطلق تک پہنچتا ہے اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا ہے۔ یہ

شخص نایاب ہے، اور مکمل و کامل ہو کر فقیر بہرہ ور بن جاتا ہے اور صفات و کمالات کی ذاتِ جامع کے سوا راہِ وصل میں کوئی شے حائل نہیں ہوتی۔ یہیں سے فقرا کا یہ قول درست معلوم ہوتا ہے کہ میری ذات "ہو اللہ" ہے۔ اگرچہ اُسے ولایت خاصہ، ولایت اخص اور ولایتِ خواص الخواص میں نیز اس کے مرتبے کی مناسبت سے فقر میں کاملیت حاصل ہوتی ہے، لیکن اس کی کاملیت اخص الخواص کے مرتبے میں طے شدہ ہے اور نکات الاسرار میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں یعنی اس کے علم کے بارے میں سوائے ایک تصوری اور ذہنی بات کے اور کچھ نہیں، اور محض دخل و تصرف، ایک خیال ہے اور وہ علم کے ساتھ معلوم ہے۔ لیکن یہ تحقیق شدہ بات ہے کہ وہ خلافت کے ظہور میں معدوم لیکن اس کے غیر کی طرح اس وقت تک نہیں، جب تک وصل و شہود نہ ہو جائے اور نفسِ خلافت کے مرتبہ میں، جو حضور در حضوری کا مرتبہ ہے، اس کا علم بھی ظہور ہے اور ایمان محض ہے۔

کاغذ تنگ ہے اور معنی زیادہ۔ ع

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

(اتنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں کہ داناؤں کے لیے یہی کافی ہے۔)

مکتوب: ۱۴

پُرخلوص حافظ عیسیٰؒ کے نام چند سوالات کے جواب میں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد میرے مشفق بھائی حافظ جیو کے نام جس پر اللہ کا لطف ہو۔ ان کے خامۂ مہربان کے لکھے ہوئے خطوط، جو حافظ جیو، نواب احمد خان الحلال نواب صاحب عنایت اللہ خاں اور مشفقی عطا اللہ خاں کے نام تھے، پہنچ جائیں۔

نیز میاں اسمٰعیلؒ کا لکھا ہوا مکتوب بھی موصول ہو جائے گا۔ یہاں ہر طرف سے تسلی رکھیں۔ سابقہ سوالوں کے جوابات مفصل لکھے گئے، اُن کا مطالعہ فرمائیں۔ اثبات کی نفی میں حضورِ معنی ضروری ہے، اگر لطیفۂ قلبی کی توجہ کے وقت لطیفۂ روحی کی توجہ الٹ ہو جائے، تو بہتر ہے، اگر اتنی طاقت ہو تو مختلف مخصوص رنگوں کے لطائف کا مشاہدہ بابرکت ہوگا۔ ذکر کی لذت کی ضرورت ہے، اگر نفس کا تصور نہ بھی ہو، تو مضائقہ نہیں۔

اگر کوئی جانور اُونچے گھونسلے سے گر پڑے، تو دیکھنا چاہیے کہ اس کے اعضائے جسمانی درست ہیں، خواہ اس کے پر و بال نہ نکلے ہوں اور زندہ ہے، تو ذبح کر لینا چاہیے، تاکہ وہ مُردار نہ ہو جائے۔

تلاوت کے وقت اگر معانی کا علم نہ ہو، تو اتنی توجہ سے ضرور کام لے کہ اللہ سبحانہٗ متبرک الفاظ کے ذریعے کلام ازلی سے بول رہا ہے، اور سمجھے کہ اللہ تعالےٰ کے دربار میں کلام سن رہا ہوں۔

فنا فی الشیخ کے بارے میں یاد رکھنا چاہیے کہ مبتدی کسی معاملے میں بھی اپنی حد تک شیخ کی رضا کے خلاف کوشش نہ کرے، متوسط کی حالت یہ ہوتی ہے کہ شیخ کی محبت کا غلبہ اس کو اس حال پر پہنچا دیتا ہے، کہ جدھر نظر کرتا ہے، صورتِ شیخ نظر آتی ہے حتیٰ کہ خود کو شیخ کی صورت میں دیکھتا ہے، یہاں تک کہ شیخ رہ جاتا ہے۔ اور وہ خود محو ہو جاتا ہے اور پھر اس دید کا علم بھی پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

جس وقت نمازی، نماز کے لیے کھڑا ہو گیا، تکبیرِ تحریمہ کہہ کر اللہ تعالےٰ کے کلام کی طرف متوجہ ہوا، تمام دنیاوی تعلقات سے فارغ ہو گیا، اب ان گزرے ہوئے اوقات کی نسبت جب اس کا تعلق غیر سے تھا، اس کے لیے معراج کا وقت ہے۔ معراج عالی اور بلند وقت کو کہتے ہیں۔

اگر بے علمی میں معاش میں کوئی فساد پیدا ہو جائے، اور ایسا مال، حلال مال

ہیں مل جائے اور ان میں تمیز کرنا مشکل ہو جائے، تو سارے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ اور ایسی ادائی بھی ثواب سے خالی نہیں۔

بعض دفعہ جب محنت کم ہوتی ہے، تو یہ استعداد کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن اگر استعداد محنت میں پختگی نہ پیدا کرے، تو کسی وقت پختگی پیدا ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں امید پختہ ہے، خوف نہ کرے۔ استقلال سے کام کرے۔

اگر کسی شخص کی منکوحہ گناہ کی مرتکب ہو جائے، تو بہتر یہ ہے کہ اس کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دے۔ یہی اچھی بات ہے، سوائے اس کے کہ جب کلماتِ کفر کا ارتکاب کرے، تو اس وقت اسے چھوڑ دینا بہتر ہے۔

سوالات کے جواب جلدی جلدی لکھے گئے ہیں، ان کا اچھی طرح مطالعہ کریں۔

مکتوب: ۸۵

سالک کے قبض و بسط کے بیان میں

پاک ہے وہ ذات، جس نے سالکین کے لیے بسط کے بعد قبض اور قبض کے بعد بسط بنائی۔ اوّلاً اگر کسی کوتاہی یا واضح گناہ سے قبض ہو جائے، اور سالک کو اس کے سبب کا علم نہ ہو، تو دونوں صورتوں میں احتمالِ تقصیر کی وجہ سے استغفار واجب ہو جاتا ہے۔ اور وہ استغفار کرتا رہے، حتیٰ کہ رضائے ایزدی سے بسط ظاہر ہو جائے۔ اور ثانیاً اگر اس کے بعد پھر پہلے کی طرح قبض ہو جائے، جیسا کہ اس کا امکان ہے، تو وہ ظلال و محیط کی قید میں ہے۔ اور اس کے بعد قبض ممکن نہیں، گویا وہ اس قید سے رہا ہو گیا، اور جو اس قیدِ ظلال میں ہوتا ہے اُسے قعرِ نسیاں میں گرا ہوا کہا جاتا ہے۔ اور جب یہ قید ختم ہو جاتی ہے، تو اس کا بشریت کی طرف اعادہ ممکن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا ثمرہ باقی رہتا ہے۔ اور جو قیدِ ظلال سے ترقی کر جاتا ہے اُسے قعرِ نیستی میں گرا

ہوا پایا جاتا ہے۔ اور جو اس سے نکل کر اصل فنا تک جا پہنچے، اس کا بشریت کی طرف لوٹنا ممکن نہیں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ نہ اُسے لوٹایا جاتا ہے اور نہ وہ امن کے طریقے سے واپس ہوتا ہے۔ اور یہاں اس کی مراد بشریت سے ہے، وہ بشریت جو اصلی ہے۔

مکتوب : ۸۶

حقایق آگاہ میر محمدؒ کے نام

حمد و صلوٰۃ و تبلیغات کے بعد، صاحب دانش و آگاہی، میر محمدؒ کی خدمت میں سلام محبت کے بعد عرض ہے، کہ خاکسار کے عریضہ کے جواب میں آپ کا مکتوب شریف ملا۔ اور اس کے مطالعہ سے لکھی ہوئی باتوں سے اطلاع ملی۔ ان کا لبّ لباب یہ معلوم ہوا، کہ چونکہ اس فقیر نے اپنے کسی گزشتہ خط میں غیبت سے منع کیا تھا، کیونکہ یہ شریعت میں ممنوع ہے، تو اس سے یہ قیاس کر لیا گیا، کہ امر بالمعروف سے منع کیا گیا ہے اور اس کی تائید میں قرآن مجید کی وہ آیت لائی گئی، جو مومنوں کی صفت بیان کرتے ہوئے کہی گئی ہے، کہ "وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ اور بدی سے روکتے ہیں"۔ یہ نہیں سمجھا گیا کہ میں نے منکر (بدی) سے منع کیا ہے۔ کیونکہ غیبت مسلمانوں کی جماعت کی طرف بدگمانی اور ان کے حالات کی ٹوہ لگانا ہے، اور یہ وہی بات ہے، جسے آپ نے خود بھی لکھا ہے۔ "اور جو بدی سے روکتے ہیں" اور اس بات کا خیال نہیں کیا کہ بدی سے روکنا دراصل نیکی کا حکم دینا ہے، اور اس مہربان کی عبارت جو مکتوب شریف میں درج تھی، اسی طرح یہاں نقل کرتا ہوں، تاکہ آپ معروف و منکر میں فرق معلوم کر سکیں اور وہ عبارت یہ ہے "اور وہ لوگ جو تمہارے ہاں پسندیدہ ہوتے ہیں، اُن میں سے اکثر دنیا کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اور وہ اکثر دنیا کی مرادوں کے لیے اللہ کی عبادت

کرتے ہیں، اور وہ اس غرض کے سوا نہیں ملنے کے لیے نہیں آتے۔ اکثر کا حال اسلام کو کمزور کر دیتا ہے۔ اور یہ منافقین کا حال ہے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالے نے اس طور پر کہا ہے، کہ "وہ ایمان نہیں رکھتے، لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم اسلام لائے ...
اور یہ نہ صرف غیبت کی طرف اشارہ کرتی ہے، بلکہ اس کی تصریح کرتی ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ غیبت کیا ہے۔ یعنی کسی مومن بھائی کی غیر حاضری میں اس کے گناہوں کا ذکر کرنا، اور اگر معاصی نہ ہوں، تو غلط طور پر گناہوں سے متہم کرنا۔ اس لیے آپ کی یہ عبارت دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو اس فقیر کے پاس آنے والے گناہ گار ہوتے ہیں یا گناہگار نہیں ہوتے۔ اگر وہ گناہ گار ہوتے ہیں، تو ان کی غیر حاضری میں اُن کی یاد گناہوں سے کرنا غیبت ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ شدید گناہ ہے، کیونکہ اس گروہ کا نام منافق ہے۔ اور بدگمانی غیبت سے بھی بڑی ہے "اے صاحب بصیرت لوگو، عبرت حاصل کرو"۔ اور اگر وہ لوگ گناہ گار نہ ہوں، تو یہ صریح جھوٹ ہے، بلکہ منافقوں سے مشابہت رکھنے کی وجہ سے کفر کا خوف ہے۔ "یہ دیکھو کہ کیا کہا گیا ہے اور یہ نہ دیکھو کہ کس نے کہا ہے"

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے ایک دفعہ جب کہ ابھی پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے، اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف رکھتی تھیں، دیکھا کہ ایک شخص جا رہا ہے۔ جب وہ نظروں سے غائب ہو گیا، تو بی بی عائشہ رضؓ نے فرمایا، "اے اللہ کے رسول، یہ آدمی کتنا لمبا تھا"۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "عائشہ رضؓ تو نے ایک مسلمان کی غیبت کی ہے، گویا تو نے مردار کھایا ہے" بی بی صاحبہ نے فرمایا، "یا حضرتؐ میں نے سچی بات کہی ہے کیونکہ میں نے صرف لمبے کو لمبا کہا ہے" آنحضرتؐ نے فرمایا، "عائشہ رضؓ غیبت یہی تو ہے کہ کسی شخص کے عیب، تو اس کی غیر حاضری میں حقارت سے بیان کیا جائے اور اگر اس میں وہ عیب نہ ہو تو یہ بیان جھوٹ

ہوگا" مزید یہ کہ ایک دفعہ بعض صحابہ نے حضرت ابوہریرہؓ کی غیر حاضری میں انہیں سبز قدم (منحوس) کہا تھا۔ اس کے بعد جب وہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، تو آنحضرت نے فرمایا کہ تمہارے منہ سے مردار کے گوشت کی بدبو آرہی ہے صحابہ نے متعجب ہوکر پوچھا "یا حضرت ہم نے تو مُردار نہیں کھایا"۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تم نے کسی مومن کی غیبت کی ہوگی۔ اس پر آیت نازل ہوئی۔

"میں شیطان مردُود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اے ایمان لانے والو ظن سے بے حد بچو کیوں کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی ٹوہ نہ لگاؤ اور غیبت نہ کرو کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ پس اس سے کراہت کرو"۔

میرے عزیز امر اور نہی کے ظہور کا جو مقام ہے، تو یہ تحریر کسی بھائی کی غیبت میں اس کے گناہوں کا ذکر ہے اور برائی میں شامل ہے اور حکم معروفات میں داخل ہے۔ پس اسے سمجھئے اور گمان سے بچیے۔ اور اس گمان سے بچئے جو تم نے میرے اور میری پسندیدہ جماعت کے بارے میں قائم کر رکھا ہے، اور وہ جھوٹ اور غیبت سے الگ نہیں ہوسکتی۔ تم شکر گزار ہو، کیونکہ ہمارے علم کے مطابق تم نے ایک عطا کردہ نعمت کو جھٹلایا۔ اور نعمت پر شکر واجب ہے، اس لئے تم کوتاہی کرنے والوں میں شامل نہ ہو جاؤ، اور یاد رکھو، نبوّت کی روشنی نہیں ہوتی ہیں۔

مکتُوب : ۸۷

حضرت میر محمدؒ کے نام۔

اس ذاتِ پاک کے نام سے اس کی مدد چاہنے کے بعد۔ شاید میں نے جواب میں کوئی کوتاہی کی ہے، جس کی وضاحت آپ نے طلب کی ہے۔ اور میں کہتا ہوں،

"اے ربّ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں" اور میں مزید کہتا ہوں، کہ سمجھ لو، کہ عبادت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک روح کے ذریعے اور دوسری بدن کے ذریعے۔ روح کے ذریعے کی عبادت زیادہ تر مرتبۂ ولایت پر واجب ہے، اور روح اور بدن کی ملی جلی عبادت انبیا اور ہمارے نبیؐ، سب پر صلوٰۃ و تسلیمات، پر واجب ہے۔ جیسا کہ مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی میں کہا ہے ؎

اے بسا ناآوردہ استثنا بگفت ‫ ‫ جان شاں با جان استثنا است جفت

ترجمہ: اکثر ایسا ہوا کہ استثنا کیے بغیر بات کی گئی۔ حالانکہ ان کی جان استثنا کے ساتھ پیوستہ ہوتی ہے۔

اولیا اللہ کا حال یہ ہے کہ ان میں سے بعض اکثر اوقات عالم سکر میں رہ رہے ہوتے ہیں۔ کیا آپ کو علم نہیں، کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نبوت کے اعلان ہونے سے پہلے غارِ حرا میں چھ ماہ تک مقیم رہے ہیں، اور نزولِ احکام کے نہ ہونے کی وجہ سے ان پر بدنی عبادت واجب نہ تھی۔ اور وہ اس زمانے میں باطنی عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور جب انہیں علم ہو گیا، اور ان کا دل مضبوط ہو گیا، تو انہیں طریقۂ عبادت کا پتہ چل گیا۔ اس وقت تک ان کے دل میں طریقۂ انبیا مستلم اور متحقق تھا۔ لیکن اسے زبان پر لانا موجبِ عتاب تھا، کیونکہ اس کے بارے میں احکام واضح نہیں تھے، اور یہ توقف خطا کے احتمال کی وجہ سے تھا، اور یہ لغزش کوئی بڑی لغزش نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ وہ معصوم عن الخطا تھے۔ اور توقف کی یہ حالت چالیس دن تک رہی۔ اس توقف کی دو قسمیں ہیں، پہلی جسے شفقت و کرم کی جہت سے بیان کیا جاتا ہے، تاکہ اس کے بعد وہ آداب میں کوئی کوتاہی نہ کر جائیں، اور دوسری یہ کہ وہ ان کی قدرت میں نہیں تھی کیونکہ دعوتِ نبوت کا ظہور چند گنتی کے دنوں میں لازم تھا۔ جیسا کہ معروف ہوا کہ عدمِ ظہور اور ظہورِ نبوت کے درمیان ساٹھ دن کا عرصۂ جاہلیت تھا، تاکہ اس اثنا میں وہ اس امر پر قدرت حاصل کر لیں۔

اور یہ حُسن جلالی کے ظہور کا تقاضا ہے، بالخصوص جن کو دعوت دی گئی ہو۔ اور آپؐ کے حُزن پر کوئی تعجب نہیں، کیونکہ آپؐ کا حُزن والم عدم اطلاع کی وجہ سے تھا۔ کہ وحی میں کیوں رکاوٹ پڑ گئی ہے، اور اس حُزن والم کی دو وجوہ تھیں۔ ایک یہ کہ لوگوں کو اتنا عرصہ دعوت نہ دی جا سکی، اس کا لازمی تقاضا حُزن تھا، کیونکہ یہ ایک امر مسلّمہ ہے کہ حُزن کسی نقصان پر ہوتا ہے، دوسرا یہ کہ آنحضرتؐ کی طرف توجہ نہ کی گئی تھی، اور نبوّت کا ابھی پوری طرح ظہور نہیں ہو رہا تھا، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ دونوں جہانوں سے بے نیاز ہے، اور آپ سلسلۂ نبوّت کو ختم کرنے والے اور آخری نبی تھے۔ اور اسی طرح سورۂ اسریٰ میں فرمایا گیا "لوگ تم سے رُوح کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ رُوح امرِ رَبّ ہے، اور تمہیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے، اور اگر ہم چاہیں تو جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے، وہ بھی واپس لے لیں، اور پھر تُو ہم پر کوئی زور نہیں ڈال سکے گا، سوائے اپنے ربّ کی رحمت کے، بے شک آپ پر اس کا فضل بہت زیادہ ہے" اور جیسا کہ تحریر کیا گیا، اس سوال کا جو تم نے "سِرّ استثنا" کے بارے میں کیا تھا، جواب لکھ دیا گیا ہے، جیسا کہ اس ضعیف نے اپنی استعداد کے مطابق ظاہر کر دیا ہے۔ اور میں نے جو کچھ لکھا ہے، وہ لوگوں کے حال کو ان پر واضح نہیں کرتا، اور قاصر رہتا ہے، ہم اللہ تعالےٰ سے اس کے بیان میں خطا کرنے سے پناہ مانگتے ہیں۔

اے اہل عقل، سمجھ لو کہ ساری کائنات ایک جملۂ واحدہ ہے، جو اس کی دو حسین صفات یعنی صفتِ جمال اور صفتِ جلال کا مظہر ہے۔ اور اس کی ہر صفت کا خاصّہ اس کا ظہور ہے، اور صفتِ جمال "میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی" کے مطابق ہے، اور ہر وجود کا سبب اور ہر مظہر کا ثبوت، مظہر کے اندر ہوتا ہے، جو ظاہری اور باطنی طور پر اس کی ذات کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے، جیسا کہ اس سے

قبل کہا گیا، وہ تقاضائے حسن کے مطابق وجود میں ظاہر اور باطن سے ظہور میں آتا ہے۔

اور صفتِ جلال کا ظہور ایک خیرِ محض ہے، جو مظہر کے اندر ظہور اطلاق کی حیثیت سے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے بنانے سے قبل تھا، اور وہ ظہور کی حیثیت سے خیر تھا۔ اور وہ ظاہر جو کہ اس کے حقیقی فعل کی طرف منسوب ہے۔ اس کی تخلیق کے اندر خیرِ محض ہے۔ جیسا کہ باطنی ظہور کے وقت تھا۔ جبکہ اس ذات پاک کے لیے مخلوق کا نفسِ مقید، شرِ محض تھا۔ اور اس میں صرف عذاب دیے جانے اور انعام و اکرام سے محروم رہنے والے ہی نہیں تھے، بلکہ ان پر زیادتی بھی کی گئی۔ نعمتوں کا سبب جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "ہم نے ان کی جلدوں کو دوسری جلدوں سے بدل دیا تاکہ وہ عذاب چکھیں"۔ اور یہ صفتِ جلال کا تقاضا تھا، کہ ان کو نعمتوں سے محروم رکھا جائے۔ اور ان پر آناً فاناً عذاب نازل کیا جائے۔ اس طرح اس کے کمالاتِ حسنہ کے مطابق اس کے وجود اور آثارِ شر کا نام لیا گیا ہے۔[1]

---

[1] بے شک جنہوں نے حق کو چھپایا، اور توحید کے دلائل، قرآن کی آیات اور پیغمبر کے معجزات کے باوجود اس کی طرف مائل نہیں ہوئے، ہم جلد ہی ان کو ایسی آگ میں ڈالیں گے جو ان کی کھالوں کو پکا دے گی۔ یا جلا دے گی۔ اور ہم ان کی کھالوں کو بعد اس کے کہ وہ پختہ ہوں یا جل جائیں، دوسری کھالوں میں تبدیل کر دیں گے۔ اور یہ تبدیلی ایک ساعت میں سو بار ہوگی۔ حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ یہ جلدیں گیارہ سو میں ہزار مرتبہ تبدیل ہوں گی۔ ان کی تحقیق ہے کہ جلدیں جب جل جایا کریں گی۔ تو پھر اصلی حالت میں آجایا کریں گی۔ یہ تبدیلی صفت میں ہوگی۔ ذات میں نہیں ہوگی۔ اور یہ تبدیلی ... ہوگی۔ یعنی انسان کو ہر لحظہ تازہ کیا جائے گا۔ اور اسے عذاب کا مزا چکھایا جائے گا۔ اور یہ عذاب دائمی ہوگا۔ بے شک خدا غالب ہے۔ اور کوئی اُسے عذاب دینے سے منع نہیں کر سکتا۔

اور جب میں نے دونوں مذکورہ متصل ظہوروں کو دیکھا، اور ان پر غور کیا۔ تو میں نے معلوم کیا۔ کہ ان کے قریب رہنے والے لوگوں پر واجب ہے، کہ وہ ہر وقت ظاہری ظہور کی طرف دیکھیں، اور کبھی اس باطنی حقیقت پر نظر نہ کریں جس کو شرک کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک اس طرح شرک کے ساتھ صدق ثابت ہو جاتا ہے۔ سوائے اس وقت کے جب کوئی شرعی ضرورت لاحق ہو جائے، یا انہیں دوا کا حکم دیا جائے، یا جب حدود اور اس طرح کی کوئی نئے تریر کے ساتھ واقع ہو جائے۔ اور اس وقت۔ عارفوں کے لیے واجب ہو جاتا ہے کہ وہ حدود کے اندر رہ کر اس کے حق میں دعا کریں۔ اور وہ مصیبت میں مبتلا ہونے کا خوف، طاری کرے۔

جب مجھے اس بات کا علم ہو گیا، تو میری زبان اور دل پر سکوت واجب ہو گیا، تاکہ اس کے گناہ میرے دل پر نہ پڑیں، یا دل میں مذکورہ ضرورت سے پہلے اس کی عیب چینی کرنے نہ لگ جاؤں اور جب تمہیں اس بات کا پتہ لگ گیا۔ جو میں نے کہی، تو تم پر بھی ضرورت سے پہلے خاموشی واجب ہو گئی۔ کیونکہ ان میں سے اکثر فقرا کو میں نے بلا ضرورت غافل پایا ہے۔ پس اس نے اولیاء کی اصطلاح میں مرتبۂ کُل سے گرا دیا ہے، اور جب یہ لغزش طویل ہو جائے، تو پھر گزشتہ احوال پر توبہ لازم ہو جاتی ہے، اور مستقبل میں استغفار بغیر عمل کے زبان سے ترک کرنا ضروری ہے۔

اے دوست! ہم نے عربی زبان میں قدرت حاصل نہیں کی، اور اب ارادہ ہے کہ فارسی میں لکھیں، اور جب ہم نے قلم اُٹھایا، تو لوحِ محفوظ سے عربی کے کلمات ٹپکے جس طرح کہ خشک زمین پر بارش کے قطرے گرتے ہیں، اور اس کے حُسن و نعمت میں اضافہ کر دیتے ہیں اور اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ کہ تو نے اس اُمّی سے پوچھا۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ میں ان علوم کے ظہور کا سبب بنا ہوں تاکہ ہدایت پانے

والے نفع پاسکیں، اور سوال کرنے والے دوست، کو اس کی جزا عطا ہو

مکتوب : ۸۸

فیضِ عام و خاص کے بیان میں تحریر کیا گیا

پاک ہے وہ ذات، جو دونوں جہانوں پر دو طرح سے فیض کرتی ہے، ایک فیضِ عام اور دوسرا فیضِ خاص۔ فیضِ عام والے لوگ وہ ہیں، جو جلال و جمال کی مخصوصیت کے ظہور سے وقتاً فوقتاً فیض یاب ہوتے ہیں، اور اس کے جمال کے انوار کے مظاہر ان کے وجود و ثبوت کے لیے ہیں، لیکن وہ اس قابل نہیں، کہ ان سے شریعت کے پردے اٹھا دیئے جائیں، اور انہیں بخشے ہوئے وجود عطا کیے جاتے رہیں، یہاں تک کہ وہ مقامِ قرب تک ان ظلماتی اور نورانی حجابات کو اٹھاتے ہوئے پہنچ جائیں، جو حکمتِ بالغہ سے صفتِ جمال کے تقاضے کے پیشِ نظر اللہ تعالٰی اور ان کے درمیان پڑ گئے تھے۔ شاید رُعبِ جلال اور ذاتِ پاک کی اس پاکیزگی کی وجہ سے وہ کہیں مضمحل نہ ہو جائیں، جو ان پر پڑ رہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک اللہ تعالٰی نور و ظلمت کے ستر ہزار پردوں میں ہے ... تا آخر" اور یہ فیضِ عام کے لوگ ہیں، جو بشری وجود میں موجود ہیں۔ ان کے عروج میں اللہ تعالٰی کے جلال کی سطوت مانع ہے۔ یہ لوگ برگزیدہ ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں لباسِ بخشش عطا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالٰی کے فیضِ خاص کے ظہور سے اللہ کے رنگِ اخلاق میں رنگے جاتے ہیں اور یہ اللہ تعالٰی کے خاص جمال کا ظہور ہے۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی، تو پھر انبیا، اولیا اور اہلِ جنت پر ایک نگاہ ڈالیں۔ اس لیے کہ انہیں دوسری مرتبہ زندگی دی گئی ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے فرشتے آسمانوں میں اس وقت تک داخل نہیں ہوتے۔ جب تک انہیں دوسری زندگی نہیں دی

جاتی۔ اور بشری وجود اور اس کے کمالات سے وہ ہر طرح خالی ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں اس طرح کا کوئی نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ اور وہ اللہ پاک کے اخلاق پیدا کر لیتے ہیں۔ پس اب یہ لوگ اس طرف نہیں لوٹ سکتے، جو ایک حدیث میں اس کلمہ کی صورت میں واقع ہے" یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالے کے اخلاق پیدا کر لیے ہیں"۔

جب یہ ثابت ہو گیا، تو یہ بات بھی ثابت ہو گئی۔ سارا عالم انوار جمال کے فیض سے عالم وجود میں ہے، اور جلنے سے محفوظ ہے۔ چونکہ جلانا۔ اللہ تعالے کے جلال کے انوار کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے، اور اس کا ظہور حجاب کے اٹھنے کے بعد ہوتا ہے اور وہ لوگ جو مرتبۂ عام میں ہوتے ہیں، ان کا حجاب اٹھایا نہیں جاتا۔ جمال و جلال کے مشترکہ انوار کا اظہار ان کے اس مرتبۂ میں تربیت کے لیے صفت جمال کے ساتھ کہا جاتا ہے، اور تربیت جمال اس وقت تک منقطع نہیں ہوتی جب تک وہ انوار جلال کے برداشت کرنے کے قابل رہتے ہیں، اور جب وہ برداشت کرنے کے قابل نہیں رہتے، تو پھر انہیں بخشے ہوئے وجود کے ساتھ زندگی نہیں دی جاتی۔ اور نہ ہی انہیں اللہ تعالے کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے" بے شک اللہ سبحانہ دونوں جہانوں سے بے نیاز ہے" یعنی ان لوگوں سے جو وجودِ بشریہ سے باہر نہیں آتے، اور اس کی صفات کے ساتھ اپنے آپ کو متصف نہیں کرتے۔ اور جب وہ متصف ہو جاتے ہیں، تو اللہ سبحانہ ان کے حق میں فرماتے ہیں کہ "میں (ایسے بندے کا) کان ہوں، اس کی آنکھ ہوں، اس کا ہاتھ ہوں اور اس کا پاؤں ہوں۔ وہ میرے ساتھ سنتا ہے، میرے ساتھ دیکھتا ہے، میرے ساتھ بولتا ہے اور میرے ساتھ چلتا ہے"۔ اس لیے وہ مردِ کامل ہوتا ہے۔ وہ دو مرتبوں پر فائز ہوتا ہے۔ ایک مرتبۂ مظہریت، جو کہ وجودِ بشریت کی جہت سے ہے، اور دوسرا مرتبہ مظہریت، جو اس کے اخلاق میں رنگے جانے کی وجہ سے ہے۔

مرتبہ بشریت کی حیثیت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ میں بھول جاتا ہوں جس طرح کہ تم بھول جاتے ہو چنانچہ جب میں بھول جاؤں، تو مجھے یاد کرا دیا کرو"۔ اور اللہ کی صفت سے متصف ہونے کی بدولت آپ نے فرمایا "میں احمد بلا میم ہوں۔ اور ایک وقت ایسا ہوتا ہے جب اللہ میرے ساتھ ہوتا ہے، اور کوئی مقرب فرشتہ یا کوئی نبی مرسل وہاں نہیں ہوتا"۔

پاک ہے وہ ذات جس کا کوئی شریک نہیں، اور انبیا اور اولیا میں سے اس ذات مقدس تک نہیں پہنچ سکتا۔ سوائے نکلتے ہوئے وجود کے اور اس کی صفات سے متصف شخص کے۔ پس ایسے شخص کے لیے کوئی خوف نہیں ہوتا اس کے کہ اس کی تجلی سے جل جاتے۔ بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

(ترجمہ) اس پر ختم کرتا ہوں کہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ اس فقیر درماندہ کی اتنی بساط کہاں کہ احادیث کی حقیقت کے بارے میں تحقیق کی جرأت کروں۔ لیکن سوال کا جواب دینے کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ اس لیے چند باتوں کا دروازہ کھولا۔ اگر کوئی شبہ باقی رہ گیا ہو تو دوبارہ لکھ بھیجیں تاکہ مجھے پتہ چل جائے۔

مکتوب : ۸۹

حضرت خواجہ بزرگ کے قول کی تحقیق میں۔

روح انسانی۔ اللہ سبحانہ کو غیر سمجھتی تھی، لیکن پہچانتی نہیں تھی کیونکہ پہچان شہود سے پیدا ہوتی ہے اور وجود، شہود کے منافی ہے ... سے خواجہ اللہ ان کے ذکر پاک کرے ... صاحب کی مراد بشریت اصلی ہے، لیکن عارضی بشریت بشر کے لیے لازمی ہے اور انبیائے کرام سے بھی بشریت الگ نہیں ہوتی ... ہے

کہ علم مختصر طور پر، عقل کا نام ہے اور روح تخلیق سے پہلے اور جسم کے ساتھ متعلق ہونے سے پہلے اللہ سبحانہٗ کو جانتی تھی۔ کہ وہ میرا خالق ہے، لیکن اللہ تعالےٰ کے اسماء اور صفات کے ظہور کے طریقے سے اپنی ذات و صفات کی حقیقت کی تفصیل کو نہیں جانتی تھی۔ مظہریت کی حقیقت، اور بشریت اصلی کی مظہریت، جو ایک وجود دانا ہے، ایک مسلّمہ بات ہے، اور یہ مختصراً کسی شے کے جاننے کو کہتے ہیں، اور جب اُسے اپنی مظہریت اور اللہ تعالےٰ کے اسماء وصفات کی مظہریت کے بارے میں علم دیا گیا، اور اس نے اپنے ہر مرتبہ پر خواہ وہ اسم ہو، خواہ صفت، اسماء اور صفات کا مشاہدہ کر کے، اور اس کے ان آثار کو جو بشریت کی وجہ سے اس سے منسُوب تھے، اللہ تعالےٰ کے آثار کا مظہر پایا، تو بشریت کے وجود کو فنا پذیر پایا۔ اس کو پہچاننا کہتے ہیں۔ چنانچہ رُوح کو شہُود سے نسبت، جسم کے تعلق کے بعد عطا کی گئی۔ تعلق سے قبل کو جاننا کہتے ہیں، پہچاننا نہیں، کیونکہ اس کا انحصار شہُود پر ہے۔

مکتُوب : ۹۰

خواجہ فیض اللہ صاحبؒ کی خدمت میں تحریر کیا گیا۔

سعادت شعار اس بات پر شُکر ادا کرتے ہیں، کہ ایک ہی صحبت میں جمعیّتِ خاطر حاصل ہو گئی، اور ترکِ دنیا منظورِ نظر بن گیا۔ اور اسے اللہ کا فضل سمجھتے ہیں۔ دنیا اور دنیا داروں کی صحبت مُبتدی اور متوسط کے لیے زہرِ قاتل ہے، اور جو صاحبِ کمال منتہا پر پہنچا ہوا ہو۔ وہ دنیا داروں کی صحبت میں بھی اور مال و دولت کے جمع کرنے میں بھی اہلِ دنیا اور مالِ دنیا سے الگ تھلگ ہوتا ہے۔ ایسا صاحبِ کمال شخص اللہ کا نائب ہوتا ہے، جو غافلوں کو تربیت دیتا ہے، اور تربیت بلا صحبت حاصل نہیں ہوتی۔ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ہمارے بعض بندے ایسے

ہوتے ہیں کہ انہیں لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنا ہمارے ذکر سے غافل نہیں کرتا۔ اور دنیا سے دلی تعلق پیدا کرنے میں آنکھیں بند کر لینی چاہییں۔ گویا دنیا سے اور دوسرے پر نظر نہیں ڈالنی چاہیے، سوائے نیک گمان کے۔ اور اپنے بارے میں جتنی کوشش کی جائے، نیک بختی ہے۔

رہا دوسرا اور تیسرا واقعہ کہ، آپ نے اپنے آپ کو ہماری صورت میں پایا، تو یہ عقیدے کے کمال کی دلیل ہے اور شیخ میں گم ہو جانے کو "فنا فی الشیخ" کہتے ہیں۔ یہ ذکر کا نتیجہ ہے کہ مرید، پیر میں فنا ہو جاتے۔ اور رہا اپنے آپ کو کم دیکھنا، تو یہ دل کی نورانیت کی دلیل کا آفتاب ہے۔ چونکہ کام ابھی ترقی پر ہے، اس لیے آپ نسبتہً کم حصہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ بات مبارک ہے اور جتنا زیادہ حصہ ملے گا، اتنی ہی ترقی کی علامت ہے۔ کوشش کرتے جائیں کہ اپنے آپ کو گم کر دیں، تاکہ حق کی ہستی اور مرشد کی مرضی کے سوا کچھ بھی پسند نہ رہے۔ والسلام۔

مکتوب : ۹۱

مذکورہ بالا عزیز کے جواب میں لکھا گیا۔

تیسری بات کہ جب دل ذکر سے معمور ہو جاتا ہے، تو جو شخص جتنی دیر تک ناپختہ رہتا ہے، جوش میں رہتا ہے، جب پختہ ہو جاتا ہے، تو جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ القصہ اپنے آپ کو اس طرح پیش کریں کہ دل ان مقامات کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ مقام کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، متعینہ مقامات کے سامنے اس کا مرتبہ ایسا ہے، جیسا دریا کے سامنے قطرے کا۔ والسلام۔

واقعہ اوّل کی تعبیر۔ اس شخص کے ۶ لطائف اس طرح ہیں۔ جیسے قلب اور روح اس واقعہ میں تجلیات بخشتے ہیں، کبھی ستارہ کی شکل میں، کبھی چاند کی صورت میں اور

کبھی آفتاب کی مانند۔ یہ تمام دل کی صفائی کی علامتیں ہیں، بہت اچھی بات ہے۔
دوسرا واقعہ، اس صفائیِ دل کا ثمرہ ہے، اور لوگوں کو پھول دینا اس بات کی بشارت ہے، کہ جو ثمرہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملا ہے، اُسے عوام میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اور **تیسرے واقعہ کی تعبیر یہ ہے،** کہ یہ دونوں لطائف یعنی روح اور دل دو شمعوں کی طرح ہیں۔ اور ہماری صُورت دیکھنا اس بات کی بشارت ہے کہ ہم تمہاری حفاظت کے لیے موجُود ہیں تاکہ شیطان دخل نہ دے سکے۔ ان تمام بشارتوں کو سعادت مندی سمجھ کر مراقبہ کے کام پر کمربستہ ہو جاؤ۔ تاکہ انوارِ سفلی، انوارِ لطیفہ کی صُورت میں ظاہر ہوں، اور یہ کیفیّت ختم ہو جائے۔

مکتوب : ۹۲

خواجہ فیض اللہ کو تعبیرِ واقعات کے ضمن میں تحریر کیا گیا۔

جو لوگ اللہ کا شُکر ادا کرتے ہیں، انہیں سولی پر چڑھایا جاتا ہے، اس سے مُراد طریقت میں مجاہدہ و ریاضت ہے، اور آپ جو خوف زدہ نہیں ہوتے، تو یہ بلندیِ استعداد ہے۔ کیونکہ آپ مجاہدہ کو راہِ محبت سے اختیار کرتے ہیں، اور وہ جو انوار کم ہو جاتے ہیں۔ اور آپ خدا کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں، تو یہ کلامِ حق کی تجلیات ہیں، اور وہ جو اپنی تمنا کو گھٹاتے ہیں، تو سالک کی انتہائے فنا یہ ہوتی ہے کہ سب کو گُم کر دیتے ہیں، یہ سکر و مستی کی ابتدا ہوتی ہے۔ روٹیوں کا آجانا حق تعالےٰ کا انعام ہے۔ جو آپ کو عطا ہوتا ہے، اور لوگوں میں تقسیم کرنا، اس امر کی خوش خبری ہے کہ اللہ کی نعمت کا ذکر عام کرو۔ جو کچھ آپ کو ملتا ہے، دوسروں کو دو۔ یہ تمام مبشّرات (خوش خبری) ہیں جو سالکوں کو ملا کرتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا شُکر ادا کر کے اس کے حضُور متوجّہ ہونا چاہیئے۔

مکتوب : ۹۳

مذکورہ بالا سائل کے جواب میں لکھا گیا۔

میرے مشفق، سلام عرض ہے۔ ایک نورانی برتن ہے، جسے کھینچا نہیں جاتا، یہ تمام معاملہ جو تحریر کیا گیا ہے، اسی سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی اطلاع نہیں ملی۔ اور دوسرا برتن جو سیاہ بھی ہے اور نورانی بھی، آپ نے اس کا بیان طلب کیا ہے۔ اور اس کے ٹوٹنے اور جڑنے تک پہنچے ہو۔ دوسرے ظرف کا بیان ظاہر ہے چاہیے کہ پہلے صرف نورانی برتن کے بارے میں اطلاع دیں، اگر آپ جانتے ہیں، تو تفصیل سے لکھیں، تاکہ دوسرے ظرف (برتن) کے بارے میں لکھا جائے اور آپ کو آگاہ کیا جائے۔

مکتوب : ۹۴

سائل کی درخواست پر شبہات کے جواب میں۔

مشفق عزیز! چونکہ آپ نے سوال کے مطابق جواب نہ لکھا اور اس برتن کے بارے میں کچھ نہ بتایا، جو بالکل نہیں ٹوٹتا، اور وہی پرانی کیفیت لکھ دی، اس لیے معذرت کر دی گئی، ورنہ ضرور جواب لکھتا۔

میرے عزیز! سب سے پہلے آپ کو شہودِ اول، شہودِ ثانی اور شہودِ ثالث کے بارے میں علم ہونا چاہیے۔ جاننا چاہیے کہ شہود غیب کے مقابلے میں ہے۔ مرتبۂ غیب اللہ تعالےٰ کی قدیمی، ازلی اور بے کیف ذات و صفات کا مرتبہ ہے۔ شہودِ اول، نورِ اول کا مرتبہ ہے، جو نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ہے۔ اگرچہ یہ مرتبہ حادث ہے، لیکن یہ مخفی البداشت اور مخفی الکیف ہے۔ لہٰذا اس مرتبے کو بعض شہودِ اول کو، غیب نسبی، قدیم نسبی اور مجہول الکیف بھی کہتے ہیں، اور شہودِ ثانی

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم یعنی شہودِ اوّل کی عظیم روح ہے اور شہودِ ثالث ان کا جسم مبارک ہے جو عرشِ اعظم کے اُوپر ہے۔ اور تمام اصولِ مفصل کا عنصرِ اوّل اور عنصر مجمل ہے اور اس جسمِ مبارک سے جو محض نُور ہے۔ تمام مراتبِ مجمل اور عناصرِ مفصل نے ظہور پایا ہے، پس جو سالک فنا کا رُخ کرتا ہے۔ احاطۂ عناصر جو مخلوقات کے اجسام کے مراتب کا احاطہ کرتا ہے، لطافتِ محض سے راہِ حق کے سالک وطالب کو اپنی ذات میں جذب کر لیتا ہے، اور سالک تمام داخلی اور خارجی مراتب اس سے حاصل کرتا ہے اور کسی طرف سے بھی اس کو نسبت نہیں دی جا سکتی۔ چونکہ ظرفِ شہود سے یہ تعلق قائم رہنے کے لیے نہیں ہے۔ اس لیے سالک کو اس شہود سے آگے ترقی کرنی چاہیے، اور اس سے وہ جو کچھ حاصل کرتا ہے، سابقہ علم کی درجہ سے ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے، اور ظرفِ شہود اس کو شامل کرنے والا اور جائے بازگشت ہوتا ہے۔ اسے جو کچھ ملتا ہے، یہیں سے ملتا ہے۔ اسی طرح ترقی کے مدارج ہیں، جو اسے جا بجا ملتے ہیں۔ وہ پہلے سے بے اختیار رہ کر دوسرے میں جذب ہو کر ترقی کرتا ہے اور آخرکار تمام مراتبِ شہود تک پہنچ جاتا ہے، اور وہ شہودِ اوّل ہے اور یہ شہودِ اوّل کا مرتبہ ہے، جب کہ اس سے اُوپر کوئی شہود نہیں۔ اور اصحابِ شہود پر باقی رہتا ہے اور شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے۔ کہ اس شہود سے ترقی کر کے کوئی غیبِ حقیقی سے جا ملے۔

چونکہ کاغذ تنگ تھا، اس لیے اتنے پر ہی اکتفا کیا۔ کچھ باقی رہ گیا ہے، تو سمجھنا چاہیے کہ یہ شہود جو ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں۔ ولایتِ اولیا کے سایہ میں شامل ہیں اور اس ولایت کو بعض "ولایتِ خاصہ" اور بعض "اولیا صغریٰ" کہتے ہیں۔ یہ شہود اپنی اصل کا کچھ رنگ رکھتا ہے، لیکن اپنی اصل سے بہت دُور ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ کس کو اس سے باہر نکالا جاتا ہے۔

مکتوب : ۹۵

سوال : مشفق عزیز! آپ نے جو تحریر کیا ہے، وہ سالکوں کے سلوک اور مجذوبوں کے جذب کے متعلق لکھا ہے، اور یہ سائل کے کام کی بات نہیں کہ وہ ظروف چھوٹا مخلوق ہے، نیا ہے، اور دوسری اطراف سے آنے جانے والا ہے۔ وہاں ہر مستحق کو اس کے استحقاق کے مطابق پوشاک پہناتے ہیں اور اس ظرف کو توڑ دیتے ہیں۔ اس معاملے پر غور کر کے مسائل کے جواب لکھیں۔

جواب : مشفق عزیز! میں نے جو کچھ لکھا تھا، اس میں سے کیا مرتبۂ جذب اور کیا مرتبۂ سلوک، کوئی شے خارج نہیں۔ چنانچہ اپنی تحقیق کے ضمن میں آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ ہر ایک کو پوشاک پہناتے ہیں اور اس ظرف کو توڑ دیتے ہیں، یہ جذب کتنی ہے۔ تعجب ہے کہ میری تحقیق کو نظر انداز کیا ہے اور اپنی طرف سے بات کو مختلف معانی پہنا دیئے ہیں۔ یہ طریقہ خلافِ حدیث ہے۔ جیسا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آسانی والے بنو، نہ کہ تنگی والے" اور یہ بھی معلوم ہوا کہ لباس کے متعلق تھوڑی سی بات کی جاتی ہے، تو یہ ایک امتحان ہے اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ آزمانے والا محروم رہتا ہے۔ اس سلسلے میں تین اشخاص کی ایک کہانی بیان کی جاتی ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے دو کی نیت بزرگ کو آزمانے کی تھی، اس لئے وہ بے نصیب واپس آئے، تیسرا خوش اعتقاد تھا، وہ مقبول ہوا۔ جب کبھی میں نے سلوک، جذب، توبہ، اجتہاد، اور اصطفا کے مراتب کے بارے میں کوئی جامع اصول پیش کیا ہے، تو سمجھا نہیں گیا، میں کیا کروں۔ پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ سلوک کیا ہے اور جذبہ کیا؟ اور کس مقام میں ہوتا ہے اور توبہ کیا ہے اور قبولیت توبہ کیا؟ اس مقام کے حامل کون ہوتے ہیں؟ اصطفا کیا ہے؟ اور کس مقام کا کیا خاصہ ہے؟ اگر آپ لکھ بھیجیں تو بہتر۔ ورنہ لکھ بھیجو کہ معلوم نہیں۔ اس وقت ان پانچوں

مراتب کی تفصیل لکھ کر بھیج دوں گا۔

اور یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ ایک برتن اسی فہم کا ہے۔ تو معلوم ہونا چاہیے، کہ سلوک و مراتب کی راہ میں قرب، ایسے ہی دکھائی دیتا ہے۔ یہ سب مراتب کی تفصیلات ہیں، جنہیں کم فہمی کی وجہ سے سالک، مرتبۂ لطیف کو تفصیل صورت، مثلاً برتن میں دیکھتا ہے۔

مکتوب: ۹۶

میاں محمد کاظم کو صد آ ہوئیت کے استفسار کے جواب میں لکھا گیا۔

"کسی انسان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ سے کلام کرے، سوائے اس کے کہ اُسے وحی کی جائے یا پردے کے پیچھے سے ......" اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا، کہ جو کچھ آواز کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے، وہ یا تو نورانی آواز ہو گی یا جسمانی آواز۔ تمام لباس حادث و فانی ہیں، بلکہ آواز و حرف کے مرتبے سے پرے ہے جو مقصد و مدعا ہے۔ اور کلامِ مطلق کا پہلا لباس بھی تقیّد و حدوث کے مرتبے میں ہے لیکن کلام کرنے والا یا تو قدیم ہے یا حادث، اگر قدیم ہے، تو وہ ذات و صفات کے اعتبار سے، ذات و صفات کی جامعیت سے وحدت و کثرت کے بغیر، زمان و مکان کے بغیر کئی لباسوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس ظہور کے بھی دو مرتبے ہیں، ظہورِ اطلاقی یا ظہورِ تقیدی۔ اگر یہ ظہور اطلاقی ہے، تو یہ جامع حقیقی کی ذات کا حقیقی ظہور ہے اطلاقی طور پر اپنی پوشیدہ صفات کے کمالات کا ظہور ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔ کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ اس لیے میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ اگر یہ ظہور تقیدی ہے، تو یہ کمالاتِ مخفی کا ظہور ہے۔" پہلے ظہورِ اطلاقی کی مظہریت کے لیے متکلم ازلی کا یہ بیان دو مرتبوں سے ہے۔ اگر متکلم

حادث ہے، تو پھر اس کی تقسیم کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ وہ ہر لحاظ سے حادث ہے، اور کمالاتِ مخفیہ کے ظہور میں داخل ہے، اور اسے پہلے مرتبہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ متکلم دو طرح کے ہیں، وہ بھی کلام کے ظہور نفس والے، اور ان کا نوں کے لیے یہ بات غلط نہیں کہ وہ علمِ لدنی اور اصلی کی تعلیم سے ہے، اور ان کے اتباع میں بعض اولیا کو بھی یہ مقام حاصل ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں، جو نچلی ولایتوں کے درجات سے ترقی کر کے مرتبۂ ولایتِ انبیا تک پہنچ جاتے ہیں، اور یہ کلامِ نفس کے ساتھ مرتبۂ ثانیۂ حادثیہ کہلاتا ہے، جو کہ شہودِ اوّل میں درج ہے، اور جسے نورِ محمدی سے موسوم کیا گیا ہے۔

عزیزِ من، اس بیان میں مَیں اصل آواز ہوں۔ اور جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں میں اُسی کی ذات سے موجود ہوں اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

مکتوب : ۹۷

ایک عزیز کے نام تحریر ہوا۔

شروع اس ذاتِ پاک کے نام سے۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو میرا رب ہے جس کی تجلیات اور ذات وصفات سے اولیاء تربیت پاتے ہیں، اور جو پھر صفات کی تربیت سے لوگوں کی تربیت کرتے ہیں، اور ان کے اکثر معاملات تجلیاتِ ذاتی کی بدولت ہیں۔ اگرچہ وہ تجلیِ ذاتی سے بہت کم بہرہ یاب ہوتے ہیں، اور اس تجلی کو ان کے حق میں ترقی کہا جاتا ہے۔ اگر تجلیِ ذاتی اور تجلیِ صفاتی کے درمیان فرق کے بارے میں پوچھا جائے۔ تو میں کہوں گا کہ جب رب اپنی تجلی کرتا ہے۔ اور اپنے لباسِ صفات میں صورتِ معنوی کو جلوہ گر کرتا ہے، جو کسی صفت کے لیے مخصوص ہے۔ اور وہ شخص اس معنیٰ محض کی خصوصیت تک پہنچ جا۔

ہے اور پھر دُوسرے وقت دُوسرے معانی کے ساتھ اس طرح، جیسا کہ اللہ چاہے۔
اور اسے صفات کے اندر سَیر در سَیر کہا جاتا ہے۔ اور جب اس کی استعداد کے بعد
اُسے یہ سیر حاصل ہو جاتی ہے، تو یہ دو طرح کی ہوتی ہے، ایک یہ کر سیر کرنے والا
ایک مقام پر کھڑا رہے اور حالتِ خوف میں رہے، اور یہ معانی بیان ہو
چکے ہیں، اور موت تک اس میں قید رہے، اور دوسرا یہ اُسے اپنی استعداد کے
مطابق سیر حاصل ہو جائے، اور اس پر ذاتِ متجلّی تک پہنچنے کا ذوق و شوق غالب
آجائے، اور اس کا باطن کثرت سے وحدت کی طرف آنے سے کراہت کرے۔
اور پھر یہ بھی دو طرح سے ہے، ان میں سے بعض مقامِ دنیا پر کھڑے رہتے
ہیں، اور بعض اس کے بَین بَین رہتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ اور بعض اس مرتبۂ فضیلت
سے بلا توقف ترقی کر جاتے ہیں، اور یہ مراتب تجلیات وصفات سے مرتبۂ اجمال
تک ہوتے ہیں۔ اور یہ تجلیٔ ذات کا مرتبہ ہے، اور اس پر مقامِ اجمال کثرتِ معانی
کے بغیر جامع واحدہ کی تجلّی کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ تجلّیات وصفات کی شان ہے۔
جب یہ بات سمجھ میں آگئی، تو یہ بھی سمجھ لیں، کہ واصلِ اوّل مقیّد ہے، اور یہ
ولایتِ خاصّہ کے کمالات کے مرتبے میں ہے، جسے بعض کے ہاں ولایتِ اولیا
اور بعض دوسروں کے ہاں ولایتِ صُغریٰ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ولایتِ مذکورہ
کے لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ اس ولایت کے لوگ صراطِ مستقیم کی شرط سے
مشروط ہیں، اور جو کوئی اس مقام پر ہوتا ہے، وہ تجلیاتِ صفاتیہ والوں میں سے ہوتا
ہے۔ اور اس مقام پر ان کی قید کا سبب اغراض سے عدمِ خلوص ہے، چاہے
وہ مخفی ہو۔ اور یہ اہلِ فنا مقیّد ہیں۔ اور ان کے لیے فنا میں فنا داخل نہیں ہوتی
وہ دونوں مرتبے جن کا میں نے ذکر کیا ہے، وہ کُرّہ ظلال کے فرق کے ساتھ مراتبِ
ظلال کے لوگ ہیں، اور اس مرتبے کی قلت ہے، کیونکہ وہ سب تجلیات سے

مغلوب ہیں، مثلاً کیا تم جانتے ہو کہ تجلی کیا ہے؟ وہ کس چیز کی صفت کا ظہور ہے؟ یا کوئی ذات ہے، جو حجاب میں ہے چاہے وہ اہل تجلیات کے ہاں قلیل ہو یا کثیر۔ جب آپ نے یہ بات سمجھ لی، تو بس باقی بھی سمجھ لیں۔

مکتوب ۹۸:

ایک عزیز کے نام تحریر کیا گیا۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے۔ اور سب تعریف اسی کے لیے ہے، جو دو مرتبوں میں "حامد اور محمود" ہے، ایک قدیم اور ازلی اطلاق کے مرتبے پر، جو حدوثی تقییدی اور شہودی ہے، اور کسی واسطہ کے بغیر اوّل ہے، اور دوسرا احدوثی مظاہر کے واسطے سے۔

پاک ہے وہ ذات، جس نے خلقت سے بذریعہ نور حجاب کیا، اور جو نور کے ظہور کی شدت سے پوشیدہ رہا۔ اور وہ ایسا ظاہر ہے، جس سے بڑھ کر کوئی ظاہر نہیں، اور وہ ایسا پوشیدہ ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر کوئی پوشیدہ نہیں۔ وہ ایسا اکیلا ہے جو پوشیدگی میں ظاہر ہے اور ظاہر میں پوشیدہ ہے۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ لطیفہ مشفقانہ کو معانی مل گئے اور سینہ کھل گیا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

مکتوب ۹۹:

چند واقعات کی تعبیر کے بیان میں

ایک عزیز نے فرمایا ۔

خاک شو خاک، تا بر دید گل ۔۔۔ کہ بجز خاک نیست مظہر گل

(ترجمہ) خاک ہو جا خاک، تاکہ پھول اُگیں، کیونکہ خاک کے بغیر گل کا مظہر اور کوئی نہیں، خاک کے چھڑکنے سے پھولوں کی افزائش ہوتی ہے، خوب بات ہے، اس

سے مراد طفلِ نفس ہے۔ وہ جب موافقت پیدا کر لیتا ہے، اور سرکشی سے باز آ جاتا ہے، تو علم و معانی کی کثرت کا امیدوار ہو جاتا ہے۔

دُودھ سے مراد علم کا خزانہ ہے۔ جو شخص خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ میں دُودھ پی رہا ہوں، تو حدیث میں آیا ہے کہ اسے کثرتِ علم کی بشارت ہو۔ حق تعالےٰ اس بشارت کو کہ مقدمہ فنا ہے، منتہٗ ظہور میں لاتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے اے اللہ نور کو میرے اُوپر، میرے نیچے، میرے سامنے اور میرے پیچھے پیدا کر دے یا مجھے نُور بنا دے، یہ نُورٌ علیٰ نُور کی بشارت ہے۔

سالکانِ طریقت کے حق میں یہاں دریا سے مُراد وحدت و معانی کا دریا ہے، اور ظاہر ہے کہ دریائے معانی حق تعالےٰ کے لاانتہا اسرار میں سے ہے۔ لہذا قرآن شریف میں رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا "کہہ! اے رب، میرے علم میں اضافہ کر"!

کشتی اپنے پیر کا وسیلہ ہے، کہ اس وسیلہ در وسیلہ کا سلسلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے

اور آبِ حیاتِ دائمی سے مراد دریائے معانی کا پانی ہے، اور دل میں ظلمت کے گمان ہونے کے مطلب یہ ہے کہ انوارِ الٰہی کی ظلمت ایک پوشیدہ لطیفہ ہے کہ سالک آخر کار اس نُور تک جا پہنچتا ہے، اور آپ کو شروع ہی میں اس کا نظر آنا عالمِ مثال کی تمثیل میں استعدادِ قوی کی خوش خبری ہے۔

یہ واقعات اور ان کے جوابات جو لکھے جا رہے ہیں، ایک الگ کاغذ پر نقل کر کے رکھ لیں۔

شبِ برات کا دیکھنا، یہ مطلب رکھتا ہے، کہ حساب سے چھٹکارا دے دیا گیا ہے، سُورج کے کم دکھائی دینے سے مراد یہ ہے، کہ اس میں بعض مکروہ اور

بعض مُباح داخل ہو گئی ہیں۔

گھوڑے سے مراد نسبتِ قلبی ہے، اور قبلہ رُو ہونے سے مطلب قوّتِ ایمانی ہے، اور دریائے نُورِ وحدت ہے، جو قریب سے قریب تر آرہا ہے۔ تاکہ گھیرے۔ گھوڑے کے پانی پینے کا مطلب نفع بخش نظر نہیں آتا، یہ جذبِ غیبی ہے کہ اس میں اختیار نہیں۔

آپ کو جو خوف آتا ہے، وہ اس خاکی جسم کا تقاضا ہے، جس نے رُوح کے حکم کو قبول نہیں کیا اور جو وحدت کے سمندر میں اپنے آپ کو سپرد نہیں کرتا۔ اور جو دنیا میں تمہیں نُور کا احاطہ نظر آتا ہے، وہ تمہاری تسلّی کے لیے ہے۔

وہ نُور جس میں دھواں ملا ہے، یہ معنی رکھتا ہے کہ سائے کے مراتب ہیں اور حقیقت کا ظہور سائے کے لباس میں ظاہر ہو رہا ہے اور صاف نُور کا معاملہ ابھی دُور کی بات ہے ؎

تو مباش اصلا، کمال انیست بس　　　گم شدن گم کن وصال انیست بس

(ترجمہ) کمال بس یہی ہے۔ کہ تو قطعاً کچھ نہ رہے، وصال بس یہی ہے کہ تو گم ہو جائے اور اپنے آپ کو گم کر دے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو ہدایت دے، اور اپنے فضل و کرم سے مراتبِ ظلال کی طرف اور اصل اصول کی طرف روز بروز ترقی دے۔

جواب واقعہ:۔ یہ سب لطائفِ روحی کے انوار ہیں، جو ان تجلیات کے لباس میں نظر آتے ہیں۔ اور یہ اس امر کی علامت ہیں، کہ لطائف، جسم کے غبار کے زنگ سے صاف ہو چکے ہیں، جواہرات سے بھرے ہوئے طبق سے مراد۔ قربت کے مراتب کا درست ہونا ہے۔ اور عَلم (پرچم) نشانِ پیر کی علامت ہے جو آگے آگے چلتا ہے اور مرید کا رہبر ہے۔ تاکہ وہ غلطی سے کسی اور طرف نہ چلا جائے۔

اور غرق ہونے والے آدمی کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ اگر کوئی شریعت کے

تابع اور سنّت کے پیرو کو اس حالت میں دیکھے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مکمل طور پر فنا فی اللہ ہے اور اگر گاہے گاہے دیکھے، تو معاملہ وسط میں ہے دوسرا یہ کہ اگر وہ شخص بدعتی ہے۔ اور شرع کے خلاف چلتا ہے، تو یہ اس کی مکمل گمراہی اور کامل محرومیِ سنّت کی علامت ہے الغرض اگر ان واقعات سے پہلے اور بعد میں تضرع وزاری ہے، اور غیر حق کی خواہشات کی نفی ہے۔ تو یہ رحمانی ظہورات ہیں، اور اگر اس سے پہلے یا بعد میں دل میں پراگندگی اور اندیشوں کی کثرت ہے، تو ایسے انوار سے دست کش ہو کر استغفار کرنا چاہیے کہ ان سے غیر رحمانی (شیطانی) باتوں کی خبر ملتی ہے۔" ان کو سنا دو، کہ میرا داؤ بڑا سخت ہے " اللہ تعالےٰ نے اسی دوسرے گروہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ پس اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ ظلمت و نور میں سے جو کچھ نظر آئے، اُسے شرع کے ترازو پر تولنا چاہیے۔ اور غافل لوگوں میں شمار نہیں ہونا چاہیے۔ اور یہ نورانی اور دوسرے واقعات اچھے ہیں، لیکن ہر واقعہ کے ظہور سے پہلے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سر جھکا دینا چاہیے۔ اور کسی واقعہ کا انتظار یا اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ اگر یہ خود بخود ظہور فرمائیں، تو نور بخش ہیں۔

مکتوب: ۱۰۰

واقعات کے جواب میں۔

پہلا واقعہ کہ رحمتِ الٰہی کا پانی حق کا ذکر کرنے والے شخص کے دل اور جسم پر گراتے ہیں، اس امر کی علامت ہے کہ یہ آبِ رحمت، جو دائیں طرف سے آتا ہے اور زمین پر نہیں گرتا، بلکہ تمام کا تمام بدن میں چلا جاتا ہے۔

دُوسرے واقعہ کا جواب۔ یہ ایک نُورانی خلعت ہے، جو میرے وسیلے سے نہیں

عطا ہوتی ہے۔ اور تمہارے سر پہ باندھتے ہیں۔ اور وہ نورِ سفید لطیفۂ روحی کا نور ہے کہ اس کے ظہور سے شہود کے سامنے محو ہو جاتا ہے، اور بدن پر دانوں کا گنا جواہر کی طرح ہے کہ ان کی تاثیر سارے بدن میں ہوتی ہے۔

تیسرے واقعہ کا جواب یہ ہے۔ کہ کبوتر نفس ہے، جو اس شکل میں ظاہر ہو کر فریفتہ کرنا چاہتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کی مدد تمہارے شامل حال ہے، حقیقت باپ کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے، اور تمہیں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنے کی تعلیم دیتی ہے تاکہ تم زینتِ نفس کے دھوکے میں نہ آجاؤ۔

چوتھے واقعہ کا جواب کہ پہاڑ پر چڑھ رہے ہو، عروج و ترقی کی خوشخبری ہے، اور راستے میں پتھر کا حائل ہونا ذکر کا چھوٹ جانا ہے، اور ان چیزوں کے بعد دوسری چیزوں کا ظہور یعنی پہاڑ کو پھاڑنا اور نور کا ظاہر ہونا رفعِ قبض اور نور کے ظہور کی علامت ہے، اور پتھر کا اٹھنا عروج کی رکاوٹوں کے دور ہونے کی علامت ہے۔ اور اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

پانچویں واقعہ کا جواب بَین بَین ہونا چاہیے۔ نماز کی رعایت کی وجہ سے ہر اختیار مختارِ حقیقی کے پاس ہے، اس لیے اگر بے خودی کے عالم میں رکوع و سجود کی خبر نہ رہے، تو اس نماز کی قضا دوسری نماز کے وقت ادا کر لینی چاہیے۔

دوسرا جواب یہ ہے، کہ آپ نے واقعہ میں فرمایا ہے کہ میں عاشق کو قتل کر رہا ہوں چھری کا ظاہر ہونا اور اس کا قبول ہونا، تمہارے مرتبہ عشق کی تصدیق کرتا ہے۔ ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر۔

تیسرے واقعہ کا جواب بہت خوب ہے۔ یہ شرع کی پیروی کی خبر ہے۔ اور نیکی کا حکم دینے کی کوشش کے قبول ہونے کی علامت ہے اور نفس و شیطان کے علم سے حفاظت اور رسالت پناہ کی طرف آنے اور عقیدے کو یاد رکھنے کا نشان ہے۔

اور پتھر کے اندر سیر کرنا، تصرفِ اولیا کا نمونہ ہے۔

دُوسرے واقعہ کا جواب اللہ کی جناب میں گریہ وزاری اور نیازمندی کی حقیقت، پانی کی طرح ہے، جو موتی بن بن کر آنکھوں سے ٹپکتا ہے اور چونکہ جو پانی زمین پر گرتا ہے، وہ ضائع اور برباد ہو جاتا ہے، اس لیے یہ عاشقوں کی آنکھ کا پانی جسم میں غرق ہو کر ہر عضو کو نورانی مدد پہنچاتا ہے اور سستی اور کاہلی کو باہر نکال پھینکتا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

ایک اور واقعہ کا جواب نُورٌ پُر نُور لطیفۂ قلبی سے ظہور فرماتا ہے اور کشتی غیبی امداد ہے کہ اس سے دریا کی مسافت آسانی سے طے ہو جاتی ہے اور ہر طرف سے اللہ تعالےٰ کے حضُور میں لاتے ہیں، اور جو کچھ حق کے خلاف ہو گا، اسے سینے میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ "نہ آنکھ چُندھیائی، نہ حد سے تجاوز کیا" کو شاملِ حال جانیں۔ اس واقعہ سے کثرتِ انوار اور غیبی واردات کی خبر ملتی ہے۔ ترقی کی امید رکھیں۔ ؎

تو مباش اصلا، کمال ایں است وبس گُم شدن گُم کن وصال ایں است وبس۔

(ترجمہ) کمال بس یہی ہے کہ تو قطعاً کچھ نہ رہے۔ وصال بس یہی ہے کہ تو گُم ہو جائے اور اپنے آپ کو گُم کر دے اسی لیے چاہیے کہ ہر خلافِ شرع بات کو نقصان دہ سمجھیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ جو کچھ بھی نقش وکیفیت حاصل ہو، اللہ تعالےٰ کو اس سے پرے سمجھیں، اور اس کی نفی میں کوشش کریں اور جیسا کہ پہلے لکھا گیا تھا، فی الحال اخلاص ویقین و عشق کے اسی طریقہ پر قائم رہیں چونکہ معاملہ سابقہ کی طرح پیروی شرع ہے اس لیے یہ بھی عروج و ترقی کی بشارت ہے۔ فی الحال اسی قدر سمجھ لینا چاہیے کہ جس واقعہ کی تاویل سمجھ میں نہ آتی ہو اور مشکل ہو، اُسے ضرور لکھ بھیجا کریں اور اپنا زیادہ تر وقت مراقبہ میں گزار لیں۔ جس واقعہ کی سمجھ نہ آئے اُسے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ واقعہ کا جواب نیک

بشارت ہے۔ وہ ظلمت و غبار جو نفس سفلی کی وجہ سے دل پر جمع ہو گیا تھا، رحمت کے پانی نے اسے دھو ڈالا ہے اور دل کو صاف کر دیا ہے۔ تاکہ دل میں وسوسے پیدا نہ ہوں۔ اچھی بشارت ہے۔ مبارک ہو۔

واقعہ کا جواب اچھا ہے۔ دل جمعی سے اپنے کام میں مشغول رہیے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور بڑا فضل کرنے والا اور عظمت والا ہے۔ یہ نعمتیں آپ کی استعداد کی خوبی کو ظاہر کرتی ہیں۔ حضور پُر نور اس مقام پر دوسروں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ کے لیے شروع میں اللہ کی تعریف بجالاتے ہیں اور اپنے آپ کو ہر طرح سے حضور کے سپرد کر دیتے ہیں۔ تمام دنیا حضور پُر نور کے سامنے اس طرح گم ہو جاتی ہے جیسے ستارے آفتاب کے سامنے، اور حضور اپنے آپ کو اس طرح محو کر دیتے ہیں، کہ اپنی ہستی درمیان سے اٹھ جاتی ہے۔

دوسرے سوال کا جواب، کہ عاشقوں کا دل خواب میں بھی بیدار ہوتا ہے یہ ہے: مسجد سے مراد اللہ تعالےٰ کا قرب ہے۔ اور آخر کار سالک کا قرب اپنی اصل سے ہو جاتا ہے، اور باپ سے ملاقات سے مراد اپنی اصل سے ملاپ ہے، اور باپ کی مہربانی سے مراد اس ملاپ کا حاصل ہے۔ اور جب کوئی شخص اپنی اصل سے مل جاتا ہے، تو اس وقت حجاب اٹھ جاتا ہے اس مقام پر حجابات کا مقصد حضور محض ہے۔ بے حجاب اور محو ہو جانے سے مراد بالکل اصل رنگ میں رنگا جانا ہے۔

اور دو فقیر جو راہ میں دیکھے گئے، وہ دربان ہیں، جو بیگانوں کو روکتے ہیں جب وہ راستہ عبور ہو گیا، تو ان سے یگانگی پیدا ہو گئی۔ اور پاؤں کھینچ لینے سے یگانگی کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ان دو کو مہربان پایا اور اپنی خصوصیت بیان کی کیونکہ انہوں نے ایک دوسرے سے نیکی کی بات کی اور کہا کہ ایک کی خاطر اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں، اور امید دلائی۔ تاکہ ہمت سے اس راہ کو طے کریں۔ یہ اللہ تعالےٰ

کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے اُسے عطا کرتا ہے۔

اور واقعہ کا جواب جاننا چاہیے، کہ تلوار کو ڈاکوؤں اور کافروں کو ختم کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ چونکہ سلوک کے راستے میں شیطان ڈاکو ہوتا ہے۔ اور اس کو ختم کرنے کے لیے سالک کی ہمت بلند ہوتی ہے، جو نفس اور شیطان کے کسی فریب سے بھی ترقی سے نہیں رُکتا۔ اور ہمت کی تلوار سے نفس اور شیطان کے ہر فریب کو ختم کر دیتا ہے۔ چنانچہ ایک عزیز نے ڈاکوؤں سے جہاد کرنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے انہیں صاحبِ ہمت قرار دیا ہے۔ اور یہ خوشخبری ہے کہ اس واقعہ کے مالک کی فطرت میں ہمت رکھ دی گئی ہے، تاکہ وہ حرص و ہوا کو کاٹ کر رکھ دے۔

اور وہ جو برہنہ تھا، اس سے مُراد اضطراری ہمت ہے۔ جب قُربت کے مرتبہ میں ترقی کی، تو اسے ہمتِ اختیاری دی گئی۔ اور غلاف سے مراد اس مقام پر سالک کے اختیار کا غلاف ہے، تاکہ ہمت سے کام لے، اور غلط طور پر خرچ نہ کرے۔

رونقِ عہدِ شباب است اگر بُستاں را می رسد مژدۂ گُل بُلبلِ خوش الحاں را

مشنو اے بُلبل ایمن تو خود از بادِ خزاں کہ نیابد فرح از رونقِ گُل، مُرداں را

(ترجمہ) اگر باغ میں عہد جوانی کی رونق ہے، تو سریلی بُلبل کے لیے پھول کی خوشخبری ہے۔

اے بُلبل تو اپنے آپ کو خزاں سے محفوظ نہ سمجھ، کیونکہ مرجانے والوں کو پھولوں کی رونق سے کوئی فرحت حاصل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا "اَست اِتراؤ، کیونکہ اللہ تعالےٰ اِترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا"

مکتوب : ۱۰۱

سوال : فیض اللہ بیگ لاہوریؒ کی طرف سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ خداوند کریم کی مہربانی سے، اور حضرت کی برکت سے ہر طرح دلجمعی ہے۔ حضرت جی کے فضل و کرم سے اُمید ہے، کہ اس خاکسار کی ترقی کے لیے آپ اپنی ظاہری اور باطنی توجہ فرمائیں گے۔ آپ سے بات پوشیدہ نہ رہے، کہ

(۱) حالتِ مراقبہ میں کئی واقعات دیکھنے میں آتے ہیں۔ میں ایک روز مراقبہ میں تھا کہ سُوتی کپڑا لایا گیا، اور میرے لیے کُرتہ سیا گیا۔ اس کی تعبیر لکھیں۔

(۲) نیز اکثر مراقبہ کی حالت میں قبلہ گم ہو جاتا ہے، اس کی تعبیر کیا ہو گی؟

(۳) ایک اور دن جب میں مراقبہ میں تھا، تو ایک مور میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ وہ مور بے حد خوبصورت تھا۔ اس کے چند بچے بھی تھے۔ اتنے میں ایک جانور آیا اور اس کا ایک بچہ اٹھا کر لے گیا۔ مور ہوا میں اڑا اور جانور کے پنجے سے اپنا بچہ چھین کر لے آیا اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ مور کس طرح اتنی جلدی اڑا اور جانور کے پنجے سے اپنے بچے کو چھڑا لایا۔ ابھی میں اس واقعہ پر تعجب ہی کر رہا تھا۔ کہ کیا دیکھتا ہوں کہ چھ یا سات مور ہیں اور ان کے کئی بچے ہیں۔ اس کی تعبیر لکھیں۔

(۴) ایک روز میں رسالت پناہؐ کی طرف توجہ کیے ہوئے تھا کہ میرے دل نے یہ آواز سُنی۔ کہ حضور تشریف لاتے ہیں۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی۔ کہ سیام کی طرف سے کئی شعلے اٹھے۔ اس وقت مجھے ایک باغیچہ نظر آیا جو نُور سے معمُور تھا۔ اسی اثنا میں رسالت پناہؐ میری طرف تشریف لائے اور انہوں نے مجھ سے مُلاقات کی۔

(۵) ایک اور دفعہ میں مراقبہ میں تھا، کہ مجھے ایک بہت بڑا عَلَم دیا گیا۔ اس کا سرا آسمان تک پہنچتا تھا۔ میں ہر ایک کو کہتا پھرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے

بہت بڑا جھنڈا دیا ہے۔ اس پر ایک شخص نے مجھے کہا کہ نوابوں کے پاس علم ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے تو یہ جھنڈا اللہ تعالےٰ نے دیا ہے اور نواب تو اپنا جھنڈا خود بنایا کرتے ہیں۔ براہِ کرم اس کی تعبیر فرمائیں!

جواب: فیض اللہ بیگؒ کو واقعات کی تعبیر میں لکھا گیا۔

فقیروں کے دوست مرزا فیض اللہ بیگؒ کی خدمت میں سلام۔ آپ کا خیریت کا خط، جس میں واقعات درج تھے، موصول ہوا۔ میرے مشفق یہ تمام واقعات تجلیاتِ الٰہی کا ظہور اور روحانی ترقیات کو ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دل میں تضرع اور فقر کی حالت طاری ہو، اور خوشی و مسرت محسوس ہو۔

پہلے واقعہ کی تعبیر حق تعالےٰ کی طرف سے انعام و نوازش کی علامت ہے۔ کرتہ کے لباس سے مراد تقویٰ کا عطا کیا جانا ہے دوسرے واقعہ کی تعبیر یہ ہے کہ اپنے آپ کو گم کرنا مقدمۂ فنا کی نایافت ہے، اور اس کی بشارت تقویٰ ہے۔

تیسرے واقعہ کی تعبیر یہ ہے: خوش نما اور دلکش موروں کا آنا مختلف قسم کی تجلیات ہیں، جو حق تعالےٰ کی جامع صفات کے ظہور سے، ہر صفت میں اپنی خصوصیت کی وجہ سے جلوہ نما ہے۔ ان کے بچوں سے مراد تجلیات میں مزید نسبت اور ترقی ہے۔ کیونکہ بعض صفات جمادات کی طرح ہوتی ہیں کہ ان میں نشو و نما نہیں ہو سکتی، اور وہ اسی مرتبہ پر انحصار رکھتی ہیں، جبکہ بعض نباتات کی طرح مزید ترقی کی مقتضی، اور مفصل سیر کو پہنچانے والی ہوتی ہیں، اور بچے کو لے جانا جو ترقی میں رکاوٹ ڈالنے کے مترادف ہے، شیطان کا کام ہے، لیکن چونکہ ان اہل تجلی کی استعداد میں ترقی کا تقاضا ہے، اس لیے وہ فعل، جو رکاوٹ کی وجہ ہے صاحبِ واقعہ سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اس لیے شیطان کا منصوبہ کامیاب نہیں ہوتا۔

چوتھے واقعہ کی تعبیر یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا آغاز آنحضرت

پر اعتقاد و خلوص کا کمال ہے ؟

شاید کہ تیرے رب کی رحمت تیری سچائی کے مطابق تجھ پر چھا جائے ، اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا سبب بن جائے ۔

اور اسی طرح ظلمت کے مقام سے ترقی ، تجلی کی نشان دہی کرتی ہے اور بزرگی کے مراتب کی طرف لے جاتی ہے ۔ اور سیام کی طرف سے شعلوں کا اٹھنا ، اس فقیر کی نا اہلی کے باوجود سلسلۂ نقش بندیہ کے انوار کی بدولت ہے ۔ اللہ تعالیٰ اُن کے اسرار کو پاک کرے اور عَلم کی نمود ، ولایتِ محمدیؐ کے عَلَم کے ماتحت ہوتا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ سلاطین و امرا کے جھنڈوں کو آنحضرتؐ کی ولایتِ نورانی کے علم سے کیا نسبت ؛ یہ جوہر نفیس ہے ، جبکہ وہ ایک حقیر سی ٹھیکری ۔ الغرض ان تمام مشاہدات سے اپنے باطن کو خالی کر کے قوتِ متخیلہ کو حق تعالیٰ کی جنابِ بے کیف کی طرف متوجہ کرنا چاہیے ، اور جو کچھ نظر آئے ، اس پر اللہ کی حمد کرنی چاہیے اور اسی کی طرف مشغول ہونا چاہیئے اور قلب و نفس کی عدم تفریق کی وجہ سے جو فرحت و لذت حاصل ہوتی ہے ، اسے باہر نکال دینا چاہیے ، اور حضورِ حق میں زاری کرتے رہنا چاہیے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ، وہ جسے چاہتا ہے ، اُسے دیتا ہے ۔

مکتوب : ۱۰۲

فیض اللہ بیگؒ کے نام جس میں مُبتدی اور منتہی کو تعلیم مراقبہ دی گئی اور عادات سے دُوئی کو دُور کرنا ، کہ یہی حجاب ہے ، سکھایا گیا ۔

خواجہ فیض اللہ صاحبؒ کی طرف سے ایک گرامی نامہ ملا ، جس میں چند عجیب واقعات کا ذکر سنا اور ان کی تاویل طلب کی گئی تھی ، ان واقعات سے آپ کی استعداد معلوم ہوئی جس میں کئی کمالات پوشیدہ ہیں ۔ حق تعالیٰ واقعات سے نظر آتا ہے ۔

چنانچہ میں نے اپنی ناقص عقل کے مطابق ہر واقعہ کی تاویل و تحقیق لکھ بھیجی جو مطالعہ میں آچکی ہو گی۔ محض واقعات پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ بہت کوشش کرنی چاہیے تاکہ محبوب کا نظارہ آئینۂ عالم کے واسطے کے بغیر حاصل ہو سکے۔

دوسرے عزیزوں، بالخصوص چھوٹے بھائی کو، جو اس طریقہ میں شامل ہے، سلام پہنچائیں، اور یارانِ محفل کو بھی سلام کہیں۔ مراقبہ کیا کریں۔ آنکھیں بند، پاؤں کھلے مراقبہ کریں۔ مراقبہ کے دو درجے ہیں ایک درجہ مراقبۂ سالک اور دوسرا درجہ مراقبۂ منتہی۔ سالک کا مراقبہ اغیار کے دخل اور مزاحمت کو دُور کرتا ہے اور منتہی کا مراقبہ سینہ و دل سے دخلِ اغیار کی تیرگی کو دُور کرتا ہے۔ اس سے اغیار کی مزاحمت کے بغیر وہ مطلوبِ حقیقی کی حضوری حاصل کرتا ہے، حتّٰی کہ تمام ظاہری اور باطنی حواس مطلوبِ حقیقی کی حضوری و موجودگی پر متفق ہو جائیں ع شاہی بارگاہ میں سرائے جلال کے اور کچھ نہیں رہتا۔ چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے ؎

چنداں برو ایں رہ کہ دوئی برخیزد — در ہست دوئی برہر روئی برخیزد
تو او نشوی ولے اگر جہد کنی — جائے برسی کز تو توئی برخیزد

ترجمہ: اس راہ پر یہاں تک چلتا جا، کہ دوئی ختم ہو جائے۔ اگر دوئی ہو گی بھی، تو ہر طرح سے ختم ہو جائے گی اگرچہ تو وہ نہیں ہو سکتا، لیکن اگر تو کوشش کرے۔ تو ایسی جگہ ضرور پہنچ جائے گا کہ تو خود ختم ہو جائے۔

بہترین بات وہ ہے، جو مختصر اور مدلّل ہو۔

مکتوب : ۱۰۳

حضرت پیر بنوریؒ کی تحقیق کے مطابق نفسانی و شیطانی خطرات کے بیان میں۔

پیرِ دستگیرؒ، اللہ ان کے راز کو پاک کرے، کی تحریر سے معلوم ہوا کہ خیال و اندیشہ یا تو نفس کا کام ہے یا شیطان کا کام۔ جب تک دِل غالب نہیں ہوتا، دل کا نُور، اندیشہ کے بعد تمیز نہیں کرتا کہ یہ اندیشہ باہر سے آیا ہے یا نفس سے پیدا ہوا ہے۔ اس کو مکرُوہ سمجھا جاتا ہے، اور اسے باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ جب تک دل غالب نہیں آتا۔ نفس اور شیطان اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔ اگرچہ اندیشوں کی کثرت کی نسبت جمعیّتِ خاطر کم ہوتی ہے، لیکن جب دل کا نُور تمیز کر لیتا ہے کہ یہ اندیشہ شیطان کی طرف سے ہے، یا نفس کی طرف سے، اور اسے مکرُوہ سمجھتا ہے، تو اس کا سارا وبال ان دونوں پر پڑتا ہے اور اس شخص کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی معلُوم ہو گیا کہ عناصرِ اربعہ میں عدم اعتدال کی وجہ سے یہ دونوں دشمن دخل دیتے ہیں۔ اور اگرچہ عناصرِ اربعہ کا اعتدال پر رہنا کمال پر موقوف ہے، لیکن دل کا نُور اس کے آنے کے بعد اس کی حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے، اس لیے اسے مکروہ سمجھنا چاہیے۔ اور دِل کے نُور کو اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنے دینا چاہیے اور اس سے بیزار رہنا چاہیے۔

حضرت کی تحریر سے معلُوم ہواہ کہ کمال سے پہلے اور بعد بھی اندیشہ آتا رہتا ہے۔ لیکن کمال کے بعد اور جب تک عناصرِ اربعہ میں اعتدال ہو، قدم آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ اور ناقص مقبُول نہیں ہو سکتا۔ اور جب دِل کے نُور سے تمیز ہو جاتی اور دُشمن کا خطرہ و اندیشہ معلوم ہو جاتا ہے، تو اسے مکرُوہ سمجھتے ہیں، اگرچہ اس کا روکنا ممکن نہیں، لیکن اس کے تابع نہیں ہوگا۔ جب یہ معلُوم ہو گیا تو پھر اس خیال سے کہ میں کاملوں کی طرح کیوں نہیں، تاکہ اندیشہ ہرگز دل میں داخل نہ ہو، پریشان نہیں ہونا چاہیئے اور مجاہدہ کرتے رہنا چاہیے۔ جب تک کہ اللہ چاہے۔ تمام کام اپنے وقت کے پابند ہوتے ہیں"، چنانچہ اس خیال سے دل کو تسلّی دے لینی چاہیے کہ اکثر

لوگ اندیشوں سے مغلوب ہوکر خود اندیشہ بن جاتے ہیں، اور اسے پسند کرتے ہیں کہ دل کا وہ نور جو تمیز کر سکتا ہے، ابھی ان میں ظاہر نہ ہوا ہوتا۔ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ دل کے نور سے تمیز پیدا ہوگئی ہے اور دل اندیشہ کو اندیشہ ہی سمجھتا ہے۔ اپنا مقصود نہیں سمجھتا۔

مکتوب : ۱۰۴

اللہ تعالےٰ ایمان لانے والوں کا دوست ہے، وہ ان کو تاریکی سے نکال کر اپنی قدرت کے کمال سے نور کی طرف لے جاتا ہے۔ اور وہ اس کے کمالِ قدرت سے امید کرتے ہیں کہ وہ نور سے نور کی طرف عروج بخشے گا۔ اور اس کا حصول شیخ المشائخ عبدالقادر نقش بندیہ کے کمالِ توجہ کے طفیل ممکن ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں اس مدد اور تقویت کی جزائے خیر دے۔ اور سلام ہے ان کے ہم نشینوں اور نزدیکیوں پر، اور اس میں یہ دعا بھی شامل ہے۔

مکتوب : ۱۰۵

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

حق تعالےٰ کے پاک نام سے، اس بے بضاعت کی طرف سے، اس جامعِ علوم پیر و مرشد کے نام، جو اللہ کی مشیت سے حکمتِ دینی کے رہبر و رہنما ہیں سلام۔ دعا کرتا ہوں کہ اس پیاسے کا سرمایہ تنقید و دلیل کے مرتبے سے گزر کر ان مظہرِ عجائب کی توجہ سے تحقیق تک پہنچ جائے، اور وہاں سے بسہولت آگے نکل جائے۔ اور یہ بات اللہ تعالےٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں، اور ان کے ہم نشینوں کو سلام اور اس میں یہ دعا بھی شامل ہے اور میں آپ سے قربت رکھنے والوں سے دعائے خیر

کی اُمید رکھتا ہوں۔

فائدہ:۔ "وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبُود نہیں"۔ صاحب بصیرت لوگوں کے ضمیروں سے یہ بات پوشیدہ نہیں، کہ اہل ظاہر کی اصطلاح میں جو ولایت عامہ سے واقف ہیں، خدائے باطل کی نفی کرنے والی یہ آیت آفاقی ہے۔ کیونکہ کافروں نے سُورج، چاند اور تاروں کو مستحقِ عبادت سمجھ کر ان کے لیے خدائی آداب اختیار کر رکھے ہیں۔ حالانکہ ان کے بے استطاعت ہونے کے بارے میں تھوڑا سا غور کرنے سے بھی پتہ چل جاتا ہے، اور اس کام کے لیے کوئی زیادہ مجاہدے کی ضرورت نہیں، اور ولایتِ خاص کے لوگوں کے نزدیک کثرت کا وجود، بلکہ کثرت کا ثبوت، خدائے باطل کے اعتراف میں شامل ہے، چنانچہ اس ولایت میں آیت کریمہ میں کثرت سے تعلق کی نفی کی جاتی ہے، یہاں تک کہ اُس صاحب ولایت کی ذات و صفات کو بھُول جانا، اس علمِ نسیاں کے نسیاں سمیت ضروری ہے، بلکہ وہ کثرت کے مراتب میں عین وحدت کو پاتے ہیں، بلکہ کثرت کو عین وحدت سمجھتے ہیں۔

اور یہ حالت فیضِ عام کے ظہُور کے غلبہ سے حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ ایسے شخص کی نظر میں کثرت، وحدت کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے اور غلامی کے دائرے سے نکل کر خدائے باطل کے حکم میں داخل ہو جاتی ہے اور جب سالک کی نظر میں کثرت، آدمی کی توفیق کے مطابق وحدت کا حکم اختیار کر لیتی ہے اور وحدت کا نُور ہر شخص کثرت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، تو اس پابندی سے تعلق توڑنا مجاہدات واقعی بلکہ خصوصی فضل سے تعلق رکھتا ہے، یہاں تک کہ اس طریقے سے عارف کا جوش و خروش اعتدال کی حد پر آجاتا ہے۔ اور غلامی کا وہ داغ جو قلتِ بصارت کی وجہ سے پوشیدہ ہوتا ہے، ظاہر ہو جاتا ہے، اور غلبہ

کا وہ غبار جو دل کی بصیرت پر پڑ گیا ہوتا ہے فضلِ اخص سے مٹ جاتا ہے۔ سمجھ لو کہ یہ وہ بندہ ہے، جو اللہ تعالےٰ کا خالص بندہ ہے اور وہ عبد اور معبود میں تمیز کر سکتا ہے اور وہ ولایتِ اخص سے اس طرح تعلق رکھتا ہے، جیسا کہ کوئی دوسرا ولایتِ خاص سے تعلق رکھتا ہو۔ پھر وہ غیب پر ایمان لانے والا بن جاتا ہے، اور ترقی کر کے مرتبۂ شہادت و شہود در کثرت پر پہنچ جاتا ہے، اور کوئی پردہ نہیں رہتا۔ اور یہ تحقیق شدہ بات ہے۔ لیکن چونکہ ابھی اس کا وصل توجہ سے وابستہ ہوتا ہے، خواہ یہ توجہ بے کیفی کی ہو، اس لیے اس کا تعلق توجہ کے ذریعے خدائے باطل کے تعلق کی حیثیت رکھتا ہے، اور جب ایسے شخص کی توجہ بے کیفی کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے، تو اس توجہ کو قطع کرنے کے لیے مجاہدے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب توجہ ختم ہو جاتے، تو اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ وہ "عَبدہٗ" رہ جاتا ہے اور اس کا تعلق ولایتِ خاص الخواص سے ہوتا ہے، اور یہ ولایتِ انبیا ہوتی ہے، ہمارے نبیؐ اور تمام نبیوں پر درود و سلام ہو۔ اس موقع پر یہ شخص حقیقی شرک کے تمام اثرات سے آزاد ہو جاتا ہے، اور وہ ایمان بالغیب والا مومن بن جاتا ہے، جیسا کہ کوئی اور مومن ایمان بالغیب والا ہوتا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے، جن کے حق میں کہا گیا ہے کہ "علما انبیا کے وارث ہوتے ہیں"۔ پس اس فرق میں، جو ولایتِ اربعہ میں ہوتا ہے، جا ملتے ہیں۔ لیکن ابھی حقیقی صفات کا لباس، پاکیزہ ذات کے وصال پر موقوف ہوتا ہے۔ چنانچہ اس دوران میں اس کا تعلق پاکیزہ صفات سے ہوتا ہے، اور چونکہ وہ صفات، جو قائم نہیں ہوتیں، دو پہلو رکھتی ہیں۔ ایک پہلو ذات کی حیثیت سے وجوب کا، اور دوسرا پہلو نفوس کی حیثیت سے امکان کا۔ اس عارف کا تعلق ان نفوس کے ساتھ غالبانہ ہوتا ہے۔ اور اس غلبہ کا سبب خواہشات کی باقی صفات کی خوشبو ہے، اور خواہش اگرچہ

تھوڑی ہو، لیکن پھر بھی اسے ایک خدائے باطل کا درجہ دیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے "کیا تم نے اس شخص کو دیکھا، جس نے اپنی خواہش کو خدا بنا لیا تھا" اس لیے اس خواہش سے قطعِ تعلق کرنا اور اس ذاتِ جامع کی طرف ترقی کرنا، اخص الخواص سے وابستہ ہوتا ہے۔ اس میں مجاہدہ کو کوئی دخل نہیں۔ اور جب یہ مرتبہ مل جاتا ہے، تو یہ محض اللہ کا فضل ہوتا ہے اور وہ خود اطاعت کے ذریعے کمالات نبوت سے جا ملتا ہے۔ لیکن اس شخص کو نبی نہیں کہا جا سکتا۔ جب اس آخری مرتبہ کے بارے میں تحقیق کی جائے، تو معلوم ہوگا کہ یہ حق سبحانہٗ کے فضل و کرم سے نبیوں کے انوارِ نبوت میں سے ایک حصہ ہے، جو ہمارے نبیؐ اور ہمارے نبیؐ کی بجائے میں دُوسرے انبیا کے درمیان فرق کو ظاہر کرتا ہے۔ ان تمام انبیا پر سلام درود پس معلوم کیجیے، کہ تمام انبیا اور اولیا اس ذاتِ جامع سے ملنے والے ہیں۔ لیکن ہمارے نبیؐ کی نسبت، حصولِ ذات کی طرف سے ہے، جس میں صفات کی طرف تھوڑا سا میلان ضروری ہے، اور یہ تھوڑا سا میلان تھوڑی سی خواہشات کی وجہ سے ہے، اور اگر یہ خواہشات اباحت و عزیمت کے مرتبے تک ہیں تو اس کے کٹنے کی متقاضی ہیں، اور یہ شانِ عزیمت ہمارے نبی اکرمؐ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔

"اے اللہ ہمیں حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیات سے ان کی تھوڑی سی متابعت کی برکت سے سہولت بخش۔"

مکتوب : ۱۰۶

میاں الہ دینؒ کے سوال کے جواب میں

اللہ تعالےٰ کی صفات کے فیض کا ظہور عام و خاص ہے، اور اس کے ظہورِ عام

کا رُخ خاص طور پر مظہر کی طرف ہے، جس طرح انسان کی صفات مثلاً سُننا، دیکھنا، بات کرنا وغیرہ کو حق تعالےٰ کی صفات کا فیض کہتے ہیں۔ لیکن ہم اُنہیں صفاتِ حق نہیں کہتے، صفاتِ انسانی کہتے ہیں۔ اور ظہورِ خاص میں ان کا تعلق اللہ تعالےٰ سے جوڑتے ہیں۔ اسے انسانی صفت نہیں کہا جاسکتا، جیسا کہ کلامِ حق کی صفت ہیں، جو متعدد کتبِ آسمانی میں ظاہر ہوا ہے اور حرف و آواز کے لباس میں سامنے آیا ہے۔ ان سب کو ہم کلامِ حق کہتے ہیں۔ اور حقیقت اس طرح ہے کہ انسان کو جو صفات ملی ہیں، ان کے فیض سے ان کا ظہور انسان کی صفت کا فیض قرار دیا گیا ہے، جس طرح کہ انسان کا بات کرنا، اور دیکھنا، اور انسانی علم وغیرہ اور ان دُوسری صفات کا یہی ایک پہلو ہے، جو کلام کی صفت کے خلاف ہے، کیونکہ یہ صفت دو طرح سے ظہور میں آتی ہے۔ ایک عام اور ایک خاص، عام صفت کے ظہور سے انسان میں کلام کی صفت پیدا ہوتی ہے، اور اس سے وہ کلام کرتا ہے صفت کا یہ ظہور اور کلام کرنا انسان سے منسوب ہے۔ بشر کے کلام کو، جو کلامِ حق کا مظہر ہے، ہم کلامِ حق نہیں کہتے۔ کیونکہ بات کرنا انسانی صفت ہے اور انسانی کوشش سے تعلق رکھتا ہے، حرف اور آواز انسان کی کوشش اور حصول سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور ظہورِ خاص کی بدولت اُن آسمانی کُتب سے، جو انبیاء علیہ السلام پر نازل ہوئی ہیں، حق تعالےٰ کلام کرتا ہے یہ کلام حرف و آواز کے لباس میں ہے، اور اس لباس میں جو کلام میں مدعا کی شکل میں ہے، نورانی حرف و آواز ہے۔ اس میں مخلوق کی کوشش کا کوئی حصہ نہیں، بلکہ حق تعالےٰ نے اپنے کلام کو کسی واسطہ کے بغیر حرف و آواز کے لباس میں ظاہر کرکے اسے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ جیسا کہ سورہ یوسف میں فرمایا، ہم آپ کو بہترین قصہ سناتے ہیں۔ اور اگرچہ شہودِ اوّل مخلوق کے واسطہ کے بغیر ہے، لیکن اس جامہ شہود یہ

کے مرتبے کو حق تعالےٰ نے ہرگز اپنی ذات وصفات نہیں فرمایا، بلکہ مخلوق فرمایا کہ ہماری مخلوق ہے اور جو کچھ ذات وصفات میں سے پہلی مخلوق موجود ہے، اُسے حق تعالےٰ کی ذات وصفات نہیں کہتے، بلکہ اسے ذات وصفات کا فیض کہتے ہیں. جیساکہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا. دنیا میرے نُور سے ہے اور مَیں اللہ کے نُور سے ہوں، یعنی اپنے آپ کو ذات اللہ نہیں کہا، بلکہ نُور اللہ کہا۔ اور اس طرح عالم کو اپنا نُور کہا، اس طرح مَیں دُنیا کے ہر انسان کو حضرت کی ذات یا نُور نہیں کہتا بلکہ نُور کا فیض کہتا ہوں. سوائے کلامِ مطلق کے کہ اس کی ظہُورِ خاص کی صفت جیساکہ اُوپر ذکر کیا گیا، مخلوق حرف وآواز کے لباس کے باوجود ذاتِ حق کا کلام کہتا ہوں. اور یہ نسبت صفتِ کلام کا محض خاصہ ہے جو صفات کے فیض کی طرح، فیضِ عام سے مستفیض ہے اور فیضِ خاص سے دُوسری صفات کے فیض سے ممتاز ہے. جو محض کلام نفس سے ظاہر ہے اور کسی بھی صفت کو اس معاملہ میں شرکت نہیں۔ اس بات کو میں زیادہ وضاحت سے کہتا ہوں کہ فیضِ عام سے ہر صفت، صفت کی ایجاد اور انسان کی صفات میں سے ہے اور اس صفت کے ذریعے انسان خود عالم کی بنیاد اور کلام کرنے والا ہے. اور انسان کی یہ صفت کلام کرنے کا باعث بنی، اور انسان کے کلام کی حیثیت میں کلام کرنا ایک اضافی بات ہے. اور حق تعالےٰ اپنے فیضِ خاص سے نفسِ مدعا کے لباس میں خود بخود کلام کرتا ہے جبکہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم مظہرِ خاص ہیں. اور نُورانی حرف وآواز کے لباس میں حضرت جبرئیل مظہر ہیں. اس تکلم میں کلام کی صفت [illegible] تجسم ہے. کلام [illegible] اپنے نفس سے کلام کرتا ہے، پس [illegible] طرح حق تعالےٰ کی صفت [illegible] کی تجسیم کے ظہُورِ اوّل کا فرق ظاہر ہو [illegible] کا خلاصہ انسانی حقائق ہے، اور اس [illegible] مقام حقائق پر انسانِ کامل یعنی

آنحضرتؐ کی حقیقتِ انسانیہ اور انسانوں کے حقائق شہودِ اول میں درج ہیں۔ اور شہودِ ثانی میں تمام انسانوں کے حقائق ہیں، جن میں سے ہر ایک انسان کے رُوح اور جسم پر حاوی ہے، اور اس نے خارج میں مفصل ظہور کیا ہے، بالخصوص اس اثنا میں ہر ایک کو مقررہ اوقات پر رُوح اور جسم کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام پر روح اور جسم کی جامعیت پر وہی حقیقت ایک نشان پر موجود ہوتی ہے اور اس مقام پر روح اور جسم کے اسرار خصوصیت خاص سے مقررہ اوقات پر ظاہر ہوتے ہیں، اور ابدالآباد تک رہتے ہیں۔ اسرار کے ظہور کا یہ معاملہ اس دوسری جامعیت کی بدولت واقع ہوتا ہے۔ اہلِ جنت کے لیے جنت میں اور اہلِ دوزخ کے لیے دوزخ میں۔

شہودِ ثانی کے بعد ہر وہ حقیقت جو اس شہود میں ہوتی ہے، اپنی خاصیت کے ساتھ ظہور میں آتی ہے اور آتی رہے گی۔ تاہم یہ تمام ظواہر، واجبی اعتبار سے ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن ہر حقیقت دُوسری حقیقت سے جُداگانہ ہوتی ہے۔ تاہم اس فیض کے ذریعے جو رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے، یہ حکمت بالغہ سے فیض یاب ہیں اور کسی کو بھی اس سے گریز نہیں۔

مکتوب : ۱۰۷

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

آپ کا گرامی نامہ جس میں کئی معانی و اسرار مع چند سوالات درج تھے، وصول ہوا۔ اور اس کے مطالعہ سے شرحِ صدر حاصل ہوئی۔ لیکن چونکہ اس مکتوب میں بعض عبارات حضرت پیر دستگیر کے طریقۂ احسنیہ کی اصطلاح کے مطابق نہیں، اس لیے ان کی تحقیق میں عرض خدمت ہے۔ کہ ان کی ثابت شدہ تحقیق کے مطابق عالم کو موہوم

کہنا غلط ہے، کیونکہ عالم کی موجودگی صفتِ حقیقت کے اظہار کے لیے ہے نہ کہ صفت موہوم کے لیے۔ اور جو لوگ عالم کے عدم استقلال کے پیشِ نظر اسے موہوم کہتے ہیں۔ اور ہر لحظہ اسے تیزی سے موجود و موہوم دیکھ کر اس پر اس بات کا اطلاق کرتے ہیں، وہ یہ نہیں دیکھتے کہ موجود ہونے اور معدوم ہونے کے دونوں پہلوؤں میں سے ایک پہلو بھی موہوم نہیں، بلکہ وجود کے پہلو سے اپنے وقت پر حقیقی وجود ہے۔ اسی طرح عدم کا پہلو اپنے وقت پر حقیقت کا وجود ہے، اور وجودِ عالم سے مراد، وجود کا پہلو ہے نہ کہ معدوم کا پہلو ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

چنانچہ اس لیے ہم وجود کے پہلو کو جو حقیقت کا عالم ہے، جانتے ہیں لیکن یہ غیر مستقل اور ہر لحظہ متبدل و متغیر ہے، ہم جانتے ہیں، کہ یہ تغیر و تبدل حقیقی ہے اوہم نہیں اس لیے تغیر و تبدل وہمی نہیں۔ پس جس پر دو واقعات گزر سکتے ہیں، وہ وہم کیسے ہو سکتا ہے یہ عجیب تحقیق ہے۔ کہ جانتے ہیں کہ یہ شہود و غیب دوسرے مرتبے میں مطلق ہے، تاکہ اس شہود میں صفتِ حقیقی کا ظہور ہو۔ اس لیے شہود جو حقیقت کا مظہر ہے، کس طرح وہم ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ استقلال لازم نہیں، اس لئے اگر اسے وہم کہیں، تو ضروری نہیں کیونکہ اس کا تغیر و تبدل صاف صاف عدم استقلال کی نشان دہی کرتا ہے، اس لیے ہم عالم کو حقیقی کہتے ہیں۔ اور عین تغیر و تبدل میں جو نتائج مرتب ہوتے ہیں، وہ بھی وہم نہیں ہوتے۔ نکات و خلاصہ کی کتابوں میں غور کریں، تاکہ اُن کی اصطلاحات سے واقف ہو جائیں، دوسرا یہ کہ آیت کریمہ "ملتِ ابراہیم کی پیروی کرو" کو پیش نظر رکھو۔

میرے عزیز! آنحضرتؐ اگرچہ تمام مخلوقات میں سے افضل اور تمام انبیاء کے سردار ہیں، اور اصل میں ان کے شہودِ اول کی تخلیق سے علوم و معانی اُن کے

حِصّے میں دیئے گئے ہیں، لیکن ان کی اطلاع وقت مقررہ پر رکھی گئی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے خلافت کے طریقے سے علوم و معانی کے حساب سے، جو رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہیں، شہودِ اوّل میں اپنے مرتبۂ مخصوصہ میں ظہور فرمایا ہے، اور جامعیت مذکور کو ملّتِ ابراہیمی سے منسوب فرمایا ہے اور دُوسرے انبیا کو بعض کمالات و معانی کے حساب سے خلافِ ظلیّت رکھا ہے۔ اور ایک منفردِ ملّتِ جامع پیدا کی ہے، اور اس جامعیّت و انفرادیت کے مطلب کی اطلاع اللہ تعالےٰ کے علمِ حقیقی پر موقوف تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "ہم نے تجھے وہ علم دیا، جو تو نہیں جانتا تھا" نیز یہ بھی فرمایا "اور ہم نے تجھے نادار پایا اور پھر مال دار کر دیا" اور جب آپ کے ظہور کا وقت آیا اور آپ ظاہر ہوئے، اور بشریّت کے تقاضے کے مطابق لباس کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کی ملّت کو اختیار کرتے، لیکن چونکہ ان کی جامعیّت کا سرچشمہ ملّتِ ابراہیمی تھا، اس لیے ان کی پیروی پر مامُور ہوئے، تاکہ اس کے مطابق جامعیّت کے تمام مرتبے وضع کریں اور مرتبۂ تفصیل پر جلوہ نمائی کریں اور "وَاتَّبِع" (پیروی کرو) کا لفظ مغالطے کو آگے بڑھانے کے لیے ہے تاکہ جامعیّت کی تفصیل کے مرتبے کو حاصل کیا جا سکے۔ ورنہ حقیقت میں مقدمۂ جامعیت کی تفصیل کے تحت ہے اور مقدمہ سے مقصُود تفصیل ہے اور جب تم نے اسے سمجھ لیا تو یہ بھی سمجھ لو کہ حضرت ابراہیمؑ اور ہمارے نبی کریمؐ پر درُود شریف ان کے مقدمے کی شان کی وجہ سے ہے۔ اور ہمارے نبیؐ پر ان کی شان اور جامعیت، جو کہ اصل مقدمہ ہے کی وجہ سے ہے اور مقدمہ سے مراد اس کا اجمالی ظہور ہے، اور نبوّتِ ابراہیمی تو اپنی انتہا کو پہنچ گئی، لیکن ہمارے نبی کریم [illegible] قیامت تک قائم رہے گی۔ اور اسی طرح ان پر قیامت کے دن تک درود شریف رہے گا۔ اور ملّتِ مسلمہ پر لازم ہے کہ وہ اپنے نبیؐ کے حق میں، اُن کی شان کی بلندی

اور ان کی دلیل کی جامعیت کی وجہ سے قیامت تک درود شریف پڑھتے رہیں۔

مکتوب : ۱۰۸

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

اللہ تھا، اور اس کے سوا کوئی نہ تھا۔ اللہ کی ذات ظاہری کمال کی صفات کی جامع ہے اور اس کی ہر صفت اس کے مخصوص حسنِ ازل، جس میں مظاہر سے بے نیازی بھی شامل ہے، کے مظاہر کا تقاضا کرتی ہے، پس اس نے اللہ کی قدرت کو غیب الغیب میں ظاہری وجود کی جہت کی تخصیص سے دو فعلوں کی تصحیح کے ساتھ دیکھا۔ کسی نے بھی اس کی موجودیت کے اوقات کو جس طرح وہ جانتا تھا، نہیں جانا۔ جس طرح اس کی ہر صفت اپنے تقاضے سے پہلے علم سے متعلق ہے، اس طرح اس کے ساتھ علم کا تعلق ہے اور یہ مرتبۂ غیب الغیب ہے، یہ ایک مخفی خزانہ ہے اور یہ حقیقتِ عالم ہے، جو کہ اس حیثیت سے مقدر ہے، اور مرتبۂ تقدیر میں وجودِ علمی تقدیری کے نام سے معروف ہے، اور خارج میں اصلی اعتبار سے موجود نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا، کہ وہ موجود ہو، تو پھر اس نے غیب الغیب کے مرتبے سے تعلق کا ارادہ کیا۔ صفتِ تخلیق اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے۔ جو اولاً مجموعی اعتبار سے منظورِ محض ہے اور یہ جامع ظہور ہے، جس کی ترتیب میں اطلاقی طور پر تمام صفات شامل ہیں۔ اب یہاں وہ ایک ایسی مقصد اور موسوم و موجود ذات ہے، جو کسی شے میں نہیں، سوائے ایک شے کے اور اس مرتبہ کو دو ناموں یعنی معلوم، اور مراد سے موسوم کرتے ہیں اور مقدور تعلقِ قدرت کی وجہ سے ہے۔ اور اس کے ساتھ ارادہ و علم ہے۔ اور مخلوق و موجود،

تخلیق و ایجاد کے تعلق کی وجہ سے ہے، جب یہ پوچھا جائے، کہ عالم کی حقیقت کیا ہے، تو جواب میں کہا جائے گا، کہ یہ اللہ تعالےٰ کی ان صفات کے تقاضوں کا ظہور ہے، جو پوشیدہ تھیں۔ اور جو عین پوشیدگی میں دنیا کے خارج کے ابتدائی اوقاتِ مقدورہ میں ظہور کے لیے مطلوب و مراد و معلوم تھیں۔ اور نورِ محمدی کی تفصیل نکات میں مذکور ہے اور یہ طریقۂ احسنیہ کے بانی کی روشنی اور تحقیق سے حاصل کیا گیا ہے، کیونکہ ہمارے پیر و مرشد کے نزدیک اللہ تعالےٰ کی صفات، ذاتِ واجبی کی طرح ظاہر ہیں۔ اور ظاہر کی ظاہریت تحصیلِ حاصل کو دہرانا ہے۔ بلکہ غیب الغیب میں ضمنی تقاضے خارجِ دنیا میں اس ثواب و عذاب سے بلاشبہ وزنادیل، تعلق کے ظہور کا تقاضا کرتے ہیں، اور صوفیائے کرام، جو اہلِ ولایتِ خاصہ ہیں، کے نزدیک صفات عین ذات ہیں، اور ذات اضافات سے خالی ہے، اور صفات علم واجبی کے مرتبہ کے سوا، ذات سے علیحدہ ہیں، اور ان کے نزدیک تحیّر دو طرح کا ہے، اجمالی اور تفصیلی۔ پہلے کو وحدت، اور دوسرے کو واحدیت کہا جاتا ہے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ پہلا عکس اجمالی ہے اور دوسرا عکس تفصیلی ہے، اور دوسرے کو اعیانِ ثانیہ کا نام بھی دیتے ہیں، اور بعض دوسرے کو صُوَرِ علمیہ کا نام بھی دیتے ہیں۔ اس مرتبۂ ثانیہ کو حقیقتِ عالم اور عالمِ انعکاس بھی کہتے ہیں۔ یہ دوسرا مرتبہ ظاہری وجود میں نور کا آئینہ ہے، اور اس تحقیق میں ثواب و عذاب مشکل ہے، سوائے دور از کار تاویلوں کے، جیسا کہ اہلِ سکر کی شان ہے، اور اسے علمی اعتبار سے حق اور عالم سے خارج قرار دیتے ہیں، اور انہیں اس سلسلے میں کوئی شبہات واقع نہیں ہوتے، جیسا کہ "تقابل الصفات فی نکات الاسرار" میں ذکر ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نزدیک عالم کی حقیقت اللہ تعالےٰ کی ان صفات کا عکس ہے، جو عدم کے

کے آئینے میں ہیں۔ اور عالم اس کے وجود کا فیض ہے، جو ان تمام سایوں اور عدم کے ساتھ اور وجود اور صفت کی حیثیت سے، وہم کے مرتبہ میں ہے، اور وہم کا یہ مرتبہ صانع کی ایک قسم کی صفت سے پیدا ہوا ہے، اجسے دور نہیں کیا جا سکتا، یہاں عذاب و ثواب کا ترتیب پانا، نادیلات سے بیان کیا جاتا ہے چنانچہ ان نکات اور تحقیقات کے درمیان فرق کو معلوم کیجئے۔ اہل بصیرت کے نزدیک ان کی اصل ایک ہی ہے۔

مکتوب: ۱۰۹

حضرت صوفی بلندؒ کی طرف لکھا گیا۔

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے، حمد و ثنا کے بعد محبِ صادق، طالب حق اور بلند ہمت کی خدمت میں سلام پہنچے۔ آپ کا شفقت نامہ ملا۔ جس میں حضرت کی عبارت کے بعض نکات کی شرح کے بارے میں استفسار کیا گیا ہے۔ ہم بے مایہ کو اتنی جرأت کہاں، کہ وہ کلام جو مرتبۂ خلافت سے تعلق رکھتا ہو، اسے بیان کریں۔ اور اپنے خیال سے اس حقیقت کے متعلق لکھیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ وہ بزرگ خلافت و نبوت تک پہنچنا آسان نہیں سمجھتے۔ لیکن جو کچھ بزرگوں سے سنا ہے اور جو کچھ مری ناقص سمجھ میں آیا ہے، اسے بیان کر دینا چاہیے۔ جان لیجیے کہ ولایتِ خاصہ میں علم کے ذریعے پہنچنا اور اس سے فیض یاب ہونا معلوم الکیف اور ولایتِ اخص میں علم کے ذریعے پہنچنا حضوری ہے۔ لیکن اس علم میں سے تھوڑا سا باقی رہتا ہے۔ اور اس کا حاصل مجہول الکیف ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلی توجہ میں معلوم اور دوسری توجہ میں مقصود ہے، اور ولایتِ انبیا کے کمالات میں علمِ حضوری تک پہنچنا حصول کی بو نہ

رکھتا ہے۔ لہٰذا اس مقام پر یافتِ مطلوب، ادراک کی یافت کے بغیر ہے۔ اس کے برخلاف مرتبۂ اخص، جو توجۂ خفی کے ذریعے بھی معلوم ہو جاتا ہے، جیسا کہ توجۂ خفی کی شان ہوتی ہے پس یہ اصل سے ملنے والا اللہ کے علم کے ساتھ اللہ کے علم کے حضور میں حاضر ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ مرتبہ، توجۂ معدوم کا ہے عرفان بھی غیر موجود ہوتا ہے، کیونکہ عرفان علمِ حصولی سے تعلق رکھتا ہے اور اس مرتبہ پر یافت بلا ادراک بھی تحقیق شدہ ہے۔ اور چوں کہ علم ازلی کے ساتھ حاضر ہے علم کا جاننا ضروری ہے۔ پس حق علم سے معلوم ہے اور اس کے سوا نہیں۔ یعنی نہ اہلِ ولایتِ خاصہ کی طرح، کہ وہاں معلوم، حصول کے طریقے سے ہوتا ہے اور نہ ہی اہلِ ولایت اخص کی طرح کہ وہاں معلوم مجہول الکیف ہوتا ہے اور ولایتِ انبیا ہیں، یہ اگرچہ معلوم ہے، لیکن مجہول الکیف نہیں۔ بلکہ معدوم اور معدوم الکیف ہے۔ چنانچہ حضرت رح نے یہ جو فرمایا ہے کہ معلوم، ہیچ نہیں، نہ محصول تو مجہول کے معنی کو ظاہر کرتا ہے، اور مشیّتِ معلوم معدوم الکیف ہے اور یہ امامت کا مرتبہ ہے جو علم کے حضور میں حاضر ہے، اگرچہ وہ واصلِ اصل ہے، لیکن واصلِ صفات بھی ہے، اور ابھی وصولِ ذات میں صفات کا حصول ہے اور یہ جو فرمایا ہے "معلوم ہیچ نہیں، نہ محصول نہ مجہول۔ اور اللہ تعالےٰ کی، جیسے تعریف کی جاتی ہے، مجہول الکیف ہے لیکن معلوم بلا کیف ثابت ہوا ہے۔ اور انبیاء کے کمالاتِ نبوت میں سے اسے حصہ حاصل ہے، کیونکہ ذات، اپنی ذات کے ساتھ حاضر و علیم ہے اور علم اس کی قابلیتِ ذاتیہ ہے، اور ولایت انبیاء کے مقام پر علم کے ساتھ حاضر ہے اور علم کے ساتھ حاضر ہونا گویا، ایک زائد صفت، صفتِ علم، کے ساتھ حاضر ہونا ہے، اور یہ صفت زاید یہ عجیب معلوم ہوتی ہے اور ذات کا اپنی ذات کے ساتھ حاضر ہونا، قابلیتِ ذاتیہ کے علم کا متعلق ہونا ہے اور یہ اس پر زائد نہیں

اور جب ذاتی طور پر حاضر ہو اور تعلق معلوم ہو تو یہ علم ہے، چنانچہ "معلوم" کچھ نہیں جیسا کہ مرتبۂ ولایت میں ہوتا ہے کہ علم حاضر ہے اور بے کیفی کی معلومیت موجود۔ اور مرتبۂ نبوت میں کہ ذات خود حاضر ہے اور معلومیت غیر متحقق۔ معلومیت تین اقسام کی ہوتی ہے اور مرتبۂ خلافت میں اس کا آنا متحقق ہے۔ کیا حق اور کیا غیر حق، کمالِ خلو موجود ہوتا ہے۔ خلو غیر حق سے ظاہر ہوتا ہے، اور حق یعنی مرتبۂ خاصّہ واخص سے جو کچھ ملتا تھا، اُسے حقیقی حق سے جا ملنا چاہیئے، اور عرفان کے مرتبے سے آگے نکل جانا اور ادراک کے ماحصل کو پا لینا، ولایت انبیا میں پسندیدہ ہے، اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ اور خلافت میں بہتر طریقے سے حاصل ہوتا ہے۔

اور جو کچھ میاں محمد شریف (اللہ انکے راز کو پاک کرے) نے فرمایا ہے، تو جاننا چاہیے کہ یہ معلومیت کی نفی حضرتِ ذات کے حصول میں علم کے ظہور کی بدولت ہے۔ نہ کہ وجودِ علم کی راہ سے، یعنی جو کچھ حضور و ظہورِ علمی میں معلوم ہوتا ہے اُس کا خود حضورِ ذات پر اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم صفتِ وجودِ علم کے قابل ہونی چاہیے۔

میرے عزیز، سوالات کے تتمّہ کا جواب اس عبارت میں درج کر دیا گیا ہے۔ اسے غور و فکر سے سمجھ لو اور اسے اسی طرح یاد کر لو۔ اسی تھوڑے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

مکتوب : ۱۱۰

فضیلت پناہ شیخ خان محمدؒ وغیرہ کے جواب میں تحریر کیا گیا۔

اوّل و آخر سب تعریف اللہ کے لیے ہے، آپ کی ذات با برکات ہمیشہ سیدھے راستہ پر رہے۔ سوالات اور روایات کے مطالعہ، نیز اللہ تعالےٰ کی کمالِ قدرت

کے بیان میں مسودہ تصنیف، اور اس کے استثنا سمیت جو اس کی قدرت میں ہے، کا ملاحظہ کرنے سے پوری حقیقت واضح ہو گئی، اور ان دوستوں کی زبان سے بھی جو استفتاء لے کر آئے تھے۔ آپ کی خواہش وطلب معلوم ہو گئی، تاکہ اُسے پورا کیا جائے۔ اس فقیر کے خیال میں حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس شئے کو قدرت کے تحت دینا، قادرِ مطلق کے کمال میں نقصان ہو، اسے قدرت کے تحت دینا غلطی ہے، چنانچہ اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات اور اس کے عدم ممتنع الوجود میں، جو باری تعالےٰ کا شریک ہو، اگر اس کے ماننے سے اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کو نقصان نہ پہنچے، تو بعض حالات میں محض قبول، جیسا کہ ممکنات ہیں۔ اور بعض حالات میں سکوت جیسا کہ محال عقلی باتوں میں، اور اس کا علم اس علام الغیوب پر چھوڑ دینا چاہیے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا اگر اس بات سے اہلِ مجلس کی تسلی ہو جائے، تو ٹھیک ہے ورنہ آپ خود دانا ہیں، کسی اَور کی ضرورت نہیں۔

مکتوب : ۱۱۱

مذکورہ بالا بزرگ کے نام ہی تحریر کیا گیا۔

سب تعریف اللہ کے لیے، اور سلام اس کے برگزیدہ بندوں پر۔ آپ کے نوازش نامہ کے موصول ہونے سے گمان وقیاس واضح ہو گیا۔ ہر مبتدی اور متوسط اپنے کمال سے جو کچھ حاصل کرتا ہے، اُسے ظاہر کر دیتا ہے۔ ولایتِ عالیہ کی انتہا تحصیل علم کے ذریعے اجتہاد کے درجے تک ہے۔ اس ولایت کے کمال کے لیے جمعیتِ باطن شرط نہیں ہے۔ اگر جمعیت مل گئی، تو اس مرتبہ کے مناسب ہے۔ اور ولایتِ خاصہ کے سایہ کی انتہا، انوارِ روحانی کا سایہ ہے، اور روحانی کمالات کا ظہور اور اس کا آرام ظاہری، باطنی اور نوری تجلیات میں ہے۔ اس کا پالینا اس

پر منحصر ہے۔ اگر تجلیات کے ظہور میں توقف ہوجائے، تو وہی وقت بے آرامی کا ہے اور وہ نور کو بعید سمجھتا ہے اور اہلِ ولایتِ خاصہ کے وصل کی انتہا ازار نفس کا ظاہر ہونا نیز مراتب ارواح کا پالینا ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ شیوخؒ نے فرمایا کہ میں تیس سال تک خدا کی جگہ روح کی پرستش کرتا رہا۔ اگر اللہ تعالےٰ کا فضل میری دستگیری نہ کرتا، تو اس ہلاکت خیز مقام سے نجات پانا محال تھا۔ اور ان کا کاروبار شہود سے متعلق ہے۔ اور ان کے اکثر بلکہ تمام معارف بے شہود اور بے آرام ہیں، اور ان کا کچھ حاصل نہیں، ان کا اکثر یہ کہنا ہے ؎

دمے بے حق زدن محض ایں گناہ است   بخود مشغول بودن کفرِ راہ است

ترجمہ (حق کے بغیر ایک سانس بھی لینا محض گناہ ہے، اپنے آپ میں مشغول رہنا راہ حق سے ہٹ جانے کے مترادف ہے۔)

شہود کے مقام پر غیریت کا ثبوت دینا ان کے نزدیک کفر اور زندیقی ہے، اور اس مقام پر ان کی منزلِ مقصود، اپنے مطلوب سے مل جانا ہے۔ اور ان کا وصل وصلِ تلبیس ہے، یعنی تلبیس کے بغیر، انہیں اپنے مراتب نہیں ملتے۔ اور اہلِ ولایت کی آخری منزل ملائے اعلیٰ ہے، جو انوارِ روحانی کے مراتب سے پرے ہے۔ اور اس کی معرفت محسوساتِ خمسہ سے بہت آگے ہے، اور شریعت کی زبان سے بڑھ کر جو بات کی جائے، ہرگز پسندیدہ نہیں ہوتی، اور یہ اس حد تک ہے کہ اگرچہ اس مقام پر عرفان مطلوب ہوتا ہے، لیکن ابھی اس کا معلم بھی موجود نہیں۔ اور اس مرتبے کے لوگ اہلِ جہالت ہوتے ہیں، کیونکہ وہ حقیقتِ مطلوبہ سے ناواقف ہوتے ہیں اور اکثر کی زبان پر یہ ترانہ ہوتا ہے ؎

عنقا شکارِ کس نشود، دام بازچیں   کانجا ہمیشہ باد، بدست است دامِ ما۔

ترجمہ عنقا کسی سے شکار نہیں ہوتا، اپنا جال اٹھا لیجئے۔ کیونکہ اس جال سے صرف

ہوا ہی قالب میں آتی ہے۔

اور ان کا وصل، عریاں وصل کے نام سے مشہور ہے، کیونکہ ان کا باطن ظلی، کشفی، نوری اور شہودی حیثیتوں سے خالی ہوتا ہے۔ اور ان کا مقصد ہمیشہ اپنے مطلوب کو نہ پانا ہوتا ہے، اگر ایسے شخص کے باطن میں کشفِ شہودی کی کوئی بُو آجائے، تو وہ حد درجے کا انکار واستغفار کرتا ہے اور اس مقام پر حدیث "جب میرے دل میں کشمکش برپا ہوتی ہے......" کا سہارا لیتا ہے۔

ولائیتِ انبیا کے اہلِ کمال کی آخری منزل سایوں سے پرے، اور جہالت سے پاک ہے۔ بلکہ عرفانِ ظلی مفقود ہے اور علم اصلی موجود۔ اپنے آپ میں بے خود ہے۔ لیکن کسی تعریف کے بغیر۔ ایسا شخص عقل کے دائرے اور کشف ظلی سے دُور رہتا ہے۔ اور اشیائے خاصہ کی حقیقت تک پہنچنے میں یگانۂ روزگار ہوتا ہے۔ اور ایسے عزیز کا وصل یاس سے ہوتا ہے اور اس وصلِ سعید میں نایافت کی حقیقت میسر ہوتی ہے ؎

وصفِ ترا چنانچہ توئی، چوں کنم بیان کز ہر چہ در خیال من آید زیادہ ای

ترجمہ۔ تو جیسا ہے میں اس کا وصف کس طرح بیان کروں۔ کیونکہ جو کچھ بھی میرے ذہن و تصور میں آتا ہے۔ تو اُس سے کہیں زیادہ ہے۔

اہلِ کمالاتِ نبوت کی اہلیت کے بارے میں کیا بیان کروں، اور جو کچھ بیان ہوگا، بہت کم آدمیوں کی سمجھ میں آئے گا۔ اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

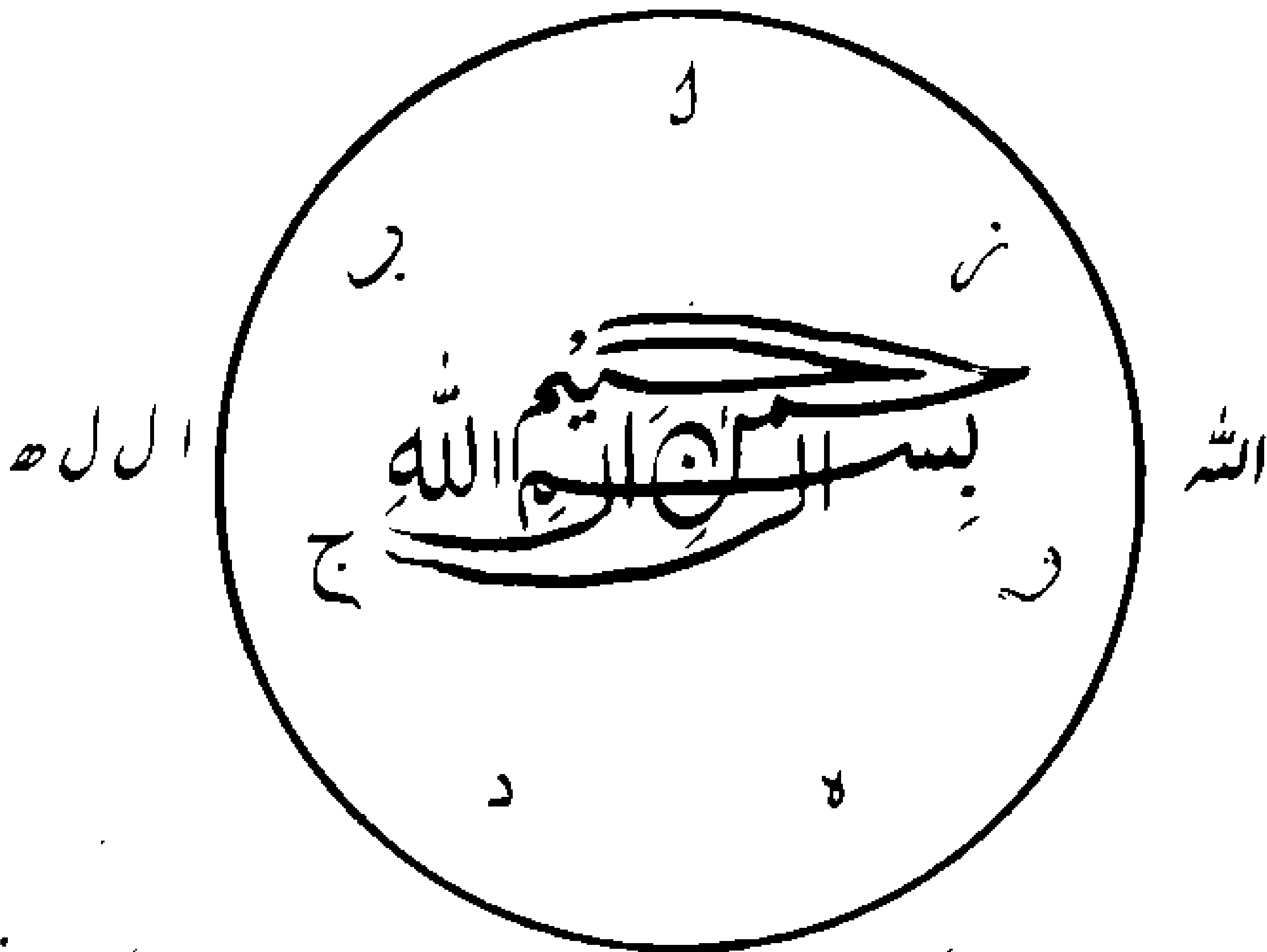
شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے متقی لوگوں کے لیے یہ مناسب نہیں، کہ وہ ان لوگوں کے لیے دعائے نجات یا استغفار کریں، جنہوں نے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ہو، ان کی مثال مُردہ لوگوں یا نشہ بازوں کی ہے یا ان کی، جو دُوسروں کا مال جان بُوجھ کر یا ظلم سے ہتھیاتے ہیں، جب تک وہ توبہ

ذکر لیں اور اصلاح نہ پالیں، بے شک اللہ تعالیٰ نیکوں کے وہ امور کے بعد آسانیاں پیدا کرتا ہے "جس طرح کہ وہ ظلم کرتے تھے، اور آپ ان کو سہنے والے تھے"

مکتوب : ۱۱۲

بحقائق آگاہ محمد نافع کے بسم اللہ کے سوال کے جواب میں۔

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے



(ا) چشمہ اول میں جو لام کی طرف ہے، تین سو اسماء، جو زبور میں درج ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) رحمٰن کے نام کے اسرار کتب انبیاء میں ایک ہزار ہیں۔ اور ان کے علاوہ چار اور مذکور ہیں، جن میں ہمارے نبی ﷺ پر تسبیح کی گئی ہے۔

(ج) رحیم کے نام کے اسرار ایک ہزار ہیں جن کی تسبیح ملائکہ کرتے رہتے ہیں۔ اور ہر اسم کا تعلق ایک دوسرے کے خط سے معلوم ہوگا۔

۵ جیمِ ثانی میں تین سو اسما ہیں کہ اُن کا ذکر انجیل میں سب ہے اور اللہ کے نام میں چار انبیا کا ذکر ہے۔ ہمارے نبی پر سلام و درود۔

۵ لامِ ثانی میں تین سو اسما ہیں، کہ اُن کا ذکر توریت میں موجود ہے۔

۹ اور لامِ اول میں قرآن میں مذکور ۹۹ نام ہیں۔ اور یہ تمام اسما پر محیط ہیں۔

۷ لام کے ساتھ میم کے انصال سے اسمِ اعظم ملاحظہ ہو کر الف میں تمام اسماء جمع ہیں۔

اور جان لینا چاہیے کہ اسم رحیم کے ایک ہزار اسرار بھی الف اور لامِ اول مندرج ہیں۔ کیونکہ اسم رحمٰن کے مراتب لام اور الف کے حقائق کے مظاہر ہیں اور اسم رحیم کے مراتب، لام کے حقائق کا ظہور ہیں۔ اور حقیقت میں تمام اسما کا رجوع الف ہے، کیونکہ یہ غالباً اسمِ اعظم کا مظہر ہے۔ اس مختصر لوح کا ملاحظہ کیا جانا چاہیے۔ اگرچہ ان سب کا ملاحظہ علمِ حضوری سے ہے۔ تاہم جس قدر میسر آ جائے، قرأتِ تسمیہ کا ملاحظہ غنیمت ہے۔ دوسرا یہ کہ ابیاتِ تسمیہ کے بارے میں سمجھنا چاہیے، کہ الف لام اور میم سے مراد ذات، صفات اور کمالات ہے۔ الف سے مرتبۂ ذات اور لام سے مرتبۂ صفات، اور میم سے مرتبۂ کمالات۔ اور اس کے ساتھ پہلے بیت یعنی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" میں الف لام میم کے نقطۂ تدویر میں (گولائی) میں ذات کا بیان ہے، اور نقطہ، اور دائرہ، اور محیط کہ جو لکھا گیا ہے، اطاعتِ ذات کی مثال ہے، کیونکہ تسمیہ کو اس معنی میں الف لام میم کا نقطہ تدویر کہا گیا ہے، اور تدویر کا ذکر محیط کے ساتھ رمز یہ ہے، کیونکہ ذات کا مرتبہ، صفات و کمالات کے تمام مراتب کا سردار ہے اور دونوں مراتب بے کیفی کے تابع ہیں۔ چنانچہ نقطہ سردار اور مقدم ہے۔ اس لحاظ سے کہ وہ دائرہ کے وجود اور اس کے محیط کی حقیقت ہے، اور چونکہ تسمیہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہرِ کامل ہے، اس لیے تسمیہ (یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کو کمالِ ذات کے مظہر کی حیثیت سے

نقطہ قرار دیا گیا ہے۔ اور ان تینوں حروف مقطعات کو اس کے ماتحت کیا گیا ہے۔ کہ سید عا الف درمیان میں لایا گیا ہے اور دوسرے بیت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم الف، لام میم کے محیط کا نقطہ ہے۔ کیونکہ اگرچہ ذات کی نسبت سے کمالات کو مرتبہ نقطہ حاصل ہے، لیکن کمالات کی نسبت سے خود بمنزلۂ نقطہ ہے۔ اور چونکہ کمالات کو محض پوشیدہ رکھا گیا ہے اور ذات، وصفات ظاہر، اس لیے نقطہ سے ذات کو اور محیط سے صفات کو یاد کیا گیا ہے اور محیط کا ارشاد کمالات کی طرف خطاب کرتا ہے اور تیسرے بیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں الف لام میم نے نقطہ کے دائرہ کا ارشاد کمالات کی طرف ہے۔ اور چونکہ کمالات صفات کے اندر درج ہیں، اور دائرہ بھی نقطہ اور محیط کے درمیان درج ہے، اس لیے کمالات کو دائرہ میں بیان فرمایا گیا اور چونکہ ذات، صفات اور کمالات میں بے کیفی کی نسبت ہے، تینوں ابیات میں الف لام میم لائے گئے ہیں، حالانکہ خصوصیت کے لحاظ سے ہر ایک حرف میں "لاہو" اور "لاغیرہ" سے حضرت جیو قدس سرہٗ کی مراد یہی ابیات مفصل ہے۔

آن جناب نے ان ابیات کے معنی خوب سمجھے ہیں اور اس مختصر کو اس تفصیل کے ساتھ جمع کر کے حاضر ہوتے ہیں۔ چونکہ تسمیہ کے گرد حرف اللہ اور دوسرے اسما ہیں جن کا تسمیہ میں اشارہ کیا گیا ہے، تین ہزار اسما کا اندراج کیا گیا ہے۔ اس لیے ہر ایک حرف اور اسم پر سے خاص خط کھینچ دیا گیا ہے۔ شاید اس کے دیکھنے سے سمجھ میں نہ آئے، اس لیے اس بات کو تفصیل سے عبارت میں بیان کرتا ہوں۔

تسمیہ میں اللہ کا نام ہزار اسماء کا جامع ہے اور یہ چار انبیاء یعنی حضرت سرور کائنات، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام

پر سلام و درود) اس نام کی تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ ۹۹ ہر نام جو نام کے تمام اسمائے نازلی ہیں الف لام میں درج ہیں۔ لیکن غالباً پہلے لام میں اور تین سو تسبیحی نام جن کی تعلیم حضرت موسیٰ کو دی گئی توریت میں مذکور ہیں۔ اور لام ثانی میں حقیقت کے کمالات ہیں۔ اور تین سو اسماء، جن کی تسبیح کا حکم حضرت داؤد کو دیا گیا زبور میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ چشمۂ اول "ہ" کے کمالات حقیقت ہیں اسم اللہ میں، ہیں جو لام کی طرف ہیں اور تین سو نام، جن کی حضرت عیسیٰ تسبیح کیا کرتے تھے انجیل میں درج ہیں۔ اور حرف "ہ" کے چشمۂ ثانی میں جو طرف رحمٰن میں ہے، حروف درج ہیں۔ اور چشمۂ ثانی کے کمالات حقیقت حروف ہیں۔ اور اسم اعظم الف اور لام اول میں ہے، لیکن غالباً اسم اللہ کے الف میں ہزار نام درج ہیں، جو اسم اللہ کے بیان میں آئے ہیں۔ ایک ہزار اسماء جو چار مذکورہ انبیاء کو تسبیح کے لیے دیئے گئے، وہ اسم رحمٰن کے اسرار ہیں۔ اور ان کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں اور ایک ہزار اسم جن کی تسبیح کی جاتی ہے، اسم رحیم کے کمالات ہیں۔ اور اسم رحمٰن کے مراتب اسم اور الف کے حقائق کے مظاہر ہیں۔ اور اسم رحیم کے مراتب لام اور ہا کے حقائق کے ظہور ہیں۔ اور تمام اسماء جو تعداد میں لاانتہا اور ان گنت ہیں، اللہ کے الف سے رجوع کرتے ہیں، جو غالباً اسم اعظم کا مظہر ہے۔

چنانچہ اس تحقیق سے معلوم ہوگیا کہ جو کوئی تسمیہ پڑھتا ہے، بظاہر تمام اسماء کو پڑھ لیتا ہے۔ اندراج کرنے میں اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اضطراراً اور دوسرے جہلاً۔ ہم میں سے بعض عالم ہیں اور بعض جاہل۔ اور یہ فرق مراتب ہر ایک کے لیے ہے، جو باتوجہ اعتقاد کی تقلید کے لیے اضطراری طور پر بولا جاتا ہے، یا اختیاری طور پر۔ اور اسی طرح بزرگی کے بھی تعلیم مرشد کی وجہ سے دو مرتبے ہیں،

جیسا کہ پہلا نادی امکانی ہے، اور یہ بھی تقلیدی ہے، اور ان دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یا حضور بہتری یا علم حضوری، اطلاق ذات ہے۔ اور یہ عارف ہے جو تسمیہ کا کلام حضورِ علم سے کرتا ہے، اور تسمیہ میں تمام اسمائے الٰہی حقیقی طور پر بغیر گنتی اور بغیر جز کے شامل ہیں۔

آپ کا خط بے انتہا انتظار کے بعد فقیر کو ملا جو کچھ میری ناقص فہم میں آیا اور جو کچھ میں نے حضرت پیر جی سے سمجھا، اسے پیش کر دیا۔ اس نعمت کی تحصیل کے لیے دور و نزدیک سے لوگ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے

مکتوب نمبر: ۱۱۳

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

اگر سالک نے تمام لطائف کی سیر کر لی ہو، اور بے خودی کی حالت تک پہنچ گیا ہو، اور اس کی نظر اوپر کی طرف چلی گئی ہو، تو پھر جب واپس آئے گا کہ اسی طریقے سے دوبارہ نزول کر کے اس کی تفصیل معلوم کرے تاکہ اس طریقہ کی خصوصیت میں شامل ہو جائے۔ تو وہ تبرک کے طور پر پانچ روز تک ہر ایک لطیفہ کی سیر کرے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی لفظ میں مبتلا ہو کر نہ رہ جائے اور اگر اسم ذات کی تکرار میں زبان اور دل کو اس بے کیفی کی طرف متوجہ رکھے جیسے اس نے حاصل کیا ہو، تو یقین ہے کہ استفادہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد جب اسم ذات کی یادداشت پر پہنچ جائے، تو رفتہ رفتہ اس طرح عروج کرے گا کہ نظر اسم پر نہیں رہے گی، اور اس کا مطلوب محض بے کیف ہوگا۔ ذکر اسم پر نظر اسم پر ہوگی، اور [illegible] نظر رکھے گا۔ اور اسم کی یادداشت میں نظر اسم سے [illegible] ہو جائے گی اور جب بے کیفی پر نظر منضبط ہو جائے گی تو

نظر لطائف سے اُٹھ جائے گی، اور اس کا تعلق جسم کے پرے سے ہو جائے گا۔ اور جب یہ جسم سے پرے متوجہ ہو گی، تو پھر یہ نظر رُوحانی ہو گی۔ اور اگرچہ یہ مراتب بے کیف ہوں گے پھر بھی ایک طرح داخلِ وصل ہو گی۔ اور اس مرتبہ کو نفسِ ولایتِ خاصہ کے ناموں سے منسوب کیا جاتا ہے، یہ فضلِ خاص ہے۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اسی مقام پر کئی کئی سال گزر جاتے ہیں۔ اگر مرشد صاحب اصل ہو، تو اس مرتبے سے کسی کو توجہ کے ذریعے اور اکثر کو تعلیم کے ذریعے باہر نکال لیتا ہے۔ سالک اس کی تعلیم سے آگاہ ہوتا ہے، اور صاف صاف دیکھتا ہے کہ میرا وصل فی الواقع نفلی وصل تھا۔ اور جہاں تک ہمارے علم میں ہے، اگرچہ یہ نظر یہ معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل سایہ ہوتا ہے اور دل سمجھ جاتا ہے کہ بے مقصد کے بغیر کسی اور میں اُلجھا ہوا ہوں، اور حق کے فیض سے مُرشد کی توجہ خفی سے یا تعلیم جلی سے اس شہود و معلوم کی نفی میں جو سراپا سایہ ہے، کوشش کرتا ہے۔ جو کچھ ملتا ہے، وہ دانش ہے اور حقیقت میں نفی کے تحت لا ہوتا ہے۔ اگرچہ نفیِ شہود حاصل ہوتی ہے، لیکن آخرکار ایک طرح بے کیفی کے لباس میں اس کی معلومات میں پوشیدہ ہو جاتا ہے، کیونکہ اس بے کیف نمائی کی وجہ سے وہ اس کا دامن نہیں چھوڑتا۔ جب تک یہ سالک سایہ کی مزاحمت میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کی نفی کرنے میں لگا ہوتا ہے، وہ نایافت کا طلب گار ہوتا ہے اور جب اکثر سالوں کی مزاحمت سے فارغ ہوتا ہے سوائے آخری سایہ کے، جو نورانیت کی توجہ کا مطلوب ہوتا ہے، تو اس کو صاحبِ نایافت کہتے ہیں۔ اور وہ صاحب ولایتِ اخص ہوتا ہے اور اس پر فضلِ اخص ہوتا ہے۔ پہلے مرتبہ میں متوسط، اور دوسرے میں منتہی اخص۔ یہ مقام برزخ کا ہے، جو ولایتِ الخاصیہ اور ولایت خاص الخواص کے درمیان ہے اس مقام پر مرتبۂ نایافت میسر ہوتا ہے، لیکن یافت

کی حقیقت غیر حاصل ہوتی ہے اور وہ صفات سلبیہ سے (سلب) کرنے والا ہوتا ہے۔ اور سلب سے کام میں نقصان ہوتا ہے۔ اگرچہ اثبات سے حضورِ حقیقی معلوم ہوتا ہے، لیکن ابھی خاص الخواص کا فضل میسر نہیں ہوتا، اس مرتبہ سے نکل کر اثباتِ حقیقی تک پہنچا دے۔ ولایتِ خاصہ میں یہ زائل ہوتا ہے اور اس مقام میں حصول خفی، کیونکہ حضوری کا لباس پہن کر سالک اس طرح مستعد ہوتا ہے، کہ لباس کی حضوری کو بھی نفی میں شمار کرتا ہے، لیکن حضورِ حقیقی سے پوری طرح باخبر ہوتا ہے ع قلم ایں جا رسید سر بشکست (قلم یہاں تک پہنچا تھا کہ اس کا سر ٹوٹ گیا۔)

دوسرا جواب

تجدد امثال کے جواب ہیں، کہ ثواب وعذاب کی خاطر ان کی توجیہات لکھی گئی ہیں۔ لیکن ان توجیہات کے باوجود نفس مرنے کے بعد نفس با ذات کی حیثیت سے کوئی خبر نہیں دیتا سوائے اس المتجدد کے جو مرنے کے بعد متجدد الاول کے علاوہ ہو اور یہ بیان، بیان اللسانی پر مبنی ہے اور چونکہ تجدد امثال کا مسئلہ مشکل اور نازک ہے، اور صاحبِ حصول کا ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچتا، خواہ متجدد کا مشاہدہ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اس لیے مشاہدۂ تجدد اور علم کے باوجود اس کی کیفیت صحیح طور پر اہلِ حق اور اصلی صاحبانِ علمِ حضوری کے سپرد کر دینی چاہیے۔ تجدید پر اعتقاد رکھنا چاہیے، اور عذاب وثواب اخروی کا قائل ہونا چاہیے، اور (اس) علم کیفیت حس کرنا ... و ثواب اخروی کا پیدا کرنے والا سمجھنا چاہیے، اللہ تعالےٰ کے سپرد کرنا چاہیے تاکہ صوفیا اور علماء کے ظاہر دونوں کی بات درست شمار ہو۔

والسلام۔

مکتوب : ۱۱۴

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

خدائے تعالے کی حمد اور اس کے رسول پر درود وسلام کے بعد اور سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ آپ کا شفقت نامہ موصول ہوا۔ اور اس نے اللہ تعالے کی عنایات سے اپنے اور یارانِ محفل کے بارے میں اطلاع دی۔ میرے عزیز! اس فقیر کی طرف سے اگرچہ دیوانا کارہ ہے اور اس کی وجہ سے فقرا کا نام باعث ننگ ہے، یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تمام انبیا ذاتِ جامع صفات سے واصل ہیں لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متابعت کی وجہ سے، اسی طرح اللہ کے نام کا الف قابلِ اطاعت ہے۔ اور دوسرے نبیوں حروف اس کے مطیع ہیں چنانچہ قابلِ اطاعت کو الف کے حرف سے اطاعت حاصل ہوتی ہے۔ اور اطاعت کرنے والوں کو باقی حروف کے بارے میں اس لیے جان لینا چاہیے کہ اللہ اسم ذاتی ہے اور رحمٰن ورحیم اسم صفاتی ہیں، چنانچہ تمام انبیا کے وصول کے باوجود اور سب کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہونے کے باوجود بعض کا وصولِ ذاتی غالب ہے۔ ان کو غالباً اسم ذات کے حرف سے حصہ حاصل ہے۔ اگرچہ انہیں اسم صفاتی کا کچھ حصہ بھی حاصل ہے، اور یہ نسبت زیادہ تر حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو حاصل ہے۔ لہٰذا وہ اسم ذات کے ہر حرف کے اسرار سے بہرہ یاب ہیں اور چونکہ ان کی نسبت دوسروں کو وصول صفاتی کا حصہ زیادہ حاصل ہے، اس لیے وہ اسم رحمٰن اور اسم رحیم سے زیادہ بہرہ ور ہیں۔ اور ان کی مبارک کتابوں میں ان دونوں متبرک ناموں کے اسرار کا ذکر زیادہ ہے۔ اسی طرح چونکہ اللہ کے نام کی حقیقت

متبوع ہے اور دُوسرے حرُوف تابع ہیں۔ اور ذات متبوُع ہے اور صفات تابع، اس لیے مجبوُراً ذاتِ جامع صفات کا وصول حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کے حصّے میں آیا ہے، اور اُنکی نسبت سے چونکہ دُوسروں کو صفات سے جو تابع ذات ہیں حصّہ ملا ہے، اس لیے حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے وہ صفات سے منسُوب ہوئے ہیں، اگرچہ انہیں وصولِ ذاتی بھی حاصل ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے تین ہزار ناموں کی تفصیل حق تعالےٰ کو ہی معلوُم ہے۔ یا حضرتؐ کو اللہ تعالےٰ کی تعلیم خاص کے ذریعے حاصل ہے۔

مکتوُب: ۱۱۵

جناب میر محمّدؒ کے نام لکھا گیا۔

آپ کے نوازش نامہ سے یہ گنہ گار بے حد مستفید ہوا۔ اور اس کے مطالعہ نے حیران کر دیا، کہ اس قدر متقی انسان، صاحب، فنا لوگوں کے متعلق بے موقع باتیں کرتا ہے۔ اور اپنا وقت ضائع کرتا ہے۔ ہم جیسے کم حوصلہ لوگوں کے لیے تو پُر حکمت ہونا چاہیئے تھا کیونکہ غیبت آمیز بیان سے بہت صدمہ ہوا۔ لیکن جب آپ جیسا صاحب وعدہ شخص معتبر بار خدا کے ساتھ باتیں کرتا ہو، تو سکوت کو ضرور سمجھ کر وعدہ پر قائم رہنا چاہیے۔ وعدہ کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک وعدہ الہامی، جو مخصوص ہوتا ہے اور دوسرا وعدہ لوحی جو عام ہوتا ہے۔ ہر وعدہ الہامی خاص ہوتا ہے جو عارفوں کے لیے مخصوص ہے اور وہ پورا ہو کر رہتا ہے وعدۂ لوحی عام ہوتا ہے ہر ایک کے لیے، چنانچہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے بعض لوگ بعض کی غیبت کرتے ہیں۔ اور اُسکا ترک کرنا جس کا سب کو حکم ہے۔ لازم ہونا

چاہیئے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے، زبان تو درکنار اگر دل کے اندر بھی اس کا خیال آئے، تو وہ بھی ایک مسلمان کی غیبت ہوگا۔ پس قلم اور زبان کی تو بات ہی مشہور ہے۔ بس اسی پر ختم کرتا ہوں، کہ عاقلوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

مکتوب : ۱۱۶

میر محمد جیو کے نام لکھا گیا۔

معلوم ہونا چاہیے، کہ حضرت ایشاں کلاں نے اپنے ایک مکتوب میں، جو قلب کی تحقیق کے بارے میں ہے، اس کا بیان مختصر طور پر کیا ہے۔ میں اللہ تعالےٰ کی مدد سے اس کی تعبیر وضاحت سے بیان کرتا ہوں۔ انہوں نے اس طرح فرمایا ہے، کہ حضرت ایشاںؒ کا دل ایک مرتبہ ہے، اور اس دل کے دائرے میں چار اور دل ہیں، دائرہ در دائرہ۔ چنانچہ پہلا دل چھ لطیفوں پر مشتمل ہے، یعنی لطیفۂ نفس اور لطیفۂ قلب تو ہیں ہی، لطیفۂ روح، لطیفۂ سری، لطیفۂ خفی، اور لطیفۂ اخفیٰ بھی ہیں۔ ہر مذکورہ قلب میں مذکورہ لطائف موجود ہیں لیکن اس قلب میں جو پہلے قلب کے بعد ہے، تنگی کی وجہ سے لطیفۂ نفس اور لطیفۂ اخفیٰ ظاہر نہیں، اور تیسرے قلب میں لطیفۂ خفی بھی ظاہر نہیں اور چوتھے قلب میں لطیفۂ سری بھی ظاہر نہیں، اسی طرح پانچویں قلب میں لطیفۂ روحی بھی ظاہر نہیں، اور یہ آخری قلب جسے پانچواں قلب کہا گیا ہے، سوائے اس قلب کے جس کی طرف تمام قلوب ہیں، کوئی اور دکھائی نہیں دیتا۔ اور جو کچھ تمام قلوب ہیں، اسرار و روایات کی طرح کا ظاہر ہے، اس پانچویں قلب میں عارف پر ظاہر ہوتا ہے، اور اس مرتبہ کو ربانی تمام مراتب کی انتہا سمجھا جاتا ہے، اور اس کی مظہریت کے لائق اور کمال کی مناسبت کے اعتبار

سے کسی اور شے کو پیدا نہیں کیا گیا، انہوں نے اسے نہایت عمدہ طریقہ سے بیان کیا ہے، تاہم حضرت پیر دستگیر بنوری کی تحقیق کے مطابق اس بیان کی انتہا سے جو پانچویں لطیفہ قلب کے بارے میں ہے اور ولایت ملائے اعلے تک جو نبوت انبیا کے تحت ہے، ولایت اخص کے نام سے موسوم ہے، اور ولایت کمالاتِ انبیا کے بیان کے بارے میں خاموش ہے۔ اللہ ہی اس راز کو جانتا ہے، اور اس کا بیان نہیں ہوگا۔

حضرت بنوری (اللہ اُن کے راز کو پاک کرے) کی اصطلاح کے مطابق قلب چھ ہیں۔ پہلا قلب حقیقتِ انسانی ہے، اور باقی تمام قلوب کی اصل اس کے تحت ہے۔ اور دُوسرے پانچ قلوب، پہلے قلب کے سایہ میں ہیں، اس لئے ولایتِ عامہ کا تعلق دیکھنے میں قلبِ اوّل سے ہے اور اس قلب اوّل کا ظرف مُضغہ ہے۔ اور ولایتِ خاصّہ کا سایہ اس قلبِ اوّل سے متعلق ہے، اور نفسِ ولایتِ خاصّہ کے صاحبانِ کمال، قلبِ ثانی سے، جس کا ظرف قلبِ اوّل ہے، تعلق رکھتے ہیں اور نفسِ ولایتِ خاصّہ کے اہالی کمال تیسرے قلب سے تعلق رکھتے ہیں، اور ظاہرِ ولایتِ اخص کے صاحبانِ کمال اس چوتھے قلب تک، جس کے ایک طرف تیسرا قلب ہے، پہنچتے ہیں۔ اور وہاں سیر کرتے ہیں اور نفسِ ولایت، جو ولایت ملائے اعلے کے نام سے مشہور ہیں، کے صاحبانِ کمال پانچویں قلب کے لوگ ہیں کہ اُن کے ایک طرف چوتھا قلب ہے۔ اور پانچویں قلب کے لوگ تمام چاروں نچلے مراتب کو طے کرکے اصل کی طرح صاحب مرتبہ ہو جاتے ہیں۔ اور چاروں نچلے قلوب کے مراتب حاصل کر لیتے ہیں۔ اور ظل تک پہنچ جاتے ہیں، اور پھر نچلے سایوں سے خلاصی پاکر وصل سے وصل تک اور یافت سے نایافت تک پہنچ جاتے ہیں، اور

صاحبِ کمال ہوجاتے ہیں۔ گویا وہ اپنے نچلے مرتبوں سے سو مرتبہ اُوپر اُبھرتے ہیں، اور حصول کی یافت، ۔سے اس میں کوئی لو نہیں رہتی، لیکن نایافت کے باوجود، توجہ کی لو باقی رہتی ہے۔ کیونکہ علمِ حضوری کے ظہور کے بعد توجہ سے قطعِ مطلق ضروری ہے۔ اور ایسا شخص نفسِ ولایت، اخص کا عالی منزلت صاحب ہوتا ہے اور یہ ولایت انبیاؑ کا خاصہ ہوتا ہے، اور علمِ حصولی اور علمِ حضوری کے مرتبے میں برزخ کی طرح ہے۔

اسی لیے حضرت پیرِ دستگیر بنوری قدس سرہ ما نے اس مرتبے کے حق میں فرمایا ہے کہ پوشیدہ توجہ سے وہ رنگ کی طرف متوجہ ہوتا ہے البتہ ایسے عالی ہمت کا کوئی ثانی نہیں ہوتا چنانچہ چھٹے قلب والے کا مرتبہ، کہ وہی حقیقت انسانی ہے، نچلے تمام پانچوں قلوب سے واصل ہوتا ہے اور کمالاتِ ولایت انبیا، اور کمالاتِ نبوت، انبیا کے صاحبان کا خاصّہ ہوتا ہے (ہمارے نبیؐ اور تمام نبیوں پر سلام و درود) اور چونکہ یہ دونوں مرتبے تمام نچلی ولایتوں میں شرف رکھتے ہیں، اس لیے ان دونوں مرتبوں کے صاحبان قلبِ وصلی پر ہوتے ہیں۔ اور یہ شرافتِ حقیقت، میں مرتبہ نایافت کو پہنچ کر، علم حصولی سے گزر کر، علمِ حضوری سے، حضورِ علم اور حضور در حضور پہنچ جاتے ہیں اور تمام قلوبِ تحتانیہ کے مالک ہو کر تمام قلوب کو آخری قلب کے رنگ میں رنگ دیتے ہیں، اور ان قلوب میں علمِ حصولی کی لو تک نہیں چھوڑتے۔ سوائے علمِ حضوری کی مظہریت کے، اور ان تمام چھ لطائف کے حقائق و معانی کے مالک، بن جاتے ہیں لیکن ان پانچوں قلوب میں علمِ حصولی کی بدولت ان مراتب کے حقائق کی اطلاع ہو جاتی ہے، اور اس آخری دل کے مالک کو تمام اُوپر اور نیچے کے حقائق کا علم ہو جاتا ہے۔ اور دونوں میں بڑا فرق ہے ؎ بہ بیں تفاوتِ رہ از کجا ست

تا بکجا (اور دیکھئے ان دونوں میں کہاں سے کہاں تک کتنا فرق ہے)، اور وہ جو لطائفِ خمسہ کی پوشیدگی کا قلب کے علاوہ مختلف مقامات میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی تحقیق یہی ہے

مکتوب : ۱۱۷

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

اے ہمارے ربّ، حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ایک وسیلہ فضیلت اور بلند درجہ عطا کر، اور انہیں وہ مقامِ محمود دے جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے، اور قیامت کے دن ہمیں ان کی شفاعت عطا فرما بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مقامِ محمود اور "مقام نصیرا" کے دو مرتبے ہیں۔ ایک وہ مرتبہ جو آنحضرتؐ کو زندگی میں دنیا ہی میں عطا ہوا۔ اور اس مرتبے کے پھر دو حصے ہیں۔ کمالِ مرتبۂ نصیرا اور کمالِ مرتبۂ بصیرت سرّی، آنحضرتؐ کو دائمی طور پر عطا کیے گئے۔ اور یہ بصیرت تمام انبیا میں عام اور آنحضرتؐ میں خاص ہے۔ دوسرا مرتبہ رویتِ بصری کا ہے، جو آپ کو معراج میں میسر ہوا۔ اور آنحضرتؐ کو اس مرتبے سے سرفراز کیا گیا۔ چنانچہ اسی کی دو شانیں سرّی اور بصری ہیں یعنی بصیرت اور رؤیت۔ اس مقام پر آنحضرتؐ نے فرمایا "اللہ سے میرے تعلق کا ایسا وقت آتا ہے، جب کوئی مقرب فرشتہ، کوئی نبی اور کوئی مرسل وہاں نہیں ہوتا" اور جو دائمی ہے وہ مقامِ محمود ہے۔ جس کا آنحضرتؐ سے وعدہ کیا گیا ہے اور یہ دعا آنحضرتؐ کی وفات کے بعد کی ہے اور مرتبۂ شفاعت میں ہے جو امت کے حق میں آخرت میں بوقتِ حساب ہے۔ اسی وقت کسی شخص کو شفاعت کی جرأت

نہیں ہوگی۔ تمام دوسرے انبیا اور اولیا خدا کے حضور "نفسی نفسی" کہہ رہے ہوں گے اور آنحضرتؐ "امتی امتی" پکار رہے ہوں گے۔ اللہ اللہ کیا بزرگ شان ہے۔ اور یہ جو بعض فقرا کہتے ہیں کہ عرش کے اوپر دو مقام ہیں۔ تو یہ ایک کمزور بات ہے۔ جس جگہ آنحضرتؐ معراج کے وقت پہنچے ہوں گے۔ وہاں نیچے اور اوپر کے مقام کی کہاں گنجائش ہو سکتی ہے۔ پس اسے سمجھنے والو، بات کو سمجھو۔

مکتوب : ۱۱۸

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

اللہ تعالےٰ آپ کو سلامت رکھے۔ فقرا کے مراقبہ کی تحقیق کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ معلوم ہونا چاہیے کہ مراقبہ کی چار قسمیں ہیں۔ مراقبہ کی صورت ہے معنی ہیں، حقیقت ہے، اور حقیقت الحقائق ہے۔ مراقبہ کی صورت یہ ہے کہ دل کا ذکر جاری کرنے کے لیے سر کو جھکا لیا جائے۔ مراقبہ کے معنی انتظار کرنے کے ہیں، اور اس کے دو مرتبے ہیں ایک ولایتِ خاصہ میں یعنی تجلیات کے وارد ہونے کا انتظار، دوسرا ولایت اخص میں یعنی نایافت کی حقیقت کا انتظار اور مراقبہ کی حقیقت علم حضوری میں اور حضورِ علم میں ہے کہ وہ ولایتِ انبیا میں ہے اور حقیقت الحقائق یہ ہے کہ حضور در حضور میں ہوا جائے اور یہ نبوتِ انبیا کے کمالات میں سے ہے۔ ہمارے نبی اور تمام انبیا پر سلام و درود۔

معلوم ہونا چاہیے کہ انتظار کا مطلب توسط میں ہے، اور ظلال، حقیقت اور حقیقت الحقائق، انتہائے حقیقی میں ہیں۔ اور یہی اصل مرتبہ ہے۔ اس لیے جن عزیزوں نے مراقبہ کے مطلب کو صرف انتظار پر ٹھہرایا ہے، انہوں نے صرف ولایتِ خاصہ کے مراقبہ کا ذکر کیا ہے اور مراقبۂ ولایتِ انبیاء، اور کمالاتِ

نبوتِ انبیاء کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ کیونکہ اکثر ولایت خاصہ سے ہی گزرے ہیں اور بہت کم نے اُوپر کی ولایتوں تک رسائی حاصل کی ہے اور "نادر معدوم ہوتا ہے" کے مصداق اُن کا بیان حذف کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ہی صحیح علم رکھتا ہے۔

مکتوب: ۱۱۹

عالی قدر بیگم جیو کی خدمت میں تحریر کیا گیا۔

اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ عالی قدر مکرمہ حضرت بیگم جیو کا نوازش نامہ مبارک وقت پر موصول ہوا اور اس سے ذات مبارک اور برخوردار عالی قدر خواجہ محمد یوسف جی اور چھوٹی بیگمات کی خیریت کی اطلاع ملی۔ اور اطمینان قلب حاصل ہوا۔ بالخصوص یادِ حق لے بیانِ شوق سے اطاعت گزاروں کی خیریت معلوم ہوئی۔

چاہیے کہ اللہ (جل جلالہٗ) کے نام کو دل پر نقش کیا جائے اور سر کو نیچا کر کے، زبان کو تالو سے چپکا کر، پوری طرح یقین کر کے اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جائیں۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد آفتاب کے ایک نیزہ بھر اوپر آ جانے تک اسی طرح متوجہ رہیں۔ اور تقویت ذکر کے لیے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا ورد کبھی نمازِ اشراق کے بعد کریں۔ اور یہ اس طرح ہو کہ آنکھیں بند کر کے خیال کی نظر ناف پر ڈالیں، 'لا' کے لفظ کو ناف سے اُوپر کھینچ کر اپنے سانس کو بند کر کے اس کی مد کو سینے کے راستے پیشانی تک لے جا کر 'الٰہ' اشارہ دائیں طرف خیال کریں اور لا الٰہ کا مطلب غیر حق کی نفی میں تصور کر کے 'اِلا اللہ' کو دائیں بازو سے کھینچ

کر دل پر جو بائیں پستان کے نیچے ہے، خیال میں ضرب لگائیں، اور مطلب یہ لیں کہ میرا مقصود اللہ ہے، اور سانس کو ناک سے گزار کر قلب کے اوپر اللہ کے نقش کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اس کے بعد پھر خیالی نظر ناف پر ڈال کر سانس کو روک کر لاالٰہ کو اوپر کھینچیں۔ اس طرح نمازِ اشراق کے بعد مسلسل اکیس بار کر کے دعا پڑھیں اور زبانی وظیفہ جتنا ہو سکے، کریں۔ اگر شوق ہمت دے، تو اسی طرح پھر اکیس بار سانس کھینچ کر اور دل کو ہر شے سے خالی کر کے دعا کریں۔

مکتوب : ۱۲۰

صوفی بلندؒ ساکن جلال آباد کو تحریر کیا گیا۔

مشفق و مہرباں جناب صوفی صاحب، سلام کے بعد عرض ہے کہ حضرت پیر دستگیر میاں محمد شریف جیوؒ نے اللہ اُن کے راز کو پاک کرے اس عبارت میں جو کچھ بیان فرمایا ہے، وہ صاف صاف ہے۔ اس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ اور عزیز نے اس کی جو شرح لکھی ہے۔ وہ بھی عارف کی نسبت سے اور عارف کی نظر سے ہے۔ اور ذات و صفات کی حقیقت کی نسبت سے بالکل خاموش ہے۔ جیسا کہ حضرت پیر دستگیرؒ فرماتے ہیں۔ رباعی ؎

حق ہستیِ مطلق است بالذات و صفات ۔۔۔ باوی زقیاس و جملگی مفہومات
عینیت و غیریت، مفہوم الکیف ۔۔۔ او پاک تراز تحقیق ایں اطلاقات

(ترجمہ) حق اپنی ذات و صفات کے ساتھ ہستیِ مطلق ہے۔ اُس کے بارے میں یہ قیاسات اور مفہومات، عینیت، غیریت اس کی ذات سے دور ہیں۔ اور کیف کے مفہوم سے پرے ہیں۔ وہ ان تمام اطلاقات سے پاک ہے۔

چنانچہ اس رباعی کے مطابق حضرت میاں محمد شریف جیوؒ نے نور کو 'لاھو' اور 'لاغیرہ' کی صفات سے نسبت دی ہے۔ اور یہ درست ہے، لیکن نورِ ذاتی

کے ظہور کو جو عینِ ذات فرمایا ہے وہ اوپر درج شدہ رباعی کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے مذکورہ بالا رباعی میں کیا "عین" اور کیا "غیر" کے اطلاق کو مفہوم الکیف بیان فرمایا ہے۔ حقیقتِ ذات اور ہے، اور حقیقتِ ذات و صفات اور ہے، صفات مفہوم الکیف سے آزاد ہیں کیا "عین" اور کیا "غیر" اور اس میں کوئی کلام نہیں۔

اور وہ جو لازمیہ اور متعدیہ کہا گیا ہے، وہ عارف کی نظر سے ہے۔ ذات و صفات کی حقیقت کی شان، اطلاقِ محض سے علیم و عالم حقیقی ہے جیسا کہ اللہ سبحانہٗ نے فرمایا، "اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہیں تھی۔ یعنی وہ اطلاق محض سے علیم اور عالم تھا اور اب تک جیسا تھا اسی طرح بلا تفاوت اور بلا قید وہ علیم و عالم ہے۔ اور یہ بات عارف پر اصلی علمِ لدنی کے ظہور کے بعد دو طرح سے ثابت ہوئی۔ ایک ذات و صفات کے حضور در حضور میں تعلقِ معلوم سے خلوِ محض کی بدولت اور دوسری صفات مع کمالات اور اس کے مقتضیات کے بلا کیف تعلق معلوم اور حضوری علم اور علم حضوری کے نقص سے، اور علمِ حضوری کے ظہور کی کیفیت سے جو علم حصولی کے آئینہ میں عرفان کے لیے عرفان ہے۔

چنانچہ حضرت محمد شریف جیو نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی ذاتِ پاک کا ظہور عارف کی نظر میں دو قسم کا ہے۔ آثار یا احکام کی حیثیت سے حقیقت الذات وجود محض ہے اور وحدتِ حقیقی سے ظاہر و اظہر ہے۔ یہ عارف کی نظر میں ظہور ہے۔ اور ظہور سے ظاہر تک پہنچتا ہے پہلے ظاہری صفات سے مراتب کی ترتیب کے حساب سے، اور حقیقی واحد کے مرتبۂ اطلاق میں کوئی ترتیب نہیں۔ اور پھر یہ کہ ذات نورِ محض ہے اور صفات بھی نورِ محض ہیں۔ اور نورِ اول کو جو ذات ہے، نورِ ثانی کے ساتھ جو نفس صفات ہے۔ "لا ہو" اور "لا غیرہ" کی نسبت تحقیق شدہ

ہے۔ اور نورِ اوّل کو جو ذاتِ محض ہے اپنے ساتھ عین کی نسبت نہیں دی جا سکتی، کیونکہ وہ مقولۂ کیف سے ہے۔ چنانچہ ہر دو عین کی نفی، اور ذات کے ساتھ سوائے صفات کی نسبت کے، اُسی طرح لازم ہے۔ جس طرح وحدتِ ذات کے مرتبہ میں عین کی نسبت کیفیّت کے اعتبار سے ممنوع ہے والسّلام۔
سوال کی قُربت کے اعتبار سے جواب اسی خط کی پشت پر تحریر کر دیا گیا ہے، اس سے کچھ اور نہ سمجھیں۔

مکتوب : ۱۲۱

میاں محمدؒ نافع کے نام تحریر کیا گیا۔

اللہ تعالےٰ کے اسم نافع کی مظہریت کی وجہ سے آپ نافع المسلمین تسمیہ (بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم) کے مطالعہ سے دلی طور پر اُس سے کہیں زیادہ نفع حاصل کریں، جو آپ نے اپنے بیان میں فرمایا ہے اور حق سبحانہٗ آپ کو حروفِ مقطعات کے اسرار سے واقف کرے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ الف، لام میم اللہ تعالےٰ کی ذات، صفات اور کمالات کے حقائق کے اسرار ہیں۔ تسمیہ شریفہ ان حقائق کا مجموعہ اور ان کا بیان کرنے والا، بہت درست ہے۔ اور یہ معنی کہ آپ جیسے حقائق آگاہ نے تیسرے شعر کے معنی میں جس میں مصنف نے تسمیہ کو الف، لام، میم کے نقطہ کا دائرہ فرمایا، فی الاصل الف۔ لام میم سے تسمیہ میں زیادتی بیان کی ہے۔ اس میں پریشانی اور تردد کی کوئی بات نہیں، کیونکہ کسی شے کے مجموعہ میں اور اس کے بیان کرنے

والے کے درمیان کسی شئے میں رمز کے طور پر زیادتی صریح ہے۔ اس لیے کہ رمز میں کسی شے کا ملانا، اور بیان کرنا سوائے اشارہ کرنے کے اور کچھ نہیں، اور تسمیہ میں صاف صاف زیادہ کرنے اور جزا دینے کے معنی درج ہیں۔ اور اس کے ساتھ مصنف علیہ الرحمۃ کا ذکر کرنا مطلوب ہے۔ ان تین اشعار کے ذکر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حروفِ مقطعات کے ہر حرف سے ذات، صفات اور کمالات کا الگ الگ مفہوم نکلتا ہے اور ہر حرف دوسرے حرف کی حقیقت کی زیادتی کی خبر دیتا ہے۔ اور تسمیہ شریفہ ہر حرف کی حقیقت پر زیادہ سے زیادہ حقیقی معانی کی اطلاع دیتا ہے جو "لا ھُو" اور "لا غیر ھُو" میں شامل اور بیان کرنے والے ہوتے ہیں مثلاً تسمیہ مرتبۂ ذاتیہ کی حیثیت سے حرف حقائق ذاتیہ کا نقطہ ہے، نیز حقائق دائرہ اور محیط دائرہ کا۔ اور دائرہ اور محیطِ دائرہ سے مراد مرتبۂ کمالات صفات ہے۔ یہ بے کیف اور بلا زیادتی کُل ہیں جیسا کہ اہل الکلام کہتے ہیں اور بے عینیت ہیں، جیسا کہ وہ اہل تصوف کہتے ہیں، جو کثرت میں وحدت کے قائل ہوتے ہیں اور یہی تسمیہ کمالاتِ صفات کی حیثیت سے تفصیلاتِ ذات کے ظہور کا دائرہ ہے۔ اور وہی تسمیہ مرتبۂ صفائی کی حیثیت سے الف لام میم کے محیط کا نقطہ ہے۔ یعنی ان کمالات کا جن پر دائرۂ تحتانیہ مشتمل ہے اور میم اس کی رمز ہے۔ چونکہ میم حروفِ ثلاثہ میں شامل ہے، اس لئے حروفِ ثلاثہ کے ذکر میں مصنف مرحوم نے یہاں میم کا ذکر کیا ہے، اور وہی تسمیہ جو صفاتِ دائرہ کے کمالات کی حیثیت سے ہے۔ صفات کی تفصیل کا ظہور ہے۔

اس لیے تسمیہ شریفہ محض بے کیفی کی معیت میں الف لام میم کے حقائق پر، اور مراتب کے حقائق کے ظہور پر بے عینیت اور غیریت کے اطلاق کی بدولت

مشتمل ہے۔ اور اس کے ساتھ تینوں بلند مراتب یعنی ذات، صفات اور کمالات کی تفصیل بھی ہے۔ اور یہاں حضرت مصنفؒ کے ابیاتِ ثلاثہ اور الف لام میم کے حروف کا ایک اور مطلب لکھا گیا ہے اور ابیاتِ ثلاثہ کا مطلب ایک الگ حاشیہ میں تفصیل سے بڑی تحقیق کے بعد لکھا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے مطالعہ سے آپ لطف اندوز ہوں۔ اور اس حاشیہ کو آپ کے نامۂ مبارک کی پشت پر اس لیے لکھا گیا ہے تاکہ سوال و جواب آمنے سامنے رہیں۔ والسلام۔

مکتوب : ۱۲۲

میاں محمد نافعؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

اللہ تعالےٰ کی نعمت کی وجہ سے سب تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔ اور درود اس کے رسول اور وسیلۂ کونین اور وسیلۂ متحیرین پر ہو۔

صاحبِ استعدادِ عالی، اور مظہرِ انعاماتِ الٰہی، اللہ تعالےٰ اسے نفعِ کثیر سے مالا مال کرے، فقیر حقیر عبدالغنیؒ کی طرف سے سلام کے بعد عرض ہے، آپ کا نوازش نامہ مع ایک الگ کاغذ کے جس میں بڑے اہم سوالات درج تھے، موصول ہوا۔ ہر لطیفہ کا سلوک واردات سے پُر تھا اور آپ کی استعداد کی خوبی کی خبر دیتا تھا۔ آپ اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لائیں کہ ہر لطیفے کے استعمال سے پانچ دن کے اندر اس کے عجائبات آپ کو نظر آئے، اور انہوں نے آپ کو لذت بخشی۔ اور اسی طرح یاد داشت کے تعلق سے اسم کو ترقی دے کر مسمیٰ کر دیا گیا، اور مسمیٰ کی لذت

سے اسم کی یاد کی فرصت نہیں ملتی بجز تکلف کے۔

اے مشفق! یہ تمام سلوک جو تکرار سے لطائف اور جلوہ مسمّٰی کے لیے یادداشت ہے، جب جلوہ مسمّٰی حقیقت بین عطا کیا گیا، تو اسے پھر تکرار اور یادداشت میں لانا شرک انگیز ہے۔ اس حالت میں محض بے کیف ذاتِ حقیقی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، جسے بے جہتی اور لامکانی کا نام دیا گیا ہے۔ جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے، کہ "جس نے وصول کے بعد عبادت کا ارادہ کیا، اس نے اللہ تعالےٰ سے شرک کیا" سبحان اللہ کیا لطیف بات کہی، جو پُر معنی اور تمام مراتب کی حامل ہے اور جو مبتدی اور متوسط کے حسب حال ہے اور انہوں نے ہر وصولی و کامیابی کے نچلے مرتبے کو عبادت سمجھا۔ اور اوپر کے مرتبے کو نسبتہً یا حقیقتہً وصول سے تاکید کیا۔ وہ اس طرح کہ جب مسمّٰی کو جلوہ سے غلبہ کرے، تو ماتحت کو سلوک و مقدمات سے سمجھے، اور حتی الامکان اپنا چہرہ ہر وقت مسمّٰی کی طرف رکھے۔ اور بزرگی کے لیے کوشش کرے، تاکہ مسمّٰی کے شہود سے ترقی کرکے، غیبِ حقیقی کو کہ دراصل وہی مسمّٰی ہے، نفیٔ توجہ اور بے توجہی سے حاصل کرے۔ اور عین بے توجہی میں نظر ڈالنی چاہیے تاکہ، توجہ خفی رخصت ہو جائے اور نایافت سے نایافت کی حقیقت مل جائے۔ اور بے توجہی کا پھل علم حضوری کی صورت میں مل جائے۔

اور اس حقیقی علم حضوری کو حضورِ علم سے زیادہ واجب سمجھتے ہیں، اگرچہ حضورِ علم کا مرتبہ علم حضوری سے بلند ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے ؎

علم حضوری کجا، وحضورِ علم کجا | بہ بیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

ترجمہ: کہاں علم حضوری اور کہاں حضورِ علم، دیکھئے ان دونوں میں کہاں سے کہاں تک فرق ہے۔

لیکن ابھی علمِ واجبی کا واسطہ جو وصول صفات میں داخل ہے، باقی ہے۔ اور زاہدیت

لُو ظاہر ہے ۔ اگرچہ یہ زاہدیت کی لُو علمائے ظاہر کی زاہدیت کی لُو سے بہت مختلف ہے ، اور اس مرتبہ کے حاصل کرنے والے نفسِ ولایتِ انبیا کی پیروی کی بدولت بہرہ مند ہیں ، چنانچہ اگر وہ مہربانی کریں اور اخص الخواص کے فضل سے رہبری کریں تو سالک سے بصیرت کی نظر سے بغیر توجہ کے حاصل کر لیتا ہے ۔ کیونکہ ذات ، اپنی ذات میں علیم ہے ، اور علیم اس کی ذاتی قابلیت ہے ، اور ذات اپنی ذات میں بصیر ہے اور بصر اس کی قابلیت ذاتی ہے اور باقی تمام صفات کا بھی اسی طرح قیاس کر لیجئے ۔

اس مقام پر ایسا شخص مرتبۂ نبوّتِ انبیا کی مقبولیت سے بہرہ مند ہوگا ، اور اس کے بعد اگر وہ مشربِ محمدی پر ہے ، تو مرتبۂ نبوّتِ محمدیؐ سے بہرہ مند ہو کر کمالات مرتبۂ نبوّت سے بہرہ ور ہوگا اور یہ اللہ کا فضل ہے ۔ بس پھر یادداشتِ مستی کے مرتبہ کی تاکید ہو ، کہ جب مستی اور بے کیفی کی یادداشت کی لذت ظاہر ہوتی ہے ، ارادے سے نچلے مرتبے کی طرف رُخ نہیں کرنا چاہیے اور اگر بلا ارادہ ایسا ہو جائے ، تو اسے اُوپر اٹھانا چاہیے اور مستی سے مل جانا چاہیے ۔

میرے عزیز ، وصل غیر کا تقاضا کرتا ہے ، اور یہ وصل اپنے آپ سے چھٹکارا پاتا ہے ۔ اور وہ جو الگ کاغذ پر سوالات لکھے ہوئے تھے ، میں نے اپنے ہاتھ سے اپنی ناقص مقلدانہ عقل سے خاص تحقیق کر کے ہر سوال کے آگے اس کا جواب لکھ کر اس مکتوب کے ساتھ ملفوف کر دیا ہے اگر اتفاق سے کسی سوال کا جواب رہ گیا ہو ، تو اس کی اطلاع دیں ۔

مکتوب : ۱۲۳

میاں محمد اللہ دینؒ کے نام تحریر کیا گیا ۔

اچھی طرح سمجھ لیجئے ، کہ صورتِ متخیلہ صرف خیال کی تراشن خراش ہے جان

لینا چاہیے کہ صورت، رنگ، شکل جو کچھ دانش و بینش میں آتا ہے، وہ سالک کے لیے دید و دانش کی لامِ نفی ہے۔ لیکن صورتِ متخیلہ سے خود صورت تراشش سے قربت و معیت کی وجہ سے بے کیفی کی نسبت صاف صاف معلوم ہوتی ہے۔ احاطہ و معیت کا کیا مطلب، صورت تراشش کی صورت سے ظاہر ہے۔ کہ کسی صورت کا تراشنا قربت، تعلق وغیرہ کے بغیر محال ہے کیونکہ صورت تراشش اگر صورت سے دور رہے گا، تو وہ کس طرح تصرف کر سکتا اور صورت بنا سکتا ہے اور معیت اور احاطۂ بے کیفی کے بغیر یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ صورت تراشے۔ اس کے باوجود کہ کمال کی قربت کی بدولت اس نے صورت کو تراشش لیا، وہ خود تمام صورتوں میں اپنے جیسا کسی کو نہیں پاتا۔ "اس جیسا کوئی نہیں"۔ جب تراشنے والے کے لیے معیت و قربت کی حقیقت، تراشش کی بدولت ثابت ہو گئی، تو یہ تحقیق ہو گیا کہ ماسوائے حق کوئی شے حق سے مماثلت اور مجانست نہیں رکھتی۔ اس لیے صورت تراشش کی، اس کی اپنی تراشی ہوئی صورتوں سے کوئی مماثلت نہیں پس یہ ثابت ہوا کہ صورت اور صورت تراشش کو ذہن سے دور کر کے محض بے کیفی سے حق تعالٰے کی ذات و صفات کو پہچان کر بے توجہی سے اللہ سبحانہ کی ذات و صفات کے ذکر میں لگا رہنا چاہیے۔

اگر یہ عبارت آپ کی سمجھ میں آجائے۔ تو بہتر، ورنہ رُو برُو بات ہو گی۔

مکتوب: ۱۲۴

میاں گل محمدؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

سب تعریف اس محمودِ حقیقی کے لیے ہے، جس نے اس پریشاں اور حرص سے معمور تعلقات میں اپنے ذکر و فکر سے اس سچے عاشق کو لذت و شوق عطا کیا، اور معطر خوابوں کے باغ اسرار سے بہرہ ور کیا، اور حمد پر حمد کا اضافہ کیا، اور جو سانس نہیں آتا اُسے واپس لایا جاتا ہے۔ اگر اچھے واقعات حالتِ بیداری میں بارور ہوں، اور رائے کو آناً فاناً بُرے تعلقات کی قید سے باہر لے آئیں، اور اس شخص کے عیوب سے واقفیت رکھیں، تو یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر اسی خواب کو معذور رکھیں اور غیر ضروری امور سے دُور رہیں، تو یہ مصیبت پر تنبیہ ہے۔ اور اس نعمت کا شکر ادا کریں اور حالتِ بیداری میں اللہ کی اطاعت، اور اللہ کے حبیب کی پیروی میں کمر ہمت مضبوطی سے باندھیں، اور کسی قسم کا اندیشہ نہ کریں۔ "اے اللہ مجھ سے محبت کرنے والے کو، اس ذات کی حرمت سے جو اوامر و نواہی کے ظہور کا وسیلہ ہے، وہ کچھ کرنے کی توفیق دے، جس کا تو نے حکم دیا ہے۔" ذکر میں لفظ کا تصور اس وقت کا ہے، جب تک ذکرِ قلب سے جاری نہیں ہوتا۔ جب ذکر جاری ہو جائے تو تصور کی بجائے ذکر کی پاسبانی زیادہ ضروری ہے اور ذکر کے ساتھ تعلق اس وقت تک ہوتا ہے، جب تک ذکر کیے جانے والے کا ظہور نہ ہو۔ جب ظہور ہو جائے، تو تصور اور ذکر، مذکور کے حضور میں مضمحل ہو جاتے ہیں، بلکہ اس جگہ تو ذکر بھی عین شرک بن جاتا ہے، اگرچہ یہ شرکِ طریقت ہے، لیکن طالب کو جو کچھ پیر سے حاصل ہو جائے، اسے اس کی نشوونما میں کوشش کرنی چاہیے، اور وہ اس معاملے میں ہرگز پس و پیش نہ کرے، کیونکہ وہی پہلا دانہ جو مرید کے دل میں پیر کا بویا ہوا ہوتا ہے آہستہ آہستہ درخت بن جاتا ہے اور پھل لاتا ہے۔ اگر باغبان دانہ کی پرورش نہ کرے، تو درخت کس طرح بن سکتا ہے؟

اے سعادت شعار! آپ کے خواب، نور بخش اور ترقی کے اُمید وار ہیں۔ اور

ذکر جتنی بھی حالتِ استغراق پیدا کرے، اپنے آپ کو اس کے سپرد کرنا چاہیے

ے از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش این چنین زیبا روش کم بود اندر جہاں

(ترجمہ) اندر سے آشنائی پیدا کر، باہر سے بیگانہ رہو ایسا اچھا طریقہ دنیا میں بہت کم ہوتا ہے۔

خوف کے خطرے کو دُور کرنے کے لیے آیت کریمہ "اِنَّ اَولیاء اللہ لا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون" "تحقیق، اللہ کے اولیا کو نہ خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غم کرتے ہیں" کا وِرد کرنے کے بعد وضو کے بعد کا چُلو بھر پانی پی لیا کریں۔

مکتوب: ۱۲۵

میاں گُل محمّد کو لکھا گیا۔

اوّل و آخر سب تعریف اللہ ہی کے ہے۔ عقیدت مند اور سعادت کیش گُل محمّدؐ کے خط نے خوشی بخشی۔ واقعات کی حقیقت نُور بخش ہے، اور واقعات کی درستی، ذکر اور اعمال صالح سے لذّت حاصل کرنا بیداری کا دروازہ ہے۔ امید ہے کہ واقعات کا نُور براہِ راست حالتِ بیداری میں ظاہر ہو گا، اور خودی و انانیت سے نکال کر نیستی میں لے جائے گا۔ چونکہ یہ سب کچھ ذکر اور نفی ماسوا کا ثمرہ ہے، اس لیے لازم ہے کہ اس کی آمد و رفت اور نشست و برخاست کا سلسلہ جاری رکھیں، کیونکہ ذکرِ عالی سے انفاس کی پاسداری مسلّم ہو جاتی ہے۔ اور تمام تعلق ذکر سے قائم ہوتا ہے۔ ہمتِ بالغہ سے صبر کو طریقہ بنانا چاہیے اور اپنے تمام اوقات احکام بجا لانے میں غنیمت جاننے چاہییں۔ اور حواس کی سلامتی کے لیے فاتحہ پڑھتے رہنا چاہیے۔ اور وضو کے بعد بچے ہوئے پانی میں سے تھوڑا

سا پی لینا چاہیے۔ اور گیلا ہاتھ سر پر ملنا چاہیے۔ برادرِ عزیز شیخ اسفندیارؒ کی خیریت کی اطلاع دیں اور فقیر زادہ، جماعتِ فقرا بالخصوص محمد فاضلؒ اور محمد عیسیٰؒ کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔

مکتوب : ۱۲۶

میاں گل محمدؒ کو تحریر کیا گیا۔

مکتوبِ خلوص کے آنے سے جو پھول کی طرح تھا، طبیعت میں فرحت پیدا ہوئی۔ اور آپ کی خیریت کے لیے دعا کے ہاتھ بلند ہو گئے۔ جس کام میں حصولِ رضا کی آرزو ہو، اس میں مشغول ہو جائیں۔ میرا بھائی گل محمدؒ، محبتِ محمدی کی خوشبو سے ہمیشہ خوش دماغ رہے۔

مکتوب : ۱۲۷

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

میرے مشفق! آپ نے یہ جو لکھا تھا، کہ بعض عزیز، جو اپنے آپ کو طریقۂ احسنیہ سے وابستہ کہلاتے ہیں، وہ اپنی اصطلاح میں عالمِ مثال کے دائروں کو ایک سو (۱۰۰) سے زیادہ شمار کرتے ہیں، افلاک کو بھی عالمِ مثال کہتے ہیں، اور پھر حق تعالےٰ کو جزئیاتِ مفصل کا عالم نہیں سمجھتے، تو اُن کی یہ بات طریقۂ احسنیہ کے اصول میں سے نہیں۔ وہ یہ بات اپنی طرف سے کہتے ہیں۔ طریقۂ احسنیہ کے بانی نے (خدا ان کے بلند راز کو پاک کرے) سورہ فاتحہ کی تفسیر میں ربّ العالمین کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے

کہ عوالم قیاس سے باہر ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ شبِ معراج کو جب حضور آسمانِ بالا پر گئے، تو انہوں نے ایک قطار اونٹوں کی دیکھی، جو چلی جا رہی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے پوچھا اے جبرئیلؑ یہ قطار کب سے رواں دواں ہے؟ حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ جس روز سے میں پیدا ہوا ہوں میں اس قطار کو اسی طرح رواں دواں دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے رب العالمین کی درگاہ میں عرض کیا کہ خداوند میں چاہتا ہوں کہ اونٹوں پر جو کچھ ہے، میں اس کی حقیقت سے واقف ہو جاؤں حکم ہوا کہ ایک اونٹ کو بٹھایا جائے، جب بٹھایا گیا، تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہر اونٹ پر دو صندوق ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک صندوق کو کھولا گیا، اور اس کے اندر دیکھا گیا، تو معلوم ہوا کہ ہمارے اس عالم کی طرح صندوق میں ایک اور عالم ہے اور اس عالم کے اندر ظہورِ سرورِ کائناتؐ ہے۔ اور ہر عالم کا حشر و نشر ہے، چنانچہ اس قول سے معلوم ہوا کہ عالموں کی تفصیل کا علم صرف حق سبحانہ کا خاصہ ہے، اور وہ بیان سے باہر ہے۔

مزید براں طریقۂ احسنیہ کے صاحب نے "نکات الاسرار" میں اللہ تعالیٰ کو عالمِ جز و کل فرمایا ہے۔ اور انکار کرنے والے کو جو علم جزئیات نہیں رکھتا ملحد اور بدعتی قرار دیا ہے، اور سموات کی تخلیق پر آیاتِ ناطق موجود ہیں جیسا کہ "اس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، کو چھ دن میں پیدا کیا، کی آیت کریمہ میں فرمایا۔ اور اسے عالم خلق میں داخل کیا ہے، نہ کہ عالمِ مثال میں پس سمجھ لینا چاہیے کہ ممکن ہے، اس بات کے کہنے والے نے طریقۂ احسنیہ سے کوئی سند لے لی ہو، لیکن جیسا کہ ہونا چاہیے، وہ اس سے واقف نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ احسنیہ ہو، لیکن یہ اصطلاح، جس کو وہ طریقۂ احسنیہ سے منسوب کرتا ہے، نابختگی کی وجہ سے

ہے۔

اور وحدتِ وجُودی اور وحدتِ شہُودی کے بارے میں، جو لوگ باتیں کرتے ہیں اور دونوں حالتوں کے بیک وقت قائل ہیں، تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ اگر وہ لوگ اس ایک واحد میں دونوں نسبتوں کو جمع کرنے سے منع کرتے ہیں، تو بات ٹھیک ہے، کیونکہ اوّل سے بے عرُوج، نسبت ثانی کا ظہُور، ایک تحقیق شُدہ بات ہے، اور اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص وحدت الوجُود کی نسبت سے معلوُم ہو گیا اس پر وحدت الشہُودی کی نسبت قائم نہیں کی جا سکتی اور اسی طرح اس کے برعکس، تو یہ ایک ناممکن قید ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وحدت الشہُود کی نسبت ہوتی ہے اور وحدت الوجُود کی نسبت نہیں ہوتی۔ اور اسی طرح اس کے برعکس، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص پر پہلے وحدت الوجُودی کی نسبت ظاہر ہوتی ہے، اور اس کے بعد اُسے عرُوج میسّر آتا ہے اور وہ وحدت الشہُودی کی نسبت سے جلوہ گر ہوتا ہے۔ لیکن جو شخص پہلے وحدت الشہود کی نسبت پر فائز ہوتا ہے، وہ وحدت الوجُود کی نسبت پر نیچے نہیں اُترے گا۔ سوائے کسی استثناء کے اور استثناء کا درجہ معدُوم کا درجہ ہے۔ وہ اس لیے کہ توحیدِ وجُودی کی نسبت لطیفۂ قلبی سے اُٹھتی ہے، جو تمام لطائف سے مقدّم ہے اور توحیدِ شہُودی کی نسبت لطیفۂ رُوحی سے ظہُور فرماتی ہے، جس کا مقام لطیفۂ قلبی سے اُوپر ہوتا ہے۔ توحیدِ وجُودی، عنصری رنگ کی وجہ سے ہے۔ جو قلب ہے، اور وہ کثرت کا ملاحظہ کرنے کے بغیر وحدت کا رستہ نہیں پا سکتا۔ اس لیے وہ وجُوداتِ کثیر کو وجُودِ واحد سمجھتا ہے۔ اس جگہ سالک پر حق کی تجلّی پڑتی ہے اور یہ تجلّی اسم رحیم کی ہوتی ہے، جو اپنی حکمت بالغہ سے اپنے آپ کو سالک کی استعداد کے پیشِ نظر کثرت میں ظاہر کرتی ہے۔ اور جب سالک اس مقام سے ترقی

کر کے لطیفۂ روحی کے مقام پر پہنچ جاتا ہے، تو لطیفۂ روحی جو رنگِ عناصر سے ممیز ہوتا ہے، تعلقِ بدن کی عین حالت میں عناصر سے ممیز ہو کر اور عناصر کے غلبہ سے جو کثرت کی طرف کھینچتے ہیں، الگ ہو کر عناصر کے امتزاج کے بغیر اُسے وحدت کی طرف لے آئے گا اور کثرت کو نظر سے گزارے گا۔ اور صاحبِ وحدت الشہود بن جائے گا۔ اور کثرت کو چھوڑ کر وحدت الشہود میں ظہور فرمائے گا۔ اس مقام پر حق کی تجلی بجا طور پر تجلی ہو گی۔ اور یہ تجلی، اسم رحمٰن کی تجلی ہو گی۔ اس کے بعد سالک نے جس طرح لطیفۂ روحی میں کثرت کے تعلق سے چھٹکارا پایا تھا، اسی طرح وہ ترقی کر کے شہود کے مقام سے خلاصی پا لے گا۔ کیونکہ صاحب شہود نے اگرچہ کثرت سے رہائی پا لی ہوتی ہے لیکن اُسے آخر کی خبر نہیں ہوتی اس لئے ابھی اس نے کثرت سے جو شہود کے اندر ہوتی ہے ضعفِ استعداد اور قلتِ بصیرت سے رہائی نہیں پائی ہوتی۔ اور چونکہ دوسرے لطائف کا بیان طوالت چاہتا ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ قلم کو ادھر سے کھینچ کر کسی اور طرف لے جاؤں کہ اس سے اعتراض پیدا ہو سکتا ہے۔

میرے مشفق! وہ جو لکھا گیا تھا کہ اگرچہ توبہ چار قسم کی ہوتی ہے، لیکن مبتدی کے لیے جو طریقہ بھی ہو گا، اس سے توبۂ عام کی خبر نہیں ہو گی۔ تاہم توبۂ عام کے کے بھی درجے ہیں۔ جس کا مرشد توبۂ حقیقی تک نہ پہنچا ہو، ایسے مرشد کے مرید کی توبہ تین نچلے درجوں کی ہو گی اور یہ تینوں قسم کی توبہ نسبتی توبہ ہو گی۔ اور ایسا کوئی مرشد حقیقی توبہ کے تینوں مراتب میں سے ایک بھی اپنے مرید کے سینے میں داخل نہیں کر سکے گا۔ اس لیے حقیقت میں وہ توبہ اعتبار کے درجے سے گری ہوئی ہو گی اور جس کا مرشد توبۂ حقیقی کے مقام پر پہنچا ہوا ہو گا۔ اور اسی قبولیت حاصل کر چکا ہو گا، بلکہ اپنی استعداد کے اعتبار سے کمالات کے مراتب

سے بہرہ یاب ہوگا، وہ اپنے مریدوں کے سینوں میں حقیقی توبہ داخل کر سکے گا، اگر اللہ چاہے۔ اس لیے سلوک دراصل مذکورہ توبہ سے ہوگا خواہ فی الحال وہ سلوک کی اسی صورت میں ظاہر ہو۔ پس اسے سمجھیے۔

اور وہ جو لکھا گیا تھا کہ جس طرح عذاب اپنی ذات کے لیے تیار ہوتا ہے، اسی طرح دوست کے لیے بھی تیار ہوتا ہے۔ تو میرے مشفق، یہ اس وقت ہوتا ہے جب میں حبیب کو ساری خلق کا عین کہوں۔ بلکہ ایک دوسرے کے سوا۔ لیکن اگر میں تمام عالم کے بارے میں کہوں جیسا کہ خلق کی مظہریت اور غیریت میں حق تعالےٰ کا ذکر ہوا اور جیسا کہ رسول اللہؐ کے بارے میں ذکر ہوا کہ عالم ان کے کمالات کے ظہور کا مظہر ہے، ان کے کمالات کا کوئی ثانی نہیں اور عین کے قول پر عذاب کا وقوع ہوتا ہے۔ جب عینیت میں اٹھ گئی، تو حبیب پر عذاب کا شبہ بھی اٹھ گیا۔

اور وہ جو لکھا گیا تھا کہ ولایتِ خاصہ میں پرانے اولیأ مثلاً حضرت جنیدؒ وغیرہ تھے، تو ان کے متعلق یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انہیں علم حضوری اور علم اصلی کا حضور حاصل نہیں۔ میرے مشفق اصول بیان کرنا چاہیے نہ کہ نام۔ حضرت جنیدؒ کے بارے میں اصول یہ ہے کہ جو کوئی ولایتِ خاصہ میں، جو حضرت پیر دستگیر بنوریؒ کی وضع کردہ اصطلاح ہے، اور ولایتِ اخص اور خاص الخواص کے تحت ہے، وہ یقیناً علم حضوری اور حضورِ عالم ظلی میں ہے۔ حضرت جنیدؒ، ولایتِ ظلی سے یقیناً ترقی کر گئے ہوں گے۔ کیونکہ انہیں ولایتِ خاصہ جو حضرت پیر قدس سرہ کی وضع کردہ اصطلاح ہے، میں شمار کرنا چاہیے، اور اس سے کم میں نہیں۔ اور وہ جو کمالاتِ صفات کی تحقیق میں دوبارہ لکھا گیا تھا، تو پہلے یہ حضرت ایشانؒ اور حضرت پیر قدس سرہ کی تحقیق اور فرق کے پیشِ نظر لکھا تھا۔ اس پر غور کر کے بات کو سمجھیں اسے

مختصر طور پر دوبارہ تحریر کرتا ہوں۔

جس وقت صورِ علمیہ اور اعیانِ ثابتہ، جو اُن صوفیائے کرام کی اصطلاحات ہیں، جو ولایتِ خاصہ کے رہنے والے ہیں، دُوسرے مرتبہ میں، جو نورِ محمدی ہے۔ ہوتے ہیں، اور ازل کی معلومات کے کمالاتِ غیب، جو حضرت پیرؒ کی وضع کردہ اصطلاح ہے، کے پہلے مرتبہ میں ہوتے ہیں، تو اُن اعیانِ ثابتہ کا، جو صوفیائے کرام کی وضع کردہ اصطلاح ہے، کمالات و معلومات کی اس اصطلاح سے، جو حضرت پیر قدس سرہ نے وضع کی ہے، مقابلہ کرنا دانائی سے بعید ہے، وہ مرتبۂ ظل (سایہ) سے اور یہ مرتبۂ اصل میں ہے اور ان دونوں میں اتنا بڑا فرق ہے، جتنا کہ زمین اور آسمان میں ہے۔ غیب کے پہلے مرتبہ میں صرف کونیہ (جو شے وجود میں آچکی ہو) اور امکانیہ (جس کے وجود میں آنے کا امکان ہو)، معدوم ہوتے ہیں اور دُوسرے مرتبہ میں نورِ اوّل شامل ہے۔ فوقِ امکانیہ کی نسبت اور اپنے ماتحت کی نسبت، جو موجودات ہیں، وہ محض کونیہ ہیں۔ اس لیے حضرت پیر قدس سرہٗ کی تحقیق کے مطابق یہ ثابت ہے کہ کونیہ بے ثبوت اطلاق ہے۔ اور امکانیہ تقید (بندش ہے) اور صوفیہ کی تحقیق میں جو مرتبۂ ثانیہ ہے، امکانیہ بندشِ ہے۔ اگرچہ شہادت کو غیب سمجھتے ہیں اور مقید کو مطلق جانتے ہیں اور یہ عقل کی کمزوری ہے، جیسا کہ اس مرتبہ خاصہ کی شان ہے۔ پس حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جب حقیقتِ عالم کو عدمِ محض فرمایا، تو اس معنی میں کوئی ثبوت نہیں اور حضرات صوفیہ نے جب حقیقتِ عالم کو اعیانِ ثانیہ اور صورِ علمیہ کا نام دیا، تو امکانیہ مقیدہ کا ثبوت کونیۃ المطلقہ کے تحت تحقیق کیا اور حضرت پیر قدس سرہٗ کے نزدیک عالم کونیہ کی حقیقت مطلق الثابتہ تحقیق ہوئی، اور قدرتِ ازلی ایسی ہے کہ اس میں عدم کا دخل یا شرکت نہیں۔ جیسا کہ مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے عالم کی حیثیت

میں عدم کو مع ارادت، شریک کرنا ثابت ہے۔ امکانیہ میں ثبوت کا کوئی نشان نہیں اس لیے مرتبۂ امکانیہ میں شہود رہے اور مرتبۂ ثانی میں ظہور رہے۔ اور صوفیائے کرام یہی خیال کرتے ہیں۔ اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ کو تبۂ عالم کا غیب میں ہونا ایک امر ثابت ہے، جو علم اور قدرت سے ہے اور عدم اور اعیانِ ثانیہ کی شرکت کے بغیر ہے۔ صوفیہ کی تحقیق کے مطابق پہلا ظہور نورِ محمدی کے مرتبہ میں ہے، اس سے تینوں مذاہب میں فرق ظاہر ہو گیا۔ اس لیے کہ صوفیہ کی تحقیق نورِ محمدی کے مندرجات میں ہے اور حضرت مجدد قدس سرہٗ کا بیان برزخ میں ہے تاکہ وہاں سے ترقی کی جا سکے۔ اور حضرت پیر قدس سرہٗ کی تحقیق اللہ تعالےٰ کی صفات کے کمالات کے مرتبۂ اصل سے ہے۔ میرے عزیز اس تمام وضاحت کے باوجود چونکہ اس کا مطلب بہت بلند ہے، اس لیے متخیلہ کو چھوڑنے بغیر اس کے سایہ تک بھی نہیں پہنچا جا سکتا یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔

مزید براں بعض عزیزوں نے اللہ تعالےٰ کے کلام پر بھی بات کی ہے، اور اس سلسلے میں وضاحت نہ ہونے کی وجہ سے فقیر سے پوچھا گیا تھا۔ میرے مشفق پیر حضرت پیر دستگیر بنوریؒ کی تحقیق کے مطابق سات حروف کی تحقیق اس طرح ہے۔ سات حرفوں یا سات درجوں میں مرتبۂ وجوب کے تین درجے مقرر ہیں۔ نفسِ کلام، نورِ کلام اور اس کلام کا متکلم پر ظہور۔ یہ تینوں مراتب کلام ازلی ہیں۔ اور عدد و کثرت کے بغیر، حرف اور آواز کے بغیر، اور کیفیت کے بغیر ہیں۔ اور یہ کلام، ظہورِ ثانی سے مرتبۂ شہودِ اوّل میں بغرض مدعا و مطلب ہیں۔ اس جگہ حروف اور ان کی آوازیں بھی نہیں، تاہم ایک ناقابلِ فہم کیفیت ضرور موجود ہے۔ اس جگہ اطلاقی اور تقییدی ظہور ہے۔ نفسِ کلام کا ظہور، جو ظاہر ہے، اطلاقاً ہے اور کلام کے مخفی کمالات کا ظہور بذاتِ خود پوشیدہ ہے۔ اور یہ ظاہری مرتبہ ایک ناقابلِ فہم کیفیت میں مقید

ہے۔ اور یہ مرتبہ شہودِ اوّل کے سوا کسی اور کو معلوم نہیں، خواہ وہ حق تعالےٰ کا مقرّب فرشتہ ہی کیوں نہ ہو۔ جب حق تعالےٰ نے اپنے فضل سے یہ چاہا، کہ اس نفسِ مدعا کو نُور کے حرف وصَوت کا لباس پہنائے، تو اسے صرف سب سے بزرگ فرشتے حضرت جبرئیلؑ پر ظاہر کیا، جیساکہ فرمایا گیا "بے شک جبرئیلؑ نے آواز سُنی"، جو اللہ تعالےٰ کے کلام اور ارادے پر دلالت کرتی تھی۔ اور یہ دونوں مرتبے یعنی نفسِ مدعا اور نُورانی حرف و آواز، مخلُوق کے واسطے کے بغیر مخلوق ہیں۔ اور ان میں کسی مخلُوق کے دخل کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس نُورانی حرف و آواز کے مرتبے کو سوائے جبرائیلؑ کی سماعت کے کسی فرشتے یا کسی رُوح کے سننے کا یارا نہیں تھا، کیونکہ اس کا مرتبہ بہت بلند تھا، اور جب اس وحی کے پہنچانے کا حضرت جبرائیلؑ کو حکم ہوتا تھا، تو وہ اپنے جسم کے حرف و آواز کے لباس میں انبیا حضرات اور ہمارے نبیؐ پر، اور وہ مخصوص اوقات اور ضروری حالات میں امّت کی تعلیم کے لیے انسانی حرف و آواز میں خود بیان فرماتے تھے۔ اور ان ملکوتی اور جسمانی حرف و آواز میں پہلے حضرت جبرئیلؑ اور پھر حضرات انبیاء کا تصرّف ہوتا تھا۔

حضرت جیو قدس سرہٗ نے سات حرُوف کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے۔ اگر کوئی چاہے کہ حضرت پیرؒ کی اصل عبارت دیکھے، تو وہ ان کی تصنیف "خلاصۃ المعارف" میں دیکھ لے۔

مکتوب : ۱۲۸

میاں عبدالقادرؒ کے نام دنیا کے اندر رویتِ باری کے عدم وقُوع کے بارے میں لکھا گیا۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ جب تحقیقِ علم کا سالک علمِ حضوری کے مرتبے میں ہوتا ہے، تو وہ تین مرتبوں سے جبلّی طور پر ملا ہوتا ہے۔ اور جب وہ حضورِ علم میں پہنچ جاتا ہے، تو جانتا ہے، کہ یہ حضوری اللہ تعالےٰ کے علم سے ہے اور مجھے اللہ تعالےٰ کی مظہریتِ علم سے نوازا گیا ہے۔ اس وقت مظہریتِ علم بلکہ تمام صفات اس طرح غلبہ کرتی ہیں، کہ مظہریتِ بصری کے غلبہ سے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ حق کو دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ وہ اس دید سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ نہیں دیکھتا۔ چنانچہ ایسے شخص نے علمِ حضوری کے مرتبے میں علمِ حضور کو اپنا علم جانا۔ جاہل لوگ حضورِ علم میں پہنچ کر سمجھتے ہیں کہ علم سے اللہ تعالےٰ کو دیکھ رہے ہیں۔ اور پرانی جہالت، جسے وہ علم سے جانتا ہے ختم ہو جاتی ہے، لیکن یہ جو کچھ مظہریت کے غلبہ کی وجہ سے جانتا ہے، کہ وہ دیکھ رہا ہے، ابھی تک اس کی بصیرت پر جہالت چھائی ہوتی ہے چنانچہ علمِ حضوری میں علم پر جہالت ہوتی ہے اور جب وہ حضور کے حضور میں باریاب ہو گیا، تو اس نے جان لیا کہ ذات خود ہی علیم ہے اور ذات خود ہی بصیر ہے، اور اس خبر کا یقین ہو جاتا ہے کہ ذات خود ہی بصیر ہے۔ کسی اور کا حصہ نہیں، اور ہمارے دیکھنے کی خصوصیت جو اللہ تعالےٰ کے دیدار سے شرفیاب ہوگی۔ اُسے آخرت میں بہشت میں اُٹھا رکھا گیا ہے۔ اس میں بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔ اس اثنا میں مظہریت سے ترقی کر کے صاف صاف، یقین پر پہنچ کر سوائے یقین صاف کے، کہ وہ خود دیکھنے والا ہے، حق تعالےٰ کے بارے میں کامل یقین کی خبر نہیں ہوتی۔ اور مظہریت کے ظہور کو آنکھوں سے دیکھنے کی طاقت کو آخرت پہ اٹھا رکھا جاتا ہے۔ اس وقت آنکھوں سے دیکھنے کا گمان، جو اسے تھا ختم ہو گیا اور وہ مرتبہ اخص الخواص پہ فائز ہو گیا ہوتا ہے۔ یہ عارفِ محقق اگر اس وقت ذات میں جامع صفات کا غلبہ رکھے گا، تو مظہریت

کر وصولِ ذاتی میں داخل و شامل پائے گا۔ اور خلوتِ خاص سے معزز ہوگا اور اس کے ساتھ جلوتِ خاص سے بھی جو مظہریت ہے۔ اور مظہریت کے وقت خلوتِ خاص یقینی ہو گی۔ لیکن اس جہالت کے ختم ہونے سے، کہ جس سے دیکھنے کا گمان تھا، اس شخص کو ہر وقت دو عیدیں حاصل ہوں گی۔ یعنی ایک بقینِ خاص کے مرتبے پر، اور دوسری مظاہر کے مرتبے پر، اور اخص الخواص حقیقی کے مرتبے کی دلیل یہ ہوگی کہ وہ جو رؤیت بصری کا گمان پیدا ہو گیا تھا، اور رؤیت کی حقیقت کا خیال کیا تھا، تو اس سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ مومنوں کے حق میں اللہ تعالےٰ کا دیدار بہشت پر منحصر ہے، اور مظہریت کی خصوصیت کا ظہور یقیناً جنت میں ہو گا۔ اور اگر کوئی یہ جانے، کہ میں دیکھتا ہوں۔ تو اسے جان لینا چاہیئے کہ اُس کی دید میں ابھی شہودِ خفی کا تتمّہ باقی ہے، جو نہیں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ولایتِ اخص کی طرف توجہ باقی رہتی ہے، لیکن وہ اسے نہیں پاتا۔ اسی طرح حضورِ علم کے مرتبہ میں شہود کا تتمّہ باقی رہتا ہے، وہ رؤیت کا قائل رہتا ہے اور عقل کلی کی کمی کی وجہ سے اسے نہیں سمجھتا۔ اُس مستحاضہ عورت کی طرح، جو ایام طہر اور ایام حیض سے واقف نہیں۔ وہ استحاضہ کو کہ اُسے حیض سے کچھ نہ کچھ نسبت ضرور ہوتی ہے، ناواقفیت کی وجہ سے حیض ہی سمجھتی ہے، اور جب اُسے علم ہو جاتا ہے اور ایام طہر اور ایام حیض میں واضح فرق پاتی ہے، تو پھر وہ استحاضہ کو استحاضہ ہی جانتی ہے اور حیض کو مخصوص ایام تک ہی محدود سمجھتی ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، اُسے دیتا ہے۔

مکتوب : ۱۲۹

فضیلت مآب شیخ محمد اکرمؒ کے نام لکھا گیا۔

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے ہمیں ہدایت دی تاکہ ہم ہدایت یافتہ ہوں۔ اور اگر اللہ کی ہدایت نہ ہوتی، تو ہم کچھ بھی نہیں تھے اور ہمارے ربّ کی طرف سے حق کے ساتھ رسول آئے۔

مخلصِ دانا، صاحبِ تمیز، فضیلت مآب شیخ محمد اکرمؒ کو خداوند تعالےٰ شرع سے زائد باتوں سے خلاصی دے، اہلِ تحقیق نے حضرت پیر دستگیر بنوریؒ (اللہ ان کے راز کو پاک رکھے) کے "رسالہ دربیانِ اصطلاح" پر اپنی تحقیق بیان کی ہے، اور اپنے خیالات کے مطابق اکثر قواعد پر بحث کی ہے۔ چونکہ اکثر مقامات، حضرت پیر کی اصطلاح کے خلاف ہیں، اور اصطلاح کے خلاف بیان کیا گیا ہے، اور بعض جگہ تو بالکل غلط ہیں، ان کی تحقیق اور حق و باطل میں فرق کرنے کے لیے اللہ تعالےٰ اور انبیاء علیہم السلام کی برکت سے اور حضرت پیرؒ کی دُعا سے اپنے فہم کے مطابق اہلِ دانش کے سامنے چند باتیں بیان کرتا ہوں۔ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ اپنوں اور بیگانوں کے لیے لازم ہے کہ سیدھے راستے سے اِدھر اُدھر نہ جائیں، اور نگاہِ عبرت سے ان چند باتوں پر نظر ڈال کر اصل حقیقت سے آگاہی حاصل کریں۔

میں شیطانِ مردود سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ کسی ظاہری اور باطنی قوتِ ادراک میں کل کی آرزو باقی نہیں رہتی۔ اس تحقیق کے مقصد اور اس بیان سے یہ ظاہر ہے کہ ہمارے پیرؒ نے خلاصۃ المعارف، فصل سوئم، فصل دوئم اور قسم ثانی میں علمِ حضوری کی حقیقت کے بیان میں فرمایا ہے کہ "جس وقت وجود سوائے حق کی ذات وصفات سے خود سے اور غیرِ خود سے اٹھ گیا، تو محض خدائے تعالےٰ کے حضور میں تحقیق اور یقینِ صادق سے اس نے بلا تردد قرار حاصل کرلیا۔ لیکن وہ یقین

جو صرف کشفی و باطنی نہ ہو، بلکہ اس میں ظاہری اور باطنی حواس نے عقلی قلبی اور علمی نیت سے ایک مقام حاصل کر لیا ہو، ... " ظاہر ہے کہ یہاں ظاہری سے مراد خیالی، عقلی وجدانی اور قلبی ہے۔ نہ کہ ظاہری آنکھوں سے دید، مراد یہ ہے علمِ حضوری کے مرتبے کا ایقان و اطمینان، صرف تخلیص بشری سے حاصل نہیں ہوتا۔ تاکہ خلوت متخیلہ جمع نہ ہو جائے اور متخیلہ راز کی حیثیت اختیار نہ کرلے۔ چنانچہ کلام کا خلاصہ جان سے بھی زیادہ روشن ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح یقین و ایمان میں سماعی تقلید برابر کی شریک ہوتی ہے اسی طرح اس یقین و ایمان میں اللہ کی دین بھی برابر، بے شک و شبہ اور بلا تردد ضرور شامل ہوتی ہے ..... الخ۔

جہاں تک غور کیا جائے کہ کچھ معلوم ہو جائے، مگر اس سے اپنے حصے میں سوائے یقین کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور یہ علم الیقین ہے، مرتبۂ ولایت انبیا کے اہلِ کمالات کا۔ ان پر صلوٰۃ و تسلیم ـــ لاقولہ

پس یہ علمِ حضوری ہوتا ہے۔ جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ ہمیں اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کے ادراک کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلا۔ اس لیے جان لیا کہ حقیقت میں یہ اس نفسِ علم کے مرتبۂ پاک میں حضوری ہے، جو اللہ تعالےٰ کی ذات کی صفات کلیہ ہے۔ انتہیٰ۔

اے میرے عزیز! یہ وہ عین الیقین ہے جو ولایتِ انبیاؑ کے مرتبہ کے اہلِ کمال کو حاصل ہے اور علمِ مطلق کی نفسِ صفت کے حضور سے تعلق رکھتا ہے ـــ انتہیٰ،

فرماتے ہیں کہ حضور در حضور کے حالات کی دریافت ایسی ہے کہ جس وقت اس نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ علم ذات کے بغیر نہیں، کیونکہ حضوری ذات میں رکھی گئی ہے، نیز یہ کہ ذات اپنی ذات سے علیم ہے، نہ کہ غیر ذات کے وصف زائد سے۔ الیٰ قولہ

پس کمالات کی ذات خود بخود حاضر ہوتی ہے۔ در غیر ذات کی صفت نہیں، کہ

اُسے ذات سے جانا جائے۔ یہ ہے حضور در حضور اور یہ ہے مرتبۂ ولایت انبیاءؑ کے اہلِ کمالات کا حق الیقین، جو صرف حضور ہے۔ انتہیٰ۔

اور ظاہر ہے، کہ جنہوں نے اس سلسلے میں مذکورہ تینوں مرتبوں سے کسی مرتبہ میں بھی دنیا میں رؤیت کا ثبوت اور آنکھوں سے دیکھنے کے بارے میں کوئی اشارہ یا کنایہ نہ کیا ہو، بلکہ اس کی ممانعت میں صاف اشارہ کیا ہو۔ اور پھر اسرار کے اس منبع اور پاک انوار کے مطلع سے کسی قسم کا کوئی اشارہ یا کنایہ بھی اس بارے میں نہ کیا ہو بلکہ اس کی مطلق ممانعت کی ہو، اور جب پیر پیراں حضرت ایشاں قدس سرہ نے بھی اس معاملے میں سختی سے منع فرمایا ہو، تو پھر اس قسم کی باتوں کو کس سے منسوب کیا جائے؟ اور کس طرح کہی جائیں؟ پھر یہ بھی ہے، اکہ اس قسم کے کشف و یقین کا ظہور اور حصول، کر آنے والے کل کی کوئی آرزو نہ رہے، دو لحاظ سے خالی نہیں، یا تو مرتبۂ علمِ حضوری کے لیے مطلقاً لازم ہے، یا حضورِ علم کے لیے۔ اور اس میں ان دونوں مرتبوں کا ہر سالک شامل ہے۔ عبارت کا سیاق و سباق اس بات کا گواہ ہے۔ چنانچہ حضرات انبیاءؑ اس کشفِ بصری یا حجاباتِ خارجی کو دُور کرنے کی بدولت دنیا میں سب سے زیادہ لائق ہیں، اور اس پردے کے اٹھ جانے، اور کل کی تمنا نہ رکھنے کی وجہ سے وہ زیادہ شایاں و مستحق ہیں، اور حالت یہ ہے کہ وہ یہ تمنا ہی لے کر چلے گئے۔ حضرت موسیٰؑ اسی آرزو کی وجہ سے دنیا میں "لن ترانی" (تو نہیں دیکھ سکتا) کی ڈانٹ سے معتوب ہوئے، اور حضرت شعیبؑ تین بار آرزوئے دیدار کرنے کی وجہ سے آنکھوں سے محروم ہو گئے۔ اور انہیں " رد پھر رد اور پھر رد " کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ اور پھر میں کہتا ہوں، یہ مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کو اپنے نبی کی وراثتِ خاص میں ملا ہے اور وہ حضور در حضور ہے۔ در جہ علمِ حضوری اور حضورِ علم میں نہیں کیونکہ ان میں مشترک ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ یہ عارفِ کامل اسے انہی دو میں بلکہ پہلے میں ثابت

کرتا ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ علمِ حضوری کا حصولِ مرتبہ، حالِ کامل کے بغیر ہے۔ چنانچہ کل کی آرزو باقی نہیں رہتی اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کشف بصری کے حصول کے بغیر کل کی آرزو باقی رہتی ہے چنانچہ اس لحاظ سے باقی کے دو مرتبوں سے بھی بے نیازی پیدا ہو گئی، اور یہ بات متضاد ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے پیرؒ نے (اللہ اُن کے راز کو پاک کرے) جس طرح سابقہ عبارات میں دنیا ہی میں خارجی حجابات کے اٹھنے کے بارے میں، سوائے ہمارے نبیؐ کے، اشاروں میں منع فرمایا ہے، اسی طرح انہوں نے دوسری عبارتوں میں بھی ممانعت کی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حالتِ مخصوص، معراج شریف کے موقعہ پر حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے خلاصۃ المعارف کی پہلی فصل، دوسرے باب اور دوسری قسم میں لکھا ہے۔ کہ خارجی حجابات کو دور کرنا کسی کے بس میں نہیں سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، کہ انہوں نے جسم و روح کے ساتھ ایسا کیا ہے۔ لیکن جسم و روح کے ساتھ جبکہ جسم بے بصر ہو، بعض دوسرے انبیاء اور امتِ محمدی کے بعض افراد کو بھی حجابات دور کرنے کا شرف حاصل ہے، خواہ یہ شاذ و نادر ہی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "علما وارثانِ انبیا ہیں" اور "میری امت کے علما ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے انبیا"۔

نیز انہوں نے باب ثانی کی دوسری فصل کے دوسرے قول میں فرمایا ہے کہ طویل راہِ سلوک کے بعد کئی اذکار و افکار، اور تصورات، صوری، نوری اور معنوی تجلیات کی مدت تک سیر کرنے کے بعد پیدا ہوتے ہیں ..... الی قولہ

چنانچہ اس جگہ سے اکثر لوگ باہر نہیں آتے سوائے چند ایک کے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا کو اسی دنیا میں سر کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس لیے جو کچھ منظور و محسوس ہے وہ بے کیف نہیں، خواہ اسے بے کیف ہی کیوں نہ

سمجھا جائے۔ انتہٰی۔

اور باب ثانی کی چھٹی فصل میں لکھتے ہیں کہ چونکہ انتہائی دُوری کی حالت میں قدامت کو پانا، ظاہری اور باطنی طور پر صرف معراج سے مخصُوص ہے، اس لیے اولیائے نماز کی حالت میں بھی آنحضرت کے کمال کی بدولت اس کمال کو پالینا کوئی پوشیدہ بات نہیں۔ اور ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا کے اندر رُؤیت صرف آنحضرتؐ کا خاصّہ ہے اور اُن کے سوا کسی اور کو ہرگز جائز نہیں۔

اور صفات کی مظہریّت کے ثبوت کے معنی یہ ہیں، کہ جب بھی علم کی صفت اپنے آپ کو با اپنے بغیر دیکھتی ہے، تو اُس کے ساتھ علمِ حق تعالےٰ ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ اس کا ظہور ہوتا ہے اور جس وقت مخلُوق کی نظر پہ نظر ڈالتا ہے، تو اللہ تعالےٰ کی نظر کو ظاہر و حاضر پاتا ہے۔ اور اپنی نگاہ کو اس کے ظہُور کے وسیلے سے مرتبۂ کمالات پر پاتا ہے، اور اسی طرح اور قیاس کر لیجیے۔

قولہٗ ذاتیت ایک معیّن ذات ہے۔ اسے برداشت کرنا چاہیے، اگر یہ کہوں کہ اس سے تعیّنِ ادراکی مراد ہے، تو وہ خُود علمِ حضُوری کے مرتبے سے پیچھے رہ گیا ہے، اس مقام پر یہ گنجائش کس طرح ہو سکتی ہے، کہ اُس سے پیچھے ہٹا جائے۔ اور اگر "ہُوِیّت" ناقابلِ فہم مراد رکھتی ہے تو یہ دُرست نہیں۔ کیونکہ ذات، صفات اور کمالات کے مرتبۂ جمع کو اس کی تمام خصوصیات سمیت بلا کیف جاننا لازم ہے۔ دُوسری عجیب بات اس قائل رؤیت کی دانائی کی ہے، جسے اپنے آپ کو ذات وصفات وکمالات کا مظہرِ کامل سمجھ کر اور اللہ تعالےٰ کے علم کی مظہریت کی وجہ سے، اپنے آپ کو علیم وبصیر قرار دے، اور کہے کہ جس طرح حق تعالےٰ جامع صفات ہونے کی وجہ سے بصیر ہے، اسی طرح میں بھی جامع بصر ہونے کی بدولت بصیر ہوں، اور اس نے یہ نہ سوچا، کہ حق تعالےٰ تو تمام عالمِ خلق اور عالمِ امر کا دیکھنے والا

ہے، اور میں اپنے آپ میں ان اُمورِ عقیدہ میں سے کسی کا انکشاف نہیں کر پاتا، اس لیے وہ ذات، جو صرف بے کیف ہے اور غیب محض، اِس خاکی آنکھ سے کس طرح نظر آسکتی ہے۔ اور جب تک آگے، پیچھے، اوپر، نیچے، کو میں اہلِ بہشت کی طرح نہیں دیکھ سکتا، میرا یہ سمجھنا درست نہیں، اور حق سے بعید ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس سے ترقی کر کے اپنے آپ سے کہتا ہے اگر میں عالمِ ملکوت کو بھی دیکھنے لگ جاؤں اور ہمنشینوں کی طرح مظہریت کے رستے بدنی اور بصری لطافت مجھے بھی عطا فرمائی جائے، تو کیا ہو۔ جیسا کہ دنیا میں بعض علما اور بعض صحابہ کے مطابق اللہ تعالےٰ کی رؤیت سے، ایک یا دو مرتبہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشرف ہو چکے ہیں۔ اس طرح ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں ہماری یہ دید محض وہم ہے اور یہ وہم اہلِ سنت و جماعت کے خلاف اور گمراہی کا باعث ہے۔

ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ "سمجھے نہیں، لیکن سمجھے کہ سمجھ گئے"۔ ایسا شخص جہلِ مرکب میں گرفتار رہتا ہے۔ اس قسم کے قائلین کو جہلِ مرکب سے نکالنا اور صاحبِ بصیرت لوگوں کی طرح بینا کرنا چاہیے۔ علمائے اہلِ سنت کے منفقہ عربی منظوم اشعار میں انہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے ۔ ترجمہ

جس شخص نے یہ کہا کہ اُس نے دنیا میں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالےٰ کو دیکھا' وہ زندیق ہے۔ اس نے بغاوت کی اور سرکشی کی۔

(۲) اس نے اللہ کی کتابوں اور تمام رسُولوں کے برخلاف کہا، اور وہ شرعِ شریف سے بھٹک گیا، اور دُور رہ گیا۔

(۳) اور جس نے یہ کہا کہ میں نے اللہ تعالےٰ کو دیکھا، قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔

اور چونکہ یہ بات کہنے والا ایک سُنی اور اہلِ جماعت میں سے ہے۔ اس کی بات

سُکر و شہود کی حالت میں گمان کرنی چاہیے اور غیبیت کے قائلوں کی طرح اسے معذور سمجھنا چاہیے، کیونکہ شہود کو بھی بے نسبتی اور بے کیفی بلکہ بے کیفِ حقیقی کا شہود سمجھ لیا گیا ہے جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ صاحبِ حال اختلافِ رؤیت کی وجہ سے معذور اور مقلد مغرور یا مقہور ہے اور اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اہلِ صحو کہلاتا ہے اور دنیا کے تقلید کرنے والوں کو جو چنداں علم نہیں رکھتے اور سنت و واجب سے بے خبر ہیں، کھلم کھلا رؤیتِ بصر (سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے) کی تعلیم دیتا ہے۔ اسے ہمارے اللہ ہمیں سیدھے رستے کی ہدایت دے۔

ہاں اگر پوشیدہ بصارت کے قائل ہوں، تو بظاہر بعض دوسرے اولیاء کے موافق ہوں گے۔ اگرچہ پوشیدہ بصارت کی حقیقت تک پہنچنے کے لیے بھی دلیل کی ضرورت ہے، تاہم وہ اہلِ سنت وجماعت میں داخل رہتا ہے۔

قولہٗ:۔ حضور در حضور کے مرتبہ میں جو وصولِ ذاتی ہے، شرک کے تین مراتب سمجھے جاتے ہیں،..... عبارت کے آخر تک۔

اس بیان میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، عجیب ہے۔ اس بات کو مانا گیا ہے کہ ولایات کے مرتبوں سے گزر کر، اور علمِ حضوری اور حضور علم سے ترقی کا بیان کرکے اپنے آپ کو حضور در حضور میں پہنچا ہوا سمجھ کر، اور مکمل مظہریت کا قائل حتیٰ کہ آخری رؤیت تک دنیا ہی میں پہنچ کر اس نے اپنے آپ کو آنحضرت کی مکمل پیروی سے منسوب کر دیا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ جو کوئی یہاں پہنچا، وہ پیروی سے پہنچا۔ پس اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ انبیاء اور آنحضرت ﷺ تین قسم کی شرک کی نفی کے پیچھے رؤیتِ دائمی کے باوجود، جیسا کہ اس نے خیال کیا ہے، سالک کی منزل آخرین تک ہیں۔ ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ یہ عجیب قسم کی رؤیت ہے، جو تین شرکوں

سے متحقق ہے۔

جب میں اس مقام پر پہنچا، تو اس فاسد عقیدہ کی وجہ سے میں نے قلم کو روک دیا، اور دُوسری عبارتوں کے بیان سے کہ اکثر و بیشتر ہمارے پیر کی اصطلاحات کے خلاف ہیں، خاموشی اختیار کر لی۔ اللہ تعالےٰ اُسے توفیق دے، اور ایسے غلط عقائد سے مُنہ موڑ کر اُسے سیدھے راستے پر ڈال دے۔ اے ہمارے رب اگر ہم سے کوئی بھُول ہو جائے یا ہم غلطی کر جائیں، تو گرفت نہ فرما۔

مکتوب : ۱۳۰

حاجی خداداد کے نام تحریر کیا گیا۔

سیّد الطائفہ حضرت جُنید قدس سرّہٗ نے حضرت ابوبکرؓ کے قول کو توحید میں بزرگ ترین کلمہ قرار دیا ہے۔

"پاک ہے وہ جس نے اپنی مخلوق کے لیے اپنی پہچان کا عجز کے سوا اور کوئی رستہ نہیں بتایا"

میرے عزیز! حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس قول میں معرفت کا بیان ہے، جو ادراک و کیفیت کے اعتبار سے ہے، نہ کہ معرفت کے اعتبار سے جو اس کے اسماء و صفات سے کیفیت و درک کے اعتبار سے ہے، اور ایمان بالغیب بلا فرق متحقق ہے۔ کیونکہ اُن کی جناب میں کیفیت و درک معدُوم ہے۔ اور کلمۂ عجز جو بیان کیا گیا ہے، اُس میں کیفیت معدُوم تھی۔ عجز کس سے ہے؟ عجز اس نُورِ محمّدی میں ہے، جو مجہول الکیفیت ہے۔ عجز اس کیفیت کو پا لینے کو کہتے ہیں، جو مجہول الکیفیت ہے۔ اور کسی عاقل کی عقل اس میں جتنا بھی غور کرے، اسے معلوم نہیں کر

سکتی ۔ سوائے اس مجہول الکیفیت کے جس کیفیت کا علم صرف اللہ تعالےٰ کے علم کا خاصہ ہے۔ چنانچہ یہ بات درست نکلی، کہ غیب حقیقی کی معرفت ممکن ہے۔ اور نورِ محمدیؐ کی معرفت اپنی کیفیت کے اعتبار سے مجہول الکیفیت ہے۔ اور اللہ سبحانہ کی ذات وصفات میں ہے، جو بے کیف اور غیبِ حقیقی ہے چونکہ عجز کا کلمہ طلبِ کیفیت کا آئینہ دار ہے اس لیئے جس جگہ کیفیت معدوم، وہاں عجز کا اطلاق کس لیے، اور نورِ محمدیؐ میں عجز کا اطلاق اس معنیٰ کی کیفیت کو نہ جاننے کے سبب ہے۔ چنانچہ اس تحقیق سے عجز کے سلسلے میں، جو تاویلات بیان کی گئی ہیں، ان کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے جس قول میں عجز کا کلمہ واقع ہوا ہے، اس کا علم آنحضرتؐ کے سپرد کرنا چاہیئے ے

زدریائے شہادت، چوں نہنگِ لا برآرد ہُو
تیمم فرض گردد نوحؑ را درعینِ طوفانش

ترجمہ :۔ جب دریائے شہادت، 'لا' کے نہنگ 'ھو' کو باہر نکالتا ہے۔ تو ایسی حالت میں عین طوفان کے عالم میں بھی نوح کے لیے تیمم فرض ہو جاتا ہے۔

اس تمثیل کے معنی یہ ہیں کہ دریائے شہادت سے مراد فنا کا مرتبہ ہے، نہنگ سے مراد سالک ہے، اور 'ہو' سے مراد نشۂ فنا ہے، یعنی جب سالک فنا کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے، تو وہ امور جن کی شرع نے ممانعت کر دی ہو، عذر کی وجہ سے ان کا ارتکاب جائز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دریا کی موجودگی میں اگرچہ وضو کرنا فرض ہے، لیکن اس کے باوجود ضروری عذر کے بعد تیمم کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ مرض کے خوف سے وضو کا استعمال ممنوع ہو جاتا ہے۔

مکتوب : ۱۳۱

میاں اللہ دینؒ کے خواب کی تعبیر میں لکھا گیا۔

شیر موذی ہے، نفس اس سے بھی موذی ہے ۔ نفس ایک بہت بڑے شیر کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اچھا ہوا، کہ مارا گیا۔ ورنہ اپنا مطیع کر لیتا۔ الغرض جب کسی مسلمان کو اس کا نفس خفیہ فریب کاری سے مغلوب کرنا چاہتا ہے ۔ تو اگرچہ اس کے فریب مخفی ہوتے ہیں، تاہم غلبہ نہ پاکر اپنی تمام طاقت سے شیر کی صورت میں ظاہر ہو کر اس نے مسلمان کو ہلاک کرنا چاہا ۔ حق تعالےٰ نے اس مسلمان کو جس طرح اُس کے خفیہ فریب سے محفوظ رکھا تھا، اسی طرح اس کے کھلے فریب سے بھی محفوظ رکھا۔ بلکہ اُمید ہے کہ اُسے مطمئن کر دے گا اور نفس کے مر جانے سے مراد اس کا مطمئن ہو جانا ہے۔ نیک بشارت ہے خواب دیکھنے والے کو اطمینانِ نفس کی امید رکھنی چاہیے۔

مسئلہ :۔ بیع سلم کے جواز میں سات شرائط لازمی ہیں۔ ایک یہ کہ کپڑے کی جنس بیان کرے، دوسری یہ کہ کپڑے کی صفت بیان کرے تیسری یہ کہ کپڑا ردی ہو یا صحیح، چوتھی یہ کہ وہ گاڑھا ہو یا باریک، پانچویں یہ کہ کیا سینکڑوں کی تعداد میں ہو۔ چھٹی یہ کہ بیچنے والا خریدار کے گھر پہنچائے گا یا خریدار خود اٹھا کر لے جائے گا۔ اور ساتویں یہ کہ اُسی مجلس میں اس وقت بیچنے والے کو قیمت ادا کر دے، کیونکہ قرض میں سلم جائز نہیں (اشارہ۔ بیعِ سلم وہ ہے جس کی قیمت اس کی تیاری سے پہلے ادا کر دی جائے)

مکتوب ۱۳۲:

حقائق و معارف آگاہ حاجی محمد امینؒ اور حاجی خداداد کو واقعات کے جواب میں تحریر کیا گیا۔

سلام فقیرانہ کے بعد عرض ہے، کہ اس خواب میں آپ نے جو آگ دیکھی، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ "جو آگ میرے دل میں بھڑکتی ہے، اس سے میں ہر روز ستر مرتبہ (اور ایک رات کے مطابق سو مرتبہ) اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتا ہوں" سمجھنا چاہیے، کہ خود آنحضرتؐ نے اپنی زندگی میں یہ فرمایا ہے اور یہ حالت آنحضرتؐ اور صحابۂ کرامؓ کی موجودگی میں تھی۔ اور اس زمانے کے اکثر لوگ تو گناہِ کبیرہ میں اتنے مبتلا ہیں کہ آنحضرتؐ کے دل کی آگ اس حد تک بھڑکتی ہے کہ ظاہری آگ کی صورت اختیار کر کے روضۂ مبارک کی چھت تک جا پہنچتی ہے۔ اور یہ سب امت کا غم ہے۔ چنانچہ قیامت کے روز آنحضرتؐ "میری امت میری امت" پکاریں گے۔ چونکہ حاجی جیوؒ کے بعض اعمال خلقت کے فائدے کے لیے ہیں، اسلیے انھوں نے آنحضرتؐ کے غم کی آگ کو پانی کی طرح تھوڑا سا کم کر دیا ہے، حاجی جیوؒ کو چاہیے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو کر خلقِ خدا کے ظاہری و باطنی، اور دنیاوی و اُخروی منافع کے لیے مشغول رہیں، تاکہ اس سے آنحضرتؐ کی رضامندی حاصل ہو، اور اس طرح تھوڑا تھوڑا کر کے اُن کا غم غلط ہو۔ کیا خبر اس طرح اُن کا غبارِ خاطر دُور ہو جائے اور آنحضرتؐ اُن پر رحمت کریں اور اس شخص کے حق میں ظاہری رحمت کا واسطہ بن جائیں۔

اور یہ جو حاجی خداداد کو برہنہ دیکھتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے تقوٰی کے درمیان کچھ فرق پڑ گیا ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے "ایمانِ عریاں کیفیت ہے اور تقوٰی اس کا لباس ہے"۔ اس کا علاج استغفار ہے اور استغفار تقوٰی کے نقصان کو پُورا کر دیتا ہے۔

اور یہ جو حاجی خداداد ؒ نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے مُرشد، حاجی محمد امین ؒ ان کی پیشانی پر بوسہ دے رہے ہیں اور پُوچھ رہے ہیں۔ کہ کیا تم حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو دوست رکھتے ہو؟ تو یہ استفہام نہیں، بلکہ واقعی ہے کیونکہ پیشانی پر بوسہ دینا اس حقیقت کی خبر دیتا ہے اور حاجی خداداد ؒ سے یہ بھی پُوچھتے ہیں کہ کیا نہیں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ دوست رکھتے ہیں؟ تو یہ بات بھی تحقیقی ہے نہ کہ استفہامی۔ اور اس کی دلیل وہی پیشانی پر بوسہ دینا ہے۔ لیکن اس خواب سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت صدیق رضؓ کے کسی شخص کو دوست رکھنے سے، اس شخص کا مرتبہ پست ہے، جو حضرت صدیق رضؓ کو دوست رکھتا ہے، کیونکہ اُس شخص کے حضرت صدیق رضؓ کو دوست رکھنے سے یہ لازمی نہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بھی اسے دوست رکھیں۔ اس دوستی کا عدم قبول، اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا اس شخص کو دوست رکھنا، دونوں کی باہمی دوستی کی علامت ہے۔ فقیر کے نزدیک ایسے خوابوں کی تعبیر یہی ہے اور اللہ ہی صحیح جانتا ہے۔

مکتوب : ۱۳۳

استدعائے توجہ کے جواب میں میاں اللہ دین ؒ کے نام لکھا گیا۔

میرے عزیز کشود مقصود کا کیا مطلب ہے؟ سمجھ لینا چاہیے کہ کشود یہ ہے کہ یہ یقین پیدا ہو کہ جو کچھ ہے، اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ اور جو کچھ بھی ہے۔ اپنے وقت پر ظاہر ہو گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے: "اے اللہ مجھے دائمی ایمان عطا فرما، جو میرے دل کو یقین اور صدق کی بشارت دے یہاں تک کہ میں جان لوں، کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی، سوائے اس کے جو میرے مقدر

ہیں ہے، اور اس رضا کے جو میری قسمت میں ہے "

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ یہ قسمت پر رضامندی نہیں، بلکہ قسمت کے ساتھ جنگ ہے۔ قسمت پر راضی رہنا چاہیے، سابقہ قسمت پر عین رضا کے ساتھ، حال میں طلب کے ساتھ اور مستقبل میں ترقی کے ساتھ۔ جنگ قسمتِ قہریہ کے ظہور کے ساتھ ہے اور رضا لطیفہ کے ظہور کی قسمت سے ہے، پس اسے سمجھیے۔

میرے عزیز، جو کچھ میں نے کہا، آپ اسے نہیں سمجھے، اللہ کا شکر ادا کرو اس پر، جو اس نے دیا ہے، اور مزید کی اُمّید رکھو، اور اپنی بلندی اور تمہاری بلندی کے نقصان کے مقابلے میں حضرت پیر قدس سرہٗ کے کمالات کے بارے میں جو کچھ کہا تھا۔ وہ میں نے ادب سکھایا تھا، اور اپنے آپ کو بزرگوں کے مقابلے ایک کمزور چیونٹی کی طرح سمجھنا چاہیے، اور اپنی استعداد کو کمزور جاننا چاہیے۔ چونکہ توجّہ کا وقت نہیں تھا۔ اس لیے میں نے بات ختم کر دی۔

سوال تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (اللہ تعالےٰ کے لیے اخلاق پیدا کرو۔) کے معنی طے شدہ ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی صفات کی مانند صفات پیدا کرو۔ اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس سے تو اللہ تعالےٰ سے بندہ کی مشابہت لازم ہو جاتی ہے، کیونکہ جب بندہ اللہ تعالےٰ کے سے اخلاق پیدا کرنے والا ہو جاتا ہے، تو وہ حق تعالےٰ کی شبیہ بن جائے گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ عقلی اور نقلی دلائل سے یہ ثابت ہے کہ اس کی طرح کوئی نہیں اور وہ کسی کی طرح نہیں، اور کوئی شے اس سے مشابہ نہیں۔

مکتوب: ۱۳۴

فضیلت مآب شیخ عبدالہادیؒ طالب علم کو "تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ" کے بارے میں لکھا گیا۔

میرے عزیز! اس عبارت کا مطلب ہر ولایت کے مرتبے کے لوگوں کے مناسب حال ہے۔ اور حضرت جیوؒ کی اصطلاح کے مطابق ولائتیں پانچ قسموں کی ہیں: (۱) ولایتِ عامہ (۲) ولایتِ خاصّہ (۳) ولایتِ اخص (۴) ولایتِ خاص الخواص اور (۵) ولایتِ اخص الخواص۔ صاحبانِ ولایتِ عامہ کے نزدیک، جو علمائے ظاہر ہیں، اور اپنے رسوخ سے مرتبہ شریعت کے کمالات کو پہنچ جاتے ہیں، یہ مقام وہ ہے جہاں وہ ہر لحاظ سے "نقل" کے پیرو ہوتے ہیں عقل و ہوا جو بشریت کا تقاضا ہے، ہر لحاظ سے نقل کے تابع ہے، ان میں نقل کی مخالفت کی ذرہ برابر بھی بُو نہیں ہوتی، اور صاحبانِ ولایت خاصّہ کے نزدیک، جو اللہ تعالےٰ کی صفات کے جذبات میں ڈوبے ہوتے ہیں، یہ مقام وہ ہے جہاں نسب اور افعال سے جو ولایتِ عامہ میں منسوب تھا، حق تعالےٰ کی صفات کے جذبات کی تجلیّات میں پہنچ کر سب کچھ مضمحل ہو جاتا ہے اور حقیقی فاعل سوائے اس واحدِ حقیقی کے اور کوئی نہیں، جس میں صفات کاملہ ہیں، اور جو اپنے افعال وصفات و ذات کی مظہریت میں، حقیقی مظہرات کے سوا کسی اور طرح ظاہر نہیں ہوتا" یہاں تک کہ مظاہر مذکورہ نظر سے اُٹھ جاتے ہیں اور مظہرات کے عین منظورِ نظر بن جاتے ہیں بلکہ مذکورہ مظہرات واحدِ حقیقی کی ذات میں عین وحدت ذات بن جاتے ہیں، اور ان ولائیتوں کا انجام تعیّنات کا اضمحلال ہے۔ یہ تعینات دنیا کے ہوں یا وجوبیت کے، ان اسرار میں کوئی قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس مضمحل تشخّص سے وہ اخلاق پیدا ہوتے ہیں کہ ان میں اور اُن کے اندر والوں کے بارے میں کوئی قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اور جو تین مراتب باقی رہ گئے ہیں ان میں اہلِ عقل کے بیان کا کوئی دخل نہیں، اس لیے ان کا بیان کرنے سے گریز کرتا ہوں۔

مکتوب : ۱۳۵

سعادت شعار نور حسینؒ کے نام لکھا گیا۔

مشفقِ مہرباں، نورالحسینؒ کو فقیر عبدالنبیؒ کی طرف سے سلام ہو۔ آپ نے آیت کریمہ " والذین فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضاً (وہ ایسے ہیں کہ ان کے دلوں میں مرض ہے، اور اللہ نے ان کے اس مرض کو بڑھا دیا) کے معنی پوچھے تھے۔ میرے مشفق مرض دو قسم کا ہوتا ہے ایک مرضِ موت اور دوسرا مرضِ اوقاتی۔ مرضِ موت ان لوگوں کا خاصّہ ہے جنہوں نے میثاق کے دن اوّل و آخر سجدہ نہ کیا، ان کے حق میں یہ مرض آخر کار کفر کا متقاضی ہے۔ وہ روز بروز کفر میں گرتے جاتے ہیں اور آخر کار کفر کی حالت ہی میں مر جاتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے شروع میں تو سجدہ نہ کیا، لیکن آخر میں سجدہ کر دیا، ان کے مرضِ اوقاتی کا خاصّہ سلامتیِ ایمان ہے۔ وہ موت تک گناہوں میں مبتلا رہیں گے۔ گناہوں سے توبہ اُن کے نصیب میں نہیں، وہ وقتی طور پر عذاب میں ڈالے جائیں گے۔ ایمان کی برکت کچھ مدت کے بعد خواہ وہ قلیل ہو، یا کثیر، انہیں بہشت میں لے جائے گی۔ اور صالح مومن بھی مرضِ اوقاتی کے مریض ہیں۔ اگرچہ گناہوں کا امکان ہوگا، لیکن گناہوں سے توبہ کی توفیق پا لیں گے اُمید رکھیں گے کہ بغیر عذاب کے جنت میں جائیں۔ اور یہ تینوں گروہ سوائے انبیاءؑ کے امکانِ مرض رکھتے ہیں، لیکن تیسرا گروہ انشاء اللہ تعالیٰ کسی عذاب کے بغیر جنت میں جائے گا، چونکہ حدیثِ قدسی ہے " میں اپنے بندے کے گمان پر ہوں" انشاءاللہ تعالیٰ، ہر مومن کا اعتقاد تیسرے گروہ پر ہے اور وہ اس میں کوئی شک نہیں رکھتے۔ والسلام

اور اس حدیثِ قدسی کو دوبارہ لکھا گیا " میں اپنے بندے کے گماں پر ہوں۔ اگر اچھا ہے تو اچھا، اور اگر بُرا ہے تو بُرا"

مکتوب : ۱۳۶

حاجی خداداد کے نام لکھا گیا۔

سب تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے عارفوں کے دلوں کو اپنی معرفت کے نور سے منور کیا، اور ان کے مراتب کے شایانِ شان الہام کیا۔ جیسا کہ غوث اعظمؒ نے اللہ کی طرف سے ہونے والے الہام میں فرمایا "اے غوثِ اعظم، حال میری طرف سے ہوتا ہے۔ جسے بولنے والے کی زبان سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا، جو اس پر ایمان لایا، اُسے کہا گیا، اور جس نے حال کو رد کیا، اس نے کفر کیا، اور جس نے اصول کے بعد عبادت کا ارادہ کیا، اس نے اللہ کے ساتھ شرک عظیم کیا۔ میرے عزیزا فقیر کی سمجھ میں حال کے دو مرتبے ہیں، ایک وہ جس میں حقیقتِ لطیفہ کے کمالات کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کا قبول واجب ہے، اور دوسرا صفتِ جلال کے کمالات کے ظہور کا حال، جس کا انکار واجب ہے۔ حالِ لطیفہ کی علامت یہ ہے کہ صاحب حال ہر طرح سے شریعت کا پابند ہوتا ہے اور حال قہریہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بدعتی مومن کا حال جس کے رد اور قبول میں سکوت افضل ہے، اور دوسرا حال، کافر متکبر کا ہے۔ اور یہ حال قابلِ رد ہے اور اس کا ماننا کفر ہے، اور اس سے اللہ کی ضرور پناہ مانگنی چاہیے۔

میرے عزیز! اللہ جل شانہ کی عبادت دو مرتبے کی ہے۔ پہلا مرتبہ مبتدی اور متوسط کا ہے کہ ابھی درمیان میں پردہ ہوتا ہے۔ اور اس کو عبادت کہتے ہیں متوسط اگرچہ ایک لحاظ سے حضوری رکھتا ہے، لیکن ابھی حقیقت میں غائب ہوتا ہے۔ اس غائب کے لیے ضروری ہے کہ وہ دل یا زبان سے اللہ کی عبادت کرے تاکہ مرتبۂ عبودیت کو پالے۔ صاحب عبودیت کو پالے۔ صاحب عبودیت اللہ کو کسی پردے

کے بغیر موجود پاتا ہے اور اس کی ذات اور اس کی صفات کو جو اس ذات سے متعلق ہوتی ہیں، پوشیدہ بصیرت کے ذریعے مکمل خاموشی سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ جب وہ اپنے رب کی طرف دیکھتا ہے، تو اس کی ذات کو، صفاتِ کمال کے ساتھ کسی نقصان کے بغیر متصف پاتا ہے۔ اس مقام پر اپنے رب کا یہ بندہ شرک و کفر سے سے متصف ہو سکتا ہے، جس کا ترک کرنا اس مرتبہ معبودیت پر لازم ہے۔ جیسا کہ ہمارے حضرت و مولانا نے ایک فارسی شعر میں کہا ہے: بیت

تذکر غیر خواہش، غیرِ مطلق — بذکرِ حبِّ حق، شرک است الحق

ترجمہ: کسی خواہش کے بغیر غیر مطلق کا ذکر کرنا اور پھر حُبِ حق جتانا، یقیناً شرک ہے۔

مکتوب : ۱۳۷

حقائق آگاہ شیخ عبدالقادر جہاں آبادی کے نام لکھا گیا۔

حقائق سے آگاہی رکھنے والے، اللہ کے الطاف کے مظہر اور محبت سے معمور نے اس فقیر سے صلوٰۃ و مراتب کے معانی دریافت فرمائے ہیں۔ شیخ صاحب! صلوٰۃ و مراتب کے معانی ایسے ہیں کہ حکمت سے تعلق رکھتے ہیں، اور حکمت سے ناواقف ہونا عبث ہوتا ہے۔ صلوٰۃ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اس کے معانی کو پالینا کامل لوگوں کا خاصہ ہے، ہم جو اہلِ کمال کے خوشہ چیں ہیں۔ اتنی طاقت کہاں رکھتے ہیں کہ اس کے بیان میں زبان کھولیں۔ لیکن اسی عقیدہ کے مطابق کہ "اس کی حکمت سے ہم آگاہ نہیں" ہمیں پورا یقین ہے۔ اور اس کا ظاہر، علمائے ظاہر سے تعلق رکھتا ہے، لیکن چونکہ سوال کا جواب دیئے بغیر چھٹکارا نہیں۔ اس لیے ظاہر کے بارے میں تھوڑا سا عرض کرتا ہوں:

معلوم ہونا چاہیے کہ چونکہ انسان رات کے وقت خواب میں مبتلا ہوتا ہے، اس لیے اللہ کے فضل نے دو رکعت سنت (موکدہ) اور دو رکعت فرض فجر کی نماز میں مقرر فرمائے۔ تاکہ اس کے ادا کرنے میں سستی نہ کر جائے یا کوتاہی نہ ہو جائے۔ فجر کی نماز سے سورج کے سر پر آنے تک اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے وقت کو معاش کے ضروری کام کے لیے خالی چھوڑ دیا اور جب معاش کے ضروری کاموں سے فراغت ہو گئی، تو اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے فجر کی دو رکعت کی نسبت ظہر اور عصر کے وقت دو رکعت کا اضافہ کر دیا، لیکن ظہر کے وقت کی وسعت کے پیش نظر چار فرض سے پہلے چار رکعت سنت (موکدہ) اور بعد میں دو رکعت سنت (موکدہ) مقرر فرما دیں اور چونکہ عصر کا وقت تنگ ہوتا ہے، اس لیے چار رکعت فرض کے سوا سنت (موکدہ) کی تکلیف نہ دی اور چونکہ مغرب کا وقت عصر کے وقت سے بھی تنگ ہوتا ہے، اس لیے مغرب میں فرض میں ایک رکعت کی تخفیف کر دی۔ اور وقت کی تنگی کے پیش نظر فرض کی ادائیگی پہلے قرار دی گئی۔ اور تنگی وقت کے پیش نظر دو رکعت سنت (موکدہ) کو بعد میں کر دیا۔ اور چونکہ عشا کا وقت کھانے پینے کا وقت ہے۔ اور سستی ضروری ہوتی ہے، اور اگرچہ عشاء کے وقت میں وسعت ہوتی ہے، پھر بھی فرض کو سنت پر مقدم قرار دیا گیا۔ چونکہ سستی کا وقت تھا۔ دو رکعت سنت (موکدہ) کا حکم دیا گیا۔ مزید براں چونکہ روز و شب کی نمازوں کی رکعتوں کا طاق ہونا ضروری سمجھا گیا، اور مستحب ہے، اس لیے مغرب کی نماز میں تین رکعتیں مقرر کی گئیں۔ اور رات کے باقی ماندہ حصہ کو نوافل کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ اور چونکہ قیام کرنا، نیاز و مناجات کے لیے ہے، اس لیے قرأت کا حکم دیا گیا اور چونکہ رکوع و سجود میں سر کا جھکانا ہے، اس کے لیے مناسب تسبیح ہے۔ اور چونکہ قومہ اور جلسہ میں سر اوپر اٹھانا ہوتا ہے، اس لیے تکبیر کا تقاضا ہوتا ہے اور خاصہ حق سمجھ

کر "اللہ اکبر" کہنا چاہیے، اور جب بندے نے حمد و ثنا ادا کر لی، اور حق تعالے نے یہ حمد و ثنا سُن لی، تو ضروری ہو گیا کہ "سمع اللہ" کہنے کے لیے کہا جائے اور جب "سمع اللہ" پر اعتقاد ہو گیا، تو اس کے ساتھ ہی "ربنالك الحمد" مقرر فرمایا۔ اور جب تمام مراتب و فرائض سے فارغ ہو گیا اور "نماز مومن کی معراج" کہی گئی ہے، تو مناسب ہوا کہ نماز کا اختتام تشہد پر کیا جائے، تاکہ "الصلوٰۃ معراج المومن" سے آگاہی ہو جائے اور جب نماز کے تمام مراتب سے فارغ ہو گیا، تو آفات سے سلامتی کی خبر دی، اور تمام مؤمنین جماعت کو مبارک باد دی گئی۔ اور وہ السلام علیکم ہے، جو کہی جانی چاہیے اور سلام تم پر اور اُس پر جس نے آنحضرتؐ کی پیروی کی۔

مکتوب: ۱۳۸

اخلاص مندوں کے واقعات کے جواب میں تحریر کیا گیا۔

اے مشفق! ذکر کو پانی سے تشبیہ دینا اور اس کا بلندی سے نیچے آنا جسم کی آرائش کے لیے ہے۔ اور وہ جو روح کے ذکر کو راحت کہا گیا ہے، تو اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ رُوح سے مراد رُوح کا لطیفہ بدنی ہے، اور یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ ذکرِ قلبی کے مرتبہ میں محض تکرار ہوتی ہے، لیکن شہودِ وحدت کا مرتبہ ظاہر نہیں ہوتا، اور اگر ظاہر ہوتا بھی ہے، تو وحدتِ وجُودی کی نسبت حاصل ہوتی ہے۔ اور وحدتِ وجُود کے مرتبہ میں کثرت سے تعلق باقی رہتا ہے لہذا راحت توحیدِ شہُودی پر موقوف رہتی ہے اور کثرت کا انتظار رہتا ہے۔ اور نظر محض وحدت پر لگی رہتی ہے۔ اس لیے شہُود میں راحت میسّر ہوتی ہے۔ لیکن اگرچہ راحت شہُود میں ہے، لیکن اس

راحت میں نفس اور خیال کی شرکت باقی رہتی ہے۔ اللہ سبحانہ کی توفیق سے اس سے بھی آگے نکل جانا چاہیے، اور عدمِ راحت سے مل جانا چاہیے۔ اللہ سبحانہٗ نے فرمایا ہے "خوشی مت مناؤ، اللہ خوشی منانے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔ دوسرا یہ کہ رُوح سے مراد حقیقتِ انسانی ہے، جو لطائفِ تحتانیہ میں ہے اور اس سے انسانی حقیقت کے کمالات کا ظہور ہے۔ راحت خیال کی شرکت سے ہوتی ہے اور انسانی حقیقت کے اندر چھ (۶) لطائف طے کرنے کے بعد حقیقی راحت ہوتی ہے جس میں خیال کی شرکت نہیں ہوتی، اور چونکہ حقیقی بندگی کے مرتبے میں بندے کے لیے خوف اور ڈر لازم ہے۔ اس لیے "خوشی مت مناؤ" کا حکم دیا گیا، اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور دو مرتبوں سے ہے ایک سالک کو محنت و ریاضت کا شوق دلاتا ہے، اور یہ مرتبہ اوسط ہے، لیکن یہ کسی کے اختیار میں نہیں، یہ محض خدائے تعالیٰ کا فضل ہے۔ دوسرا محض مہربانی اور نوازش کے لیے ہے۔ اور یہ مرتبہ کمال میں قطبیت و غوثیت کے صاحبان میں ہے، اور ان اہل مناصب کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ آنحضرتؐ کے ظہور کی تحقیق کریں۔ اور جب تک آنحضرتؐ کا ظہور نہ ہو، خدمات ادا کرنے کی قوت پیدا نہیں ہوتی۔ الغرض راحت کے مبادیات ظہور پاتے ہیں، لیکن انہیں محض آنحضرتؐ کی رضا کے حصول کے سپرد کرتے ہیں۔ اور ذکر میں مشغول رہنا چاہیے۔ اور مضطرب نہیں ہونا چاہیے۔ والسلام

مکتوب : ۱۳۹

میاں اللہ دینؒ کے نام اس سوال کی تحقیق کے جواب میں لکھا گیا، کہ قلب جسے شیطان نے استعمال کیا ہے کس طرح اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لائق ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالےٰ نے ابلیس (میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) کے دعوے کے جواب میں فرمایا "میرے بندوں پر تمہیں کوئی غلبہ نہیں ہوگا، سوائے اُن گمراہوں کے، جو تیری پیروی کریں گے"، چنانچہ قرآن کی رُو سے ظاہر ہے کہ انسان دو قسم کے ہیں۔ ایک مظہرِ جلال اور ایک مظہرِ جمال اور قلب بالخصوص جمال کا مظہر ہے اور جلال کے مظہر کو قلب میں کوئی دخل نہیں، سوائے کچھ وقت کے۔ اور وہ وقت بھی دو قسم کے ہیں۔ ابتدائی اور انتہائی۔ ابتدائی شرکت غیر معتبر ہے اور انتہائی شرکت معتبر اور اس کا خاتمہ اخیر میں بخیر ہوتا ہے۔ اور شرک کی دو قسمیں ہیں، جو جمال سے حصہ لیتی ہیں اگرچہ ابتدائی گناہ کی نسبت زیرِ عذاب ہوں گی اور آخر میں ثمرۂ جمال پیدا ہوگا۔ مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مظاہرِ جمال کو درحقیقت انبیاؑ کے ماتحت کیا ہے اور مظاہرِ جلال کو ابلیس مردُود کے ماتحت۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے حُسنِ ظن سے اپنے آپ کو خاتمہ بالخیر مظہرِ جمال سمجھیں، اور مظہرِ جلال کے بارے میں حق سبحانہٗ سے استفادہ کی خواہش کریں۔ استفادہ کا یہ عمل بھی نیکیوں میں شمار ہوگا۔ اور اگر خدانخواستہ خاتمہ بالخیر نہ ہوا، تو عہدِ اسلام میں جو استفادہ کیا تھا، وہ اس عذاب میں تخفیف کا باعث بنے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ اور اگر ساری عمر کُفر میں گزر گئی، اور استفادہ سے محرُوم رہا۔ تو پھر عذاب در عذاب میں مبتلا رہے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اُن کے اعمال سراب کی طرح ہیں، جس کو پیاسا اپنی زندگی تصوّر کرتا ہے"۔

مکتوب: ۱۴۰

نیک آثار ولی محمدؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

برادرِ مشفق میاں ولی محمد کو فقیر عبدالنبیؒ کی طرف سے سلام۔ وہ نوازش نامہ جس

میں جواب طلب مسائل کا بیان تھا، بڑا خوشی ہوئی آپ نے اپنے باطن کی نسبت جو کچھ لکھا ہے، مطالعہ میں آیا۔ برادرِ مہرباں۔ جب اللہ تعالےٰ کے بارے میں بے کیفی کی تعلیم مل گئی، تو پھر رنگا رنگ کی تجلیات کے دیکھنے کو اس سے کیا نسبت؟ شاید ان کا ظہور پہلے ہو چکا ہو گا۔ بے کیفی کی نسبت الوان و تجلیات کی ممانعت کرتی ہے۔ البتہ جب تک بے کیفی کی نسبت احاطہ نہ کرلے، اگر تجلیات اور ان کے رنگا رنگ کے معائنے ہوں، تو ایسا ممکن ہے۔ ضروری ہے، کہ حق تعالےٰ کو تمام چھ (۶) اطراف سے پاک اور منزہ سمجھا جائے اور علمِ حضوری اور حضورِ علم کی شان بہت بلند ہے۔ جب تک بے کیفی کی نسبت، پوری طرح جگہ نہیں پکڑتی، علمِ حضوری کہاں؟ اور علمِ حضوری کے بعد ہی حضورِ علم، مرتبۂ کمال رکھتا ہے۔ اور یہ ولایت انبیاؑ میں تحقیق شدہ ہے۔

اور وہ جو اسما کی تفصیل لکھی گئی ہے، تو وہ بے کیفی کے بحرِ محیط کی نمو داری بے کیفی کے اندر ایسی قوت بخشتی ہے، جو دماغ کے خلل کو دور کرتی ہے۔ تمام مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ فاتحہ پڑھی جائے، اللہ پاک شفا بخشے گا۔ ذکرِ سلطان کی تعلیم کے بعد علم کی تعلیم کی جائے۔ علم سے مراد علمِ حضوری نہیں ہے۔ ابھی علم کا وقت کافی ہے، علم حصولی، مخلوق کا علم ہے اور علمِ حضوری اور حضورِ علم، جدید تعلیم پر موقوف ہے، اللہ سبحانہٗ کی ذات اپنی تمام صفات کے ساتھ مجہول الکیف ہے، اور نورِ محمدیؐ، مجہول الکیف ہے اور تمام مخلوقات معلوم الکیف ہیں۔ اور احدیت، واحدیت اور وحدت کا بیان بھی صحبتِ جدید پر موقوف ہے اور اللہ تعالےٰ کی ذات واجب الوجود ہے اور علوم، جائز الوجود ہیں۔ کہ ان کا موجود ہونا اللہ سبحانہٗ کے اختیار میں ہے اور موجودہ مخلوقات، ممکن الوجود ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ چاہے، تو انہیں عدم کر دے اور اگر چاہے، تو انہیں موجود رکھے۔ اور باری تعالےٰ کا شریک ہونا ممتنع الوجود ہے کیونکہ وہ ہرگز وجود میں نہیں آسکتا۔ وہ ہمیشہ کے لیے معدوم ہے اور منتفی، غیب پر ایمان لانے والے لوگ

ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بے کیفی پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ اللہ پاک کو چھٹوں اطراف سے پاک و منزّہ سمجھ کر اس کی بے کیفی پر مکمل یقین رکھیں۔ بے شک اللہ تعالےٰ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ والسلام۔

مکتوب : ۱۴۱

حقائق آگاہ میاں عبدالقادرؒ کے نام لکھا گیا۔

اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے، ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ نماز پنج گانہ کے اوقات کے بارے میں آں جناب نے جو سوال کیا تھا، موصول ہوا میرے مشفق اس فقیر کے نزدیک چونکہ فجر کی نماز کا وقت انتہائی غفلت کا ہوتا ہے، اس لیے بطور احسان اور کرم، اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر دو رکعت نماز فرض کی کیونکہ اس سے کم نماز کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اور ظہر کے وقت کو وسیع کیا کیا گیا ہے۔ اور یہ وقت طبیعت کی کشادگی کا ہے۔ اس لیے چار رکعت فرض کیے گئے۔ اور چونکہ عصر کے وقت میں بھی بہت فراخی اور کشادگی ہے اور طبیعت بھی خوش ہوتی ہے، اس لیے چار رکعت کا حکم دیا گیا، اور چونکہ مغرب کے وقت دن بھر کے کام کاج سے بے حد تھکن ہوئی ہوتی ہے۔ اس لیے بطور احسان ایک رکعت کی کمی کر دی گئی ہے اور چونکہ عشا کا وقت بھی کسل مندی کا وقت ہوتا ہے، لیکن چونکہ عشا کے وقت کے لیے کثرتِ کمال کے لحاظ سے ساری رات نماز عشا ادا کی جا سکتی ہے اس لیے اسے ظہر اور عصر سے مشابہت دی گئی اور اس میں چار رکعت کا حکم دیا گیا۔ یہ بطور احسان و کرم ہے۔ اور دن کی آخری نماز یعنی مغرب کی نماز کو حکمت بالغہ سے طاق کر دیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے کثرتِ وقت کے اعتبار سے

احسان وکرم سے رات کو سنّت کی تعلیم دے کر وتر کو بھی طاق ادا کرنے کا حکم دیا۔
اور اللہ ہی ٹھیک سمجھتا ہے۔

مکتوب : ۱۴۲ (الف) سوال

(سوال) فقیر صبحت اللہ دینؒ کی طرف سے لکھا گیا۔

حضرت موسےؑ نے ایک دفعہ راستے میں ایک گڈریے کو دیکھا کہ اللہ تعالےٰ سے اس طرح کلام کر رہا تھا کہ "اے میرے اللہ! اگر تو میرے پاس آئے، تو میں تجھے دودھ دُوہ کر پلاؤں، اور تیرے جوتے سیوں، اور اسی طرح اَور باتیں کر رہا تھا جو حق تعالےٰ کی شان میں کفر سے مشابہ تھیں۔

جناب والا، حضرت موسیٰؑ نے جو امر ونہی کے حکم کے پابند تھے، اس کو اس بات سے منع فرمایا اور کہا کہ ایسی باتیں اللہ تعالےٰ کی شان میں مناسب نہیں۔ جب وہاں سے چلے گئے، اور اللہ تعالےٰ سے ہم کلام ہوئے، تو حق تعالےٰ نے ان پر غصہ فرمایا کہ تو جوڑنے کے لیے آیا ہے نہ کہ توڑنے کے لیے۔

جناب من، حضرت موسیٰؑ نے اللہ کی مخلوق کو امر کی دعوت دی تھی۔ وہ عالم غیب نہیں تھے، کہ معتوب ہوئے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ کمالِ محبت سے یہ الفاظ کہہ رہا تھا، اور یہ اللہ تعالےٰ کا خاصّہ ہے کہ انہیں یہ کلمات پسند آئے۔ اس سے دعوت واحتساب کے کام میں تعطّل پیدا ہو جاتا ہے، جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے خواہ کوئی ہوا میں اُڑے، اور پانی اور آسمان میں چلے، لیکن اگر اس میں رتی بھر کوئی بات خلاف شرع پائی جائے، تو اسے جھوٹا اور مفتری سمجھنا چاہیئے۔ اس لیے حضرت موسیٰؑ نے اُسے ایسے کلمات کفر سے منع کیا تھا، نہ کہ حکم جواز سے، کہ وہ

اس طرح موردِ عتاب ہوئے، یقین ہے، کہ حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس کا کیا سبب ہے، اس کے بارے میں ارشاد کیا جائے۔ زیادہ آداب۔

مکتوب : ۱۴۲ (ب) جواب

(جواب) میاں اللہ دینؒ کے خط کے جواب میں، حضرت موسیٰؑ پر عتاب کی حقیقت میں تحریر کیا گیا۔

ہر عقل مند پر اس کی عقل کے مطابق توحید واجب ہے۔ اللہ تعالےٰ کی توحید کی حد تک عقل بمنزلۂ نبی ہے، لیکن اللہ تعالےٰ کے اوصاف اور معرفتِ مفصّل کی حد تک عقل کا قیاس کافی نہیں۔ آنحضرتؐ نے اللہ تعالےٰ کی صفات کے تفصیلی امور اور دوسرے واجب احکام کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ جب تک اس گڈریے کو صفات اور احکام کی تفصیلی دعوت نہیں پہنچی تھی، اس وقت تک وہ بے شک در شبہ اللہ تعالےٰ کی توحید پر قائم تھا۔ اس لیے وہ معذور تھا کیونکہ اس پر توحید کا غلبہ تھا، اور احکامِ حق اس پر لازم نہیں تھے۔ نیز اس کی بے ادبانہ باتوں پر بھی کوئی الزام وارد نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے یہ عتاب حضرت موسےٰؑ پر تھا، اور عتاب کے بھی دو درجے ہوتے ہیں ایک عتابِ لطیفہ اور دوسرا عتابِ قہر۔ یہ عتاب ایک طرح سے لطف آمیز عتاب تھا۔ جیسا کہ کسی نادان بچے کو جب کوئی شخص کھیل سے منع کرتا ہے، تو بچے کا باپ اس شخص کو کہتا ہے، کہ نرمی سے کہو، کیونکہ اس بچے کا کھیل نادانی کی وجہ سے ہے، اس لیے معذور ہے۔ نظام پر رکھنی چاہیے۔

جب حضرت موسیٰؑ نے اس گڈریے کو ڈھونڈا، تو اُسے نزع کرنے والا پایا۔ حضرت موسیٰؑ کے وعظ سے اس کا کام مکمل ہو گیا اور اُسے مفصّل علم حاصل ہو گیا۔ پس اس

بات کو سمجھ لیجئے۔

مکتوب: ۱۴۳

(سوال)

قبلۂ من۔ خدا میرا ایمان سلامت رکھے۔ یہ بندۂ گنہ گار، کمال کے نقصان کے اندیشے سے دوبارہ عرض گزار ہے کہ اعلیٰ نصیحت وارشاد معرفت کے حصول کا سبب بنا۔ اور حقیقت تک پہنچنا ادنےٰ ہوتا ہے، تو پھر اعلیٰ کے ہوتے ہوئے عتاب کیا تھا، اگرچہ وہ عتاب لطف آمیز ہی تھا، پہلی بات تو قابلِ انعام اور قابلِ ترقی تھی۔ نہ کہ لائقِ عتاب۔ عتاب کو عتاب ہی کہتے ہیں۔ نہ کہ انعام۔

(زیادہ آداب)

(جواب)

میاں اللہ دینؒ کے نام اس کے خط کے جواب میں

چونکہ معجزے کا اظہار، احکامِ شریعت کی قبولیت کے لئے لازمی ہے۔ اور ادھر صورت یہ تھی کہ اس معجزہ کا اظہار، جو احکام قبول کرنے کا سبب ہوتا ہے، گڈریے پر ابھی تک نہیں ہوا تھا اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ وہ گڈریا اس حالت کی وجہ سے جو اس پر طاری تھی، مضطرب ہو جائیگا اور حضرت موسیٰؑ کی طرف سے بدگمان ہو کر بے اعتقاد ہو جاتے گا۔ اور اظہارِ معجزہ کے بغیر انکار کردے گا، لہذا عتاب ہوا کہ پہلے اس گڈریے کو معجزہ دکھاؤ اور اس کے بعد تعلیم دو، تاکہ حضرت موسیٰؑ کے معجزے کو دیکھنے کے بعد اس کے دل میں بات اتر جائے۔

دوسری بات یہ کہ عتاب گڈریے کے لیے تحقیقِ ہدایت کا باعث ہوا ہے حضرت موسیٰؑ اس عتاب کے سبب اس کی تلاش میں گئے اور گڈریے کی حقیقت اور اس کے

ہدایت یافتہ ہونے پر مطلع ہوئے ، اور جس شخص کو اس کی باتوں کی وجہ سے حالتِ الحاد میں چھوڑا تھا ، اس کی حالتِ اسلام سے باخبر ہو گئے ۔

مکتوب ۱۴۴:

خانصاحب میر نعمت خاںؒ کے نام لکھا گیا۔

اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ آپ کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا خط موصول ہوا اور اس کے مطالعہ نے خوشی بخشی ۔ خط میں یہ لکھا ہوا تھا۔ کہ میں مسمّٰی کی یاد میں مشغول رہتا ہوں میرے مشفق، بے کیفی کی حقیقت سمجھ لینی چاہیے ۔ شروع شروع میں بے کیفی ایک صورت میں ذکر کرنے والے کے پیشِ نظر رہتی ہے ۔ ذکر کرنے والے کو چاہیے کہ دل میں جو صورت بنے ، اُسے سینے کے اندر سے دُور کرے ، اور اس بات کی کوشش کرے کہ دل خیالات سے خالی ہو جائے ، سوائے حقِ حقیقی کے جو تصور سے پاک و منزّہ ہے ۔ اور حقیقی بے کیفی پر ایمان کے سوا آں جنابؐ کے دل میں اور کچھ نہ رہے ، اور حقیقی بے کیفی کے سمندر کے علم میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ قوتِ تخیّل میں خلا خیال سے میّسر آتا ہے ۔ اگرچہ یہ ایمان مدّتوں کے بعد نصیب ہوتا ہے ، کیونکہ یہ صرف اللہ کا فضل ہے ۔ اور بندہ اس کوشش کا مظہر ہوتا ہے ۔ مزید براں آپ نے جو دوسرے خط میں تحریر فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی جماعت کو فتح نصیب ہوئی ، تو اللہ کا شکر ادا کریں ، کہ حق تعالےٰ نے کافروں کی جماعت کو مغلوب کر دیا ۔ اللہ تعالےٰ ہر معاملے میں آپ کا حامی و ناصر ہو

مکتوب: ۱۴۵

میاں رستم خاںؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

مشفقِ مہربان خاں صاحب میاں رستم خاںؒ کی خدمت میں سلام فقیرانہ عرض ہو۔ آپ کے شفقت نامہ سے اس واردات کا پتہ چلا، جو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے آپ پر ظاہر کی۔ اس کے مطالعہ سے دلی خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ کا شکر و احسان ہے کہ پیر دستگیرؒ کے طفیل ان کی وفات کے مدت مدید کے بعد آں حضرت آپ پر ظاہر ہوئے۔ خدا کا شکر بجا لانا چاہیے، کہ اس نُور کے نہ دیکھ سکنے کی وجہ سے جو نُورِ بے کیف کا آغاز ہے، اس نے آپ کو بینائی بخشی ہے۔ لیکن آپ کو آگاہ رہنا چاہیے اور سمجھ لینا چاہیئے کہ جو نُور گھر میں اور زیرِ آسماں ظاہر ہوتا ہے، کوئی نہ کوئی کیفیت رکھتا ہے۔ خواہ سالک اُسے بے کیف ہی کیوں نہ جانے، کیونکہ زمان و مکان میں جو کچھ ہے، با کیف ہے، بے کیف نہیں۔ تاہم مجہُول الکیف ہے۔ سالک مجہُول الکیفی کی وجہ سے کیف کے معلُوم نہ ہونے کی وجہ سے اسے بے کیف جانتا ہے۔ سالک کو چاہیے کہ شرعی عقیدے کے مطابق اسے پرکھے اور جان لے کہ جو کچھ زماں و مکاں میں سما سکتا ہے، وہ ایک نُور ہے، جو مخلُوق ہے، جسے سالک کی تسلی کے لیے دنیا میں ابتدائے رؤیت کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ اور یہ ابتدا جس پر بے شمار حجابات پڑے ہیں، نُورِ محمدیؐ ہے اور وہ مجہُول الکیف ہے، اور سالک غلطی سے اُسے نُورِ حق سمجھتا ہے۔ یہ عقیدہ شریعت کو یاد نہ رکھنے کی وجہ سے ہے۔ اور وہ غلطی کھا کر اسے رؤیت حق سمجھ لیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی رؤیت دنیا میں صرف آنحضرتؐ کا حصہ ہے۔ جو انہیں ایک بار معراج شریف میں ملا۔ اور دُوسرے انبیا کو بھی خصوصیت

حاصل ہے اور وہ بھی صرف ایک ایک بار۔ چنانچہ اس نور کو اول، نورِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، یا بدرجۂ ثانی ان کے نور کا ظہور یا بدرجۂ ثالث نورِ حق کی ابتدا سمجھنا چاہیے۔ اور رؤیت حق کی امید آخرت میں رکھنی چاہیے۔ چنانچہ ایک عزیز نے عربی کے اشعار میں بیان کیا ہے ؎

(۱) جس شخص نے یہ کہا کہ اس نے حق تعالے کو اس دنیا میں اپنی آنکھ سے دیکھا،
وہ زندیق ہے۔ اس نے بغاوت کی اور سرکشی کی۔

(۲) اس نے اللہ کی کتابوں اور اس کے رسولوں کی مخالفت کی، وہ شریعت کے
رستے سے بھٹک گیا، اور دور سے دور تر ہو گیا۔

اور حاجی فیروز (قدس سرہ) کا قول اصولِ دین کے خلاف ہے، اگر اس نے رؤیتِ ذات سمجھی اور رؤیت بصری و ایمانی خیال کی، نہ کہ رؤیتِ بصری، تو ٹھیک ہے، اور نور کا یہ ظہور جو آپ پر ظاہر ہوا ہے، میاں فیروز کے قول سے الگ اور دوسرے مرتبہ پر ہے اسے رؤیت کی ابتدا سمجھا جانا چاہیے، اور اس نور کے پردے میں حق سبحانہ کو حقیقی بے کیفی سے دیکھنا چاہیے، اور مکان و زماں سے پاک و صاف سمجھنا چاہیے۔ ع بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است۔ (ترجمہ) میں بات کو اسی پر ختم کرتا ہوں، کہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

مکتوب : ۱۴۶

محمد یار ساکن بلزئی کے نام لکھا گیا۔

سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور سلام ہے برگزیدہ لوگوں پر۔ دوستِ صادق، صاحبِ اقبال، مجیب الدعوات جناب خانصاحب کے مکتوب کے ملنے سے فقیر اپنے حال پر متنبہ ہوا، اس نے اپنا حال اس التجا سے الگ نہ پایا کہ اے ہمارے اللہ میری اور میرے

بھائی کی التجا کو قبول فرما۔ اس خط کے مطالعہ سے چند سوالات کی وضاحت ہوئی۔ لکھا تھا کہ بعض عزیزوں نے کہا ہے کہ پہلے "گردش" ہے اور پھر "ورزش" اس کے کیا معنی ہیں؟

اے دوست، گردش کے معنی سلوک ہیں۔ اور ورزش کے معنی جذبہ کی وصولی ہیں۔ یہ معانی اس مذہب کے مطابق ہیں، جو سلوک کو جذبہ پر مقدم رکھتا ہے، دوسرے معنی یہ ہیں کہ گردش کے معنی ریاضت ہیں اور ورزش کے معنی اختیار، یعنی دل کا ذکر ریاضت کے بعد مرشد یا زبان کی طرف سے، اور یہ معانی اس شخص کے طریقے کے مطابق ہیں، جس کے نزدیک ریاضت، سلوک پر مقدم ہے۔ تیسرے معنی ہیں کہ گردش کا مطلب وہ جذبہ ہے، جو سلوک کے بلندی میں پایا جاتا ہے اور ورزش کے معنی ہیں، جذبہ کا سلوک پر غالب آنا اور امتزاج سلوک سے خالص ہو جانا، اور یہ معانی حضرات نقش بندیہ کے مطابق ہیں، جو جذبہ کو سلوک پر مقدم رکھتے ہیں، اور یہ اس طریقہ کی برکتِ کامل کی وجہ سے ہے۔ اور اس کی کئی نشانیاں ہیں، جن کے طولِ بیان کو میں نے مختصر کر دیا ہے۔ چوتھے یہ کہ گردش کے معنی ہیں وصل (جوڑنا) اور ورزش کے معنی ہیں فصل (توڑنا) اس معنی حضرت خواجہ نقش بند نے ایک طویل بیان فرمایا ہے، جس کا یہ کاغذ کا پرچہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ پانچویں معنی یہ ہیں کہ گردش بمعنی توبہ اور ورزش بمعنی انتخاب ہے۔ یہ معنی طریقہ نقش بندیہ میں طریقۂ احسنیہ انفصلیہ میں مشغول ہیں اور حضرت دستگیر آدمؒ سے مخصوص ہیں کیونکہ ان کے مخصوص طریقے میں آغاز توبہ سے ہوتا ہے، اور اس کی انتہا قبولیت پر ہوتی ہے۔ اس توبہ کو دوسری قسم کی توبہ نہیں سمجھنا چاہیئے دوسری طرف کی توبہ سایہ ہے، اور ان کی توبہ سایوں سے غلامی اور فراغت پانے کے بعد ہے۔ اور دونوں میں بہت، بڑا فرق ہے۔
ع۔ اور اسی پر بات ختم کرتا ہوں۔ کہ داناؤں کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔

آپ نے یہ جو لکھا ہے کہ سواری اور نشست کی حالت میں یاد کرنے اور یاد رکھنے کی نسبت پاتا ہوں، اور پھر آپ نے لکھا ہے کہ اگر حکم ہو تو نفی و اثبات اور تہ کرنی ہو بات

عجیب ہے جو لوگ ہر وقت خود بخود یادداشت رکھتے ہیں، ہمارے طریقے ہیں، جہر و نفی واثبات کے طریقے سے آگے گزر چکے ہیں۔ اور ترقی کر گئے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک ان دونوں نسبتوں نے غلبہ حاصل نہیں کیا، اس صورت میں نفی واثبات کی گئی ہو گی۔ اگر دل جہر کی طرف رغبت کرتا ہے، تو تنہائی کے وقت میں درمیانے طریقہ سے سُنت کے مطابق کیا جائے اور جب تک دلی نسبت غلبہ کرے، کر لیا جایا کرے۔ اور وہ جو ایک جُبّہ (یا ٹوپی) کے متعلق تحریر تھا، فقیر اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا۔ لہذا اسے چھوڑ دیا ہے۔ اور وہ جو ایک رسالہ کے متعلق لکھا تھا، تو مختصر یہ ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ "دُنیا کے اندر اس طرح رہو جس طرح کوئی مسافر پُل پر اور اپنے آپ کو اصحاب القبور میں شمار کرو" اس بات کا خیال رکھیں۔ تمام رسالہ مختصر ہے۔

اور وہ جو حاجیوں کے طریقے کے مطابق اپنے آپ کو "بدبخت" اور "رُو سیاہ" کہتے ہیں اور "نہ مومن ہوں نہ مسلمان" کہتے ہیں، تو ایسے الفاظ اہلِ ایمان کو زبان و قلم پر نہیں لانے چاہییں، خواہ ایمان عام سا ہو، انہیں چاہیے کہ خود کو مسلمان سمجھیں اور گناہ کی وجہ سے گنہگار سمجھیں، نہ کہ کافر، ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، کُفر اور شرک سے۔ اگر کسی عزیز نے ایسا کہا ہے تو شاید وہ مغلوب الحال ہو اور ایسی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ الغرض اگر سواری یا غیر سواری کی حالت میں نسبت میسّر ہو تو اسے غنیمت جانئے، اور دلی عجز و انکسار اس کے ساتھ رکھیں۔ کیونکہ عجز و تضرّع کے بغیر ذکر کو غفلت میں شمار کیا گیا ہے تاہم تضرّع اس قدر نہیں ہونا چاہیے کہ اپنے آپ کو بدبخت اور سیاہ سمجھیں، کیونکہ یہ نفاق اس کے حق میں کُفر ہو گا جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا "ان کے چہرے سیاہ ہوں گے"۔ زیادہ دعا۔

مکتوب : ۱۴۷

میاں اللہ دینؒ کے مکتوب کے جواب میں کہ بعض مقبروں پر بدعت ہوتی ہے، کی تحقیق کے بارے میں لکھا گیا۔

یہ کام کاج کسی کے اختیار میں نہیں، خود مقبروں ... کے صاحبان اس حالت پر غم ناک ہیں، اس کے دُور ہونے کی ہر چند دعا کرتے ہیں قبول نہیں ہوتی۔ مجبوراً معاملہ قضا کے سپرد کر کے غم ناک ہوتے ہیں، اس بارے میں دعا کے قبول ہونے میں بے بس ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حق تعالےٰ اگرچہ ہر ذرہ کے قریب ہے، اور بزرگ، اللہ تعالےٰ کی طرف سے اطلاع و الہام کی وجہ سے واقف ہوتے ہیں، پھر بھی قضائے الہٰی سے ایسے واقعات ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں مخدوم عالم بہاء الدینؒ کو غالب ... جاننا بے شبہ نادانی ہے۔ جب ایسے معاملات کو خلافِ شرع دیکھا جائے، تو انہیں قضا کے سپرد کر دینا چاہیے۔ یہ مصلحت کا موقعہ نہیں بلکہ دم مارنا قضا کا انکار کرنا ہے اور یہ محض کفر ہے مقبروں سے لذت حاصل کرنا اور ... ہے۔ یہ مرتبۂ ثانی اور مرتبۂ لطیفہ ہے اور یہ الامِ تہر کا مرتبہ ہے ؎ بہ بیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا۔ (دونوں راہوں میں دیکھئے کتنا بڑا فرق ہے)

مکتوب : ۱۴۸

اسمائے تسمیہ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کی تحقیق کے بارے میں سعادت شعار ہدایت اللہؒ کے نام لکھا گیا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ تسمیہ کی آیت میں جو تین ناموں یعنی اللہ، رحمٰن اور رحیم سے مرکب ہے، حق سبحانہٗ کے تین ہزار نام شامل ہیں جنہیں تمام انبیاءؑ اور فرشتوں کو اللہ نے اپنی تسبیح کے لیے فرمایا، تاکہ اس تسبیح کے ذریعے ہر صنف اپنی خصوصی تسبیح کے ذریعے

اللہ پاک کو یاد کرے۔ ایک ہزار نام جن کی تسبیح فرشتے کرتے ہیں اسم رحیم کے اندر ودیعت کیے گئے ہیں، اور ایک ہزار نام جن کی تمام انبیا تسبیح کرتے ہیں، اسم رحمٰن میں شامل ہیں تاہم ان انبیا میں چار انبیا یعنی حضرت عیسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت موسیٰؑ اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم شامل نہیں، اور ہزار نام جن کے ذریعے یہ چاروں نبی اللہ تعالےٰ کو یاد کرتے ہیں، "اللہ" کے نام میں مضمر ہیں، لیکن تفصیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو جن تین سو ناموں کی تعلیم انجیل میں دی گئی ہے، وہ لفظ اللہ کے حرف "ہ" کی پہلی چشم میں پوشیدہ ہیں، اور جن تین سو ناموں کی تعلیم حضرت داؤد کو زبور میں دی گئی ہے، وہ اللہ کے آخری حرف "ہ" کی دوسری چشم میں مضمر ہیں۔ اور وہ تین سو نام جن کی تعلیم حضرت موسیٰؑ کو توریت میں دی گئی، وہ اللہ کے دوسرے حرف "لام" میں پوشیدہ ہیں، اور ننانوے نام جن کی تعلیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں دی گئی، وہ اللہ کی پہلی لام میں ودیعت کیے گئے ہیں، باقی ماندہ ایک اسم اعظم جس کا ظہور "اللہ" کے پہلے حرف "الف" میں ہے، دوسرے تمام اسماء میں پھیلا ہوا ہے۔ پس جو کوئی تسمیہ کو حضوری دل سے پڑھے گا، وہ گویا تین ہزار اسمائے مبارکہ کو پڑھے گا، اور کل کے ثواب کا امیدوار ہوگا۔

مکتوب : ۱۴۹

میر جمال اللہ مفتی جالندھرؒ کے نام "نورالعین" کی روایات معلوم کرنے، اور بعض دوسرے مسائل کی تحقیق کے لیے لکھا گیا۔

پہلا مسئلہ :۔ اگر کسی نے "احسنت" (شاباش) اس نیت سے کہا کہ تو نے حسن الرسم قرآن مجید کے الفاظ کو درست طریقے سے ادا کیا، تو ٹھیک ہے، اور اگر نیت یہ کی

کر تو نے قرآن مجید کو "نیک" کر دیا، تو اس میں کفر کا اندیشہ ہے۔

دوسرا مسئلہ: غسل میں نیت شرط نہیں ہے جیسا کہ کتب حقیقت میں درج ہے، لیکن پانی پاک ہونا چاہیے۔ اگر پاک اور پلید کے معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی، تو شخص گنہ گار ہوگا تاہم اس کا سجدہ درست ہوگا، مگر مکروہ۔

تیسرا مسئلہ: صحیح بات یہ ہے کہ روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے جیسا کہ حق تعالےٰ نے روح قبض کرنے والے فرشتوں کی تعریف میں کہا ہے "والنّازعات غرقاً" (قسم ہے ان فرشتوں کی جو ڈوب کر (روح) نکالتے ہیں۔)

چوتھا مسئلہ: اگر نکاح کرنے والا، اور نکاح میں آنے والی ان رسوم سے جو کفار کا خاصہ ہیں، راضی نہیں، تو پھر نکاح درست ہے، اگر وہ راضی ہوں، تو پھر یہ دیکھنا چاہیے، کہ وہ رسم کفار کی خصوصیت ہے، اور ناکح و منکوحہ دونوں راضی ہیں، تو نکاح میں خرابی کا اندیشہ ہے۔ اور اگر وہ رسم کفار کی خصوصیت نہیں، تو اس رسم سے گنہ گار تو ہوگا، لیکن نکاح کے جائز ہونے کا احتمال ہے۔

پانچواں مسئلہ: اگر کوئی عورت یا مرد زبان سے کلمۂ کفر کہہ دے، اور اس کا علم نہ ہو، اگر علم ہوتا، تو زبان سے نہ کہتا۔ ایسی حالت میں بعض علماء کے نزدیک وہ معذور ہے، لیکن جب اطلاع ہو جائے، تو توبہ ضروری ہے۔ لیکن نکاح نہیں ٹوٹتا۔

چھٹا مسئلہ: شہادت کے بغیر نفس بخشنا نکاح کو فاسد کر دیتا ہے، اگرچہ بعض علماء نے اس کے جواز کو نقل کیا ہے تاہم جمہور علما کے نزدیک یہ بات درست نہیں۔

ساتواں مسئلہ: اگر کوئی شخص قرأت کے آداب دوسرے شخص سے بہتر ادا کرتا ہے، لیکن دوسرا اگرچہ آدابِ قرأت تو ٹھیک ادا نہیں کرتا، لیکن الفاظ کو صحیح طریقے سے ادا کرتا ہے، اور معنی میں ایسی تبدیلی نہیں ہوتی، جس سے نماز فاسد ہو جائے، تو نماز اعلیٰ ہے اس لئے ایسی نمازیں کوئی خوف نہیں اور اگر حروف میں غلطی کرتا ہے، لیکن

معنی میں ایسی تبدیلی نہیں ہوتا، کہ نماز فاسد ہو جائے تو اس کے اقتدا کا ترک کرنا بہتر ہے۔ پس ایسا شخص ادنیٰ ہے اور اس کی امامت ترک کرنی چاہیے۔

مکتوب : ۱۵۰

میاں محمد افضلؒ کے نام بعض سوالات کے جوابات رقعۂ حدیث طلب کرنے پر تحریر کیا گیا۔

عام حالات میں تصرّف کرنا، اور خرقِ عادت واقعات پیش کرنا مثلاً مُردے کو زندہ کرنا، علمائے باطنی کا حصّہ ہے، جو ظاہری اور باطنی علوم کے امین ہیں۔ اور وہ ایسے نہیں کہ ظاہری علوم سے جاہل ہو کر خرقِ عادات، واقعات پیش کریں، اور سنت، کی پوری طرح حفاظت نہ کریں، کیونکہ یہ مرتبہ استدراج کا ہے۔ اور ایسی بات، کہ بنی اسرائیل کے انبیاؑ سے تشبیہ دینا غلط ہے۔

"نوم العالم عبادۃ" (عالم کی نیند عبادت ہے) کی حدیث علمائے ظاہر و باطن کے حق میں ہے، کیونکہ علماء کا دینی کتب کا مطالعہ کرتے رہنے کے بعد سو جانا بھی ان کی عبادت ہے، اور علمائے باطن اس حدیث، کی پیروی میں کہ "میری آنکھیں تو سوتی ہیں، لیکن میرا دل نہیں سوتا" بظاہر وہ سوتے ہیں۔ لیکن باطن میں اُن کا دل جاگتا ہے۔ اگرچہ دونوں مقبول ہوتے ہیں۔ لیکن اُن میں اور ان میں بہت فرق ہے اور یہ بات، کسی ذہین و فطین شخص پر پوشیدہ نہیں۔

اور حدیث میں عالم کے علم کی توہین سے منع کیا گیا ہے نہ کہ عالم کے بدعتی عمل کی توہین سے اور ایمانِ شہودی، ایمان ترغیبی پر اضافہ ہے ایمانِ ترغیبی واجب ہے، اور اگر ایمان شہودی بھی ہو، تو سبحان اللہ، کیا کہنے، لیکن ایمانِ شہودی واجب نہیں، لیکن ایمانِ ترغیبی کے بعد اس کے حصول کے لیئے تگ و دو کرنا درجات رکھتا ہے۔

قدریہ اور جبریہ کے درمیان اختیار کے معنی یہ ہیں، کہ بندہ اللہ سبحانہٗ کے سامنے بے اختیار ہے، لیکن اپنے ابنائے جنس اور وحوش و طیور کے مقابلے میں مختار ہے۔ یہاں اختیار کے معنی ابنائے جنس میں تمیز کامل کے ہیں۔

(سوال) یہ اختیار یعنی تمیز کامل چونکہ تقدیر میں کمی اور زیادتی نہیں کر سکتی، تو پھر حکم دینے اور منع کرنے کے کیا معنی ہیں؟

(جواب) حق تعالےٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے اس کمزور مختار کو امر و نہی کا مظہر دو وجہ سے بنایا ہے کہ وہ صاحب تمیز اور صاحب بے تمیزی بھی ہے اور آیت کریمہ "ذات باری سے نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتا ہے، بلکہ لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا" کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور اس سے بڑھ کر سوال کرنا بے عقلی کی بات ہے۔

اور کنویں اور اوند کے بارے میں سمجھنا چاہیے کہ اصل میں اوند پاک، پانی پاک، اور اس کی پاکیزگی تحقیق شدہ ہے۔ جب تک اس کی پلیدی کا یقین نہ ہو جائے، اسے پلید کہنا بدگمانی ہے، اور کسی شے کے حق میں جو حقیقت میں پاک ہو، ایسی بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "اے ایمان والو، بہت زیادہ ظن کرنے سے پرہیز کرو"۔ اس لیے پورے یقین کے بغیر پلید کہنا منع ہے۔ گویا مسلمانوں کو اس طرح بدگمانی میں ڈالنا پسندیدہ نہیں اور ہم اس بات سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

مکتوب : ۱۵۱

سعادت شعار، ہدایت اللہ خادمؒ کے نام "کہ نماز اشراق کس طرح پڑھی جائے" تحریر کیا گیا

اشراق کی نماز میں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ آیت الکرسی پڑھیں، اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ قل پڑھیں۔ نماز استخارہ میں پہلی رکعت میں الم ترکیف، اور دوسری رکعت میں "لایلاف" تیسری رکعت میں "والضحیٰ" اور چوتھی رکعت میں "الم نشرح"۔ چاروں رکعتیں ایک نیت کے ساتھ ادا کریں۔ اور مغرب کی نماز میں فرض اور سنت کے بعد نفل اوابین پڑھیں۔ کم از کم دو رکعت، اور اکثر چھ رکعت، اور ہر رکعت میں تین بار سورۂ اخلاص پڑھیں، اور دو دو رکعت کی نیت کریں، اور تہجد کی نماز آدھی رات کے بعد اور صبحِ صادق سے پہلے خدا جتنی توفیق دے، پڑھے، اور دو دو رکعت کی نیت کریں۔ کم سے کم چار رکعت، ورنہ بارہ رکعت، اگر سورہ یٰسین یاد ہو۔ تو اس کو پڑھیں۔ اور اگر یاد نہ ہو تو ہر رکعت میں سورہ اخلاص تین بار پڑھیں۔ اس کے بعد اگر توفیق ہو، تو صبح صادق تک مراقبہ کریں، اور جب نمازِ فجر ادا کرلیں تو دعا کے بعد ذکر، تسبیح و مراقبہ میں سورج کے نکلنے تک مشغول رہیں۔ والدعا۔

مکتوب : ۱۵۲

آیت "بیدہٖ ملکوت السمٰوات" کے معنی اور حضرت مولوی" کے ایک شعر کی تحقیق کے بارے میں لکھا گیا۔

(سوال) - ایک عزیز نے سوال کیا ہے کہ آیت وہ (فرشتے) زمین و آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے، جب تک انہیں دوسری مرتبہ زندگی نہیں دی جاتی۔ اور حضرت مولانائے روم" نے بھی مثنوی شریف میں فرمایا ہے ؎

یک صد و ہفتاد قالب دیدہ ام   ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام

(ترجمہ) میں نے ایک سو ستر جسم دیکھے ہیں۔ اور سبزہ کی طرح کئی بار اُگا ہوں۔

ان دونوں باتوں سے تناسخ کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے، اور حقیقت یہ ہے، کہ تناسخ کا عقیدہ کفر ہے۔ ان کے معنی، جو شرع کے مطابق ہو بیان فرمایئے اور بیان فرما کر اجر لیجئے۔

جواب: متشابہ عبارات میں، کہنے والے کے مقصد پر نظر رکھنی چاہیے، اور پھر بات سمجھنی چاہیے۔ چنانچہ حدیث کی عبارت اور آئمّت انتساب میں لفظ قدم اور رجل (پاؤں) اللہ تعالےٰ کے بارے میں استعمال ہوئے ہیں، حالانکہ حق تعالےٰ جسم و جوہر سے پاک ہے۔ اور یہی الفاظ اللہ تعالےٰ کی ذات کے جسم پر وارد ہوتے ہیں، جب میں کسی بات کو مجسّم کرتا ہوں، تو کہتا ہوں کہ "ان الفاظ کو جسم دے کر اس طرح حق تعالےٰ پر اطلاق کرنا جائز ہے" تو یہ سراسر کفر ہے۔ اور جب اس آیت و حدیث کے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں، معنی بیان کرتا ہوں، تو اُسے یا تو تسلیم کرتا ہوں، یا اس کی تاویل کرتا ہوں اور چونکہ اللہ تعالےٰ جسم و جوہر سے پاک ہے، اس لیے اس کے ایسے معنی کہ جن سے جسمیّت ظاہر ہوتی ہے، کفر سمجھتا ہوں۔ اسی طرح مذکورہ بالا اقوال جو بزرگانِ دین اور صاحبانِ اسلام نے کہے ہیں، الحاد اور بدعت میں سے ہیں۔ اور ملحد کا قول تناسخ کی حقیقت کو ثابت کرتا ہے، اللہ پاک انہیں ذلیل و خوار کرے۔ اکابرِ دین کی بات کو شریعت کے عقاید کے مطابق تسلیم و تاویل کرنا چاہیے، تاکہ اس سے جسمیّت کی بُو نہ آئے۔

سوال: خاموشی سے تسلیم کرنا اس بزرگ کی مراد کے مطابق مان لینا ہے۔ اگر اس کی تاویل کریں، تو بیان فرمایئے، کس طرح کریں؟

جواب: جب یہ معلوم ہو گیا کہ اس لفظ کے لغوی معنی تناسخ کو ثابت کرتے ہیں، اور یہ بات شرعاً منع ہے، تو ظاہری معنی کو ترک کر دینا چاہیے، اور سمجھنا چاہیے کہ سلوک کے راستے میں ایک حال سے دوسرے حال میں اور ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ پہلی حالت یا مرتبہ میں سالک فنا ہو جاتا ہے اور دوسرے

مرتبے میں وہ باقی رہتا ہے۔ اس دوسرے مرتبہ میں بھی کچھ دیر قیام کرتا ہے اور اگلے مرتبہ میں قیام کرتا ہے۔ اور پھر وہاں سے بھی ترقی کر جاتا ہے اور پھر فنا ہو جاتا ہے، اور اگلے مرتبے پر باقی رہتا ہے۔ اور اس کا معاملہ کسی اور طرح سے تحقیق پاتا ہے۔ اس مقام میں بھی کچھ دیر سکونت کرتا ہے، فوائد حاصل کر کے پھر ترقی کر کے آگے بڑھ جاتا ہے اور یہ حالت سالک کی استعداد کے مطابق ہوتی ہے بعض سالک جن میں استعداد کامل ہوتی ہے ایک ہی جست میں مقامِ فنا حاصل کر کے اس وصل سے بہرہ یاب ہو جاتے ہیں، جسے کوئی فنا نہیں، اور وہ ہمیشہ کے لیے وصلِ حقیقی سے لطف اندوز ہو جاتے ہیں۔ اور بعض سالک قوتِ استعداد میں کمی کے باعث ایک مرتبے سے دوسرے مرتبے میں ترقی کرتے ہیں، اور اس عرصے میں استعداد پیدا کرتے ہوئے مرتبہ بمرتبہ فنا اور بقا کے درجات حاصل کرتے ہیں۔ اس استعداد کے مالک بعض مبتدی ہوتے ہیں اور بعض اوسط درجے کے۔ کہ ان کے سامنے ابھی کام باقی ہوتا ہے۔ اس کام کے دوران فنا و بقا کے مرحلوں میں محظوظ و مسرور ہوتے ہیں۔ جب آپ نے یہ تفصیل سمجھ لی تو جان لینا چاہیے کہ بزرگوں کے نزدیک یہ سالک کے اوصاف کی تبدیلی ہے، ایک مرتبے سے دوسرے مرتبے تک۔ اگرچہ وہ شخص ایک ہی ہوتا ہے، جو فنا و بقا کے مراحل طے کرتا جاتا ہے۔ یہی بات درست ہے۔ اور ملحد و بدعتی کا یہ خیال کہ ایک جسم دوسرے جسم میں واقع ہوتا ہے غلط ہے اور یہ کفر ہے۔

مکتوب: ۱۵۳

ایک عزیز کے نام، صاحبِ استدراج کفار کی صحبت سے منع کرنے کے لیے لکھا گیا۔

آپ کے عقیدت سے معمور مکتوب نے دل کو خوشی پہنچائی، اور اس میں لکھی ہوئی حقیقت کی وضاحت ہوئی۔ اے عزیز آپ کا فقرا کی طرف رجوع کرنا صرف فائدہ اٹھانے کے لیے ہے۔ اس لیے ایسی چیز جس کی خرابی ونقصان سے آپ ناواقف ہوں، کے بارے میں میرا فرض ہے کہ آپ کو آگاہ کردوں مخلص وہ ہوتا ہے جو راہ کے نیک وبد سے واقف کرے۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است　　　　اگر خاموش بنشینم، گناہ است

(ترجمہ) اگر میں دیکھوں کہ ایک اندھا ہے اور اس کے آگے کنواں ہے، تو ایسی حالت میں اگر میں خاموش بیٹھا رہوں، تو گناہ ہے۔

مجھے قسم ہے رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی، کہ جس دن میں نے سنا کہ شیخ صاحب دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک منکر کے پاس اعتقاد اور اس کے کشف کی وجہ سے جاتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں، کہ محض بیٹھنے سے جو کچھ ہمارا مطلب ہے، وہ اس منکر دین کی صحبت سے حاصل ہو جاتا ہے، اس دن سے مجھے یہ خوف لاحق ہو گیا ہے کہ مبادا اس معتقد دین کے دین وایمان میں اس منکر دین کی صحبت سے خلل پیدا ہو۔ اور آخرت کی خرابی کا باعث ہو اور میں چاہتا تھا کہ اس بات سے آگاہ کردوں، لہٰذا میں نے اس موقع پر اس صحبت کے نقصان سے آگاہ کیا۔

عزیز من۔ کافر کی کرامت (استدراج) پر اعتقاد نہیں رکھنا چاہیئے۔ ابلیس لعین بھی جو قطعی طور پر مردود ہے، ایسا استدراج رکھتا ہے جس طرح آدمی کی رگوں میں ہوا گشت کرتی ہے، وہ ایک لحظہ میں زمین کی پاتال سے آسمان کی ثریا تک سیر کرتا ہے، اور کافر دجال حضرت امام مہدیؑ کے زمانے میں ظاہر ہوگا، اور مختلف خرق عادت واقعات سے مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کرے گا، اور لوگ بے دین ہو جائیں گے حتیٰ کہ حضرت امام مہدیؑ کو اس کے مقابلے میں جنگ لڑنی پڑے گی حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے، تو وہ کافر ان کی قہر آمیز نظر سے پگھل جائے گا اور چالیس سال تک تمام دنیا سے ہر قسم کی تاریکی

چھٹ جائے گی۔ اور اس قسم کے شعبدوں کے باوجود کافر قہر الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔ اس وقت کے کفار بھی ابلیس کے شعبدے کا اثر رکھتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ دینِ محمدیؐ کے انکار کی تاریکی ان میں ظاہر ہے۔ ان پر کیوں کچھ اعتبار کیا جائے؟ سوائے ان ناقص لوگوں کے، جو دین اور کفر میں فرق نہیں جانتے اور اولیا کی کرامت اور کافروں کے استدراج کو برابر سمجھتے ہیں، کوئی اور کیوں کرے؟ اس قسم کا کلمہ گو بھی کافر ہے۔ چونکہ میں آپ کو دین کے عقائد سے آراستہ دیکھتا ہوں، اس لیے محض اس خاطر کہ دین میں اخلاص رکھنے والا غلطی میں مبتلا نہ ہو، میں نے آگاہ کر دیا ہے۔ یہ نہ سمجھئے کہ اس نصیحت میں کوئی اور مطلب پوشیدہ ہے۔ ہم اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ میں نے تو صرف عقائدِ دین سے واقف کیا ہے۔ کیا آپ نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا کہ حق تعالیٰ نے کفار کی دوستی سے منع کیا ہے۔ "اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمن کو دوست مت بناؤ"۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو اپنا دشمن کہا ہے، اس لیے خدا کے دشمن کے ساتھ دوستی، خدا کے ساتھ دشمنی ہے، اور خدا کے ساتھ دشمنی صاف صاف کفر ہے۔ چنانچہ کافر کی دوستی کفر تک لے جاتی ہے۔

ہاں اگر کافر سے ملاقات اس غرض سے ہو کہ اُسے نصیحت کے ذریعے کفر سے ایمان کی طرف لایا جائے، تو ایسی ملاقات منع نہیں۔ لیکن کافر کو خدا دوست سمجھنا صریح کفر ہے۔ فقیر کو آپ سے دل و جان سے اخلاص ہے، اسی لیے از خود آپ کو آگاہ کرتا ہوں۔ کسی اور قسم کا خیال دل میں نہ لائیں۔ فقیر کو اپنا خیر خواہ سمجھیں، اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔

مکتوب: ۱۵۴

میاں یار علیؒ کے نام "عارف کامل و واصل" کی تحقیق کے بارے میں تحریر کیا گیا۔

پاک ہے وہ ذات جو پوشیدگی میں ظاہر ہوئی اور ظاہر میں پوشیدہ ہوئی معلوم ہونا چاہیے کہ ذاتِ جامع کمالات کی حقیقت کا عالم نچلے مراتب یا دنیاوی مراتب سے گزر کر حقائق اشیاء کے مرتبہ تک جو محض غیب الغیب اور مراتب مخفیہ ہیں، پہنچ کر ذاتِ جامع کو خواہ وہ غیب در غیب کے مرتبے ہوں اور خواہ بے حجاب ظاہر کے مراتب ہوں، پا لیتا ہے۔ اور دونوں مرتبوں کو ذاتِ جامع کی حقیقت کا ظہور سمجھتا ہے اس طرح یہ عالم کامل سایہ سے نکل کر حقیقتِ ذات کی اصل تک پہنچ کر ظلیت کا کوئی اثر نہیں رکھتا۔ اور تمام سایوں کو حقیقتِ ذات میں موجود اور قائم پاتا ہے۔ اس وقت یہ عالم کامل بے حجابی کے حجاب اور سایوں سے گزر کر حقیقتِ ذات کا عالم ہو جاتا ہے۔ اور یہ سیر کے اطلاق کو جو ایک مقام سے دوسرے مقام تک ہوتی ہے، اس کے حضور میں مناسب نہیں سمجھتا، اور سوائے ظہور کے اطلاق کے جو انتقالِ سیر کی وجہ سے ہوتا ہے، زبان پر یا دل میں نہیں لاتا پس پاک ہے وہ جس نے ان کے بطون سے ظاہر کیا، اور سایوں کے مراتب کا "عارف واصل" ظلیت کی قید میں ہوتا ہے اور ترقی کا طالب۔

چونکہ وہ حقیقتِ ذات تک نہیں پہنچا ہوتا، اس لیے اس کی ترقی کا معاملہ اسما وصفات سے متعلق ہوتا ہے۔ وہ ایک اسم کے سایہ سے دوسرے اسم کے سایہ تک اور ایک صفت سے دوسری صفت تک ترقی کرتا ہے۔ چنانچہ اس عارف کے حق میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ اطلاقِ سیر اور ایک سایہ سے دوسرے سایہ تک منتقل ہوتا ہے۔ پس پاک ہے وہ جس نے اپنے ظہور کے اندر چھپایا۔ یہ باواسطہ شدہ ہے، کیونکہ اس پر حجاب ظاہر اور حقیقت سایہ کے لباس میں پوشیدہ ہے۔ اب بات کو کہاں تک طول دوں کہ حقیقتِ ذات کی کوئی انتہا نہیں، اب مسائل کے جواب کی طرف توجہ کرتا ہوں، اور بات کو مختصر کرتا ہوں۔

مسائل کو سمجھنا چاہیے کہ عالم کامل کو جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، سمجھ دینا اسے

بلندی سے پستی کی طرف لانا ہے اور حقیقتِ ذات کے مرتبے سے، اسم وصفت کی سیر کے مرتبے پر لانا ہے۔ البتہ اگر عارفِ واصل کو ظلال کے واسطے سے اسم کی سیر کرنے والا کہا جائے، تو اس کی گنجائش ہے۔ کیونکہ اسے اسم کے سایہ سے کسی اور سایہ تک ترقی لازمی ہے۔ چنانچہ محققِ اوّل کو عالمِ کامل کا نام دیا جائے گا، کیونکہ وہ حقیقت تک پہنچ کر ضروری علم کی حقیقت کا مظہر ہو گیا اور عرفان میں سے کچھ باقی نہ رہا۔ محققِ ثانی کو عارف کا نام دیا گیا ہے کیونکہ وہ سایوں سے گزر کر علم کی حقیقت سے واقف نہ ہوا۔ اگرچہ اس نے معرفتِ ظلی پیدا کر لی۔ تاہم اس بات کا امیدوار ہے، کہ حق تعالےٰ کی ہدایت اس کی رہبری کرکے اور تمام سایوں سے خالی کرکے حقیقت تک پہنچا دے گی، اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا۔ یہ اس کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا اور عظیم ہے۔

برادرِ مشفق، یار علی کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ وہ بھی اس عریضہ کا مطالعہ فرمائیں۔ شاید وہ بھی محظوظ ہوں۔

مکتوب : ۱۵۵

نواب عبدالصمد خاں کے نام بحر رخصت ہوتے ہوئے علم کی تاکید میں لکھا گیا۔

فقیر عبدالغنی، نواب صاحب کی خدمتِ عالی میں سلام کے بعد عرض کرتا ہے۔ فقیر آپ سے رخصت ہو کر خانصاحب جانی خاں کی رفاقت میں منزل پر پہنچا، تو ایک بڑی جماعت آدابِ خدمت بجا لائی۔ خدائے تعالےٰ اس سے زیادہ توفیق بخشے۔ آنجناب سے توقع ہے کہ آخری باطنی نسبت کو حتی الوسع پرورش دیں، تاکہ اللہ تعالےٰ کے شہود و حضور کا ظہور ہو اور فنا و بقا کے لیے وہ صورتِ متخیلہ جس کی مثال میں نے رخصت ہوتے وقت آپ کو دی تھی، نظر میں لا کر یقین جانیں کہ سر بندے

کے لیے یہ نمونہ ہی ذاتی و صفاتی فنا ہے اور بقا اللہ تعالےٰ کے فیض سے اسی طرح جیسا کر دیکھا ، پیدا ہوتی ہے ۔ پھر ایک لیاقت بن جاتی ہے اور اللہ جل شانہٗ کے آداب ، جیسا کر دیکھا ، پیدا ہوتے ہیں اور پھر راسخ ہو جاتے ہیں اور ایسے آداب جو ایک بندۂ فانی کے لائق ہیں ، ظاہر ہوتے ہیں ، عوام کی توحید کہنے کی ہے ، نہ کہ دیکھنے کی ۔ عوام کثرت کی دید کرتے ہیں اور وحدت کہتے ہیں ۔ اور خواص کثرت کہتے ہیں اور وحدت کو دیکھتے ہیں ۔
زیادہ دعا ۔ اور دونوں جہانوں کی برکتیں چند کلمات سے یاد کر لیا کریں ۔

مکتوب : ۱۵۶

میاں صوفی بلندؒ ساکن جلال آباد کے نام لکھا گیا ۔

ہم اللہ تعالےٰ ہی سے مدد مانگتے ہیں ۔ بزرگ صوفیا کی اصطلاح میں وحدتِ وجُودی ، کثرت میں وحدت ہے ۔ اور اس طریقہ کے اکابرین کے نزدیک وحدتِ وجُودی کثرت میں ہے صوفیا کی وحدتِ وجودی کثرت سے ہٹ کر بلکہ کثرت میں نظر ڈال کر وحدتِ وجُودی سے ہٹ کر ہے ۔ اور اس طریقہ کے اکابر کی وحدتِ وجودی ، کثرت کی نظر کے ساتھ ان کی وحدتِ وجُودی کے مخالف نہیں ، صوفیا کثرت کے محجوب ہوتے ہیں ۔ اور یہ اکابر حقائق کی حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں ۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے ۔

عزیزِ من ۔ وحدتِ وجودی کے قائل صوفیا کا شہود کے غلبہ کی وجہ سے کثرت میں ، اور شہود کے غلبہ کا کثرتِ شہود کو دیکھنے میں مانع ہونے کا مطلب کیا ہے ؟ یعنی شہود اور غیب دو دوسرے مرتبے ہیں ۔ جب صاحبِ شہود کی نظر دوسرے مرتبے پر ہوتی ہے ، تو غیب کے مرتبے سے محجوب ہو جاتا ہے ۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے ۔ اور ان کی اصطلاح میں صفاتِ واجبی کے کمالات ، جنہیں حقائقِ اشیا کہتے ہیں ، تقدیر اور ارادہ

کے مرتبۂ نبوت میں محض عدم میں ہوتے ہیں۔ اور دنیا کے اندر مرتبۂ غیب میں یقیناً وجودِ غیبی کے سوا کچھ نہیں اور وجودِ غیبی ثابت و متحقق ہو کر قیدِ امکانی کے ظہور کا تقاضا کرتا ہے اور عدمیت سے پاک ہوتا ہے۔ اور چونکہ صوفیا کا مرتبۂ شہود پر پہنچ جانا ایک تحقیق شدہ بات ہے، اور وہ کمالات جو ان کے نزدیک شہود کی علمی صورتیں اور اعیانِ ثابتہ ہیں، کمالاتِ غیبی کا شہود مرتبۂ شہود میں کہ اُسے نورِ محمدیؐ کی وجہ سے شہودِ اوّل کہتے ہیں۔ دنیا کے اندر مقید ہے اور مرتبۂ امکانی کے ظہور کا مقتضی ہے، جو اس کے تحت ہے۔ اس لیے صوفیا کا یہ مرتبۂ شہودی، علمی صورتوں کے نام سے موسوم ہے، کیونکہ دنیا اس مرتبۂ غیبی کا نام نہیں، بلکہ وہ دنیائے شہودی ہے۔ اور اس طریقہ کے اکابر جب شہودِ غیب کے غلبہ سے باہر آتے ہیں، تو وہ غیب کو دیکھتے ہیں اور وہ غیب اور کثرت کو دیکھنے پر قادر ہوتے ہیں۔ اور شہود سے مجبور صوفیائے بزرگ اشیاء کو مظہرِ حق جانتے ہیں اور مُظہَر کو عینِ مُظہِر (ظاہر کرنے والا) سمجھتے ہیں، کیونکہ وہ صاحبِ شہود ہیں، اور چونکہ مرتبۂ شہود، اگرچہ ان کے ماتحت نہایت ہی لطیف ہے، لیکن حقیقت میں ایک کیفیتِ مجہول میں مقید ہے۔ لاچار اپنے مراتب کے اعتبار سے عینیت رکھتا ہے۔ چنانچہ صوفیاء کا اس مقام پر عینیت کا اطلاق کرنا ثابت شدہ امر ہے۔ ایک لحاظ سے صادق مگر وصول میں ناقص، جو ترقی کا مقتضی ہے۔ اور اس طریقے کے اکابر اشیا کو بھی نورِ محمدیؐ کے طفیل مظہرِ حق سمجھتے ہیں، لیکن اشیا کو عینِ حق سمجھتے ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک عذاب غیر پر ہے اور صوفیا کے نزدیک چونکہ وہ عینیت کے قائل ہیں لہٰذا سمجھ لیجیے کہ عذاب کس پر آیا ـــ اور اللہ ان باتوں سے بہت بلند ہے۔

اور ولایتِ خاصہ میں علمِ حضوری ظلی ہے، اور علمِ حصولی سے معتبر ہے۔ کیونکہ علمِ حضوری میں خیال، شہودِ اوّل کے علم کا مظہر ہوتا ہے، اور شہودِ اوّل کا علم غیبِ مطلق کے مرتبہ کا سایہ ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ سایہ کو اصل جانتے ہیں، اور حصول کو حضور سمجھتے ہیں۔

انابت (توبہ کرنا) کے کئی مرتبے ہیں۔ انابتِ عام، انابتِ خاص، انابتِ اخص اور انابتِ خاص الخواص۔ انابتِ عام، ولایتِ عام میں ثابت ہے، کیونکہ استدلال کے ذریعے حق کی طرف رُخ ہوتا ہے۔ انابتِ خاص، ولایتِ خاص میں ہوتی ہے۔ کیونکہ استدلال سے آگے بڑھ کر تحقیق کے ذریعے پہنچتے ہیں۔ اور وجدانی کشف کے طریقے سے انابت شہودِ حق کے واسطے سے شہود اور یافت تک پہنچتی ہے۔ اور انابتِ اخص، ولایتِ اخص میں ثابت ہے۔ کیونکہ یہ مرتبہ "یافتِ شہودی" سے ترقی پاکر "نایافت" تک پہنچتا ہے۔ اور اصلِ شہودی سے فضل تک آکر اس کی انابت محض نایافت تک ثابت ہوتی ہے، لیکن چونکہ اس شخص پر ابھی توجہِ حق باقی ہے، اگرچہ وہ مجہول الکیف ہے (توجہِ حق کی وجہ سے مجہول الکیف ہے) اس لیے انابتِ حق سے تعلق رکھتی ہے اور انابتِ خاص الخواص، ولایتِ انبیا میں ثابت شدہ ہے، کیونکہ اس مرتبے کے لوگ استدلال، شہود اور مجہول الکیف کے مرتبۂ توجہ سے گزر کر اور تمام مشکلات کو طے کر کے غیبِ حقیقی سے غیبِ محض کی طرف منہ کر کے، آگے بڑھ آئے ہیں۔ چونکہ سابقہ اناتوں کے مالکوں نے حق کی طرف رُخ نہیں کیا ہوتا، ان کی اناتوں کو حساب میں شمار نہیں کیا جاتا، اور انابتِ اصل کو انابت گنا جاتا ہے اس انابت کا مالک، وصلِ حقیقی تک پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔

عزیز من! اس طریقے کی تخصیص کی وجہ یہ نہیں کہ وہ تمام لطایف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ بلکہ اس طریقہ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ لطایف کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ شریف کی بدولت طے کر لینے، اور صاحبِ استعداد کی پیروی، ابتدائی یقین، اور تعلقِ خفی کے توسط اور بے توجہی محض سے گزر کر، چونکہ شہود کی ولایتِ عام کے مرتبے سے بہرہ یاب نہیں ہوتے۔ وہ ولایتِ خاصہ سے بہرہ یاب ہوتے ہیں، اس لیے ولایتِ خاصہ سے موسوم ہوئے ہیں، اگرچہ وہ واصلِ شہود ہیں، لیکن اثرے کی نفی کرنے والے ہیں تاہم

چونکہ شہود بھی کثرت میں شامل ہے، لہذا حقیقت میں فنا نسبی ہیں، اور حقیقتِ اخص سے ممتاز ہوتے ہیں، کیونکہ وہاں حقیقی فنا ہے پس اسے سمجھ لو، اور کوتہ دستوں میں شامل نہ ہو۔

مکتوب: ۱۵۷

عنایت اللہ خاں وزیر کے نام لکھا گیا۔

پاک ہے، پاک ہے، اللہ پاک ہے۔ پاک ہے وہ جس نے اپنی ذات میں اپنے سوا سب کو حیرت میں ڈال دیا۔

پاک ہے، وہ جس نے اپنے نور سے خلقت سے اپنے آپ کو چھپا لیا، اور اپنے نور کے ظہور کی شدت سے دنیا سے اپنے آپ کو مخفی کر لیا۔ وہ ایسا ظاہر ہے، کہ اس سے زیادہ کوئی ظاہر نہیں، اور وہ اتنا خفیہ ہے، کہ اس سے زیادہ کوئی خفیہ نہیں پاک ہے، جو پوشیدگی سے ظاہر ہوا، اور جو اپنے ظہور میں چھپ گیا۔ اس جیسا کوئی نہیں۔

نواب عالی جناب کی خدمت میں سلام کے بعد عرض ہے، کہ میرے عریضہ کے جواب میں آپ کا نوازش نامہ خانصاحب اغر خاں کی معرفت ملا جس میں عجیب معانی اور عجیب درخواست مرقوم تھی۔ اس کے مطالعہ سے شہود کے مختلف معانی سامنے آئے۔

میرے مہربان! اس بڑھاپے کے زمانے میں، جس کی تعریف میں لکھا گیا ہے۔ کہ بڑھاپا میرا نور ہے، جسے آگ نہیں جلا سکتی۔ اگر ایک آن اور ایک لحظہ کے لیے عدالت کے نور اور سندِ صداقت سے سچے دل سے درماندہ لوگوں کی حاجت روائی کی جائے، تو امید ہے، گزشتہ تمام کوتاہیوں کی تلافی ہو جائے گی۔ نہ یہ کہ سال ہا سال تک نیک نیتی سے اس کام میں لگے رہیں۔ مسندِ امارت دراصل حضراتِ انبیاءؑ کی مسند ہے کہ پورے عروج کے بعد منصبِ نبوت کی اس مسند پر اترے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہوسناک اپنی مادی تیرگی کی

وجہ سے عدالت کے فیض کے انوار سے محروم و مہجور ہو گئے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ مسند، گمراہوں اور ہوسناکوں کی مسند ہے۔ لہٰذا اس غلطی کی وجہ سے ظلمات کے ہجوم کی وجہ سے اہلِ دین کا گروہ اس سے برئیت چاہتا ہے۔ لیکن اس میں معاملہ ایسا نہیں، بلکہ اگر وہ ہمت کریں، تو اللہ جل شانہٗ، حضرات معصوم کی پیروی کی بدولت اس مسند کے تعلق سے اور اللہ تعالےٰ کے احکام پہنچانے سے وہ اس مرتبہ کے حق دار ہوں گے۔ اور اس سلسلے میں ادائے حقوق کی طرف توجہ کر کے "جہاں تک ہو سکے۔ عدالت کر" کے آداب کو پورا کریں گے۔

مکتوب: ۱۵۸

حافظ محمد علیؒ کو جہانا آباد میں تحریر کیا گیا۔

"اپنی نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص درمیانی نماز کی" اس آیت کریمہ کا راز پانچوں نمازوں کی حفاظت کی تاکید میں ہے۔ کیونکہ یہ پانچ نمازیں پانچ لطائف ہیں۔ چونکہ ان پانچ لطائف میں ایک پوشیدہ لطیفہ ہے، جو تمام لطائف کا سردار ہے۔ اور اس میں تمام لطائف کا وسط واقع ہے، اس لیے وسطیٰ نماز کے اہتمام کی تاکید کی گئی ہے وسطی نماز کے جملہ میں نہایت بلاغت ہے۔ چونکہ یہ ظاہر ہے، کہ ان لطائف کے بغیر جسم کی ظاہری نماز ناقص ہوگی۔ اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضور دل کے بغیر کوئی نماز نہیں" چنانچہ اس معنی میں لطائف کے صاحب سلوک۔ ظاہری اہلِ علم سے افضل اور زیادہ قوی ہیں۔ اسے بھائی! اسرار کی حفاظت تمہارے ذمے ہے، کیونکہ اللہ تمام پیغمبروں سے واقف ہے۔

مکتوب : ۱۵۹

میاں محمد اشرفؒ کے نام ایک واقعہ کے جواب میں ۔

میرے بھائی ! یہ وہ کتاب ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔ یعنی وہ کتاب جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرا نام محمد صالح پڑھا، اس میں کوئی شک نہیں، کہ یہ مبارک اور متبرک ہے۔ اور یہ نام تمہارے نام کے ثبوت میں اس سے پہلے دیا گیا، اور کسی طرح بھی اس اسم اشرف میں کوئی شک و شبہ نہیں، کیونکہ یہ آب الکعب کے زمانے میں اسم بالمسمّٰی تھا، اور تمہارے لیے محمود کے معنی میں تھا اور شہود کے نام سے موسوم تھا۔ اس لیے کہ تو وہ بلند مرتبہ ہے، جس کو حضورؐ نے محمد صالح کے نام سے موسوم کیا۔ اللہ تبارک تعالٰے ان دونوں ناموں کو مکمل برکت عطا کرے۔ جب مخلوقات میں سے کوئی اشرف ہوتا ہے، تو اسے اشرفیتِ خاصہ بلکہ اشرف المخلوقات کے نام سے ادب کے طور پر پکارا جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اباحت کے اعتبار سے تم اشرف، اور عزیمت کے لحاظ سے صالح ہو، اور اس کے ساتھ وہ عملِ رخصت کا جواز بھی ہے، جو اعتبار عزیمت پر دلالت کرتا ہے۔ پس پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ تمہارا نام صالح ہے، جس کے شروع میں برکت کے خیال سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ لایا گیا ہے۔ پس اس پر بات ختم ہو گئی۔ درود ہے، اس ذات پر جس نے تجھے یہ نام دیا۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل پر درود اور سلامتی ہو۔

مکتوب : ۱۶۰

میاں شیخ عبدالغنیؒ کے نام لکھا گیا۔

دانائے فقر، فضیلت مآب شیخ صاحب میاں عبدالغنی جیوؒ کو فقیر کی طرف سے سلام
جب تعلق کی مضبوطی کو یاد رکھا جائے، تو قربت لازم ہے۔ اور رہنے سہنے کی حقیقت
کا پتہ چلتا ہے اور یگانے اور بیگانے میں فرق رہتا ہے کیونکہ سب کو اللہ جل شانہٗ کے
ساتھ ایک نسبت رہتی ہے۔ جب اُسے منظور ہو، تو یگانگت آپ کے ساتھ ثابت ہو
جاتی ہے۔ مراتب داری کے بغیر کمالاتِ صفاتیہ کا ظہور اس حد تک نہیں سمجھنا چاہیئے
کہ یہ دیکھنا ہی خالی ہو جائے۔ فقیر زادوں اور جماعتِ فقرا کی طرف سے سلام عرض ہے۔

مکتوب : ۱۶۱

"علم ایک نقطہ ہے اور جاہلوں کی کثرت ہے" کی تحقیق میں ایک عزیز کے نام
تحریر کیا گیا۔

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے،
اور سلام اس کے برگزیدہ بندوں پر۔

آپ نے "العلم نقطۃ" وکثرہ الجاہلون" (علم ایک نقطہ ہے اور جاہلوں کی کثرت ہے)
کے بارے میں پوچھا تھا۔ میرے مشفق! اس عبارت کے معانی کی تحقیق اسکے پوچھنے والے
پر ظاہر ہے، لیکن جو کچھ اس عاجز کے ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ اہلِ حقیقت کی تحقیق
کے مطابق علم کے درجے جو اسے عطا ہوئے ہیں، مختصر طور پر پانچ ہیں۔ ان پانچ درجوں
میں سے سب سے پہلا درجہ، نبوت کا درجہ ہے۔ اس درجے کے حامل حضرات کو اخص
الخواص کہتے ہیں۔ اس سے نیچے ولایتِ اعلٰی نبوت ہے۔ جس سے بہرہ ور حضرات خاص
الخواص کہلاتے ہیں۔ اور اس کے نیچے ولایت ملائکہ مقربین ہے کہ وہاں سے لوگ اخص
کہلاتے ہیں۔ اور اس ولایت کے نیچے ولایت اولیا ہے اس میں جو لوگ داخل ہیں ہم

ولی خاص، کہتے ہیں، اور اس ولایت کے نیچے ولایتِ مومنینِ عالم ہے، جو ولایتِ عامہ کے نام سے مشہور ہے۔ چنانچہ اس قول کے معنی ہر درجے کے لیے الگ الگ ہیں، اور تفصیل بھی الگ الگ ہے۔

ص ۴۱۰ اہلِ ولایتِ عامہ کے طریقے پر، اس ولایت کی ابتدا شرع کے مطابق اللہ پر ایمان لانا ہے۔ اور اس کی انتہا اجتہاد اور قیاس کا مرتبہ ہے۔ مذکورہ بالا قول کا مطلب یہ ہے کہ مجتہدینِ عظام کو جو علم عطا کیا گیا ہے، وہ ان سے نچلے درجے کے تمام علوم پر کسی حاجت کے بغیر حاوی اور محیط ہے۔ اور اس کی تفصیل اس نقطہ کی طرح ہے، جو تمام حروف کے مرتبوں پر محیط ہے۔ اور وہ تمام بزرگ اس مرتبۂ اجمال پر ہیں۔ اور اس نقطہ ہی سے تبدیلی کی گئی ہے، تمام تفصیل کے مراتب اس میں مختصر طور پر آ گئے ہیں۔ جب اپنے تابعین کی استعداد کو علمِ تفصیلی کی حیثیت سے اس علم تک پہنچنے کو قاصر پایا، تو پھر انہوں نے علوم مندرجہ کی تفصیل بیان کی۔ اور اصطلاح میں انہیں اہلِ ولایتِ خاصّہ کہا جاتا ہے۔ اس ولایت کی ابتدا، ذکرِ قلبی سے لذّت حاصل کرنے کے بعد اور اس کی انتہا توحیدِ شہودی کے مرتبہ تک ہے۔ یہی معنی ہیں اس کے کہ حق تعالےٰ کے عارف کا علم و معرفت اللہ تعالےٰ کے حضور میں اس کے شہود کا محض نقطہ ہے، اور حروف و الفاظ کا اس پر کوئی لباس نہیں۔ اور چونکہ اس مرتبہ پر پہنچنا اس ولایت کے منتہی لوگوں کی خصوصیت ہے اور متوسط اور مبتدی درجے کے لوگوں کو عدمِ استعداد کی وجہ سے وہاں تک پہنچنا دشوار ہے۔ چنانچہ مجبوراً حقیقتِ شہود کو مراتبِ مندرجہ کے ظہور کے مطابق تجلیات اور مختلف رنگوں میں مختصر طور پر ظاہر کیا گیا اور درماندہ لوگوں کو لطف و کرم سے تجلیات کی حیثیت سے لباس میں آشکارا کیا گیا ہے، اور ان کے ساتھ ان کے تعلق کو جائز رکھا گیا۔ اور اہلِ ولایت اخص کے معنی یہ ہیں کہ عارف کے حقیقی علم و عرفاں کے علم کے بعد چالیس مرتبے ہیں چنانچہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے رب العزت کی درگاہ میں سوال

کیا کہ اے اللہ، علم کا علم کیا ہے؟ جواب دیا گیا، علم سے جہالت، چونکہ ہر ایک کو اتنی علمی استعداد نہیں دی گئی، اس نے مجبورًا دور رہ جانے والوں کے لیے یافت وشہود کا مرتبہ جس میں علم کی حقیقت مضمر ہے، واضح نہیں کیا گیا، اور ان سے نچلے اولیا کو یہ سعادت بخشی گئی ہے۔ اور ولایتِ خاص الخواص کے اہالیان کے طریقے کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ وہ اصلی علم جس سے عارف کو حصّہ ملا ہوا ہوتا ہے، علم سے جہالت ہے۔ لیکن اس جہالت کا حصول، عارف کی اس توجہ کے پوری طرح مٹ جانے کے بعد ہے، جو حق کے بغیر حق ہے۔ اور توجہ کا مٹ جانا محض نایافت کی طرف توجہ کرنا ہے۔ نہ کہ معدوم کی طرف۔ یعنی مجہول الکیف ہونے کے اعتبار سے وہ پوشیدہ مراتب میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں توجہ، اور توجہ کرنے والا، جس کی طرف توجہ کی جائے کے رنگِ لاثانی میں نظر آتا ہے۔

غیب النفسی اور غیب النبی کے درمیان عدم امتیاز کی وجہ سے ظاہر ہونا، بلکہ توجہ کا مٹ جانا، حقیقتِ نایافت کے ظہور پر موقوف ہے۔ اور یہ عارف کی توجہ کے بغیر صفاتِ واجبی کی مظہریت سے حصّہ پاتا ہے۔ اور چونکہ یہ نسبت، مرتبہ کے بعد ہے، اس لیے اس درجے کے نچلے لوگوں کو نایافت سے نوازا گیا ہے اور ان میں سکون جائز رکھا گیا ہے۔ اس لیے بے توجہی کا مرتبہ ایک نقطہ کی طرح ہے اور توجہ کا مرتبہ کثرت سے ظاہر ہے۔ اور مرتبۂ نبوّتِ انبیاء کے بارے میں بات کرنے کی طاقت کس میں ہے۔ تاہم ان مراتب کے اہالی کی تعلیم کے مطابق اس قول کی تحقیق یوں معلوم ہوتی ہے کہ بندے کے حق میں کمالِ عرفان اس وقت ثابت ہوتا ہے جب، بے توجہی کی وجہ سے ایمان باللہ سے محض حاضر ہونا ہو، جبکہ نہ مظہریت ہو نہ مطالعہ مظہریت۔ پس اس سب سے زیادہ برحق مرتبے کے نیچے ہر نچلا مرتبہ کثرت کا مرتبہ ہے۔ وحدتِ ایمانی۔ کے اس بلند مرتبہ تک نچلے مرتبے کے لوگوں کے نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے ایسے کثرتِ علمی سے ظاہر

کیا گیا ہے اور یہ بندوں پر اللہ کا لطف ہے۔ اور ہر مرتبہ کے اہل کو کثرت کے ضمن میں ایمان کی وحدتِ حقیقی سے بہرہ ور کیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، اُسے دیتا ہے، اور وہ بڑا فضل والا ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہو گیا، کہ وہ جہل جو کثرت کا سبب ہے، جہلِ نسبی ہے۔ اور یہ ناپسندیدہ نہیں، بلکہ پسندیدہ ہے اور الجاہلون کی کثرت میں کثرت کا فعل حقیقی فاعل کی طرف نہیں، بلکہ مجازی کی طرف ہے۔ یعنی سبب کی سند، سبب کی طرف ہے۔ وہ عدمِ استعداد کی وجہ سے اس میں زیادتی کرنے کا سبب بنا۔

مکتوب : ۱۶۲

اَلَستُ بِرَبِّکُم قَالُوا بَلیٰ" کی تحقیق کے جواب میں حافظ محمد عیسےٰ" کے نام تحریر کیا گیا۔

آپ کا مکتوب، چند سوالات پر مشتمل تھا۔ اس کے مطالعہ سے خوشی ہوئی۔ لکھا گیا تھا کہ عالمِ ارواح سے "اَلَستُ بِرَبِّکُم (کیا میں تمہارا رب نہیں؟) کا خطاب کیا گیا۔ اس کے جواب میں انہوں نے "قَالُوا بَلیٰ" (بے شک آپ ہیں) کہا، اس وقت جب ارواح لباسِ عنصری میں ملبوس ہوئیں، اس حد تک کہ اپنی معروف زبان (لغت) یعنی عربی وغیرہ نہیں سمجھ سکتی تھیں، روح کے گھوڑے اور جسم کو، چیونٹیوں کی طرح باہر نکال کر، اور عقل و تمیز دے کر اَلَستُ بِرَبِّکُم (کیا میں تمہارا رب نہیں) کے الفاظ سے خطاب کیا اور انسانوں کے قول کے مطابق "ہاں" کہ کر ایک عہد باندھ لیا۔ اور عہد باندھنے کے بعد حضرت آدمؑ کی پشت میں واپس چلی گئیں۔ ایسے کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ اس کے بعد جب ہر انسان اللہ تعالےٰ کی مرضی اور ترتیب سے حضرت آدمؑ کی پشت سے پیدا ہوا اور مختلف وسیلوں سے پیدا ہو رہا ہے، تو "جب کچھ بھی نہ تھا" کا ظہور ہوتا ہے۔

اور چونکہ انسان اپنی زبان کی طاقت، اور سمجھ نہیں رکھتے، اس لیے دُوسری زبانوں سے بے خبر ہوگئے۔ اور اس میں باریک رمز ہے، جسے اللہ سبحانہٗ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور جب رُوح کو جسم سے فائدہ اٹھا کر ادراک، صفات اور معانی کی قوت عطا کریں گے تو منکر نکیر کا جذب اور اکثر دوسرے علوم ان پر آسان ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے۔

واضح ہو، کہ اللہ سبحانہٗ کی ذات کا مرتبہ چونکہ اپنی ذاتی قابلیات کی بنا پر ازل ہی سے ثابت ہے، اس لیے صوفی محققین کے نزدیک دراصل تجرّد کا اطلاق، جس کا مطلب، صفات سے قطع نظر کرنا ہے، جائز نہیں۔ البتہ سمجھنے اور خیال کرنے میں ذات وصفات۔ کے ظہور کے بیان کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس لیے مجبوراً حیثیت مفہومہ کے اعتبار سے ہر مرتبہ کو تجرّد سے بیان کیا جاتا ہے۔

مزید برآں، کیا ہماری ذات اور کیا ہماری صفات، دراصل یہ سب کچھ اللہ سبحانہٗ کی جامع کمالات ذات کا فیض ہے، جو ہماری ذات میں صفاتِ کمال پائی جاتی ہیں۔ پس ظاہری صفات میں سے جو فیض ظاہر ہوتا ہے، وہ بھی اس کی ذات کی بدولت ہے پس اسے سمجھئے۔

مکتوب : ۱۶۳

ایک عزیز کے نام منع شدہ امُور کے بارے میں لکھا گیا۔

شروع اللہ کے نام سے، سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ اس کے رسُول اور آلِ رسُول پر صلوات وسلام۔ اے زمانے کے سادہ لوح لوگو، زمانے کے بے ربط نفو! اے تم یہ توقع کرتے ہو کر نخفوں کے عوض ہم وہ اپنے آپ کو اس قسم کے ممنوعہ

اُمور میں، جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہیں، تمہارے ساتھ شریک کرلیں۔ اور اس بے فائدہ مصیبت پر راضی ہوجائیں۔ کتنی عجیب بات ہے، وہ نہیں جانتے کہ اس گروہ کی برکت ان ممنوعہ اُمور کے ترک کرنے میں ہے، اگر وہ اپنے باطن کو رتی بھر بھی اس قسم کے کاموں میں مشغول کریں گے، تو ان کی اصلی جمعیتِ خاطر، اور حقیقی قُرب ان سے چھن جائے گا۔ اور پھر کرامت کی بجائے ان سے استدراج (کافر کی کرامت) ظاہر ہوگا۔

میرے عزیز! یہ گروہ تمہاری خیر خواہی کے لیے ہے، اور اگر خیر خواہ نہ بھی ہوں، کم ازکم ان کی طرف سے تمہارے حق میں بدخواہی ہرگز نہیں ہوگی، خواہ انہیں تمہارے خیال میں تمہیں آرام و زینت ہی حاصل ہو۔ پس اس گروہ سے اس قسم کا تعلق نہ چاہو، بلکہ انجام بخیر مانگو، تاکہ ان ناگوار اُمور کی وجہ سے تمہارے ایمان، ظُلمت آلودہ نہ ہوجائیں، اور چونکہ بھیجی ہوئی شئے کا لانا، معروف شرائط سے مشروط ہوتا ہے، "اور جب شرط ختم ہوگئی، تو مشروط خود بخود ختم ہوگیا۔"
اس لیے بھیجی ہوئی اشیا قبول نہیں کی جاتیں، اور معذرت کر دی جاتی ہے۔

مکتوب: ۱۶۴

میاں اللہ دین کے نام لکھا گیا۔
نایافت کے معاملے میں سالک کو دلدار کی طرح ہونا چاہیے۔ کہ سراسر پریشانی اور سرگردانی ہے۔ کیونکہ حضرت ایشاںؒ نے فرمایا ہے۔

عجب ایں نیست کہ سرگشتہ شود طالبِ دوست عجب ایں است کہ من واصلِ سرگردانم

(ترجمہ) تعجب اس بات میں نہیں کہ دوست کو چاہنے والا سرگشتہ ہوجائے، تعجب

نزدیہ ہے کہ میں وصل میں بھی سرگرداں ہوں۔
شاید آپ نے نایافت کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ ورنہ نایافت کے اندر وصل حقیقی ہے۔ پہاڑ سے ٹکر مارنا۔ شیطان کے وسوسوں میں سے ہے اس لیے حق تعالیٰ کی دریافت ہے، بے کیفی کی ہر قسم کی یافت' نایافت سے پیدا کر دے۔ اور بس

مکتوب : ۱۶۵

عزیزوں کے نام لکھا گیا۔
اے اللہ! تو جاننے والا ہے۔ سب تعریف تیرے لیے ہے تیرے نیک بندوں پر سلام ہو۔
تُو اپنے فضلِ خاص سے کسی بہانہ کے بغیر اپنے اولیا کو اپنی تجلیات کے انوار سے ابتدا اور وسط میں نوازتا ہے، ان کی صلاحیت کو بارِ امانت اٹھانے کے قابل بنانے کے لیے پاتا ہے۔ اور اس کے بعد فضلِ اخص سے تجلیات کی طرف توجہ کی قید سے نجات دے کر شہود کے مراتب پر، جو پوشیدہ وصل میں شامل ہیں، سرفراز کر کے نایافت عطا کرتا ہے۔ اور پھر وہاں سے لطیف طریقے سے کسی بہانہ کے بغیر اخص الخواص میں داخل کر کے نایافت کی حقیقت سے سرفراز کرتا ہے۔ سُبحان اللہ! تیرا یہ اقتدار کمال بعض کو مرتبہ ولایت کی مناسبت کے اعتبار سے زیادہ تر خلوت کی رغبت دیتا ہے۔ ان کے کاروبار کو تنہائی کے مکان میں جاری و ساری فرماتا ہے اور بعض کو اس مقام سے نکال کر کے جلوت میں لاتا ہے اور ارشادِ عام (وعظ) کے مرتبے سے کہ انبیا کا خاصہ ہے، ان کی تکمیل پیروی کی وجہ سے فیض یاب کرتا ہے۔ پہلے گروہ کے حق میں جلوت کو سم قاتل بنایا اور دوسرے گروہ کے حق میں خلوت کو عین نقصان قرار دیا لیکن ان کی خلوت

کی وجہ سے انہیں مرتبہ خلوت میں ہی ترقی بخش دی۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اس عاجز کو اس بہت بڑے گروہ کا کچھ حصہ عطا فرما دے اور آہستہ آہستہ دونوں طرح کے بلند مراتب پر فائز کر دے ؎ از کریماں کارہا دشوار نیست (کرم کرنے والوں کے لیے ایسے کام مشکل نہیں)

اے خلوت و جلوت کے بلند مرتبہ لوگو، اس گروہ کے غریب مشتاق کا سلام قبول کرو۔ اور علمی مراتب کی زیادتی کے لیے دعا کرو۔ حصولِ ملاقات تک چند مشفقانہ الفاظ کے ذریعے اس تعلق کو استوار کرو۔

فائدہ:۔ اللہ تعالےٰ کے کلام کی تحقیق کے بارے میں یہ بات سمجھ لو۔ کہ قرآن شریف کے کلام کے سات مرتبے ہیں۔ تین مرتبے "وجوبی" ہیں۔ اور چار مرتبے امکانی ہیں۔ تین وجوبی مرتبے یہ ہیں:۔ وجودِ کلام، نورِ کلام، اور کلام کرنیوالے پر ظہورِ کلام اور چار امکانی مرتبے یہ ہیں:۔ پہلا نفسِ مدعا، جو حرف و آواز ہے، اگرچہ وہ نورانی ہیں، کیونکہ اس کا حصہ حضرت جبرائیلؑ کو عطا ہوا ہے اور جیسا کہ یہ طے شدہ بات ہے کہ "جبرئیل نے آواز کو سنا ... الخ" دوسرا یہ کہ اگرچہ مخلوق ہے، لیکن کسی مخلوق کو اس میں تصرف کی گنجائش نہیں تیسرا یہ کہ اس کے حرف و الفاظ جسم رکھتے ہیں، جیسا کہ حضرت جبرئیلؑ کا بیان، اور آنحضرت فرشتے کے کلام کے سوا کوئی اور اطلاع نہیں رکھتے تھے۔ اور چوتھا۔ اس کے جسمانی حروف و آواز جیسا کہ نبی کریمؐ صحابہ کرام کو فیض عام کے واسطے بیان کرتے تھے۔

مکتوب: ۱۶۶

حاجی صوفی عبدالکریمؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

شروع شروع میں لطائف کا ذکر حاوی ہوتا تھا۔ کیونکہ ذکر اسم ... تھا۔ جب مسمّیٰ حقیقی جو بالتحقیق اللہ ہے۔ زور مارتا ہے تو مسمّیٰ حقیقی کے

حضور میں بے کیفی سے سرفراز ہوجاتا ہے اور چونکہ بزرگوں کی اصطلاح میں پہلے مرتبے کے ذکر کو "اسمی" کہتے ہیں، اس لئے حب مسمّٰی کے حضور میں یہ زور مارتا ہے، اسے علم حضوری کہتے ہیں۔ یہ کمالات صفات کا ظہور ہے۔ اور جب ذاتِ حقیقی اپنی صفات کے مرتبہ کا ظہور کرتی ہے، تو اس مرتبہ کو حضورِ علمی کہتے ہیں۔ اگرچہ حضورِ صفات بھی بے کیفی سے ہے لیکن ذاتِ حقیقی کے مرتبے میں علمِ حضوری اور حضورِ علم کے بغیر حضور در حضور ہے۔ اس مرتبہ میں جیسا کہ علمِ حضوری کے مرتبے میں ذکر ہوچکا ہے، علمِ حضوری کے حضور میں حضور اور حضورِ علم جذب ہوجاتا ہے اور ایمانِ حقیقی کے حضور در حضور میں ذاتِ حقیقی ہے۔ اور بے کیفی میں پکا یقین ہوجاتا ہے۔ اور اس جگہ حقیقی بے کیفی سے متحقق ہوتا ہے۔ حضور در حضور کا یہ مرتبہ، سرِ حقیقت، خفی حقیقت اور اخفیٰ حقیقت سے تعلق رکھتا ہے۔ اگرچہ پچھلے تین مرتبے بھی تینوں لطائف سے تعلق رکھتے ہیں، یہ مرتبہ سردار کا ہے۔ اور وہ مرتبے تابع اور مطیع کے ہیں۔ کہاں یہ اور کہاں وہ۔ مقصود تو متبوع سے ہے اور وسط کے وہ مرتبے آہستہ آہستہ ترقی پر ہیں۔

اللہ کا شکر ادا کرو۔ کہ اس نے تمہیں یہ نعمت عطا فرمائی۔ دوسرے لوگوں کو تو یہ چیز مدتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرو۔ اور فاتحہ خیر پڑھو تاکہ حق تعالےٰ اس مرتبے کو قائم رکھے۔

مکتوب: ۱۶۷

صوفی عبدالکریمؒ کے جواب میں لکھا گیا۔

اولیا کی دو جماعتیں ہیں۔ ان میں سے ایک جماعت حق تعالےٰ سے دعا کرنے کو جائز نہیں سمجھتی، کیوں کہ اس جماعت کے نزدیک جو ہے، تقدیر میں پہلے ہی مقرر کیا جا

چکا ہے، اس لیے وہ دعا مانگنا بے ادبی سمجھتی ہے۔ دوسری جماعت یہ سمجھتی ہے کہ تمام چیزیں پہلے ہی مقدر ہو چکی ہیں لیکن ان کا مقدر ہونا دو طرح کا ہے۔ ایک تقدیر مُبرم پر مقدر جس کا بدلنا کسی طرح بھی جائز نہیں، اس لیے مُبرم کے سلسلے میں دعا کرنا وقت ضائع کرنا ہے دوسری تقدیر معلق، اور یہ وہ ہے کہ اس کا بدل جانا دُعا پر موقوف ہے۔ چونکہ وہ دُعا پر معلق ہے دُعا سے بدل جاتی ہے، اور یہ بالکل معلوم نہیں، کہ تقدیر مُبرم کونسی ہے اور تقدیر معلق کونسی! اس لیے بندگی کا شیوہ یہی ہے، کہ چونکہ حق تعالےٰ نے تقدیر مُبرم کو دُعا سے معلق نہیں کیا اور تقدیر معلق کو دُعا پر موقوف فرمایا ہے، اس لیے بندے کو چاہیے کہ تقدیر معلق کے لیے دُعا کرے، کیونکہ حق تعالےٰ نے جس شئے کو دُعا پر معلق فرمایا ہے، وہ ہو جائے۔ دُعا نہ کرنا حق تعالےٰ کی مخالفت کرنا ہے، اور ایسا کرنا ممنوع ہے ہمارے بزرگوں کا تعلق دوسری جماعت سے ہے، جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ مخالفت نہیں کرتی، بلکہ "دُعا پر معلق" کی نیت سے دُعا کرتی ہے۔ پہلی جماعت جو دعا نہیں کرتی شاید سب کو تقدیر مُبرم کے تحت ہی سمجھتی ہے یا نہیں سمجھتی، حق تعالےٰ ہی ٹھیک سمجھتا ہے۔ اور اللہ جل شانہٗ کے حضور میں "دعا پر معلق" امور کے سلسلے میں دعا کرنا عین ادب ہے، اور کو نہ دستوں میں نہیں ہونا چاہیے۔

تمت بالخیر

حضرت شیخ عبدالنبیؒ کے وصال پر پہلا مرثیہ مع تاریخ وصال

(۱) افسوس! ہماری ظاہر بین نگاہوں سے اولیاء کے چراغ کا نُور اوجھل ہوگیا۔

(۲) وہ سالکوں کے لئے شام افروز چاند اور صبحِ ہدایت کے آفتاب کی روشنی تھا۔

(۳) وہ ایسی محفل کی شمع تھا، جس کی شان میں آیا ہے کہ "وہ اس دارِ فانی سے رخصت ہوکر مرتے نہیں"

(۴) اُس نے حریمِ خداوندی کا احرام باندھ کر دارِ بقا کا سفر اختیار کر لیا ہے۔

(۵) وہ اہل اللہ کا بادشاہ اور صوفیاء کی پناہ گاہ تھا، وہ نیک لوگوں کا پیشوا اور پاک لوگوں کا سرتاج تھا۔

(۶) وہ قدر و منزلت کا قبلہ اور مرکزِ اعتبار تھا۔ وہ عزت کی شان اور عظمت و بزرگی کی جان تھا۔

(۷) وہ صاحب عرفاں، صدق کا نُور، دین کا رہنما۔ حق الیقین کا مالک اور ہدایت کا ماہ کامل تھا۔

(۸) وہ ہدایت کا منبع اور رہنمائی کے سُمندر کا ماخذ تھا۔

(۹) وہ شخص، پیر و مرشد حضرت عبدالنبیؒ تھا، جو اہلِ توحید و سلوک کے لئے مایۂ افتخار تھا۔

(۱۰) وہ آسماں کے مرتبہ والا ایسا برگزیدہ اِنسان تھا کہ مہر و ماہ بھی نُور حاصل کرنے کے لیے اُس کی خاک سے التجا کرتے تھے۔

(۱۱) اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے اُس کی پاک رُوح پر ہمیشہ اپنی رحمت نازل فرماتا رہ!

(۱۲) اُس کے مرقد سے دوستوں کے باغ میں ابرِ فیض سے پھُول کھلاتا رہ!

(۱۳) افسوس! اُس کے دل افروز فیض کے سُورج کو گہن لگنے سے روشن صبح، شام کی طرح تیرہ و تار ہوگئی۔

(۱۴) دنیا دیکھنے میں تاریک ہوگئی۔ شمع کے بغیر اہلِ خانہ کے لئے اندھیرا چھا گیا۔

(۱۵) قضا کے شرر بار قلم کے دھوئیں نے دل کو جلا دیا اور اُسے زخم زخم کر دیا۔

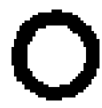
(۱۶) موت کی آگ سے دل کباب ہوگیا۔ اس نے جہاں کو انتہائی بلندی سے انتہائی پستی میں پھینک دیا۔

(۱۷) آنکھوں سے خون کے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا، جس نے رستے کے ہر پُل کو توڑ پھوڑ دیا۔

(۱۸) اِس جگر سوز اور ہولناک واقعہ کو دیکھکر آسمان حیرت زدہ ہوگیا۔

(۱۹) اُس عالی جناب کی تاریخِ وفات کے لئے جب دل نے سوچ بچار کی،

(۲۰) تو حُسنِ طلب کے آخر کی بدولت اُسے معلوم ہوا کہ آفتابِ ہدایت گہن میں آگیا۔



دوسرا مرثیہ مع تاریخِ وصال

(۱) وہ باصفا اور علمِ لدنی (خداداد علم) کا مالک تھا۔ وہ عرفان کا سمندر اور خدا کے نور کا مظہر تھا۔

(۲) اُس کے وجود سے دُنیا نے فیض پایا ہے اور آخرت بھی چمک اُٹھے گی۔

(۳) اُس نے لفظ اور معنی دونوں کی تحقیق کی۔ وہ نکتہ داں، دستگیر اور ہمارا پیر و مُرشد تھا۔

(۴) اے اہلِ ذہانت، اگر آپ ایک حرف بھی سمجھیں، تو ہر مصرع کے شروع میں اس کا نام آئے گا۔

(۵) میں اس عالی جناب کی پھر تعریف کرتا ہوں۔ وہ عالمِ ناسُوت (دنیا) اور عالمِ ملکُوت (عالمِ ارواح) کا ہُما (ایک مبارک پرندہ) تھا۔

(۶) اُس قُطبِ عالم اور غوثِ اعظم رہنما نے دو سانسوں میں عالمِ جبرُوت (اللہ کے مرتبۂ صفات،

اور عالمِ لاہُوت (اللہ کے مرتبۂ اسماء) کے مقامات کو طے کر لیا۔

(۷) اُس نے امامت کے اندر خلافت کا مرتبہ پایا اور انبیاء کے مقامِ نبوّت و ولایت سے بھی حصّہ لیا۔

(۸) وہ اولیاء اللہ کا سرتاج۔ نبوّتِ احمدی کے کمالات سے بہرہ ور ہوا۔

(۹) وہ صدق و خلوص میں ابوبکرؓ، عدل و انصاف میں فاروقؓ، شرم و حیا میں عثمانؓ اور علم و فضل میں علی کرّم اللہ وجہہ کی مثال تھا۔

(۱۰) وہ اجتہاد میں ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ تھا اور فہمِ شریعت میں مالکؒ اور حنبلؒ تھا۔

(۱۱) وہ حقیقت اور طریقت میں خاص الخاص تھا۔ وہ معرفت کے میدان میں خصوصی رہنما تھا۔

(۱۲) اُس کی بدولت دل، رُوح اور سر روشن تھے۔ وہ چودھویں کا چاند 'خفی' میں بھی 'خفی' تھا۔

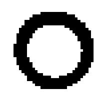
(۱۳) جب وہ مہرِ عالمتاب اِس جہانِ فانی سے جہانِ باقی کو چلا گیا،

(۱۴) تو دنیا میں اندھیرا چھا گیا اور ساتوں زمینیں اور نو کے نو آسمان تیرہ و تار ہو گئے۔

(۱۵) جب میں نے عقل سے بڑے صدق و خلوص سے اس کی تاریخِ وصال پوچھی،

(۱۶) تو ہاتف نے کہا کہ 'بخشش'، 'جُود' (سخاوت) 'کرم'، 'حلم' (بُردباری) اور 'حیا' بے سر و پا ہو گئے۔

(۱۷) نُور اُس کے روضہ کے گرداگرد قربان ہو گیا۔ خُدا کرے کہ ہدایت کا نُور اس کی دستگیری کرے۔



تشریح تاریخ ہائے وصال

پہلے مرثیہ میں حضرت شیخ عبدالنبیؒ کی تاریخِ وصال بحروف ابجد نکالی گئی ہے۔ چونکہ اکثر حضرات کو حروفِ ابجد کے اعداد سے آگاہی نہیں اور انہیں اس بات کا علم نہیں کہ عربی اور فارسی (اور ان کے تتبع میں اُردو) کے ہر حرف کے عدد مقرر ہیں، اس لئے بطورِ تعارف حروفِ ابجد کے اعداد بھی بیان کئے جاتے ہیں، تاکہ تاریخ کے سمجھنے میں سہولت رہے اور پوری طرح محظوظ ہُوا جا سکے۔

حُروفِ ابجد اور اُن کے اعداد:

ابجد				ہوّز			حُطّی			کلمن				سَعفص			
ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰

قُرِشت				ثخّذ			ضظّغ		
ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰

پہلی تاریخِ وصال منظوم فارسی:

یہ تاریخ مرثیہ کے آخری شعر

یافتہ از غایتِ حُسنِ طلب — منکشف گردید مہرِ اہتدا

(آفتابِ ہدایت کو گہن لگ گیا)

میں پوشیدہ ہے۔ "غایتِ حُسنِ طلب" کا مطلب اس ترکیب کے آخری حرف 'ب' کے عدد کو دوسرے مصرعہ "منکسف گردید مہرِ ابتدا" کے اعداد میں جمع کرنا ہے، جس سے تاریخِ وصال نکلتی ہے، جو نہایت موزوں اور بامعنی ہے۔

تشریح :

ابتدا	مہر	گرویدِ	منکسف
ا ہ ت د ا + ب	م ہ ر	گ ر د ی د	م ن ک س ف
۱ ۵ ۴۰۰ ۴ ۱ + ۲	۴۰ ۵ ۲۰۰	۲۰ ۲۰۰ ۴ ۱۰ ۴	۴۰ ۵۰ ۲۰ ۶۰ ۸۰
(۴۱۱) + ۲ = ۱۱۴۶ھ	(۲۴۵) +	(۲۳۸) +	(۲۵۰) +

دوسری تاریخ وصال نثر میں :

دوسری تاریخ وصال نظم کی بجائے نثر میں "خلیفہٗ عالی برحق" کی بامعنی ترکیب میں کہی گئی ہے۔ اس کی تشریح حسب ذیل ہے :

برحق	عالی	خلیفہ
ب ر ح ق	ع ا ل ی	خ ل ی ف ہ
۲ ۲۰۰ ۸ ۱۰۰	۷۰ ۱ ۳۰ ۱۰	۶۰۰ ۳۰ ۱۰ ۸۰ ۵
(۳۱۰) = ۱۱۴۶ھ	(۱۱۱) +	(۷۲۵) +

تیسری تاریخ وصال فارسی نظم میں :

دوسرے مرثیہ میں تاریخ وصال نہایت عمدہ اور مرموز پیرائے میں بیان کی گئی ہے۔ اس مرثیہ میں تاریخ وصال مرثیے کے آخری سے پہلے شعر ؎

گفت ہاتف بے سروپا می شدند بخشش وجود وکرم۔ حلم وحیا

میں پوشیدہ ہے۔ اس میں رمز یہ ہے، کہ "بخشش"، "جود"، "کرم"، "حلم" اور "حیا" کے الفاظ کو اگر "بے سروپا" کر دیا جائے۔ یعنی ان الفاظ کے پہلے اور آخری حرف کو کاٹ دیا جائے، تو باقی ماندہ حروف کے اعداد کے مجموعہ سے تاریخ وصال نکل آئے گی۔ تشریح حسب ذیل ہے :

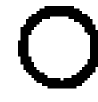
بخشش	جود	کرم	حلم	حیا
ب خ ش ش	ج و د	ک ر م	ح ل م	ح ی ا
۳۰۰ ۶۰۰	۶	۲۰۰	۳۰	۱۰

۹۰۰ + ۶ + ۲۰۰ + ۳۰ + ۱۰ = ۱۱۴۶ھ

اس میں فن تاریخ کے علاوہ شعری خوبی یہ ہے کہ حضرتؒ کی وفات سے بخشش، جود، کرم، حلم اور حیا کے سر اور پیر کٹ گئے، گویا حضرتؒ کے اُٹھنے سے یہ صفات بھی دنیا سے اُٹھ گئیں، اور لوگ ان کی برکتوں سے محروم ہو گئے۔

تشریح از

مشتاق احمد بھٹی، ایم اے



صحت نامۂ اغلاط

مکتوبات شریفہ کی کتابت جیسا کہ مسودے سے واضح ہے، ۱۱۹۷ھ میں مکمل ہوئی۔ دوسو سال کے اس عرصے میں فارسی رسم الخط میں خاصی تبدیلیاں واقع ہوگئی ہیں، جن کی وجہ سے ایک عام فارسی دان کو بعض جگہ قرینے اور قیاس سے کام لینا پڑتا ہے۔ جبکہ بعض جگہ کتابت کی غلطیاں بھی موجود ہیں۔ ان وُجوہ سے مکتُوبات کی املا کی درستی کی خاطر اغلاط کا صحت نامہ ضروری ہوگیا۔

فارسی زبان نے اپنا موجودہ رسم الخط عربی زبان سے لیا ہے، جس طرح فارسی کی پیروی میں اُردو نے بھی اضافوں کے بعد یہی رسم الخط اختیار کرلیا ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اہلِ ایران کی تہذیب و ثقافت ہر لحاظ سے اسلام کے ڈھانچے میں ڈھل گئی تھی اہلِ ایران کا اصل رسم الخط دوسری تمام آریائی زبانوں کی طرح بائیں سے دائیں تھا، جبکہ تمام سامی زبانوں کا رسم الخط جیسا کہ عربی زبان ہے، دائیں سے بائیں ہے۔ رسم الخط کی اس تبدیلی سے عربی حروف بھی اختیار کرنے پڑے۔ اور جو آوازیں عربی رسم الخط میں نہیں تھیں۔ ان کو بھی ادا کرنے کے لئے ان آوازوں کے قریب المخرج حروف اختیار کرنے پڑے، جنہیں قرینے سے سیاق و سباق کو مدِنظر رکھتے ہوئے قاری خود سمجھ جاتا تھا۔ بعد میں مرورِ زمانہ سے اس اُلجھن کو دور کرنے، اور امتیاز پیدا کرنے کے لئے ایسے حروف پر کچھ علامتوں کا اضافہ کرکے نئے حروف وضع کر لئے گئے۔ مثلاً "پ" کی آواز کو ظاہر کرنے کے لئے "ب" کے نیچے اور "چ" کی آواز کے لئے ج کے اندر دو نقطے بڑھا دیئے گئے۔ اور "گ" کی آواز کے لئے "ک" کے اوپر ایک

کشش کا اضافہ کر دیا گیا۔

اس قدیم قلمی نسخے میں بھی پرانا انداز تحریر اختیار کیا گیا ہے۔ اس میں "گ" کو ہر جگہ "ک" ہی لکھا گیا ہے، خواہ اس طرح فارسی کے دوسرے بامعنی الفاظ سے التباس ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً 'گردن' کو 'کردن'، 'گشت' کو 'کشت'، 'گاہ' کو 'کاہ' لکھا گیا ہے۔ اب "گ" فارسی زبان کا ایک ایسا حرف ہے، جس کا استعمال عام ہے۔ اس کے کئی مصادر اور الفاظ میں "گ" کی آواز شامل ہے، جیسے گفتن، شگفتن، گردیدن، گماشتن وغیرہ۔

اس طرح کاتب نے الف ممدودہ کو بعض جگہ استعمال کیا ہے، لیکن اکثر و بیشتر استعمال نہیں کیا، مثلاً آدم کو ادم، آرام کو ارام اور آن کو ان لکھا ہے۔

اس قسم کے اندازِ تحریر سے مسودّے کا ہر صفحہ غلطیوں سے بھرا پڑا ہے۔ چنانچہ اگر ان تمام اغلاط کی جامع فہرست تیار کی جاتی تو اچھا خاصا ایک ضخیم رسالہ تیار ہو جاتا۔ اسلئے اس طرح کی اصولی غلطیوں کو قاری کی عقل و فہم پر چھوڑ کر کتابت کی اُن غلطیوں کی تصحیح کے لئے فارسی مکتُوبات کے آخر میں جدول کی صورت میں صحت نامہ شامل کر دیا گیا ہے۔ جنکی موجودگی میں ایک عام فارسی داں کو مشکل پیش آسکتی تھی۔ مکتوبات کے نفسِ مضمون کی پاکیزگی کے پیشِ نظر یہ احتیاط ضروری سمجھی گئی کہ مکتُوبات کی املاحتی الوسع اغلاط اور مغالطوں سے پاک ہو۔ اس قلمی عبارت میں اس لیے درستی نہیں کی گئی، کیونکہ اس طرح پُرانے آثار کی تقدیس و حُرمت کے زائل ہونے کا اندیشہ تھا۔

جدول

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱	۲۷	۳	اولا	اوّلاً
۲	۲۷	۷	مدقق	مدقّق
۳	۳۳	۱	الا	اِلاّ
۴	۳۳	۶	اجمالا	اجمالاً
۵	۳۳	۷	ذاتا	ذاتاً
۶	۳۴	۵	ستہ	سِتّہ
۷	۳۴	۱۴	تکلم معاش	تکلّم و معاش
۸	۳۶	۵	قلب سوید	قلب مرید
۹	۳۶	۹	جست	جہت
۱۰	۳۷	۵	نخشوع	بخشوع
۱۱	۳۷	۹	مسازد	بسازد
۱۲	۳۸	۱	نہجی	بہ نہجی
۱۳	۳۸	۱۱	سیہ	سیر
۱۴	۴۰	۱	اصلاح	اصطلاح
۱۵	۴۰	۵	واست	داشت
۱۶	۴۰	۶	اصولایت	اہل ولایت

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۷	۴۳	۱۳	اجمالا وتفصیلا	اجمالاً وتفصیلاً
۱۸	۴۴	۳	مُبرا	مُبّرا
۱۹	۴۷	۱	رضو	رضُوا
۲۰	۴۸	۱۱	مظغہ	مضغہ
۲۱	۴۹	۶	تجوز	تجویز
۲۲	۴۹	۹	مبلس	مُتلبّس
۲۳	۵۱	۹	عبدالرسید	عبدالرشید
۲۴	۵۶	۷	اولا اجمالا	اولاً اجمالاً
۲۵	۵۷	۲/۱	اُیں مرتبہ شہود او لیہ راشہود اول نامند۔	مکرّر لکھا گیا ہے۔
۲۶	۵۸	۴	مقتقبات	مقتضیات
۲۷	۵۸	۱۱	اولا	اولاً
۲۸	۵۸	۱۵	ثانیا	ثانیاً
۲۹	۶۰	۱۴	اکاہ	آں گاہ
۳۰	۶۳	۹	نبض	بہ نصّ
۳۱	۶۴	۸	دات	ذات
۳۲	۶۵	۳	صلبی	سلبی
۳۳	۶۷	۳	ملاذمت	ملازمت
۳۴	۶۹	۳	ادراک	(مکرّر)
۳۵	۷۱	۹	حقیقتی	حقیقتی

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۳۶	۷۲	۶	مثلا	مثلاً
۳۷	۷۲	۱۱	ہود	ہنُود
۳۸	۷۲	۱۱	شرشار	سرشار
۳۹	۷۳	۷	مجبول	مجبور
۴۰	۷۳	۱۳	قطیّہ	قطعیّہ
۴۱	۷۳	۱۴	مکالہ	مکالمہ
۴۲	۷۴	۱	ہود	ہنُود
۴۳	۷۴	۱۲	نعہم اللہ	لعنہم اللہ
۴۴	۷۵	۱۴	کسیفہ	کثیفہ
۴۵	۷۸	۱۴	بایات	بہ آیات
۴۶	۸۱	۷	شسرشار	سرشار
۴۷	۸۲	۱۱	شاہد فہمید	نشاید فہمید
۴۸	۸۶	۱۴	علیہم	علیم
۴۹	۹۴	۹	بکلشی	بکُلِّ شئے
۵۰	۹۴	۱۳	منطہ تفصیل	منصّہ تفصیل
۵۱	۹۵	۱۳	خثّبات	حیثیّات
۵۲	۹۷	۱۱	وچوب	وجُوب
۵۳	۹۸	۱۳	سنموع	مسمُوع
۵۴	۱۰۴	۶	قراں	قُرآں
۵۵	۱۰۶	۷	قراں	قُرآن

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۵۶	۱۱۱	۹	قرانی	قُرآنی
۵۷	۱۱۱	۱۳	قرانی	قرآنی
۵۸	۱۱۲	۱۰	حضرت پر	حضرت پیر
۵۹	۱۱۴	۱۰	صوت	صَوت
۶۰	۱۱۵	۴	مسلہ اختیار	مسئلۂ اختیار
۶۱	۱۱۸	۱۳	منحقق	مُتحقّق
۶۲	۱۱۹	۶	نجیث	خبیث
۶۳	۱۲۰	۱۴	جمع	سمع
۶۴	۱۲۴	۱۰	جبو	جیُو
۶۵	۱۲۷	۱۱	ذاتا وصفاتا	ذاتاً و صفاتاً
۶۶	۱۲۹	۱۱	غیران	غیرآں
۶۷	۱۳۱	۵	ایں طن	ایں ظن
۶۸	۱۴۰	۹	کردن اولیاء	گردنِ اولیا
۶۹	۱۴۳	۳	ازنفاع	اِرتفاع
۷۰	۱۴۳	۷	جیع اسما	جمیع الاسماء
۷۱	۱۴۴	۸	ازطنیت	ازظلیت
۷۲	۱۴۶	۱	مسلہ	مسئلہ
۷۳	۱۴۷	۲	قران	قُرآن
۷۴	۱۴۷	۶	کزیر	گریز
۷۵	۱۴۸	۴	علماء طواہر	علمائ ظواہر

صحیح	غلط	سطر نمبر	صفحہ نمبر	سلسلہ نمبر
اضمحلال	اصمحلال	۱۰	۱۴۹	۷۶
اضمحلال	اصمحلال	۱۵	۱۴۹	۷۷
مرغوبات	مرعوبات	۱۱	۱۵۱	۷۸
مظہریرا	مطہریرا	۱۳	۱۵۱	۷۹
بوجہ ابلیسی	بوجہ ابکینی	۸	۱۵۲	۸۰
علمائ ظواہر	علمائ ظہوا	۱۰	۱۵۸	۸۱
مسئلہ	مسلہ	۵	۱۶۰	۸۲
ازنفی واثبات	ازتقی اثبات	۴	۱۶۳	۸۳
شاں	شماں	۸	۱۶۳	۸۴
مجملاً یا مفصلاً	مجملا یا مفصلا	۱۳	۱۶۴	۸۵
رُوح	روج	۱	۱۷۰	۸۶
خارج	خارح	۱۳	۱۷۰	۸۷
سَبعین	ستین	۱۲	۱۷۱	۸۸
مامُور	معمور	۲	۱۷۲	۸۹
حقیقت	حقبقت	۵	۱۷۴	۹۰
مُجتبیٰ	مجی	۷	۱۷۴	۹۱
صحتِ باطنی	صحبت باطنی	۵	۱۷۵	۹۲
اہل فنا	اہلِ عنا	۷	۱۷۵	۹۳
ہجوم	حجوم	۵	۱۷۶	۹۴
ذکر تربیت	ذکر تربیت	۶	۱۸۴	۹۵

صحیح	غلط	سطر نمبر	صفحہ نمبر	سلسلہ نمبر
شُرخ	شرح	۴	۱۸۷	۹۶
شُرخ	شرح	۵	۱۸۷	۹۷
باعلیٰ / باعلے	باعلے	۷	۱۹۰	۹۸
بادنیٰ / بادنے	بادنی	۸	۱۹۰	۹۹
مجہول	مجبول	۵	۱۹۱	۱۰۰
کُبریٰ	کبری	۱۱	۱۹۲	۱۰۱
درشخص	درسخص	۱۰	۱۹۳	۱۰۲
شخصِ باقی	سخص باقی	۱۴	۱۹۵	۱۰۳
اضافی	احنافی	۱۵	۱۹۷	۱۰۴
صفاتِ ذمیمہ	صفات وممیہ	۱۰	۱۹۸	۱۰۵
اوّلاً	اولا	۳	۱۹۹	۱۰۶
منطبق	منطلق	۹	۱۹۹	۱۰۷
ہیچ	ہیج	۱۵	۱۹۹	۱۰۸
مکرر ہے	ترقی ازمرتبہ معلومات	۲/۱	۲۰۳	۱۰۹
مصفّات	مصعات	۶	۲۰۳	۱۱۰
شخصی	سخصی	۷	۲۱۰	۱۱۱
شک وشُبہ	شک وسبہ	۱	۲۱۱	۱۱۲
مرتبۂ قُدّوسِ خداوندی	مرتبہ قدوس خداوندی	۹	۲۱۳	۱۱۳
تصحیح فعلین	ثصحیح نعلین	۱۱	۲۱۳	۱۱۴
تربیّت	تربت	۳	۲۱۴	۱۱۵

صحیح	غلط	سطر نمبر	صفحہ نمبر	سلسلہ نمبر
غیر معقول	معقول	۷	۲۱۵	۱۱۶
ذو معنی	رو معنی	۴	۲۱۸	۱۱۷
قرأت	قرابت	۵	۲۲۰	۱۱۸
ملُول	چلول	۵	۲۲۰	۱۱۹
حضرتِ قُرآن	حضرت قراں	۲	۲۲۴	۱۲۰
معناً و لفظاً	معنا و لفظا	۴	۲۲۴	۱۲۱
معناً	معنا	۵	۲۲۴	۱۲۲
اِلہاماً	الہاماً	۷	۲۲۴	۱۲۳
معناً	معنا	۱۰	۲۲۴	۱۲۴
معناً و لفظاً	معنا و لفظا	۱۴	۲۲۴	۱۲۵
نجاً نجاً	نجا نجا	۱	۲۲۵	۱۲۶
سراپردہ ہائے جلال	سراپردہ الاجلال	۵	۲۲۷	۱۲۷
نروبی	نروپی	۱۴	۲۲۷	۱۲۸
ساختہ	شاختہ	۱	۲۲۸	۱۲۹
پیوست	بپواست	۱۰	۲۳۰	۱۳۰
نُورانیہ	نورایہ	۱۱	۲۳۱	۱۳۱
منفوخ	منفوج	۱	۲۳۲	۱۳۲
مجد و قدس	محمد و قدس	۸	۲۳۴	۱۳۳
محترز	محرز	۱۱	۲۳۷	۱۳۴
عدّت	حدت	۱۵	۲۳۹	۱۳۵

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
١٣٦	٢٤٠	٩	اجمالاو تفصیلا	اجمالاً و تفصیلاً
١٣٧	٢٤٢	٣	ںکیک	ملکیَین
١٣٨	٢٤٧	٦	ورشتہ باسند	داشتہ باشند
١٣٩	٢٤٧	١٤	مسلہ	مسئلہ
١٤٠	٢٥٢	٤	اعمالِ ضاہرہ	اعمالِ ظاہرہ
١٤١	٢٥٥	٦	سرکت	شرکت
١٤٢	٢٦٠	٢	جزبیہ	جذبہ
١٤٣	٢٦١	٤	مرات	مرأت
١٤٤	٢٦٢	٨	یوماً یغوماً فیوماً	یوماً فیوماً
١٤٥	٢٦٤	٢	شیخ عبدالنبی	شیخ عبدالغنی
١٤٦	٢٦٤	١٤	صجو	صحو
١٤٧	٢٦٦	١	زنِ مسلسل	ظنِ مسلسل
١٤٨	٢٦٨	١	بہتر از ظہور کمال ثانی	مکرر لکھا گیا ہے۔
١٤٩	٢٦٩	٢	طیبت	ظلیّت
١٥٠	٢٦٩	١٢	سرات	برأت
١٥١	٢٧٢	٥	سخصی	شخصی
١٥٢	٢٧٤	٩	سخصی	شخصی
١٥٣	٢٨١	٩	جرہ	جُرأت
١٥٤	٢٨٤	٥	انوٰر سفولہ	انوار سفیہہ
١٥٥	٢٨٥	٧	اولا	اولاً

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۵۶	۲۸۶	۱۴	مجزویان	مجذوبان
۱۵۷	۲۸۷	۸	التحن	الممتحن
۱۵۸	۲۹۱	۵	کل	گُل
۱۵۹	۲۹۱	۱۴	قران	قُرآن
۱۶۰	۲۹۱	۱۵	پرخود	پیرِ خود
۱۶۱	۲۹۲	۱۲	طلال	ظلال
۱۶۲	۲۹۴	۱۱	پراں	پرآں
۱۶۳	۲۹۷	۱	بہوست	پیوست
۱۶۴	۳۰۰	۳	سفضی	مقتضی
۱۶۵	۳۰۱	۶	تخفیفی	تحقیقی
۱۶۶	۳۰۱	۷	مرات	مرآت
۱۶۷	۳۰۱	۱۴	الا	اِلّا
۱۶۸	۳۰۳	۱	الامور مرہوتہ باؤقتہا	الامور مرہونہ باوقاتہا
۱۶۹	۳۰۸	۷	....السریا نوراسہ.....	....السر بل نورالسر...
۱۷۰	۳۰۹	۱۵	حقیقی	حقیقتی
۱۷۱	۳۱۰	۶	تحقیق حقین الشاں	تحقیق حقیقی ایشاں
۱۷۲	۳۱۶	۶	مجھوالکیت	مجہول الکیف
۱۷۳	۳۱۸	۱	تمہ رسولہ	تتمۂ اسولہ
۱۷۴	۳۱۹	۱۱	تبترلات	تنزلات
۱۷۵	۳۲۰	۳	تبترلات	تنزلات

صحیح	غلط	سطر نمبر	صفحہ نمبر	سلسلہ نمبر
غیر موجود	غر موجود	۵	۳۲۰	۱۷۶
الف لام زائد ہے	الف لام	۷	۳۲۲	۱۷۷
جُرأت	جرات	۱۰	۳۳۴	۱۷۸
آفتابِ یک نیزہ	افتاب نک نیزہ	۵	۳۳۶	۱۷۹
حقیقتی برحقیقتی	حقیقی برحقیقی	۴	۳۴۰	۱۸۰
تتمّہ	تمہ	۵	۳۴۶	۱۸۱
شرح	شرع	۶	۳۴۷	۱۸۲
انصباغ	انضاغ	۴	۳۴۹	۱۸۳
انصباغ	انصاح	۷	۳۴۹	۱۸۴
بضُعف	بصعف	۱۴	۳۴۹	۱۸۵
مختصر	محصر	۱۱	۳۵۱	۱۸۶
شیخ محمد اکرم	شیخ محمد اکر	۶	۳۵۷	۱۸۷
دقائق	دفالق	۶	۳۵۹	۱۸۸
معتُوب	معاتب	۱۰	۳۶۰	۱۸۹
ماُتّیاں	ماتیاں	۱۲	۳۶۰	۱۹۰
شخصی	سخصی	۷	۳۶۹	۱۹۱
شخص	سخص	۱۰	۳۶۹	۱۹۲
بانتظار	بانتفار	۱۳	۳۷۶	۱۹۳
معتُوب	معاتب	۱۲	۳۸۲	۱۹۴
پدرِطفل	بدرطفل	۹	۳۸۳	۱۹۵

صحیح	غلط	سطر نمبر	صفحہ نمبر	سلسلہ نمبر
اوّلاً	اولا	۹	۳۸۴	۱۹۶
بے کیفی	بیکیفی	۱۳	۳۸۴	۱۹۷
مُقدّمہ	معدمہ	۱	۳۸۶	۱۹۸
پیوست	پہوست	۵	۳۸۷	۱۹۹
جہر	جہر	۱۱	۳۸۸	۲۰۰
آیتِ تسمیہ	اتہ تسمیہ	۷	۳۹۰	۲۰۱
نقل کردہ	نکل کردہ	۶	۳۹۲	۲۰۲
شخصی	سخصی	۷	۳۹۲	۲۰۳
مفسدِ نماز	مفسد غار	۶		۲۰۴
آیت الکرُسی	اتہ الکرسی	۶	۳۹۴	۲۰۵
نیّت	نیت	۹	۳۹۴	۲۰۶
نیّت	نیت	۱۱	۳۹۴	۲۰۷
دخول	وحول	۷	۴۰۳	۲۰۸
مکرر لکھا گیا	درولایت اخص	۱۵	۴۰۴	۲۰۹
بریں مقام	بریں مکام	۶	۴۰۷	۲۱۰
علمی	عملی	۳	۴۱۰	۲۱۱
اصلاح	اصطلاع	۸	۴۱۰	۲۱۲
جیلانی	جبلی	۴	۴۱۱	۲۱۳
تحت	تحت	۲	۴۱۲	۲۱۴
نعت معرُوفہ	نعتہ مورخہ	۶	۴۱۳	۲۱۵

صحیح	غلط	سطر نمبر	صفحہ نمبر	سلسلہ نمبر
قُرآن	قراں	۵	۴۱۷	۲۱۶
امرِ معلّق	امر معلق	۱	۴۲۰	۲۱۷
نضارتِ گُل	نضارت کل	۲	۴۲۱	۲۱۸
از ثریا بر فگندہ بر ثریٰ	از ثریا	۶	۴۲۱	۲۱۹

مرتبّہ

مُشتاق احمد بھٹّی ایم۔اے

شجرۂ سلسلۂ نقشبندیہ احسنیہ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تاریخ وصال مع دن — مطابق ہجری	تاریخ وصال مع دن — مطابق عیسوی	مقام مزار شریف	عمر مبارک ہجری سال
۱	فخر الانبیاء رسالت مآب سرورِ کائنات رسول مقبول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	پیر ۸ جون ۶۳۲ء	مسجد نبوی مدینہ منورہ	
۲	حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	سہ شنبہ ۲۲ جمادی الاخر ۱۳ھ	منگل ۱۶ اگست ۶۲۴ء	مسجد نبوی مدینہ منورہ	
۳	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	سہ شنبہ ۱۰ رجب المرجب ۳۳ھ	منگل ۴ فروری ۶۵۴ء	مدائن عراق	
۴	حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم	سہ شنبہ ۲۴ جمادی الاول ۱۰۱ھ	منگل ۱۲ دسمبر ۷۱۹ء	جنت البقیع مدینہ منورہ	۰۲
۵	حضرت خواجہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	جمعہ ۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ھ	جمعہ ۶ ستمبر ۷۶۵ء	جنت البقیع مدینہ منورہ	۶۱
۶	سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز	چہار شنبہ ۱۵ شعبان المعظم ۲۶۱ھ	بدھ ۲۵ مئی ۸۷۵ء	بسطام ایران	۱۰۵
۷	حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ العزیز	شنبہ ۱۵ رمضان المبارک ۴۲۵ھ	ہفتہ ۳ اگست ۱۰۳۴ء	خرقان ایران	۰۳
۸	حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ العزیز	سہ شنبہ ۲۳ صفر ۴۵۰ھ	منگل ۲۱ اپریل ۱۰۵۹ء	طوس ایران	[illegible]
۹	حضرت خواجہ ابو علی فارمدی طوسی قدس سرہ العزیز	جمعہ ۴ ربیع الاول ۵۱۱ھ	جمعہ ۶ جولائی [illegible]	طوس مشہد ایران	[illegible]
۱۰	حضرت خواجہ یعقوب یوسف ہمدانی قدس سرہ العزیز	شنبہ ۲۰ رجب المرجب [illegible]ھ	ہفتہ [illegible] مارچ [illegible]	مرو روس	۹۶
۱۱	حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ العزیز	جمعہ ۱۲ ربیع الاول [illegible]ھ	جمعہ [illegible] اگست [illegible]	غجدوان روس	[illegible]
۱۲	حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری قدس سرہ العزیز	سہ شنبہ [illegible]	منگل [illegible]	ریوگر روس	[illegible]

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تاریخ وصال معہ دن — مطابق ہجری	مطابق عیسوی	مقام مزار شریف	عمر مبارک ہجری سال
۱۳	حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہ العزیز	دو شنبہ ۱۷ ربیع الاول ۷۱۷ھ	پیر ۳۰ مئی ۱۳۱۷ء	فغنہ روس	۰۰
۱۴	حضرت خواجہ عزیزان شاہ علی رامتینی قدس سرہ العزیز	سہ شنبہ ۲۷ رمضان المبارک ۷۲۱ھ	منگل ۲۰ اکتوبر ۱۳۲۱ء	خوارزم روس	۱۳۰
۱۵	حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ العزیز	چہار شنبہ ۱۰ جمادی الآخر ۷۵۵ھ	بدھ ۲ جولائی ۱۳۵۴ء	سماس۔ بخارا روس	۰۰
۱۶	حضرت خواجہ شمس الدین سید میر کلال قدس سرہ العزیز	پنجشنبہ ۱۳ جمادی الآخر ۷۷۲ھ	جمعرات ۲ جنوری ۱۳۷۱ء	سوخار۔ بخارا روس	۰۰
۱۷	شیخ المشائخ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ العزیز	دو شنبہ ۲ ربیع الاول ۷۹۱ھ	پیر یکم مارچ ۱۳۸۹ء	بخارا روس	۸۳ سال ۲ ماہ
۱۸	حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ العزیز۔	شنبہ ۵ صفر المظفر ۸۵۱ھ	ہفتہ ۲۲ اپریل ۱۴۴۷ء	قصبہ بلغنور ماوراء النہر۔ روس	۰۰
۱۹	حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہ العزیز	شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ	ہفتہ ۲۰ فروری ۱۴۹۰ء	سمرقند روس	۸۸ سال ۷ ماہ
۲۰	حضرت مولانا محمد زاہد وخشی قدس سرہ العزیز	چہار شنبہ یکم ربیع الاول ۹۳۶ھ	بدھ ۳ نومبر ۱۵۲۹ء	وخش ایران	۰۰
۲۱	حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہ العزیز	پنجشنبہ ۱۸ محرم الحرام ۹۷۰ھ	جمعرات ۱۷ ستمبر ۱۵۶۲ء	موضع الفرار خراسان	۰۰
۲۲	حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ العزیز	چہار شنبہ ۲۲ شعبان المعظم ۱۰۰۸ھ	بدھ ۲۶ فروری ۱۶۰۰ء	موضع امکنگ نزد بخارا۔ روس	۹۰
۲۳	کامل اکمل حضرت سید رضی الدین محمد باقی المعروف بہ خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز	یک شنبہ ۲۵ جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ	اتوار ۳۰ نومبر ۱۶۰۳ء	دہلی بھارت	۴۱
۲۴	امام ربانی مجدد الف ثانی غوث صمدانی حضرت شیخ احمد فاروقی المعروف بہ سرہندی قدس سرہ العزیز	سہ شنبہ ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ	منگل ۳۰ نومبر ۱۶۲۴ء	سرہند شریف بھارت	۶۲ سال ۴ ماہ ۱۴ دن
۲۵	قطب الاقطاب، سید آدم بنوری قدس سرہ العزیز	جمعہ ۱۳ شوال ۱۰۵۳ھ	جمعہ ۱۹ جنوری ۱۶۴۴ء	جنت البقیع مدینہ منورہ	۶۳
۲۶	غوث زمان حضرت محمد شریف متقی شاہ آبادی قدس سرہ العزیز	۱۰۸۳ھ	۱۶۷۲ء	موضع شاہ آباد انبالہ۔ بھارت	۶۲
۲۷	سلطان العارفین حضرت حاجی عبد اللہ سلطانپوری قدس سرہ العزیز	۱۱۱۹ھ	۱۷۵۷ء	سغلپورہ، دہلی بھارت	۱۴۰

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تاریخ وصال مع دن — مطابق ہجری	تاریخ وصال مع دن — مطابق عیسوی	مقام مزار شریف	[illegible]
۲۸	قطب عالم حضرت حاجی سید محمد طاہر مالپوری قدس سرہ العزیز	دوشنبہ ۱۷ جمادی الاول ۱۱۱۹ھ	منگل ۱۵ اگست ۱۷۰۷ء	مالپور ضلع ہوشیارپور بھارت	[illegible]
۲۹	تاج العارفین قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالنبی شامی قدس سرہ العزیز	چہارشنبہ ۲۲ ربیع الاول ۱۱۴۶ھ	بدھ ۲۲ اگست ۱۷۳۳ء	شام چوراسی ضلع ہوشیارپور بھارت	[illegible]

خلفائے تاج العارفین قطب الاقطاب
حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی قدس سرہ العزیز

۱) فضیلت مآب حضرت شیخ علی احمد سہارنپوری قدس سرہ العزیز۔
۲) اشرف الاخوان حضرت میاں محمد اشرف قدس سرہ العزیز۔
۳) حضرت حافظ محمد مکمل قدس سرہ العزیز۔
۴) حضرت میاں محمد قاسم قدس سرہ العزیز۔
۵) فضیلت مآب حضرت شیخ عبدالہادی قدس سرہ العزیز
۶) حضرت میاں محمد شہر یار قدس سرہ العزیز
۷) حضرت مولانا جان محمد جالندھری قدس سرہ العزیز
۸) حضرت شیخ عاشق محمد جالندھری قدس سرہ العزیز
۹) حضرت حافظ محمد حسین قدس سرہ العزیز۔

حضرت تاج العارفین شیخ عبد النبیؒ شامی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے بارے میں تاثرات

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین قطب الاقطاب حضرت تاج العارفین شیخ عبد النبی شامی رحمۃ اللہ علیہ صاحب۔ آپ حضرت اقدس سلطان الاولیاء قطب الاقطاب قبلہ حضور مجدد الف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرہندی کی دعا و برکت سے لالہ بوہڑہ مل بہل کھتری کے ہاں جو کہ اولاد سے بالکل محروم تھے۔ مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۰۲۸ ہجری کو بمقام شام چوراسی ضلع ہوشیار پور بھارت میں پیدا ہوئے آپؒ کی پیدائش کے وقت سارا گھر نورانی روشنی سے بھر گیا۔ آپؒ نے سارا دن دودھ نہیں پیا۔ روزے کی افطاری کے وقت دودھ پیا۔ آپؒ کا ہندوانہ نام لالہ بھوپت رائے رکھا گیا۔ آپؒ نے سات سال کی عمر میں گلستان، بوستان ختم کرلی تھی۔ ایک دن سبق پڑھنے کے دوران یہ شعر پڑھا ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید
محال است سعدی کہ راہِ صفا   تواں رفت جز در پئے مصطفٰے

توآپؒ نے اپنے اُستاد سے جو مسلمان تھے۔ دریافت کیا کہ مجھے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ بتائیں، لیکن استاد نے اس جذبہ کو کوئی وقعت نہ دی۔ جب آپ کا جذبہ انتہاء کو پہنچا تو حضرت بابا شیخ عبد النبیؒ حضرت بابا شیخ عبدالوہاب صاحب قادریؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ انہوں نے آپؒ کو مسلمان کر کے آپؒ کا

اسلامی نام عبدالنبی رکھا اور اُن سے باطنی فیض حاصل کیا اور آپؒ کو اسلامی تعلیم دینی شروع کر دی جو کہ تمام ہندوؤں کے لئے ایک چیلنج تھا۔ جس کی بنا پر ہندو آپؒ کو قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔ آپؒ کی شادی سری گوبندپور ضلع امرتسر میں لالہ رامن مل کے ہاں ہوئی تھی۔ آپؒ کا ایک بچہ تھا۔ جب آپؒ اپنی بیوی اور بچے کو لے کر دریائے بیاس کے کنارے پر پہنچے تو ہندو آپؒ کے قتل کرنے کے لئے آ موجود ہوئے۔ آپؒ نے اپنا مصلّا دریا پر بچھا کر اپنے بیٹے اور بیوی کو اس پر بٹھا کر آیت الکرسی پڑھنی شروع کر دی اور دونوں میاں بیوی بچہ کو لے کر دریا کے پار ہو گئے۔ ہندو منہ دیکھتے رہ گئے اور آپؒ کی یہ کرامت دیکھ کر بہت سے ہندو سکھ مسلمان ہو گئے۔ آپؒ نے حضرت بابا شیخ عبدالوہابؒ صاحب کی صحبت میں کافی عرصہ گزارا۔ اِن کے بعد آپؒ نے شیخ حاجی عبداللہ سلطانپوریؒ کا دامن تھاما جو غوثِ زماں حضرت محمدؐ شریف متقیؒ کے خلیفہ تھے اور قطبُ الاقطاب حضرت سید آدم بنوریؒ سے فیض یافتہ تھے۔ جب حضرت عبداللہ سلطان پوریؒ صاحب حج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ کی عدم موجودگی میں آپ حضرت قطب عالم سیّد حاجی محمد طاہر عالم پوریؒ سے علوم باطنی کا فیض حاصل کیا اور آپ کو تاج العارفین وقطبُ الاقطاب کا درجہ سرکار سے عطا ہوا۔ آپؒ سے بے شمار کشف و کرامات سرزد ہوئی ہیں۔ اگر وہ تحریر کی جائیں تو کتاب ضخیم ہو جائے گی۔

حضرت سیّد حاجی محمد طاہر عالم پوریؒ سیّد خاندان سے تھے۔ انھوں نے کابل سے دین حق کے لئے ہجرت کر کے ہندوستان میں سکونت اختیار کر کے حجام کا پیشہ اختیار کر لیا تھا۔ تاکہ اُن کی روحانیت ظاہر نہ ہو۔ بہت بڑے کامل اولیاء اللہ ہو گزرے ہیں۔ آپ نے ۱۱۸ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ آپؒ کا مزار اقدس عالم پور ضلع ہوشیارپور میں مرجع خلائق ہے۔ آپ نے اپنا جبہ مبارک اور دستار مبارک اور ایک بوتل پانی کی اپنے خادم کو دیکر کہا کہ عبدالنبیؒ کو یہ امانت دیدیں۔ اس میں دونوں جہانوں کی روحانیت

کی طاقت منتقل کر دی گئی ہے۔ آپؒ خلیفہ اول تھے اور آپؒ نے پیدل حج شریف کیا۔ آپؒ کی شہرت ہندوستان سے لے کر مکہ معظمہ تک پھیل گئی تھی۔ بے شمار مخلوق آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئی۔ آپ حضرت شاہ محمد غوث قادریؒ کے ہم عصر بزرگ تھے۔ آپ نے اپنی بیاض "اسرار طریقت" میں ارشاد فرمایا کہ شیخ عبدالنبی شامیؒ طریقہ نقشبندیہ کے ایک نومسلم کامل بزرگ شام چوراسی میں رہتے ہیں۔ حضرت تاج العارفین شامی صاحب نے تصوّف پر بھی کئی کتابیں لکھی ہیں۔ آپؒ نے اپنے مکتوبات میں بہت کچھ اسرار ارشاد فرمائے ہیں، جو سالکانِ طریقت و حقیقت کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ چند ایک مکتوب ناظرین کی خدمت میں پیش ہیں :-

مکتوب نمبر ۱۱۲ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تحقیق تسمیہ جو کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کی ذات کا مظہر کامل ہے۔ ا ل ل ہ (اللہ) ہے۔ جس کی تفصیل اس طرح پر ہے، جو نہایت غور طلب ہے۔ اس میں معرفت کا خزینہ پوشیدہ ہے۔

ا۔ چشمہ اوّل میں جو لام کی طرف ہے۔ تین سو اسما، جو زبور میں درج ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ب۔ رحمٰن کے نام کے اسرار ایک ہزار ہیں جو کتب انبیأ میں درج ہیں اور اُن کے علاوہ چار اور مذکور ہیں۔ جن میں ہمارے نبیؐ پر تسبیح کی گئی ہے۔

ج۔ رحیم کے نام کے اسرار ایک ہزار ہیں۔ جن کی تسبیح ملائکہ کرتے ہیں اور ہر اسم کا تعلق ایک دوسرے کے خط سے معلوم ہوتا ہے۔

د۔ چشمہ ثانی میں تین سو اسما، ہیں کہ اُن کا ذکر انجیل میں ہے اور اللہ کے نام میں چار انبیا کا ذکر ہے، جو ہمارے نبیؐ پر سلام اور درُود ہے۔

ہ۔ لام ثانی میں تین سو اسما، ہیں کہ ان کا ذکر توریت میں موجود ہے۔

و۔ اور لام اوّل میں قرآن پاک میں مذکور ۹۹ نام ہیں اور یہ تمام اسما، پر محیط ہیں۔

ز۔ لام کے ساتھ میم کے اتصال سے اسم اعظم ملاحظہ ہو کہ الف میں تمام اسما، جمع ہیں۔

اور جان لینا چاہیئے کہ اسم رحیم کے ایک ہزار اسرار بھی ۔ الف اور لام اوّل مندرج کے ہیں، کیونکہ اسم رحمٰن کے مراتب لام اور الف کے حقائق کے مظاہر ہیں اور اسم رحیم کے مراتب لام کے حقائق کا ظہور ہیں۔

مکتُوب ۱۲ ، بعض لوگوں نے منفی صفات کو بھی مثبت صفات کی مانند کیا ہے اور موجود سمجھا ہے۔ غور سے دیکھنا چاہیئے کہ منفی صفات کا اطلاق کرنا صفت کی نفی کرتا ہے تاکہ صفت کا اثبات کرنا مثلاً (لم یلد) صفت توحید کی نفی ہے۔

مکتُوب ۱۷ ، الف ۔ لام ۔ میم سے وجود کے تین مرتبے مراد ہیں، یعنی الف سے ذات لام سے صفات میم سے اللہ تعالیٰ کی ذات کمالات ۔

مکتُوب ۲۱ ، انبیاء کا پہلا قدم اولیاء کی انتہا ہے۔

مکتُوب ۲۲ ، اپنے دل میں اللہ کو یاد کر گڑ گڑا کر اور چھپ کر صبح و شام بغیر اُسکے آواز بلند نہ ہو ۔

مکتُوب ۲۶ ، اللہ کی تسبیح کرنے والوں میں جمادات اور حیوانات میں انسان بھی اس لازمی تسبیح میں ان کے ساتھ شریک ہے ۔کیونکہ وہ اِن تینوں مراتب میں برابر کا شریک ہے ۔

مکتُوب۴۵: اولیاء اللہ کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جسے چاہیں، ایک پل میں کعبہ مقصود سے واقفیت کرا دیں اور اصل منزل مقصود تک پہنچا دیں ۔ وجود کا اطلاق دو درجے رکھتا ہے ۔ واجب الوجود اور ممکن الوجود جس کا وجود و عدم اپنی ذات سے نہ ہو ۔

حضور باباجیؒ کے مکتُوبات کی اگر تشریح کی جائے تو ایک ایک مکتُوب کی بہت بڑی بڑی ضخیم کتابیں مرتب ہو سکتی ہیں ۔ اگر حضور کے کشف و کرامات کا تذکرہ کیا جائے تو بے شمار ہیں، جو احاطہ تحریر سے باہر ہیں ۔ یہ حقیر پر تقصیر الشیخ حکیم میاں عبدالغفور عرشی قادری عفی عنہٗ بن الشیخ حکیم میاں اللہ دتہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ، حال مقیم نواں کوٹ ،

ملتان روڈ، لاہور، جو کہ قصبہ نندا پور میں سکونت پذیر تھا۔ چونکہ حضور پُرنور باباجی صاحب تاج العارفین حضرت عبدالنبی رحمۃ اللہ علیہ کی نگری شام پورا سی سے تقریباً سات میل شمال میں واقع تھا حضور باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحانی تجلیات کی روشنی سے اب تک فیض یاب ہو رہا ہے۔ حضور باباجیؒ کے مکتوب ۱۱۲ اور مکتوب ۲۶ کے بارے میں عرض کرتا ہے کہ اللہ اسم ذات ہے اور تمام اسماء کا مسمیٰ ہے اور یہی اسم اعظم ہے۔ حضور باباجیؒ نے لام اوّل کی تشریح میں فرمایا ہے کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالےٰ کے ۹۹ نام ہیں، جو کہ تمام اسماء پر محیط ہیں۔ ان تمام اسماء کو ذاتی اسماء اور صفاتی اسماء اور افعالی اسماء کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ پس تم ذاتی اسماء کی تجلّی اور صفاتی، اسماء کی تجلی اور افعالی اسماء کی تجلی کا مظہرِ اُتم حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذات پاک ہے۔ جس کے نُور کی تجلّی تمام کائنات پر حاوی ہے، چونکہ وہ ذات واجب الوجود ہے۔ غیر اس کا نابود ہے۔ یعنی ذات من حیث الاسماء والصفات عندالوجود یہ عین عالم ہے۔ باَیں معنی کہ وہی ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ بطور تنزل ہر تعین میں متعین ہوئی بس فرق صرف اطلاق وتقید کا ہے۔ یعنی مرتبہ اطلاق میں واجب اور معبود ہے اور درجہ تعین میں ممکن اور عابد ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بجز ذات پاک کے اور کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ وہی ذات پاک ذرّہ سے لے کر آفتاب تک اور کل کائنات میں جلوہ گر ہے۔ اُس کا کوئی غیر نہیں ہے۔ وہ واجب الوجُود تشبیہ اور تنزلیہ سے مبّرا اور منزہ ہے اور کوئی چیز اس سے باہر نہیں اور وہی معبود لائق پرستش ہے۔ جو واجب الوجُود ہے (تعین میں ممکن اور عابد ہے۔) جب ممکن کی واجب کے ساتھ مفادیت ہوتی ہے تو اس کا اثر باقی نہیں رہتا، چنانچہ مقام فنا کی صورت میں صفات عین صفات حق میں محو ہو جاتی ہے۔ الحاصل یہ کہ عالم کو ہر آن میں فنا اور بقا ہوتی ہے۔ جلالی اسماء فنا کرتے ہیں۔ جسے عارفین حق کے سوا عام لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ گویا حق تعالیٰ فاعل اور بندہ اس کا اوزار

ہوتا ہے۔ اگر تم واصل حق ہونے کا عزم صمیم رکھتے ہو تو نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اور تابعداری کرو اور سُنت پر عمل کرو۔ بعد ازاں وحدت الوجُود کا مراقبہ کرو اور بالکل کلمہ طیبہ کے معنی میں نماز قائم کرو۔ جس کے متعلق حضور باباجیؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مراقبہ انتظار کو کہتے ہیں۔ اپنے وجُود میں ذات باری کی تجلّیات کا اس قدر انتظار کرو کہ وہ قلب پر وارد ہو جائیں اور تمام تعینات ممکن الوجود غائب ہو جائیں، اور نظر اس سے بالاتر ہو جائے اور جز ذات پاک کے کوئی چیز موجود نہ رہے۔ سب ذات ہی ذات میں گم ہو جائے۔ لیکن اس بات کو ذہن نشین کر لیا جائے کہ ؎

ہر کہ حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

صوفیا اکرام فرماتے ہیں کہ نقشبندیہ سلسلہ کے علاوہ ہندوستان میں جو تصوّف کے سلسلے رائج تھے۔ وہ ایران اور عراق سے یہاں آئے تھے۔ سلسلۂ قادریہ، سہروردیہ چشتیہ پر وحدت الوجُود کا رنگ غالب تھا اور ہمہ اوست کے قائل تھے۔ ان کا فکر مختصراً یہ تھا کہ تمام افراد کائنات تجلیات حق ہیں اور اس کثرت اعتباری کا وجود اس وحدت حقیقی سے ہے۔ جب ہندوؤں نے نظریہ وحدت الوجُود میں اپنے فلسفہ کی آمیزش شروع کر دی تو اس سے صوفیاء کے تمام طبقے متاثر ہوئے۔ جس سے ان صوفیائے خام کی مدد سے انہوں نے باقاعدہ تحریک کی شکل دے دی۔ جس کا تعلق بھگتی تحریک سے تھا۔ ان کے افکار کا مرکزی نقطۂ نظر (وحدت الادیان) تھا۔ جس میں فلسفہ ہندومت کی آمیزش تھی اور پرچار کا پہلو مضمر تھا۔ اس نظریہ کا پرچار کفر و اسلام کے فرق کو مٹانے کے لئے وجود میں آیا۔ بڑے بڑے خام صوفی اس نقطۂ نظر کے علمبردار بن گئے اور اُن کو فروغ دیا۔ پھر متضاد عمل مشاہدہ میں آئے، جو قرآن اور سُنّت کی مطابقت نہیں کرتے تھے۔ جب غیر شرعی صوفیا خام جن کا نقطۂ نظر (وحدت الادیان)
ہوا اور وہ کعبہ و بُت خانہ اور مسجد و مندر کا فرق مٹانے کے درپے ہوں تو ایسے

نازک وقت میں حضور قطبُ الاقطاب غوث زماں حضرت مجدّد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ (وحدت الشہود) یعنی ہمہ از اوست کی تبلیغ فرما کر ہندو وانہ نقطۂ نظر کا قلع قمع کر دیا۔ حالانکہ آپؒ پر اور آپؒ کے والد ماجدؒ پر وحدت الوجُود کا رنگ شدت سے غالب تھا۔ وہ اپنے اندر عظیم رُوحانی قوت پاتے تھے۔ یہ غلبہ اس حد تک تھا۔ جس حد تک کہ اسلام مانع نہیں رہے اور حد شریعتِ محمّدی کے باہر نہیں رہے۔ چونکہ حقائق توحید کا انکشاف موحد کی نیازمندی سے ہوتا ہے۔ سچا موحد وہ ہے۔ جس کا آخر اوّل کی طرف عود کر آئے اور ایسا ہو جائے، جیسا کہ پہلے تھا۔ توحید کا علم پا لینے والا موجُودات کی یاد دِل سے محو کر دیتا ہے اور خدائے واحد کے ساتھ منفرد رہ جاتا ہے۔ وحدت الوجود کی غلط تعبیر سے اکبر بادشاہ کے عہد میں بدا عتدالیاں پیدا ہوئیں۔ حضرت امام مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ وحدت الوجُود اور وحدت الشہود کو اس طرح سمجھایا، جو نقشہ ذیل میں درج ہے:۔

وحدت الوجُود (ہو الکل)	وحدت الشہُود (ہو البارى)
نظریہ = ہمہ اوست	نظر = ہمہ از اوست
ارتقا = خود بخود ہونا	ارتقا = پیدا کیا جانا
رجحان تصوّف = سکون کی طرف مائل۔	رجحان تصوّف = جوش کی طرف مائل، اُس
میں اور وہ جدا نہیں وہ دریا تو میں قطرہ ہوں۔	کے ساتھ میں اور میرے ساتھ وہ
وصل	عشق
حقیقت = حق۔حق۔حق	حقیقت حُسن ازل محبوب کُل
اعتقاد = میں کون۔ انا الحق	اعتقاد = میں کون (انا عبد)
عارف	عاشق

حضرت باباجی صاحبؒ نے اپنی زندگی کے آخری چالیس سال شام چوراسی میں بسر کئے۔ آپ کے ۹ صاحبزادگان میں سے چھ صاحبزادے حیات تھے۔ مگر آپ نے کسی

کو بھی خلافت عطا نہیں کی بلکہ آپ نے اپنے ایک مرید شہر یار کو جنہیں احمد شاہ ابدالی نے لاہور سے بدر کر دیا تھا اور انھوں نے موضع ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ خلافت عطا کی اور اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ آپ کے پانچ بیٹوں کی اولاد بھی پاکستان میں موجود ہے، جو حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱۸ سال کی عمر میں ۲۲ ربیع الاول ۱۱۴۶ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کا روضہ پاک پچاس کنال کے رقبہ میں شام چوراسی ضلع ہوشیار پور (بھارت) میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کا عرس شریف ۹-۱۰-۱۱ ستمبر کو موضع شام چوراسی ضلع ہوشیار پور میں ہر سال نہایت دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں ہندو سکھ اور مسلمان اور سب قومیں عقیدت مندی کا ثبوت پیش کرتی ہیں۔ اللہ پاک تا ابدالاباد آپؒ کا فیض روحانی جاری و ساری رکھے اور آپؒ پر آپؒ کے روضۂ پاک پر انوارِ رحمت کی شعاعیں ہر وقت جلوہ فگن ہوں اور عوام الناس کے قلوب اِس شمع رُوحانی سے روشن ہوں۔ آمین ثم آمین۔ حضور باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مفصل معلومات حاصل کرنے کے لئے عالی جناب صاحبزادہ الحاج محمد تسلیم شامی نقشبندی مکان نمبر ۳۶ رگور و سٹریٹ رام نگر چوبرجی، لاہور سے رجوع فرمائیں۔ چونکہ حضور پُر نور جناب باباجی صاحب تاج العارفین حضرت عبدالنبی شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خاص فیض و نظرِ کرم سے آپ کو نوازا ہے اور خاندانی نظام اور رُوحانی فیض کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے آپ کو مامور فرمایا ہے تاکہ ہر خاص و عام اِن سے فیض حاصل کر سکیں۔

اسی مختصر سی تشریح پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر مفصل تحریر کروں تو حضور باباجیؒ کے اشارہ کی تشریح میں ہزاروں صفحات درکار ہونگے۔ پھر بھی پوری نہ ہوگی۔

وما علینا الا البلاغ۔

حقیر الشیخ حکیم میاں عبدالغفور عرشی قادری عفی عنہ

حضرت عبدالنبیؒ شامی ٹرسٹ

حضرت عبدالنبیؒ شامی ٹرسٹ کا قیام ۲۰ مارچ ۱۹۹۴ء کو عمل میں آیا۔
ٹرسٹ کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں :۔

(۱) حضرت عبدالنبیؒ شامی کی زندگی، تعلیمات اور مشن کی ترویج،

بذریعہ

ا۔ تعمیر مسجد و آستانہ
ب۔ حضرت کے مکاتیب اور دیگر کتابوں کی اشاعت۔
ج۔ حضرت عبدالنبیؒ شامی کی حیات بابرکات کے تعارف کے لیے سیمیناروں وغیرہ کا انعقاد۔

(۲) صاحبزادگان حضرت عبدالنبیؒ شامی کی فلاح وبہبود کے لیے کام کرنا۔ یعنی

ا۔ مستحق طلبا کو وظائف دینا۔
ب۔ ہسپتال قائم کرنا۔
ج۔ یا کوئی ایسا کام کرنا، جو ان مقاصد کی تکمیل میں مدد دے، جن کے لیے ٹرسٹ قائم کیا گیا ہے۔

(۳) طریقِ کار

ٹرسٹ کا انتظام ایک چار رکنی بورڈ کے سپرد ہے۔

بورڈ کے ارکان مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ صاحبزادہ شیخ اکرام الحق ۲۔ صاحبزادہ شیخ نثار الحق

۳۔ صاحبزادہ شیخ وحید الزماں شامی ۴۔ صاحبزادہ شیخ محمد سلیم شامی

دفتر ——— ٹرسٹ کا دفتر، ۱۸۶ شادمان II لاہور میں قائم کیا گیا ہے۔

ٹرسٹ کی اوّلین کاوش کا نتیجہ "مجموعۃ الاسرار" کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔ صاحبزادہ محمد سلیم شامی اور صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں، جن کی کوششوں سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ صاحبزادہ محمد سلیم شامی نے یہ کتاب اپنے ذاتی خرچ سے چھپوائی ہے اور اس کی ساری آمدنی ٹرسٹ کے لیے وقف کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں توفیق بخشی کہ ہم "مجموعۃ الاسرار" شائع کر سکیں اور اس طرح اس مشن کی تکمیل میں حصہ لے سکیں جس کی ابتدا حضرت مجدد الف ثانی رح سے ہوئی اور جن کی انتہا دنیا میں بقول اقبال "نیابت اللہ" کا قیام ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری یہ ناچیز کاوش قبول فرمائیں اور ہمیں ہمت اور استقامت بخشیں کہ اپنی کوشش جاری رکھ سکیں۔

(۵) میں شامی ٹرسٹ کی طرف سے ایک بار پھر اُن سب حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جن کی کوششوں نے "مجموعۃ الاسرار" کی اشاعت کو ممکن بنایا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

مخلص : صاحبزادہ نثار الحق، بانیٔ ٹرسٹ